يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ

سورۃ اعراف

ترجمہ: جس پیغمبر کو اپنے پاس تورات میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تورات موسوی

از قلم

بشیر احمد حسینی

جس میں بھارتی پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے کی کتاب "تورات موسوی اور محمد عربی" کے اعتراضات کے جوابات بہترین دلائل اور نہایت تحقیق سے تحریر کیے گئے ہیں۔ نیز پادری صاحب کے دجل و فریب کو ظاہر کیا گیا ہے۔

ناشر و ملنے کا پتہ

مکتبہ بنوریہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۵

www.toobaaelibrary.com

اس کتاب کے جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں ۔

نام کتاب	آخری نبی اور تورات موسوی
نام مؤلف	بشیر احمد حسینی
نام کاتب	غلام رسول
نام ناشر	مکتبہ بنوریہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
نام پریس	
بار	دوم
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۴۶ روپے

بار اوّل : ۹ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۱ مارچ ۱۹۷۶ء

بار دوم : رجب ۱۴۰۶ھ بمطابق مارچ ۱۹۸۶ء

www.toobaaelibrary.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
امام العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے خط مبارک کا عکس	۱۱
حضرت مولانا حافظ قاری لطف اللہ صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ	۱۲
آخری نبی اور تورات موسوی علماء اسلام کی نظر میں	۱۳
پادری صاحب کے اخلاق کا نمونہ	۲۱
وجہ تالیف	۲۳
کتاب کے دیباچہ پر ایک سرسری نظر	۲۵
باب اوّل	
اسلامی دنیا میں نبوت کا صحیح مفہوم اور پہچان	۳۳
پادری صاحب کی سات غلطیاں	۳۴
اسلامی دنیا میں نبوت کا صحیح مفہوم اور پہچان	۳۷
آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت بائبل کی نظر میں	۳۸
آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت فرائض منصبی کے پیش نظر	۳۹
دو شہادتیں	۴۱
آنحضرتؐ کے دعویٰ نبوت سے قبل اہل مکہ کے حالات	۴۲
آنحضرتؐ کا فرمان و اعلان	۴۶
پادری صاحب کی شہادت	۴۷
فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کے حالات	۴۷
مسیحی عالم کے الفاظ	۴۸
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرات صحابہؓ کے کارنامے	۴۹
آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت عقل سلیم کی کسوٹی پر	۴۹
آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت حضرت مسیحؑ کی نظر میں	۵۰
حضرت عیسیٰؑ کی ایک بشارت	۵۱
آسمان کی بادشاہی سے کون مراد ہے؟	۵۴
آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت کتاب مقدس کی نظر میں	۵۷
آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت جناب پولوس کی نظر میں	۵۸
پادری صاحب کی شہادت	۵۸
ایک قدم اور آگے	۵۹
حضرت یعقوبؑ کی پیشنگوئی	۶۰
تمام حضرات انبیاءؑ کی پیشنگوئی	۶۰
قرآن مجید کی حفاظت کی خبر	۶۳
آنحضرتؐ کی حفاظت کی خبر	۶۳

www.toobaaelibrary.com

مضمون	صفحہ
بائبل سے پہلی خبر	۶۳
بائبل سے دوسری خبر	۶۳
لفظ "فارقلیط" کے چار معنی	۶۸
ایک عجیب نکتہ	۶۹
آخری بات	۷۰
قرآن مجید کا معجزہ	۷۲
جناب سرسید کے الفاظ کا اصل مطلب	۷۵
مترجمین بائبل کی قلابازیاں	۷۶
اللہ تعالےٰ کا عجیب انتقام	۷۸
باب دوم	
حضرت مسیحؑ ناصری اور بشارت موسوی	۸۲
پادری صاحب کی خیانتیں اور غلطیاں	۸۳
پادری صاحب کے مزید چار فریب	۸۴
سات وجوہات	۸۷
وہ نبی کون ہے؟	۹۳
حضرت عیسےٰؑ کا اپنی بابت دعوٰی	۹۳
وہ نبی کا مصداق کون ہے؟	۹۴
قول فیصل	۱۰۰
قرآن مجید کا دعوے	۱۰۲

مضمون	صفحہ
تین باتیں	۱۰۳
پادری صاحب کی ایک خطرناک چالاکی	۱۰۹
پادری صاحب کے تین قدم	۱۱۰
حضرت عیسیٰؑ کا فرمان مبارک	۱۱۱
فیصلہ ناظرین کرام پر	۱۱۱
باب سوم	
آنحضرتؐ اور بشارت موسوی	۱۱۴
آنحضرتؐ کی بابت حضرت موسےٰؑ کی بشارت	۱۱۴
پہلی دلیل	۱۱۵
حوالہ نمبر دس کے پورے الفاظ	۱۱۹
کتاب پیدائش کی شہادت	۱۲۶
دوسری دلیل	۱۲۷
قرآن مجید سے آنحضرتؐ کا اولادِ اسمٰعیلؑ ہونا	۱۳۰
حدیث پاک سے حضرت محمدؐ رسول اللہ کا اولاد اسمٰعیل ہونا۔	۱۳۲
بائبل اور تاریخ کی شہادت	۱۳۳
پادری صاحب کی تین شہادتیں	۱۳۴

www.toobaaelibrary.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں	۱۳۶	پادری صاحب کی شہادت	۱۶۳
تیسری دلیل	۱۳۷	الفاظ "اُن کے لیۓ" کا اصل مطلب اور صحیح مفہوم	۱۶۶
ایک ضروری بات	۱۳۸	پانچویں دلیل	۱۶۶
تین باتیں	۱۳۹	چھٹی دلیل	۱۶۷
الفاظ "تیرے ہی درمیان سے" کی حقیقت	۱۴۱	ساتویں دلیل	۱۶۸
یہ الفاظ الحاقی ہیں۔	۱۴۱	بشارت موسوی کی نبوت کی پہچان	۱۷۱
یونانی ترجمہ کی کہانی پادری صاحب کی زبانی	۱۴۶	آٹھویں دلیل	۱۷۱
آخری بات	۱۵۳	بشارت موسوی کے مندرجہ بالا الفاظ کا صحیح مفہوم	۱۷۱
پادری صاحب کا دوبارہ جھوٹ ملاحظہ فرمائیے	۱۵۴	اللہ تعالےٰ کی بابت حضرت عیسےٰؑ کی تعلیم	۱۷۲
جناب پولوس کے الفاظ	۱۵۴	تثلیث کی تعلیم عہدنامہ قدیم کی نظر میں	۱۷۲
پانچ وجوہات	۱۵۷	حضرت عیسیٰؑ کی ایک پیشگوئی	۱۷۳
پادری صاحب کے نزدیک الفاظ "تیری مانند" کا صحیح مفہوم	۱۵۸	جناب پولوس کی تفسیر	۱۷۳
صرف حضرت محمدؐ رسول اللہ ہی مثیل موسےٰؑ ہیں۔	۱۵۸	حضرت عیسےٰؑ کی وفات	۱۷۴
چوتھی دلیل	۱۵۸	اللہ تعالےٰ کی بابت آنحضرتؐ کی تعلیم	۱۷۴
پادری صاحب کی شہادت	۱۶۰	آنحضرتؐ کی ایک پیشگوئی	۱۷۴
		آنحضرتؐ کی وفات	۱۷۵

www.toobaaelibrary.com

مضمون	صفحہ
باب چہارم	
جناب پطرس کی تقریر	۱۷۷
غور سے سنیئے !	۱۷۹
"نبی موعود" اور "روح القدس" دونوں ایک نہیں ہیں	۱۸۱
پادری صاحب کا نیا زاویہ	۱۸۹
آیت ۲۶ کا صحیح مطلب	۱۹۳
اوّل تقریری	۱۹۵
"نبی موعود" یعنی آنحضرتؐ کی بعثت	
دوم تقریری	
"مسیح موعود" یعنی حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی	
پادری صاحب کے ترکش کا آخری تیر	۱۹۹
جناب پطرس کی تقریر	۲۰۰
بشارت موسوی جناب متی کی نظر میں	۲۰۱
دیگر بشارات	۲۰۲
حضرت یعقوبؑ کی بشارت	۲۰۴
کیا حضرت مسیحؑ "شیلوہ" کے مصداق ہیں؟	۲۰۶
حضرت عیسیٰؑ کا اپنی بابت فرمان	۲۰۶

مضمون	صفحہ
آنحضرتؐ ہی "شیلوہ" کے مصداق ہیں	۲۰۸
"شیلوہ" کی جگہ اصل اور صحیح لفظ کیا تھا؟	۲۱۰
آنحضرتؐ کی بابت حضرت یعقوبؑ کی بشارت	۲۱۲
حضرت عیسیٰؑ کا فرمان مبارک	۲۱۳
حضرت عیسیٰؑ کی تمثیل کا اصل مطلب اور صحیح مفہوم	۲۱۵
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۱۸
تین شہادتیں	۲۲۴
حضرت عیسیٰؑ کے ارشادات عالیہ	۲۲۵
قرآن مجید کا فرمان مبارک	۲۲۶
آخری بات	۲۲۶
باب پنجم	
اسمٰعیلی اور اسحاقی برکات	۲۲۷
ستم ظریفی	۲۳۶
حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے کون خارج ہے؟	۲۳۷
پادری صاحب کے چار فریب	۲۳۹

www.toobaaelibrary.com

مضمون	صفحہ
وعدہ الٰہی کے الفاظ	۲۴۰

باب ششم

مضمون	صفحہ
ثبوت نبوت اسمٰعیلؑ از روئے قرآن مجید	۲۴۶
نبوت اسمٰعیلؑ پر قرآنی آیت ملاحظہ ہو	۲۴۹
شکریہ حضرت خلیلؑ بدرگاہ ربّ جلیل	۲۵۲
پہلی قرآنی آیت سے جواب	۲۵۵
دوسری قرآنی آیت سے جواب	۲۵۶
تیسری قرآنی آیت سے جواب	۲۵۷
بائبل سے جواب	۲۵۸
تین اسمٰعیل	۲۵۹
قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیلؑ کا روحانی مقام	۲۶۱
بائبل میں تضاد کی مثالیں	۲۶۴
قرآنی آیت مبارکہ کا صحیح مطلب اور پادری صاحب کا زبردست فریب	۲۶۹
قرآن مجید سے پانچ شہادتیں	۲۷۲
کیا قرآنی لفظ "الکتاب" سے مراد بائبل ہے؟	۲۷۴
قرآنی لفظ "الکتاب" کا صحیح مفہوم	۲۷۶
بائبل میں غلطیوں کا اقرار	۲۷۷
ایک مسیحی عالم کے الفاظ	۲۷۸
آیت فضیلت بنی اسرائیل کا صحیح مطلب	۲۸۲
قرآنی آیت مبارکہ کا صحیح مفہوم	۲۸۷
پادری صاحب کا مفصل تبصرہ	۲۹۰
پادری صاحب کی دو شہادتیں	۲۹۲

باب ہفتم

مضمون	صفحہ
ثبوت نبوت اسمٰعیلؑ از روئے تورات	۲۹۴
حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت پر پہلا ثبوت	۲۹۴
بائبل سے تین شہادتیں	۲۹۵
نہایت غور کا مقام	۲۹۷
ان تینوں مقدس ہستیوں کے ناموں کی مناسبت	۲۹۷
حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت پر تورات سے دوسرا ثبوت	۲۹۸

www.toobaaelibrary.com

مضمون	صفحہ
حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت، پر تورات سے تیسرا ثبوت	۳۰۳
تورات کی ایک بہترین اور ٹھوس شہادت	۳۱۰
پادری صاحب کی شہادت	۳۱۱
باب ہشتم	
قرآن مجید اور ذبیح اللہ	۳۱۳
قرآن مجید سے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اصل مصداق کون ہے؟	۳۱۴
تورات سے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اصل مصداق کون ہے؟	۳۱۵
حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر دلائل	۳۲۰
پہلی دلیل	۳۲۰
دوسری دلیل	۳۲۰
تیسری دلیل	۳۲۰
چوتھی دلیل	۳۲۱
پانچویں دلیل	۳۲۱
چھٹی دلیل	۳۲۲
ساتویں دلیل	۳۲۳
آٹھویں دلیل	۳۲۳
قرآن مجید سے تین شہادتیں	۳۲۵
مقام قربانی کی بابت، ایک حدیث	۳۲۷
حضرت ذبیحؑ اللہ کی بابت مفسرین قرآن مجید کا نظریہ	۳۲۸
ممبر صاحب کی خطرناک سیاست	۳۲۹
اناجیل کی فہرست	۳۳۵
سورہ صافات سے تین شہادتیں	۳۴۹
پادری صاحب کا فریب	۳۵۲
۱۔ تفسیر ابی السعود	۳۵۷
۲۔ تفسیر مدارک	۳۵۷
۳۔ تفسیر کبیر	۳۵۷
۴۔ تفسیر روح المعانی	۳۵۷
پادری صاحب کا زبردست فریب	۳۵۸
پادری صاحب کے فریب، اور غلطیاں	۳۶۰
روایت مذکورہ کی حقیقت	۳۶۱
رزین کی بابت علماء اسلام کی رائے	۳۶۳
اصل روایت، ملاحظہ فرمائیے	۳۶۳

www.toobaaelibrary.com

مضمون	صفحہ
باب نہم	
توراۃ اور ذبیح اللہ	۳۶۶
توراۃ سے حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر دلائل	۳۶۸
پہلی دلیل	۳۶۸
توراۃ کی کتابوں سے چار شہادتیں	۳۶۹
دوسری دلیل	۳۷۱
تیسری دلیل	۳۷۲
چوتھی دلیل	۳۷۵
پانچویں دلیل	۳۷۵
چھٹی دلیل	۳۷۸
مبارک باد	۳۸۱
ساتویں دلیل	۳۸۲
آٹھویں دلیل	۳۸۳
مدیانی کون تھے؟	۳۸۳
نویں دلیل	۳۸۴
دسویں دلیل	۳۸۸
اہل کتاب کی نظر میں قربانی کی جگہ	۳۹۱
سامری کون تھے؟	۳۹۱
بقول اہل کتاب قربانی سے قبل حضرت اسحٰقؑ کے الفاظ	۳۹۴
حضرت مسیحؑ کے قربانی کے وقت الفاظ	۳۹۴
بقول اہل اسلام قربانی سے قبل حضرت اسمٰعیلؑ کے الفاظ	۳۹۵
باب دہم	
حضرت ہاجرہ اور توراۃ	۳۹۶
حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی گھر سے رخصتی اور توراۃ کی گول مول باتیں	۳۹۹
تین شرائط	۴۰۲
تاریخی پس منظر	۴۰۴
لفظ "بی بی" کا صحیح مفہوم	۴۰۶
ایک عجیب بات	۴۰۶
باب یازدہم	
حضرت خلیل اللہؑ اور بیت اللہ	۴۲۶

www.toobaaelibrary.com

مضمون	صفحہ
حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت	۴۲۹
حضرت ابراہیمؑ کی حضرت اسمٰعیلؑ سے ملاقات	۴۳۲
طلمود کے معتبر ہونے پر شہادت	۴۴۰
طالمود کے معتبر ہونے پر ہمارے مخاطب کی شہادت	۴۴۰
بائیل سے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کا ثبوت	۴۴۳
ناظرین کرام	۴۴۶
یروشلیم کی بربادی	۴۴۹
بیت اللہ کی بابت مسیحی علمار کی تاریخی رائے	۴۵۲
یروشلیم کی بابت مسیحی علمار کی تاریخی رائے	
ساکنین بیت اللہ کی قوت و طاقت	۴۵۵
ناظرین کرام	۴۶۱
دعا	۴۶۲

تمت بالخیر

www.toobaaelibrary.com

باسمہٖ سبحانہٗ

محدث عصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خط مبارک کا عکس

چونکہ راقم الحروف نے یہ کتاب محدث عصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی خدمت میں ہدیہ کی تھی حضرت نے کتاب ملنے پر ذیل کا گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں کتاب ہذا پر اپنے تاثرات لکھنے کا وعدہ فرمایا افسوس کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی سال رحلت فرما گئے۔ ذیل میں تبرکاً اس گرامی نامہ کا عکس پیش کیا جا رہا ہے۔

بشیر احمد حسینی

۱۳۹۷ھ
۱۴ - ربیع الاول
۷ - ۳ - ۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرِ بزرگوار محترم — زاد کم اللہ تشریفاً اکراماً

تحیۃ و سلام۔ ہدیہ مرسلہ "آخری نبی اور [illegible]" موصول ہو کر باعث [illegible] ہوا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

والسلام

محمد یوسف بنوری

باسمہٖ سبحانہٗ

جمالِ ہمنشین درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت مولانا حافظ قاری لطف اللہ صاحب جالندھریؒ

اس مقام پر حضرت مولانا حافظ قاری **لطف اللہ** صاحب جالندھری کا ذکرِ خیر کرنا عقیدت و محبّت کی نظر اور اُدب و احترام کی نگاہ سے زیب دیتا ہے کیونکہ بندہ نے آپ سے اسلامی تعلیمات کو سیکھا اس لحاظ سے بھی آپ کا ذکرِ خیر مناسب اور موزوں معلوم ہوتا ہے کہ راقم الحروف نے آپ ہی کے ارشاد مبارک پر قرآن و بائیبل کا مقدس رشتہ سمجھا۔
افسوس! کہ آج آپ ہم میں موجود نہیں ہیں بلکہ عالم بقاکی طرف انتقال فرما گئے ہیں اسلئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے آمین۔

تصوّر میں تجھے لاکر ہمہ تن گوش رہتا ہوں
مثالِ شمع جلتا ہوں مگر خاموش رہتا ہوں

بشیر احمد حسینی

www.toobaaelibrary.com

آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تورات موسوی

علماءِ اسلام کی نظر میں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

www.toobaaelibrary.com

باسمہٖ سبحانہٗ

زبدۃ المصنّفین امام المناظرین

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدؒ مالک صاحب مدظلہ العالی

جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور،

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اسوقت پاکستان میں عیسائی مشنریاں نہایت ہی بے باکی کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف محاذ آرائی پر جدوجہد میں مصروف ہیں، ضرورت ہے کہ علماء اور دینی جذبات رکھنے والے حضرات پوری قوت کیساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کریں۔

یہ معلوم ہوکر بڑی خوشی ہوئی کہ مبلغ اسلام مولانا البشیر احمد خطیب جامع مسجد شورکوٹ چھاؤنی ردِّ عیسائیت پر قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ موصوف محترم نے اپنی کتاب "آخری نبی اور تورات موسیٰ" مجھے دکھائی۔ اس کتاب کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ ماشاء اللہ نہایت مستند اور ٹھوس معلومات پر مشتمل ہے اور بائیبل کے حوالوں سے ان بعض پادریوں کا دندان شکن جواب دیا ہے جنہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ بائیبل نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت کی بشارت نہیں دیتی۔ خدا تعالیٰ ان کی اس خدمت کو شرف قبول اور نافع فرمائے، آمین

احقر محمد مالک غفرلہٗ

۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

باسمہٖ سبحانہٗ

فقیہہ ملّت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ رشیدیہ ساہیوال

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

امابعد! اس دور پُرفتن میں اسلام کے خلاف مخالفین اسلام کی طرف سے طرح طرح کے فتنے برپا ہیں من جملہ ان فتنوں میں عیسائیت کا فتنہ عظیم ہے۔ اسلام کے خلاف عیسائی تقریراً و تحریراً ہر طرح کوشش میں مصروف ہیں ان کی مشنریاں اور ان کے مبلغ شب و روز اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشغول ہیں ہم مسلمان خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں، اسلامی تعلیمات کی طرف ہماری توجہ نہیں اپنی اولاد کو علم دین سے محروم کر رہے ہیں، جہالت کا دور دورہ ہے ہماری غفلت سے اور دینی تعلیم کی کمی سے دشمنان اسلام فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ایک عیسائی نے اسلام کے خلاف ایک کتاب "تورات موسٰی اور محمد عربی"، تصنیف کی ہے اس کتاب میں عیسائی مصنف کی طرف سے جواب کا مطالبہ ہے۔ ہمارے محترم دوست حضرت مولانا البشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ الخطیب شورکوٹ روڈ نے کتاب "آخری نبی اور تورات موسٰی"، مذکورہ بالا کتاب کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔

احقر راقم الحروف نے مولانا موصوف کی کتاب بعض مقامات سے دیکھی اور سنی ماشاء اللہ مولانا نے عیسائیوں کے اعتراضات کا دندان شکن جواب تحریر فرمایا ہے خوب محنت اور عرق ریزی سے کتاب تصنیف فرمائی ہے اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزاءِ خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ اس کام کیلئے مزید خلوص نصیب فرمائے اور مولانا کو اپنی مرضیات کی توفیق بخشے آمین

www.toobaaelibrary.com

میں مولانا کو مدت سے جانتا ہوں موصوف نے کئی عیسائیوں سے گفتگو اور مناظرے کا اتفاق بھی ہوا ہے اور ان سے خط و کتابت بھی کی ہے اور ان کو لاجواب کیا ہے اور کئی رسالے ردِّ عیسائیت میں تحریر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

احقر عبداللہ رائے پوری

مدرسہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال

www.toobaaelibrary.com

باسمہٖ سبحانہٗ

رئیس المصنفین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی

مدیر ماہنامہ "بیّنات"، نیوٹاؤن کراچی۔

حامداً ومُصلّیاً ومسلماً۔

اما بعد:۔ برصغیر میں انگریزوں کی آمد اسلامی ہند کیلئے آفت کبریٰ تھی۔ مسیحی مشنریوں کا جال پھیلا دیا گیا اور اسلامی ہند کو نعوذ باللہ عیسائی بنانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اگر علماءِ حقانی مسیحی پادریوں کے دانت کھٹے نہ کرتے تو نہیں کہا جاسکتا کہ برصغیر کی مذہبی تاریخ کیا ہوتی۔

خدا کے فضل و کرم سے انگریز کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ لیکن بعض بدقسمت لوگ جنہیں اسلامی تعلیمات سے زیادہ مس نہیں تھا اور جن کا مقصد وحید شکم پروری تھا عیسائیت کے دام فریب کا شکار ہو گئے عیسائیوں نے ایسے لوگوں کو خوب اچھالا اور انہیں اونچے سے اونچے مناصب عطا کئے۔ انہی لوگوں میں ایک "ہندی پادری" مسٹر برکت اللہ ایم۔ اے تھے۔ جو اسلامی تعلیمات سے تہی دامن کے بارصرف عیسائی حلقوں میں شیخ الکل تصور کئے جاتے ہیں اور جن کے قلم سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم کی عداوت میں متعدد رسائل نکل چکے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی پادری برکت اللہ صاحب کا ایک رسالہ "توراتِ موسویؑ اور محمد عربی" ہے جس میں انہوں نے بزعم خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ توریت کی کوئی پیشنگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق نہیں۔

پادری صاحب نے اس رسالہ میں متعدد بحثوں کو اٹھایا ہے اور پر فریب مغالطوں کا کچھ ایسا سماں باندھا ہے کہ ایک عام مسلمان چکر میں پڑ جائے۔

اہل اسلام کی طرف سے اس رسالہ کا جواب دینے کیلئے ایک ایسی شخصیّت درکار تھی جو نہ صرف اسلام کے اصول و قواعد سے واقف ہو بلکہ مسیحی لٹریچر پر ماہرانہ عبور

www.toobaaelibrary.com

رکھتی ہو۔ اور پادریوں کے روایتی دجل و فریب سے پوری طرح باخبر ہو۔ حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ شخصیت حضرت محترم مولانا بشیر احمد صاحب زید مجدہم خطیب جامع مسجد شورکوٹ روڈ کی شکل میں رونما ہوئی۔ "عیسائیت" مولانا موصوف کا خصوصی موضوع ہے اور ان کی دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔ وہ عیسائی لٹریچر کے قریباً اسی طرح ماہر ہیں جس طرح کہ ہمارے شیخ محترم مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان مرزائیت کے ماہر ہیں۔ انہیں بارہا عیسائی پادریوں سے گفتگو، مباحثہ اور مراسلت کا موقع بھی ملا ہے اور بحمد اللہ کوئی بڑے سے بڑا پادری بھی مولانا موصوف سے بحث و مناظرہ کی تاب نہیں رکھتا۔ بارک اللہ فی علمہٖ وعملہٖ وضاعف اجرہٗ۔ جناب مولانا بشیر احمد صاحب زید مجدہٗ نے پادری برکت اللہ ایم اے کی مذکورہ بالا کتاب کا جواب "آخری نبی اور تورات موسٰیؑ" کے نام سے ایسے مدلل اور اچھوتے انداز میں تحریر فرمایا ہے کہ پڑھ کر بے اختیار جناب مصنف کیلئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

اس ناکارہ نے کتاب کے ایک بڑے حصہ کا مسودہ کی صورت میں مطالعہ کیا اور حضرت مصنف سے اس کی اشاعت کی پُرزور درخواست کی۔

حق تعالیٰ شانہٗ ان کی اس اسلامی خدمت کو قبول فرمائے ان کو اور ان کے معاونین کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ناکارہ محمد یوسف عفا اللہ عنہٗ

مدیر ماہنامہ "بینات" نیو ٹاؤن کراچی نمبر ۵

۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

www.toobaaelibrary.com

باسمہ تعالیٰ

یادگارِ سلف صالحین شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ العالی

جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ

حامداً ومصلّیاً ومسلّماً

عیسائیوں کے مشہور بھارتی پادری برکت اللہ ایم۔ اے کی کتاب "تورات موسوی اور محمد عربی" کے جواب کی بڑی ضرورت تھی وہ اس کتاب آخری نبی اور تورات موسیٰ موئلفہ حضرت مولانا البشیر احمد صاحب جالندھری سلمہ ربہ کے ذریعہ بطریق احسن پوری ہوئی۔

عیسائیوں کی طرف سے اسلام اور پیغمبر اسلام (صلعم) کیخلاف جو کچھ لکھا جاتا ہے اسکی مدافعت اور اسلام کی حفاظت اہل دین پر واجب ہے اور یہ کام ہر شخص کے کرنیکا نہیں جب تک اس فن میں مہارت تامہ حاصل نہ ہو۔ اسکو سر انجام دینا نہایت مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ اس اہم مقصد کو مکمل فرما کر اہل اسلام پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ بندہ نے کتاب ہذا کے بیشتر مقامات دیکھے ہیں جوابات کا ابن ہی حق ادا کیا گیا ہے۔ اہل اسلام کی طرف سے مصنف کتاب صد مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

ناچیز محمد نافع عفی عنہ

جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ

۵ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

www.toobaaelibrary.com

باسمہٖ سبحانہٗ

تبلیغ
مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر زید مجدہٗ ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد: برادر مکرم مولانا بشیر احمد صاحب جالندھری نے مدت سے پادریوں کی تردید کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے اپنے ذاتی ذوق و دلچسپی کی وجہ سے عیسائیت کے دجل و فریب کے پردہ چاک فرما کر اہل اسلام کی نمائندگی کا خوب حق ادا کر رہے ہیں۔ گذشتہ کئی سالوں سے پادری برکت اللہ ایم۔اے ساکن انڈیا کی ایک کتاب "توراتِ موسوی اور محمد عربی" لاہور سے شائع کی گئی ہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں سے جواب کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے برادر مکرم کو توفیق عطا فرمائی کہ آپ نے اسکا جواب دیکر اہل اسلام کی وکالت کا حق ادا کیا ہے۔ بعض پر فریب دلائل کو دیکھ کر پریشانی ہوتی تھی لیکن اسکا جواب "وہ آخری نبیؐ اور توراتِ موسویؑ" کو پڑھ کر پتہ چلا کہ کامیابی کے ساتھ مولانا موصوف نے تعاقب کیا ہے کہ ان کے دجل و تلبیس کی قلعی اس طرح کھول دی ہے کہ پرائمری پاس بچہ بھی پادری صاحب کے جھوٹ و فریب کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

بندہ نے آج مولانا موصوف سے ان کی کتاب کے اہم حصے سُنے اور پھر غور سے مسیحی اعتراضات کو سُن کر پھر جوابات کو سُنا تو مصنف کے حق میں دل سے دُعا نکلی اور میری یہ خواہش ہے کہ مسلمان اس طرف توجہ فرما کر اس کتاب کی اشاعت میں تعاون فرمائیں تاکہ حقانیت اسلام مزید بر سر عام آسکے پھر دوبارہ مولانا موصوف کے حق میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ اہل اسلام کی نمائندگی کی توفیق بخشے۔ آمین

احقر عبدالرحیم اشعر

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب کے انسانی اخلاق کا نمونہ
اور
کتاب مذکورہ میں طرز بیان

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں:۔

۱۔ ”چونکہ مسلمان مصنفین کے دماغوں میں یہ خبط سمایا ہوا ہے“۔ صفحہ ۳۵

۲۔ ”نبوّت کا یہ مفہوم کٹھ مُلّانوں کے قیاس اور ظن پر مبنی نہیں“۔ صفحہ ۴۲

۳۔ ”کون شوریدہ سر یہ سمجھیگا“۔ صفحہ ۷۶

۴۔ ”اس نے اس سے کہا پہلے لڑکوں کو سیر ہونے دے کیونکہ لڑکوں کی روٹی لیکر کتّوں کو ڈال دینا اچھا نہیں“۔ صفحہ ۱۰۹ (مرقس باب ۷ آیت ۲۷)

پادری صاحب نے اس مقام کو صرف ہندسوں میں لکھا ہے گویا ان الفاظ کو نقل نہ کرنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپکے ضمیر نے بھی ان الفاظ کو نقل کرنیکی اجازت نہیں دی۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے سوا تمام انسان کتّے ہیں۔

۵۔ ”ہمارے مخاطب کو یاد ہو گا کہ خدا نے حضرت اسمٰعیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ گورخر کی مانند آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہونگے“ $\frac{۱۶}{۱۲}$ کتاب مقدس میں گورخر کی یہ صفات مذکور ہیں۔ گورخر کو کس نے آزاد کیا؟ جنگلی گدھے کے بند کس نے کھولے۔ خدا نے بیابان کو اسکا مکان بنایا۔ اور زمین شور کو اسکا مسکن وہ شہر کے شور وغل کو ہیچ سمجھتا ہے اور ہانکنے والے کی ڈانٹ کو نہیں سنتا“ (ایوب $\frac{۳۹}{۵-۷}$) یہی حال حضرت اسمٰعیل کا تھا“۔ صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳

www.toobaaelibrary.com

۶۔ "حق تو یہ ہے کہ کعبہ ایک قدیم مندر تھا" صفحہ ۱۷۶

مندرجہ بالا گالیوں، مذموم الفاظ اور انسانی شرافت سے گرے ہوئے الفاظ کا جواب ہم ان ہی یا ایسے الفاظ سے نہیں دے سکتے کیونکہ ہم رحمۃ اللعالمینؐ کے نام لیوا اور اُمّتی ہیں۔ لہٰذا آنحضرتؐ کی سُنّت مبارک پر عمل کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ہدایت و ایمان نصیب فرمائے۔ آمین

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

بشیر احمد حسینی

www.toobaaelibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف

ایک کتاب "توراتِ موسوی اور محمد عربی" منظر سے گزری جسے بھارتی پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے نے اپنے دیس بھارت میں تحریر کیا اور اسے پاکستان کے مسیحی ادارہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور نے شائع کیا۔ گویا کتاب کے سارے علمی ایٹم انڈیا میں جمع اور اکٹھے کئے اور پھر خاص سیاسی مشن کے تحت اسلامی مملکت پاکستان کی سرحدات کے اندر "یہ علمی دھماکہ" کیا اور پھر اس کتاب میں اہل اسلام سے جواب کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ چنانچہ پادری صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارے مخاطب ہی بتلا دیں" صفحہ ۳۷

نیز پادری صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن اگر مسلم مناظرین بضد ہو کر کسی قرآنی آیت سے حضرت اسماعیل کی نبوت ثابت کرنا چاہیں تو انکو نہ صرف ان تمام سوالات کا تسلی بخش جواب دینا ہوگا جو ہم نے ان آیات کی بحث میں لکھے ہیں"۔ صفحات ۱۳۶، ۱۳۷

مندرجہ بالا الفاظ کی موجودگی میں اسلامی عقیدت و محبّت اور جذبہ ایمانی کے پیش نظر بہت ضروری اور مناسب سمجھا گیا کہ اس کتاب میں جو بے بنیاد اور غلط باتیں ہم اہل اسلام کی طرف منسوب کی گئی ہیں ان سے بیزاری کا اظہار اور پادری صاحب کے مطالبہ کے اصرار کو پورا کر دیا جائے اسی لئے میں نے محض اللہ تبارک و تعالیٰ کے تکیہ اور بھروسہ پر قلم اٹھایا ہے اور مجھے سیاسی دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔

ربّ کائنات کے فضل و کرم سے جس نیک اور عظیم مقصد کے لئے قلم اٹھایا تھا الحمد للہ کہ آج محض اسی کی توفیق سے اس نیک مقصد کو پورا کر رہا ہوں۔

www.toobaaelibrary.com

ناظرین کرام! آپ کی خدمت عالیہ میں مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ دلائل کو نہایت ٹھنڈے دل اور سنجیدگی سے پڑھیں اور خوب غور سے سوچیں تاکہ آپ پر صداقت عیاں اور حقیقت واضح ہو سکے۔

یہ عاجز اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار عالیہ میں نہایت عاجزی اور انکساری سے دُعاگو ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے طالبان صداقت اور متلاشیان حق کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں لائے تاکہ نجات اُخروی حاصل کریں۔ آمین

بشیر احمد حسینی

۹ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۱ مارچ ۱۹۷۶ء

www.toobaaelibrary.com

کتاب کے دیباچہ پر ایک سرسری نظر

پادری صاحب کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"وہ خصوصاً وہ پیچیدہ وسیع میدان جس میں نبوت محمدیہ کیلئے عہد عتیق کی پیشن گوئیوں کی راہ لی جاتی ہے باوجود اپنی وسعت کے طے ہوسکتا ہے کیونکہ اسکا دار ومدار اس ایک مفروضہ امر پر ہے کہ بنی اسماعیل سے کوئی جلیل القدر نبی برپا ہونیوالا تھا جس کی خبر انبیاء سابقین نے ضرور بالضرور دی ہوگی۔ اس مفروضہ کیوجہ سے کتب عہد عتیق کی عبث ورق گردانی کی جاتی ہے اور آیات کی بلا لحاظ سیاق عبارت تاویل کی جاتی ہے لیکن اگر یہ ثابت ہوجائے کہ خدا نے حضرت اسماعیل سے برکت نبوت کا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ اور بنی اسماعیل سے کوئی نبی معبوث ہونیوالا نہیں تھا تو پھر ان تمام مقامات کی جن کا اطلاق حضرت محمد پر کیا جاتا ہے ایک ایسی کلید ہاتھ لگ جاتی ہے جو طرفین کیلئے عقدہ کشائی کا موجب ہوسکتی ہے۔" صفحات ۲،۳

یہ ایک مفروضہ نہیں بلکہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ایک جلیل القدر نبی۔ ایک شاندار رسولؐ اور ایک عظیم المرتبت پیغمبر آخر الزماں نے پیدا اور معبوث ہونا تھا۔ اس بات کی خبر قرآن و بائبل دونوں ہی میں صاف صاف موجود ہے چنانچہ مذہبی دنیا حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان ہی "ایک نبی یا وہ نبی" کے تشریف لانے اور جلوہ گر ہونے کی نہایت بیقراری اور شدت سے منتظر تھی۔

اس بات کا پادری صاحب کو بھی اقرار ہے جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب "محمد عربی" کے صفحہ ۱۵۳ پر لکھا ہے "آنحضرت کے مدینہ آنے سے پہلے یہود "آنیوالے نبی" (مسیح موعود) کی طفیل اوس اور خزرج یعنی مدینہ کے قبائل پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے"۔ اس مقام پر پادری صاحب نے "آنیوالے نبی"

www.toobaaelibrary.com

کی جو تفسیر "وہ مسیح موعود" کے الفاظ سے کی ہے یہ یقیناً گھڑت اور جعلی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی کے بعد آنحضرتؐ کے ہمعصر یہود لیشانٹ موسوی کے پیش نظر وہ نبی موعود۔ ایک نبی یا وہ نبی" کی تشریف آوری کے قائل اور منتظر تھے لہذا یہ تفسیر باطل اور ناقابل قبول ہے۔

یہ تفسیر اس لحاظ سے بھی صداقت سے خالی نظر آتی ہے کہ اگر یہود "آنیوالے نبی" کا مصداق حضرت عیسیٰؑ کو جانتے تھے تو پھر آپؑ پر ایمان کیوں نہ لائے؟ اور آنحضرتؐ کے وقت تک "وہ آنیوالے نبی" کے منتظر کیوں رہے؟

یہ بات بھی پُرلطف ہے کہ مدینہ کے دونوں قبائل یعنی اوس اور خزرج آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے تھے، پادری صاحب اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں، جیساکہ آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے:

"مرشاس بن قیس ایک بوڑھا یہودی تھا۔ اس نے دیکھا کہ اسلام کا غلبہ انصار کے قبائل اوس اور خزرج کے باہمی محبت کی وجہ سے ہے پس اس نے ان میں نفاق ڈالنے کی ٹھان لی اور ایک جوان کو کہاکہ تو ان کے پاس جاکر جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دے۔"

انصار کے دونوں قبائل اور یہودیوں سے حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور آپؓ کے دیگر ساتھی آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے تھے کیونکہ ان قبائل اور یہود کی نظر میں "وہ آنیوالے نبی" کے صحیح صحیح مصداق آنحضرتؐ ہی تھے پس مطلع صاف ہے۔

اسلام سے قبل ان دونوں قبائل میں ایک سو بیس سال جنگ و قتال رہا۔ اسوقت یہود کے علماء اور صلحاء موجود تھے، وہ نہ تو ان قبائل کو یہودی بنا سکے اور نہ انسانی ہمدردی کی حیثیت سے ان قبائل کی صلح صفائی کرا سکے۔

آخر یہ کیا بات ہے؟ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیرینہ دشمنی کو ختم اور ان میں محبت و الفت، پیار و پریم پیدا فرماکر ان کو ایک مرکز یعنی اسلام پر جمع فرما دیا۔ اور ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھنے لگا۔ عقل سلیم آپؐ کے اس عظیم کارنامہ اور مبارک فعل کو آپؐ

www.toobaaelibrary.com

کی صداقت کی دلیل سمجھتی ہے!

مسیحی دنیا اس بات کی تو قائل ہے کہ حضرت مسیحؑ کی بابت عہد عتیق میں بشارات موجود ہیں، یہ دنیا جب یہ بشارات حضرت عیسیٰؑ کی صداقت کے لئے علماءِ یہود کے سامنے پیش کرتی ہے تو یہودی علماء ان بشارات کی کم قدر اور بے معنی تاویلات کر کے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں انہیں ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرتے آنحضرتؐ کی بابت بھی ہمارے سامنے یہی سلوک کیا جاتا ہے، پادری صاحب لکھتے ہیں: "تحقیق کا میدان منزل ہفتخوان سے کم دشوار گزار نہیں ہے ہمارے ملک کے مناظرین اس پُر خار راہ سے دامن کشاں گزر جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے امور ایمانیہ کو پہلے ہی سچ مان لیتے ہیں، اور پھر ان کو ثابت کرنے کے لئے ایسی دلائل ڈھونڈتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہو سکے کہ ان کے مفروضات برحق ہیں"۔ صفحہ ۳

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اہل اسلام تحقیق کے میدان میں خوشی و شادمانی کے ساتھ اپنے مضبوط اور ٹھوس دلائل کو بیان اور حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے گزرتے ہیں اور ایسی تحقیق اور سنجیدگی سے اپنے دلائل کو تحریر کرتے ہیں کہ مسیحی دنیا سے صحیح جواب بن نہیں پڑتا۔ اس بات کی گواہی پادری صاحب کی کتاب پیش کرتی ہے کیونکہ موصوف کو اپنی اس مایہ ناز کتاب میں بائبل کی عبارات کو قطع و برید اور حقائق کو اخفا کر کے گزارہ کرنا پڑا پادری صاحب نے مذہبی رہنما ہونے کی حیثیت سے یہ سب کچھ کیا ہے اب ان کو خود ہی خدا لگتی کہنی چاہیئے کہ کون دامن کشاں گزر جاتا ہے۔

رب کائنات کے لطف و کرم سے ہم مسلمان ہیں ہم میں سے امیر المومنین حضرت عمرؓ ہوں یا سلطان صلاح الدین ایوبیؒ چودہ سو سال سے ہماری تاریخ اقوام عالم کے سامنے ہے کہ ہم کسی میدان کو دشوار نہیں سمجھتے خواہ بدر کا میدان ہو یا بیت المقدس یعنی وعدہ کی زمین خواہ علمی دلائل ہوں یا نوک خنجر کے مسائل۔

ع دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "پس اس موضوع پر بحث کرنے سے پہلے یہ لازم تھا کہ طرفین اپنے اپنے مفروضہ کی بخوبی چھان بین کرتے لیکن مسلم مناظرین نے اس کے برعکس یہ وطیرہ اختیار کیا کہ اپنے دماغ پر زور لگاکر یہ فرض کر لیا کہ مدعی نبوت میں فلاں فلاں شرط ہونی چاہیئے اور پھر اس مفروضہ کے مطابق تورات وانجیل میں سے ادھر اُدھر سے ایسے ثبوت مہیا کئے جو ان کے زعم میں ان شرطوں کو حضرت محمد کی ذات میں پورا کر سکتے تھے" صفحہ ۳

پادری صاحب نے طرفین کا ذکر کر کے پھر سیاسی طور پر روئے سخن صرف مسلم مناظرین کی طرف کیا اور یک طرفہ ناحق ڈگری کر دی۔

حق بات یہ ہے کہ ہمارے علماءِ کرام نے اپنی طرف سے نبوت کی علامات و شرائط کو نہیں بلکہ جو علامات و شرائط نبوت تورات و انجیل میں بیان کی گئی ہیں ان ہی کی حدود میں رہتے ہوئے کلام کیا اور انہیں کے معیار کے مطابق آنحضرتؐ کے دعویٰ نبوت کو ثابت کیا ہے لہذا ادھر ادھر جانیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں "لہذا اس رسالہ میں یہ بحث ایک نئے زاویہ سے کی گئی ہے اور اس لحاظ سے یہ رسالہ بالکل نیا ہے گو بحث کا موضوع پرانا ہے امید ہے کہ مسلم مناظرین ٹھنڈے دل سے غور سے کام لیکر اس کتاب کا مطالعہ کر کے حق کو اختیار کریں گے"۔ صفحہ ۴

پادری صاحب نے جو "نئے زاویہ" اور "رسالہ بالکل نیا" ہے کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان کی صداقت کا علم ناظرین کو اس وقت ہو گا جبکہ اندرون کتاب "نئے زاویہ" کو عملی جامہ پہنایا جائیگا۔ ہمارے نزدیک ان الفاظ سے مراد یہ ظاہر ہوتی ہے کہ اس گئے گذرے دور میں مسیحی دنیا میں سچ بولنے کا رواج بہت ہی کم ہے آگے چل کر ہماری اس بات کی تصدیق خود بخود ہو جائے گی اور یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ ٹھنڈے دل سے غور اور اپنے نظریات پر نظر ثانی کرنے کی کس کو اشد ضرورت ہے۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب لکھتے ہیں "اس کتاب کے لکھنے سے پہلے ہم نے کوشش کر کے مسلمان اور احمدی مناظرین کی مختلف کتابوں کو جو انہوں نے گزشتہ نصف صدی کے دوران میں اس مضمون پر لکھیں ہیں پایں خیال پڑھا کہ شاید کسی نے اس بحث میں کوئی نیا پہلو نکالا ہو لیکن سب بے سود تمام نے اس پرانی بحث کی فرسودہ دلائل ہی رٹ سنائی ہیں۔ بقول شخصے ؏ آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

جہاں تک ہمیں معلوم ہے دور حاضرہ کے کسی مسلم مناظر نے بھی اس پرانی لکیر سے تجاوز نہیں کیا حالانکہ گزشتہ پچاس سال کے اندر ذہن انسانی نے مغربی علوم کی روشنی میں تحقیق حق اور جستجوئے صداقت کے نئے معیار مقرر کر دیئے ہیں۔ ان کو دیکھتے ہوئے ایسی کتابیں اب بالکل دفتر پارینہ کی حیثیت رکھتی ہیں" ص۲۔۵

تحقیق حق اور جستجوئے صداقت کے نئے معیار کے پیش نظر پادری صاحب نے قرآن و بائبل کی آیات کے علاوہ جو انمول موتی اور علمی جواہر پارے اس کتاب میں بکھیرے ہیں انکو پڑھنے کے بعد یہ نظریہ قائم کرنا پڑتا ہے کہ یہ سب ان کے دماغ کی بے فائدہ کاوش ہے اور قرآن و بائبل سے ان جواہر کو دور کا بھی تعلق نہیں با لفاظ دیگر پادری صاحب نے قرآن و بائبل کی حدود کو آزادی سے پامال اور ان کتابوں کی بعض آیات سے کھلم کھلا انحراف کیا ہے جیسا کہ آگے چل کر صاف ظاہر ہو جائے گا۔

یہ عجیب بات ہے کہ قرآن و بائبل کے مراکز مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور یروشلم ہوں اور اس الہامی اور روحانی دنیا کے صداقت کے نئے معیار مغربی علوم مقرر کریں مغربی علوم کے مالکان کے ہاں کلبوں کی کثرت، شراب کا دور دورہ اور اخلاق کے نمونے وہاں فٹ پاتھوں پر ملتے ہیں اور یہاں اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں مغربی علوم کے وارثوں کے ان افعال سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے یہ نئے معیار صداقت کیسے ہوں گے، یہ نئے معیار پادری صاحب کو "مبارک" ہوں

اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں کو نازل فرمایا۔ اور اسی ذات بابرکات نے اس کی صداقت کے معیار بھی مقرر فرما دیے اس لئے انصاف اور علم و عقل کا یہی تقاضا ہے کہ ہم مغربی علوم کے مقرر کردہ معیار کی طرف توجہ نہ کریں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں "آج کل کے مناظروں میں ان فرسودہ دلائل کو پیش کرنا دماغ کی

www.toobaaelibrary.com

بجائے پیرٹ کو تقویت دیتا ہے، افسوس ہے کہ تعصب نے مسلم مناظرین کے ذہن و دماغ کو روشنی کے نور سے متاثر ہونے نہیں دیا۔ اور وہ تاحال انہیں تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں جن میں ایک صدی پہلے کے قدامت پسند مسلمان پڑے تھے" صفحہ ۵

مندرجہ بالا الفاظ پادری صاحب کے انسانی اخلاق کا نمونہ ہیں موصوف نے اپنی کتاب میں ان سے بھی زیادہ سخت اور مذموم الفاظ استعمال فرمائے ہیں یہ آپ کے بس کی بات نہیں کیونکہ "بنا بنایا لوکر اردو میں بات کرتا ہے" پادری صاحب نے دو مرتبہ "فرسودہ دلائل" کے الفاظ زبان مبارک سے استعمال فرمائے ہیں کاش کہ ان الفاظ کو لکھنے سے قبل سوچ لیا ہوتا کہ ان سے ضرب کہاں پڑتی ہے؟

سنئیے! ہمارے اور آپ کے دلائل کا اصل ماخذ قرآن و بائبل ہیں بالفاظ دیگر ہم آپ لوگوں کے سامنے بائبل سے اور آپ ہمارے سامنے قرآن مجید سے دلائل لاتے ہیں، پھر ان دلائل کے مفہوم کو اپنے اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں، اب ذرا غور فرمائیے کہ آپ کے ارشاد، فرمودہ الفاظ کے پیش نظر آپ کی الہامی بائبل کی آیات فرسودہ ہیں؟

ے الاماں قہر الٰہی تھا یہ غصہ اس کا
آج قاتل نے اپنا نہ پرایا دیکھا

جب موصوف اپنی ساری بائبل کو مغربی علوم کے معیار کے مطابق اور بالکل نئی بنا لیں گے تو پھر پکا اور سچا وعدہ ہے کہ پھر ہم کبھی بھی ان کی پہلی بائبل سے دلیل اخذ نہیں کریں گے، انشاءاللہ کیونکہ وہ پادری صاحب کے نزدیک .... ہے۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں "قریباً پنتالیس ۴۵ سال ہوئے اس کتاب کی بعض دلائل مجھے دائرہ اسلام سے منجی جہان المسیح کے قدموں میں لائیں" صفحہ ۵

تاریخ ان الفاظ کی تصدیق نہیں کرتی کیونکہ آنحضرت ﷺ کی صداقت کا یہ عالم ہے کہ اہل کتاب میں سے بہت سے خوش قسمت افراد آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ مثلاً یہود میں سے حضرت عبداللہ بن

سلامؓ اور آپؐ کے دیگر ساتھی اور عیسائیت میں سے حضرت نجاشیؓ اور آپؐ کے دیگر رفقاء اگر آنحضرتؐ کی بابت تورات و انجیل میں بشارات موجود نہ ہوتیں تو یہ حضرات کبھی بھی اپنے اپنے مذاہب کو ترک کرکے حلقۂ اسلام میں داخل نہ ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ پادری صاحب کے اسلام سے برگشتہ اور پھر جانیکا اصل سبب کتاب کے بعض دلائل نہ تھے بلکہ بے مست جوانی کے مشاغل تھے۔

یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب نے اپنی اس کتاب میں قرآن و بائبل کی آیات کے علاوہ اپنی ذاتی اور بے تکی باتیں لکھنے میں خواہمخواہ وقت ضائع اور خراب کیا ہے، کاش کہ ان دلائل کی نشاندہی کر دیجاتی جنکو اسلام سے برگشتہ ہونیکا بے بنیاد سبب قرار دیا گیا ہے پھر ہم بھی ان دلائل کی قلعی کھول اور ان کی قدر و قیمت ظاہر کر دیتے مگر موصوف نے ایسا نہیں کیا۔

پادری صاحب اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں: "میں نے اس کتاب کی تالیف میں دیگر کتب مناظرہ اور بالخصوص حضرت امام المناظرین اکبر مسیح مرحوم کے رسالہ ادعاءِ اسماعیل سے استفادہ حاصل کیا ہے۔"

ناظرین کرام! مندرجہ بالا الفاظ پر غور فرمائیے کہ پادری صاحب کی ساری "علمی قابلیت" اور "فنِ مناظرہ کی صلاحیت" ان الفاظ سے خوب روشن ہو جاتی ہے چونکہ موصوف نے اپنی پرانی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ اب آپکو اپنے یہ الفاظ (ایسی کتابیں اب بالکل "دقیانوسی" کی حیثیت رکھتی ہیں) یاد نہیں ہے ہمارے حق میں فرماتے ہیں کہ "کسی مسلم مناظر نے بھی اس پرانی لکیر سے تجاوز نہیں کیا" اور اپنے حق میں فرماتے ہیں کہ "دیگر کتب مناظرہ اور بالخصوص حضرت امام المناظرین اکبر مسیح مرحوم کے رسالہ ادعائے اسمٰعیل سے استفادہ حاصل کیا ہے"۔ اس سے نہ تو کوئی پادری صاحب کے "نئے زاویہ" میں فرق پڑا اور نہ رسالہ کے "بالکل نیا" ہونے پر کوئی حرف آیا۔ اگر مسلم مناظرین اپنے بزرگوں کی کتابوں سے استفادہ کریں تو پرانی لکیروں پر عمل قدامت پسند متعصّبین اور تاریکیوں میں بھٹکنے والے قرار پائیں اور اگر تیس معظم آرچ ڈیکن برکت اللہ صاحب ایم اے ممبر آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن اس بات پر عمل کریں تو

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اس عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

بشیر احمد حسینی

www.toobaaelibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

باب اوّل

اسلامی دنیا میں نبوّۃ کا صحیح مفہوم اور پہچان

برادران اسلام! پادری صاحب نے اصل کتاب کو صفحہ نو سے شروع کیا ہے اور اسی صفحہ پر باب اول "نبوت کا صحیح مفہوم" کا عنوان قائم کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں:۔

ضرورت تنقیح ہمارے مسلم برادران کا یہ خیال ہے کہ نبوّت اور پیشنگوئی مترادف الفاظ ہیں۔ نبی وہ ہے جو غیب کی خبریں دیتا ہے اور جو غیب کی خبریں نہیں دیتا وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً قادیانی فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد آنجہانی کہتے ہیں:۔

"ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشنگوئی پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشنگوئیاں بذریعہ وحی دی جاتی ہیں اس کا نام نبی رکھتے ہیں"۔ چشمہ معرفت ص ۱۸۰

"خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشنگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانیوالا اسلامی اصطلاح میں نبی کہلاتا ہے"۔ حجۃ اللہ ص ۲

"جس شخص کو بکثرت مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاویں وہ نبی کہلاتا ہے"۔ حقیقت الوحی ص ۳۹۰

"جبکہ وہ مکالمہ اور مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے"۔ الوصیّت ص ۱۱

www.toobaaelibrary.com

سو گویا مرزا جی ایک اور جگہ لکھتے ہیں "وہ میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی یعنی قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے"۔ تجلیات الٰہیہ صـ۲۶

یوں مرزا جی نبی اور نبوت کے معنوں کی تخصیص و تعریف کر کے اعلان کرتے ہیں:۔

"ہمارا صدق و کذب جانچنے کیلئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر کوئی امتحان نہیں ہو سکتا"۔ دافع الوساوس صـ۲۸۸

۶

مرزا صاحب کے مسلمان مخالفین نے بھی آپ کے پیش کردہ مفہوم نبوت کو تسلیم کر کے بیسیوں کتابیں تصنیف کر کے آپ کی پیشگوئیوں کے ایک ایک لفظ کو غلط ثابت کر دیا اور آپ پر کذاب ہونیکا فتویٰ صادر کر دیا۔

سطور بالا سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مسلمان علماء اور فرقہ قادیانی کے فضلاء سب کے سب اس ایک بات پر متفق ہیں کہ "اسلامی اصطلاح" میں خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم کیا جاتا ہے"۔ صـ۹ و ۱۰

یاد رہے کہ حجۃ اللہ مرزا قادیانی کا رسالہ ہے اور پادری صاحب کی عبارت پر نمبر ہم نے لگائے ہیں۔

ناظرین کرام! پادری صاحب کی عبارت کو نقل کرنے کے بعد اب اس کے جواب کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔

وَمَا توفیقی اِلّا بِاللّٰہِ: مرزا قادیانی کی عبارات کے علاوہ پادری صاحب کی اپنی تحریر تقریباً گیارہ سطروں پر مشتمل ہے اور ان میں سات زبردست غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کو ترتیب وار تحریر کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

پادری صاحب کی سات غلطیاں

۱۔ آپ نے مسلم برادران کا ذکر کیا ہے، حالانکہ آپ اپنے مذہب کی صداقت اور علماءِ اسلام کے دلائل

www.toobaaelibrary.com

کے جواب میں کتاب لکھنے بیٹھے ہیں۔ علمی دنیا میں عوام کا ذکر نہیں بلکہ جس مذہب کے جواب میں لکھا جا رہا ہو اس کے علماء کا ذکر ہوتا ہے اس لئے آپ کو علماءِ اسلام کا نام لینا چاہیئے تھا یہ بات ہر انسان جانتا ہے کہ ہر مسلمان عالم نہیں بلکہ ہر اسلامی عالم مسلمان ہوتا ہے پادری صاحب اس غلطی کو تسلیم کریں یا نہ کریں ویسے آپ نے اندرونِ کتاب علماءِ اسلام کے ہی نام لکھے اور ان کو ہی خطاب کیا ہے۔

۲۔ آپ نے اپنے مفروضہ اور خود ساختہ خیال کو مسلمانوں کی طرف منسوب اور پھر اسے اسلام میں داخل کر کے بعد میں اپنے ذاتی خیالات کی عمارت کو کھڑا کیا ہے۔ ہر ذی علم انسان اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے خیال کا نام اسلام نہیں بلکہ اسلام اس وحی الٰہی کا نام ہے جو رب کائنات کی طرف سے سرورِ کائنات ﷺ پر نازل ہوئی۔

۳۔ آپ نے نبوت اور پیشنگوئی کے مترادف الفاظ کا افسانہ اور کہانی شروع کر دی۔ حالانکہ زیرِ بحث نبوت اور پیشنگوئی کے الفاظ کی لغوی بحث نہیں بلکہ کلام اس میں ہے کہ "اسلامی اصطلاح" میں نبی کسے کہتے ہیں؟

۴۔ آپ نے ستم یہ کیا کہ خود ہی نبی کی تعریف گھڑی اور ستم پہ ستم یہ کہ مسلمانوں کی طرف خوامخواہ اسے منسوب کر دیا۔ حالانکہ آپ کا اخلاقی فرض تھا کہ جس کو آپ نبی کی "اسلامی اصطلاح" کہتے ہیں اسے ہماری اسلامی کتب سے تحریر کرتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

۵۔ آپ نے مسلم برادران کا نام لیکر ہم اہلِ اسلام کو نبی کی "اسلامی اصطلاح" جبراً تسلیم کرانے کیلئے جو کچھ بھی تحریر کیا وہ تمام مرزا قادیانی کی کتب سے نقل کیا، ایک حوالہ بھی ہم اہلِ اسلام کی کتب سے نہیں لکھا۔ جب کتاب کے آغاز میں مسلمانوں کا نام لیا گیا تھا تو پھر آپ کی دیانتداری کا تقاضہ یہ تھا کہ آپ اہلِ اسلام کی کتابوں سے حوالہ جات نقل کرتے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں۔ اس لئے آپ کو مسلمانوں کی کتب سے حوالہ جات لکھنے چاہیئے تھے، مگر آپ نے حق و انصاف کا خون کر کے اپنی دیانتداری کا یہ مظاہرہ کیا کہ اہل

www.toobaaelibrary.com

اسلام کی کسی کتاب کا ایک حوالہ بھی نقل نہیں کیا اور مرزا قادیانی کی کتب سے چھ حوالہ جات نقل کر دئیے۔

۶۔ چونکہ معجزات اور پیشگوئیاں نبوت کی صداقت کی دلیل ہوتی ہیں مرزا قادیانی نے اس بات کے پیش نظر اپنے صدق و کذب کا بھی یہی معیار مقرر کیا۔ علماءِ اسلام نے اس معیار کے مطابق بھی اسے جھوٹا ثابت کیا۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ نبی کی جو تعریف مرزا قادیانی نے کی ہے وہ علماءِ اسلام نے تسلیم کر لی ہے۔ کسی مذہب کی عبارت نقل کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوا کرتا کہ وہ اسی مذہب کا پیرو بھی بن گیا ہے۔ یہ بات خوب یاد رہے کہ معجزات دکھانا اور پیشگوئیاں کرنا نہ نبوت کے فرائض منصبی میں داخل اور نہ ہی یہ نبی کی "اسلامی اصطلاح" ہے بلکہ یہ دونوں باتیں نبوت کی صداقت کی دلیل ہوتی ہیں۔

۷۔ تمام مذہبی انسان اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جس دن نبوت کا دعویٰ کیا علماءِ اسلام نے خبر پاتے ہی فوراً قرآنی آیت مبارکہ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ٥ سورت احزاب آیت ۴۰۔ اور حدیث پاک اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے پیش نظر اس پر کفر و ارتداد کا فتویٰ صادر فرما دیا تھا۔ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ اس کی پیشن گوئیوں کو غلط ثابت کرنے کے بعد پھر فتویٰ لگایا تھا یقیناً غلط ہے یہ آپ کی تاریخی غلطی ہے اگر کوئی اور ایسا کرتا تو ہم اسے فریب کاری یا کم فہمی سے تعبیر کرتے۔ مگر آپ چونکہ ایم۔ اے ہونے کے علاوہ مصنف اور مذہبی رہنما بھی ہیں اس لئے آپ کو کسی حال میں بھی ایسا کرنا زیب نہیں دیتا۔

صبح تک بے تابیاں کیا رنگ لائیں دیکھئے
شام ہی سے آج بے قابو ہوئے جاتا ہے دل

www.toobaaelibrary.com

اسلامی دنیا میں نبوۃ کا صحیح مفہوم اور پہچان

چونکہ ہماری طرف نبی کی غلط اصطلاح کو منسوب کیا گیا ہے اور پھر اسے "اسلامی اصطلاح" کہا گیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا میں جو نبوت کا صحیح مفہوم اور پہچان ہے اسے تحریر کر دیا جائے تاکہ حق و باطل میں بین فرق نظر آئے اس لئے ہم اس مقام پر حضرت ابن ہمام کی مشہور کتاب "مسامرہ شرح مسائرہ" جلد دوم سے عبارت تحریر کرتے ہیں۔

والرسول (من ان النبی انسان بعثہ اللّٰہ ما اوحی الیہ وکذا الرسول علا فرق) بینھما بل ھما بمعنیٰ" ص۸۳

نبوت کی صحیح "اسلامی اصطلاح" کے بعد اب نبوت کی صحیح پہچان ملاحظہ فرمائیے!

ثم اظہار المعجزۃ یدل علیٰ صدقھم وطہارۃ سریرتھم" ص۸۲

ان دونوں مقامات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی انسان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کیلئے بھیجتا ہے، معجزات اور پیشگوئیاں نبی کی صداقت کی دلیل ہوتی ہیں، یاد رہے کہ لفظ "نبی" نباء سے ہے اور نباء کے معنی خبر اور نبی کے لغوی معنی "خبر دینے والا" ہے۔ لہٰذا پادری صاحب نے اپنی کتاب میں جن جن مقامات پر نبوت کا غلط مفہوم ہم اہل اسلام کی طرف منسوب کیا اور جبراً ہمارے ذمہ لگایا ہے ہم اس سے بالکل بری ہیں۔

پادری صاحب کی کتاب میں تکرار بہت زیادہ ہے ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ ہمارے جوابات میں تکرار نہ رہے اگر پھر بھی ناظرین کرام کو تکرار نظر آئے تو اس کیلئے ہمیں مجبور خیال فرمائیں۔

ہم قرآن مجید کے اردو ترجمہ پر اکتفا نہیں کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا اصلی کلام یعنی قرآن مجید موجود ہے:۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

www.toobaaelibrary.com

کتاب مقدس اور نبوّت "کتاب مقدس میں نبی کیلئے چند خطابات مستعمل ہوتے ہیں، جن پر غور کرنے سے ہم نبوت کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ عبرانی کتب مقدسہ میں نبی کو مردِ خدا کا خطاب دیا گیا ہے (۱ سموئیل ۹/۶ وغیرہ) وہ خدا کا خادم ہے (یسعیاہ ۱۹/۴۲ وغیرہ) وہ خدا کا رسول ہے جو خدا کے آگے راہ درست کرنیوالا ہے (ملاکی ۱/۳) وہ خدا کی طرف سے تفسیر کرنیوالا ہے (یسعیاہ ۲۷/۴۳) وہ اپنی دیدگاہ پر کھڑا ہو کر اور برج پر چڑھ کر انتظار کرنیوالا ہے (حبقوق ۱/۲) گویا وہ خدا اور انسان کے بیچ ایک درمیانی کی حیثیت رکھتا ہے، وہ خدا کا منہ ہے جو خدا کا پیغام اپنی قوم کے لوگوں تک پہنچاتا ہے (خروج ۱۶/۴ - ۱/۷ - یرمیاہ ۱۹/۱۵ وغیرہ) نبی خدا کے نام سے کلام کرتا ہے اور الٰہی اختیار سے لوگوں کو پیغام دیتا ہے، اور اس کے پیغام کا تعلق بالخصوص اس کے اپنے زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے لیکن زمانہ ماضی کے گزشتہ واقعات سے وہ مثالیں دیکر اپنے پیغام کو مضبوط کرتا ہے اور اپنے قریب کے زمانہ مستقبل کی نسبت اپنے لوگوں کو آگاہ اور خبردار کرتا ہے"۔ ص ۱۱

آنحضرتؐ کا دعوئ نبوّت بائبل کی منظر میں؟

مجیب: ۔ مندرجہ بالا نبی کے خطابات آنحضرتؐ کی بابت قرآن مجید میں موجود ہیں:۔

۱۔ محمّد الرسول الله — سورہ فتح

۲۔ لمّا قام عبد الله — سورہ جن

۳۔ یوحیٰ الیّ — سورہ کہف

۴۔ انّا ارسلناك بشيراً و نذيراً — سورہ بقر

آنحضرتؐ بشیر، جنّت کی بشارت دینے اور آپؐ نذیر، دوزخ سے ڈرانے کی وجہ سے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

۵۔ فاتبعونی سورہ آل عمران ۔ یعنی آپؐ انسان اور خدا کی درمیانی ہیں ۔

۶۔ انا اوحینا الیک سورہ النساء

۷۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے نام سے کلام فرماتے تھے:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم،

۸۔ آنحضرتؐ تفسیر فرماتے تھے لیبین لھم سورہ ابراہیم ۔

۹۔ حضرات انبیاءؑ سابقین کے حالات و واقعات کو مندرجہ ذیل سورتوں میں ملاحظہ فرمائیے

ہود ۔ قصص ۔ انبیاء ۔ مریم و دیگر قرآنی سورتیں

۱۰۔ منتظر سورہ حٰم سجدہ

مندرجہ بالا قرآنی خطابات سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب کے بائبل سے پیش کردہ خطابات کے مطابق آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت حق و صداقت پر مبنی ہے غور فرمائیے کہ آپؐ کی نبوت قرآن و بائبل کی نظر میں نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہے ۔

"انبیاء کے فرائض منصبی" پادری صاحب لکھتے ہیں "وہ انبیاء اللہ خدا کی ذات و صفات کے بیان کرنیوالے تھے خدا نے ان کی معرفت طرح بہ طرح اور حصہ بہ حصہ کلام کر کے (عبرا/۱) بنی اسرائیل کو یہ تعلیم دی کہ وہ صرف بنی اسرائیل کا ہی معبود نہیں بلکہ اکیلا واحد احد اور لاشریک حقیقی معبود اور زندہ خدا ہے جو تمام کائنات کا خالق و مالک اور ایک الہی قدوس رحمان و رحیم ہستی ہے جس کی رضا یہ ہے کہ اس کے پرستار بھی اس کی مانند پاک اور رحمدل ہوں"۔ ص۱۱ و ۱۲

آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت فرائض منصبی کے پیش نظر

مجیب:۔ خط کشیدہ الفاظ سے ہمیں اختلاف ہے کیونکہ ہم جب اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اس کی مانند نہ کوئی پاک اور نہ کوئی رحم دل ہے اور نہ ہی کوئی ہو سکتا ہے ۔ مندرجہ بالا ذات و صفات الہیہ کے پیش نظر آنحضرتؐ کا فرض منصبی قرآن مجید کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے :۔

www.toobaaelibrary.com

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ترجمہ۔ تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ نردھار
لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ (بے نیاز) ہے نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا اور
لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ سورہ اخلاص ۔ نہیں اس کے جوڑ کا کوئی ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سورہ فاتحہ ۔ سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا
الٓمّٓ ۙ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ اللہ! اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہے
الْقَیُّوْمُ ۝ سورہ آل عمران۔ سب کا تھامنے والا
اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ سورہ زمر۔ اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا
رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ سورہ فتح رحمدل ہیں آپس میں
هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں
مالک ، رحمان ، رحیم ، قدوس ۔ سورہ حشر

قرآن پاک سے ظاہر اور ہمارے مخاطب کی تحریر کے پیش منظر بخوبی ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے سچے اور برحق نبی ہیں؛

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی بابت جو منظر یہ تحریر کیا گیا ہے کیا اس کے پیش منظر حضرت عیسٰےؑ کی نبوت حق ہے؟ کیونکہ حضرت عیسٰےؑ نے اللہ تعالیٰ کی بابت جو تعلیم دی اسے تثلیث کہا اور اسے یوں تعبیر کیا جاتا ہے کہ باپ سے مراد اللہ تعالیٰ، بیٹا سے مراد حضرت عیسٰےؑ اور روح القدس سے مراد حضرت جبرائیلؑ یا کوئی اور نادیدنی روح بجا اور درست ہے؟ توحید بھی حقیقی اور تثلیث بھی حقیقی ہو؟ عقل سلیم اس کو رد کرتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ حضرت عیسٰےؑ انسل انسانی سے تعلق رکھتے اور مخلوق ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ غیر دیدنی روح نوری وجود رکھتی اور مخلوق ہے۔ الحاصل یہ تینوں ہر لحاظ سے متفرق اور مختلف ہستیاں ایک خدا کیسے بن گئیں؟ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق بھی ہو اور مخلوق بھی؟ صفحات ۱۴ تک سابقہ مضمون دہرایا گیا ہے اسی صفحہ کے آخری حصہ میں یوں

www.toobaaelibrary.com

لکھا گیا ہے کہ "وہ پیشنگوئی کا پورا ہونا نبوت کے صدق کا معیار نہیں ہو سکتا"

مجیب:- یہ ایک عنوان ہے جس کے تحت صفحہ ۱۷ کی پانچویں سطر تک لکھا گیا ہے یہ پادری صاحب کی ذاتی رائے ہے جو بائبل کی تصریح کے خلاف ہے کیونکہ بائبل پیشنگوئی کے پورا ہونے اور معجزہ کو نبوت کی صداقت کا معیار قرار دیتی ہے اس پر بائبل سے دو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

دو شہادتیں

۱۔ "اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا" استثناء ۱۸ باب ۲۱-۲۲ آیات

۲۔ "میں بے وقوف تو بنا مگر تم ہی نے مجھے مجبور کیا کیونکہ تم کو میری تعریف کرنا چاہیئے تھا اس لئے کہ میں اُن افضل رسولوں سے کسی بات میں کم نہیں اگرچہ کچھ نہیں ہوں، رسول ہونے کی علامتیں کمال صبر کے ساتھ نشانوں اور عجیب کاموں اور معجزوں کے وسیلہ سے تمہارے درمیان ظاہر ہوئیں"۔ ۲-کرنتھیوں ۱۲ / ۱۱، ۱۲

بائبل کے یہ دونوں مقام پیشنگوئیوں اور معجزات کو نبوت کی صداقت کا معیار قرار دیتے ہیں مگر آپ حضرت موسےٰ اور جناب پولوس رسول سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان دونوں رسولوں کی مخالفت سے پادری صاحب کے علم و ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا

کاذب نبی کی شناخت

پادری صاحب لکھتے ہیں "کتاب مقدس کا مطالعہ یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ جھوٹے نبی کی شناخت یہ نہیں ہے کہ اسکی پیشنگوئیاں پوری نہیں ہوتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹے نبی مختلف قسم کے ہوا کرتے تھے اور قوم کے سامنے مختلف رنگوں میں آیا کرتے تھے وہ گرگٹ کی طرح قوم کے مذہبی اور سیاسی حالات

www.toobaaelibrary.com

اور پارٹیوں کی طاقت کے مطابق اپنا رنگ بدل لیا کرتے تھے جب بادشاہ وقت بُت پرستی کی جانب مائل ہوتا تو وہ بُت و بُت پرستی کے حامی ہو جاتے کبھی وہ کسی سیاسی پارٹی کے لیڈروں سے مل کر ان کے پروگرام کے مطابق ان کی سی باتیں کرتے اور قوم کو کہتے کہ یہ خدا کا پیغام ہے (یرمیاہ ۱۴/۱۴ - ۲۳/۱۶-۲۶ وغیرہ) کبھی وہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے امرأ اور رؤسائے ملک کو خوش کرنے کی خاطر ان کی طرف داری کر کے اپنے کلام کو خدا کی جانب منسوب کر دیتے تھے (حزقی ۱۳/۲،۲ - میکا ۳/۱۱ رومیوں ۱۶/۱۸ - ۲ پطرس ۲/۳)

چنانچہ حضرت یرمیاہ کہتا ہے وہ نبیوں کی بابت میرا دل ٹوٹ گیا، میری ہڈیاں تھرتھراتی ہیں نبی اور کاہن دونوں ناپاک ہیں انہوں نے بعل کے نام سے نبوت کی اور میری قوم اسرائیل کو گمراہ کیا۔ نبی زناکار جھوٹ کے پیرو، اور بدکاروں کے حامی ہیں ان کی وجہ سے تمام ملک میں بے دینی پھیلی ہے وہ بطالت کی تعلیم دیتے ہیں وہ اپنے دلوں کے الہام بیان کرتے ہیں نہ کہ خداوند کے منہ کی باتیں میں (خدا) نے ان نبیوں کو نہیں بھیجا پر یہ دوڑتے پھرتے ہیں۔ میں نے ان سے کلام نہیں کیا۔ پر انہوں نے نبوت کی۔ لیکن اگر وہ میری مجلس میں شامل ہوتے تو میری باتیں میرے لوگوں کو سناتے اور ان کو ان کی بری راہ سے اور ان کے برے کاموں کی برائی سے باز رکھتے کب تک یہ نبیوں کے دل میں رہے گا۔ کہ جھوٹی نبوت کریں۔ وہ اپنے دل کی فریب کاری کے نبی ہیں خداوند فرماتا ہے میں اُن نبیوں کا مخالف ہوں جو اپنی زبان کو استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے۔ (یرمیاہ ۲۳ باب ۶/۱۳ وغیرہ) ص ۱۷-۱۸

آنحضرتؐ کے دعوئ نبوت سے قبل اہل مکہ کے حالات

مجیب:۔ مندرجہ بالا تحریر کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے دعوئ نبوت سے قبل اور اس کے بعد کے مختصر حالات و واقعات لکھ دئے جائیں جن سے

www.toobaaelibrary.com

حق و باطل میں تمیز اور یہ حقیقت منظر عام پر آسکے کہ آپؐ نے دعویٰ نبوت کسی دنیاوی غرض سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا تھا یہی روحانی طاقت آپؐ کے ساتھ تھی جس کی وجہ سے آپؐ پر دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی غالب نہ آسکی تمام عرب ممالک اور دیگر ممالک میں بھی آپؐ کی نبوت کا چرچا اور دین الٰہی کا بول بالا ہوا۔ اور لوگ ہر طرف سے اپنے آبائی مذاہب کو ترک کر کے دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے اور اپنی روحانی پیاس بجھانے لگے۔

۱۔ اہل مکہ بتوں کی پوجا کرتے تھے حتیٰ کہ بیت اللہ کے اردگرد بھی بُت رکھے ہوئے تھے،

۲۔ مردار کا گوشت کھاتے تھے۔

۳۔ شعر و شاعری کا بازار گرم تھا۔

۴۔ اگر کسی کے باپ کی دو بیویاں ہوتی تھیں تو وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد اپنی سوتیلی ماں کو اپنے لئے حلال سمجھتا تھا۔

۵۔ ان میں شرم و حیا نام تک نہ تھی۔ ظاہر میں انسان باطن میں خونخوار بھیڑئیے تھے

۶۔ معمولی بات پر تلواریں نکال لیتے تھے سالوں تک آپس میں دشمنی کی آگ جلتی رہتی تھی۔

۷۔ مسافروں کو دن دھاڑے لوٹ لیتے تھے۔

۸۔ ان میں خاندانی کبر و غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

۹۔ مرد اور عورتیں برہنہ ہو کر بتوں کے آگے ناچتے اور عشقیہ اشعار پڑھتے تھے اور وہ اس بے حیائی کو نظر عقیدت سے دیکھتے تھے۔

۱۰۔ شراب اور جوا ان کے محبوب مشغلے تھے۔

۱۱۔ یہ لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

جب ظلم و ستم حد کو پہنچے تشریف محمدؐ لے آئے۔

www.toobaaelibrary.com

آنحضرت ؐ جب اس عالم ناپائیدار میں تشریف لائے تو آپ ؐ نے زندگی کا جو پہلا سانس لیا وہ یتیمی کا سانس تھا۔ آپ ؐ کی پیدائش مبارکہ سے قبل ہی آپ ؐ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ ابھی بچپن کی منزلیں طے ہو نے بھی نہ پائیں تھیں کہ آنحضرت ؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ آپ ؐ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئیں اب آپ ؐ اپنی والدہ محترمہ کی شفقت و محبّت سے بھی محروم ہو گئے۔

اس کے بعد آپ ؐ کی پرورش آپ ؐ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب نے کی عرصہ دو سال کے بعد حضرت عبدالمطلب بھی عالم لقا کی طرف انتقال کر گئے۔ اب آنحضرت ؐ کی تربیت آپ ؐ کے چچا حضرت ابوطالب نے کی اہل مکہ آپ ؐ کو محبت بھری نگاہوں اور شفقت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ آپ ؐ مجسمہ صدق و صفا اور پیکر شرم وحیا تھے ان ہی خوبیوں کی بنا پر ہر کوئی آپ ؐ کا احترام کرتا تھا۔ آپ ؐ اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔ آپ ؐ حُسن کردار اور صدق گفتار کی وجہ سے مشہور و معروف اور لوگ آپ ؐ کو "صادق" اور "امین" کے پیارے القاب سے پکارتے تھے۔

آپ ؐ کی صداقت و امانت کا چرچہ جب حضرت خدیجہ ؓ نے سُنا تو آپ ؐ کو بہت سارو پیہ دیکر تجارت کے لئے اور ساتھ ہی اپنا غلام میسرہ بھی بھیجا۔ تجارت میں کافی نفع ہوا۔ آپ ؐ نے واپسی پر حضرت خدیجہ ؓ کو پائی پائی کا حساب دے دیا۔ ان ہی خوبیوں کے پیش نظر حضرت خدیجہ ؓ نے آپ ؐ کی خدمت عالیہ میں نکاح کی درخواست دی۔ آپ ؐ نے قبول فرمائی۔ اس وقت آپ ؐ کی عمر مبارکہ ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ ؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ ؓ بیوہ اور مکہ معظمہ کے شریف خاندان قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ اہل مکہ آپ ؓ کو "طاہرہ" کے لقب سے پکارتے تھے۔

جب آپ ؐ اپنی عمر کے اکتالیسویں سال کے پہلے دن میں پہنچے تو رب کائنات کی طرف سے نبوت سے سرفراز فرمائے گئے نبوت کو پالینے کے بعد آپ ؐ نے اللہ تعالیٰ

www.toobaaelibrary.com

کے فرمان مبارک کے مطابق سب سے پیشتر اللہ تعالیٰ کی توحید کی تبلیغ کرنا شروع فرمائی تو اس پر مشرکین مکہ بگڑ گئے دن رات آپ ﷺ کے خلاف سازشیں کی جاتی تھیں جو کوئی آپ پر ایمان لاتا ابوجہل اور اس کی کمپنی اس کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتی تھی۔ آپ کے خلاف گوناگوں کی باتیں کہی جاتی تھیں، گلیوں اور بازاروں میں آپ کے خلاف آوازیں اٹھائی جاتیں جو لوگ آپ کو نبوت سے قبل صادق اور امین جانتے مانتے اور پکارتے تھے وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کی تعلیم پر آپ کو ستانے لگے، آپ کو شہید کرنے کے منصوبے بنائے گئے الغرض جو اپنے تھے وہ بیگانے اور جو بیگانے تھے وہ خون کے پیاسے ہو گئے۔

جب مشرکین مکہ کے تمام حربے فیل اور سب منصوبے ناکام ہو گئے تو پھر ان لوگوں نے سیاست سے کام نکالنا چاہا۔ تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں عرض کرنے لگے

۱۔ ہم آپ کی شادی حسین و جمیل لڑکی سے کر دیتے ہیں۔

۲۔ ہم آپ کو مال و دولت جمع کر دیتے ہیں۔

۳۔ ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔

آپ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کی تبلیغ و اشاعت کرنا ترک کر دیں، بھلا خدا کے پیغمبر کب ان باتوں کو وقعت دیتے اور خاطر میں لاتے ہیں۔ لہذا آپ نے ان تمام مادی اور فانی اشیاء کو ٹھکرا دیا مگر اللہ تعالیٰ کی توحید کی تعلیم کو نہ چھوڑا۔ آخر کار آپ اور صحابہؓ کیلئے مادر وطن پردیس اور آگ کا پہاڑ بن گیا۔

ان ہی حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا۔ کچھ حضرات صحابہؓ ملک حبش کو اور بعد میں آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

مشرکین مکہ نے پھر بھی آپ کو ستانا چاہا۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر کا میدان گرم ہوا یہ جنگ حق و باطل کا معرکہ تھا اس میں مشرکین مکہ کی ایسی زبردست

www.toobaaelibrary.com

پٹائی ہوئی کہ اُن کے بڑے بڑے ستّر سردار مارے گئے اور اتنے ہی مشہور و معروف بہادر گرفتار ہوئے اس قافلہ کا سردار اعظم ابوجہل اسی جنگ میں قتل ہوا۔ اہل اسلام اور مشرکین مکہ میں اور بھی میدان کارزار گرم ہوئے آخر کار نصرت الٰہی سے آنحضرتؐ نے مکہ معظمہ کو فتح کر لیا۔

فتح مکہ کے دن حضرات صحابہؓ خوش و خرّم اور مشرکین مکّہ اپنے کئے ہوئے اعمال پر افسوس کرتے تھے وہ ڈر اور خوف کے مارے حیران و پشیمان تھے، ان کے دل دھڑکتے اور دماغ پگھلتے تھے ان کے دماغوں میں یہ بات گھر کر چکی تھی کہ آج ان سے ایک ایک برائی کا گن گن کر انتقام لیا جائے گا۔ قتل و غارت کا بازار خوب گرم ہوگا، خون کی ہولی کھیلی جائے گی، مکہ میں خون کی ندیاں بہیں گی آج گھمسان کا دن ہے، انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جائے گا۔ اور اہل مکہ کے کٹے ہوئے اعضاء کو مکہ کے بازاروں اور گلیوں میں حضرات صحابہؓ اپنے پاؤں تلے روندیں گے کیونکہ آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ فاتحانہ انداز میں مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے۔ مگر ہوا کیا؟

آنحضرتؐ کا فرمان و اعلان

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (سورہ یوسف)

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: آج تم پر کچھ الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف کرے تم کو اور وہ سب سے زیادہ زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

چونکہ آپؐ خاتم النبیّینؐ اور رحمت اللعالمینؐ تھے اس لئے آپؐ نے اپنی لاثانی شان کا عملی مظاہرہ فرمایا اور اہل مکہ کے تمام خیالات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ آپؐ کے اس خلق عظیم کو دیکھ کر اہل مکہ کے دماغوں کی پریشانیاں دور ہوگئیں ان کے دھڑکتے ہوئے دلوں کو چین و سکون نصیب ہوا۔ اور ان کی بے قرار نگاہوں کو قرار ملا۔ جس انسان کے دماغ میں تھوڑی سی بھی عقل موجود تھی اور جس انسان کے دل میں ذرہ بھر بھی انصاف کا مادہ موجود تھا وہ آنحضرتؐ کے اس بے مثال خلق عظیم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر

www.toobaaelibrary.com

برملا اعلان کرنے لگا۔ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

پادری صاحب کی شہادت

بہت ہی مناسب اور نہایت ہی زیب دیتا ہے کہ اس جگہ پادری صاحب کی شہادت تحریر کردی جائے، غور سے ملاحظہ فرمائیے! پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

وہ غالباً روئے زمین کی تواریخ میں کسی تاریخ نے ایسی بردباری، تحمّل دانشمندی پیش بینی اور دور اندیشی سے کام نہیں لیا جس طرح آنحضرت نے فتح مکہ کے وقت لیا تھا۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو آپ نے آنحضرتؐ کے حق میں فتح مکہ کے دن کے منظر پر اپنی کتاب "محمد عربی" کے صفحہ ۱۷۸ پر تحریر کئے ہیں۔ ان الفاظ سے آنحضرتؐ کا خلق عظیم اور صداقت نبوت عقل سلیم کے لئے برملا ظاہر ہوتی ہے۔

فتح مکّہ کے بعد اہل مکہ کے حالات

۱۔ جو لوگ توحید کے نام سے بیزار اور بتوں کی پوجا کرنے والے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے شیدائی و فدائی اور سرگرم مبلغ بن گئے۔ ۲۔ جو لوگ اسلام کے نام سے نفرت کرتے تھے وہ اسلام کا کلمہ دل و جان سے پڑھنے لگے۔ ۳۔ جو لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے وہ اپنی لڑکیوں کو وراثت دینے لگے۔ ۴۔ جو لوگ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانا اپنی زندگی کا واحد مقصد سمجھتے تھے وہ اسلام پر اپنی جانیں قربان کرنے لگے۔ ۵۔ جو لوگ شراب اور جوا کو محبوب مشاغل سمجھتے تھے وہ ان کاموں کو نظر حقارت سے دیکھنے لگے۔ ۶۔ جو لوگ راستوں میں لوٹ مچایا کرتے تھے وہ راستوں میں اسلام کی تبلیغ کرنے لگے۔ ۷۔ جو لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ آپس میں پیار و محبّت سے رہنے اور بھائی بھائی بن گئے۔ ۸۔ جو لوگ مردار کھاتے تھے وہ مردار کو ناپاک اور اس کے کھانے کو حرام سمجھنے لگے۔ ۹۔ جو لوگ خاندانی کبر و غرور میں مست تھے وہ حلیمی اور عاجزی سے زندگی بسر کرنے لگے اور کبر و غرور کو فضول خیال کرنے لگے۔ ۱۰۔ جو زبانیں بیہودہ اشعار پڑھتی تھیں

www.toobaaelibrary.com

وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے لگیں۔ ۱۱- جو قومیں اہل مکہ کو وحشی اور غیر مہذب سمجھتی تھیں اب ان کو تہذیب و اخلاق کے مجسمے سمجھنے لگیں۔ اور بادشاہ ان کے نام سے لرزتے اور کانپتے تھے۔

سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے کہ ایک یتیم کے ہاتھ سے انسانی آنکھ نے ایسا عظیم اور روحانی انقلاب کہیں بھی نہیں دیکھا اور دنیا کی تاریخ اس انقلاب کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس روحانی انقلاب کی وجوہات اللہ تعالیٰ کی نصرت آنحضرت صلعم کا خلق عظیم اور آپؐ کے فیض کا کمال تھا۔ ایسے روحانی بے مثال کمالات کی وجہ سے عقل سلیم آپؐ کی نبوت کی صداقت کی بہانگ دہل شہادت دیتی ہے۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

مسیحی عالم کے الفاظ

پادری غلام مسیح صاحب ایڈیٹر "نور افشاں" لکھتے ہیں!

"اور ان کے سوا شراب خوری جوا بازی اور دیگر بد رسوم وسط عرب کو برباد کر رہی تھیں جن کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے زمانہ زیر نظر میں اہل عرب کی گزشتہ شان ہی مفقود نہ تھی بلکہ اس زمانہ میں خارجی اور اندرونی آفتیں وسط عرب کی آبادی کا خون چوس رہی تھیں جن سے خلاصی اور رہائی پانا انسانی عقل و فکر اور قوت و طاقت کی حدود سے باہر ہو چکا تھا اہل عرب کا اپنے بندھنوں سے آزاد ہونا اور اپنی آزادی و حریت کو پھر حاصل کرنا واقعی قدرت کے معجزانہ کام پر منحصر تھا جس کا کوئی حق پسند انسان ہرگز انکار نہیں کر سکتا ہے چونکہ خدا نے یہ عظیم الشان کام حضرت محمد مکی و مدنی کی معرفت کیا تھا۔ اس وجہ سے ہمارے زمانہ کی ۲۴ کروڑ انسانی آبادی عرب اور اس کے فرزند اعظم کی عزت و حرمت کر رہی ہے۔" (کوائف العرب)

یاد رہے کہ پادری صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۲ پر یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

ہیں اور کتاب کو ختم کر دیا ہے۔

ہمارے مخاطب نے کاذب نبی کی شناخت کے تحت جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں سے ایک بات بھی آنحضرتؐ پر صادق نہیں آتی جیسا کہ مکہ معظمہ کے حالات و واقعات سے خوب ظاہر ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت سراسر حق و صداقت پر مبنی ہے۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صحابہؓ کے کارنامے:

آپؐ کی وفات کے بعد حضرات صحابہؓ نے بہت سے ممالک کو فتح کیا اور ان میں دین اسلام کو فروغ دیا۔ اب دین الٰہی کی حکومت نہ صرف عرب میں بلکہ بیرون عرب میں بھی قائم ہو چکی تھی۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ۶۳۷ء میں اہل اسلام نے بیت المقدس کو فتح کیا اس وعدہ کی زمین یعنی ارض مقدسہ پر ایک دو سال نہیں بلکہ کئی صدیوں تک اپنی پوری شان و شوکت اور آن بان کے ساتھ پرچم اسلام لہراتا رہا۔

خوب غور فرمائیے کہ اگر یہ اسلامی تحریک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتی تو یہ دین کبھی کا دنیا سے مٹ چکا ہوتا اور کوئی بھی اس کا نام لیوا نہ ملتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں اہل اسلام کی کئی حکومتیں قائم ہیں دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں اہل اسلام موجود نہ ہوں اور دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ملتی جس کے افراد اسلام کی روحانی دولت سے خالی ہوں ان تمام باتوں سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حق ہے۔

آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوّت عقل سلیم کی کسوٹی پر

کاذب نبی دنیا میں ایسے سرپھرے اور بدبخت انسانوں کے نام ملتے ہیں جنہوں نے اپنی طرف سے جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا مگر ان کے بعد ان بدبخت انسانوں کا یہ حال ہے کہ۔

۱۔ ان کی تعلیم موجود نہیں۔ ۲۔ ان کی اُمّت موجود نہیں

۳۔ ان کی حکومت موجود نہیں ۴۔ ان کی کتابوں کا کوئی حافظ موجود نہیں۔

www.toobaaelibrary.com

۵۔ ان کے مرکز محفوظ نہیں ۔ ۶۔ ان کی قبروں کے حالات معلوم نہیں

صادق نبی اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ

۱۔ آنحضرتؐ کی تعلیم بلا تغیّد و تبدّل موجود ہے !

۲۔ آنحضرتؐ کی کتاب یعنی قرآن مجید کے حفاظ بے شمار موجود ہیں !

۳۔ آنحضرتؐ کی اُمّت ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک کثرت سے موجود ہے !

۴۔ آنحضرتؐ کی اُمت کی حکومتیں موجود ہیں !

۵۔ آنحضرتؐ کا مرکز یعنی مکہ معظمہ پر تخمیناً چودہ سو سال سے اسلامی حکومت چلی آتی ہے !

۶۔ آنحضرتؐ کی قبر مبارک مدینہ منوّرہ میں موجود اور اغیار کے ہاتھوں سے محفوظ ہے !

ان تمام باتوں پر ٹھنڈے دل سے اور سنجیدگی سے غور فرمائیے کہ کیا عقل سلیم اس بات کی شہادت نہیں دیتی ؟ کہ آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اسی لئے اس کے فضل و کرم اسی کی نصرت و حفاظت سے اسلام چودہ سو سال سے قائم اور قیامت تک قائم رہے گا۔

ے انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں "خداوند یسوع مسیح نے بھی جھوٹے نبیوں کا یہی معیار مقرر فرمایا ہے" "جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑیوں کے بھیس میں آتے ہیں۔ لیکن باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیئے ہیں۔ ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے۔ کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں۔ پس ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے"۔(۷: ۱۵-۲۰) صـ ۱۸

آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوّت حضرت مسیحؑ کی نظر میں | **مجیب** :۔ کتاب کا نام درج نہیں کیا گیا جس سے یہ عبارت انجیل متی کی ہے

www.toobaaelibrary.com

سرورِ کائنات صلعم نے مشرکین مکہ اور دیگر اقوام کو ایسا بنا دیا تھا کہ دنیا انہیں مقدس اور پاکیزہ لوگ جاننے اور ماننے لگی، اور تمام دنیا میں ان کی عظمت و بزرگی کا چرچا ہونے لگا جنہوں نے فیضِ نبوت سے کئی ممالک فتح کر کے ان میں اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا جس ملک میں یہ متبرک جماعت داخل ہوئی وہاں کے لوگوں کے قلوب کو اسلامی تعلیمات سے منور کیا۔ مدتوں سے اندھیروں میں زندگی بسر کرنیوالے انسانوں کو ظلمات سے نکال کر نورِ اسلام میں داخل کیا بعرصہ دراز سے شرک میں پھنسے ہوئے انسانوں کو اس پُرخار وادی سے نکال کر توحید کی تعلیم پر عامل بنا دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معیار کے مطابق آنحضرت صلعم کا دعویٰ نبوت سراسر حق و صداقت پر مبنی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سچے نبی کی یہ علامت بھی بیان فرمائی کہ:۔ "یسوع نے ان سے کہا نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔" مرقس ۶/۴

اس علامت کے پیشِ نظر آنحضرت صلعم کی مکی اور مدنی زندگی پر خوب غور فرمائیے کہ آنحضرت صلعم اپنے وطن یعنی مکہ معظمہ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاتھوں ستائے گئے اور مدینہ منورہ میں آپ صلعم کو ستایا نہیں گیا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ علامت عیسوی کے پیشِ نظر آپ کی نبوت برحق ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک بشارت

ہمارے مخاطب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو معیارِ نبوت تحریر کیا ہے اس کے مطابق آنحضرت صلعم کے دعوٰے نبوت کو سچا ثابت کرنے کے بعد اب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک بشارت تحریر کرتے ہیں۔ جس سے یہ حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلعم سچے نبی ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے نبی حضرت یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا کہ "توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔" متی ۳/۲

www.toobaaelibrary.com

مندرجہ بالا الفاظ میں "آسمان کی بادشاہی" کے الفاظ کی تفسیر مسیحی مفسر کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔

"ف!۔ انجیل کے شروع میں خدا نے یوحنا کو بھیجا اور توبہ کی منادی کرائی پس معلوم ہوا بدون دل کی طیاری کے آدمی کے دل میں انجیل نہیں سما سکتی۔" صـ۳۱

"آسمان کی بادشاہت یا خدا کی بادشاہت ایک ہی بات ہے۔" صـ۳۲

"ف۱۴۔ خدا کی بادشاہت سے مراد ہے وہ سلطنت جس کا بادشاہ صرف خدا ہے اور جس میں خدا کے مقرر کئے ہوئے قانون پر عملدرآمد ہوتا ہے اور جس کے سپاہی روحانی ہتھیاروں سے جنگ کر کے شیطانی خیالات کے قلعوں کو ڈھا دیتے ہیں۔" صـ۳۲

"ف۵۔ یوحنا کی اس منادی کا یہ نتیجہ ہے کہ یہودیوں کا یہ گمان کہ مسیح پہلی آمد میں آکر انہیں دنیاوی بادشاہ کرے گا باطل ہے کیونکہ وہ ظاہر کرتا ہے کہ آسمانی بادشاہت کیلئے دلوں کی طیاری چاہیئے نہ جسموں کی۔" صـ۳۲ تفسیر متی الخزانتہ الاسرار از جناب آر کلارک صاحب۔

حضرت یحییٰؑ کے الفاظ کی تفسیر مسیحی مفسر سے جو تحریر کی گئی ہے ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے جو پیشگوئی فرمائی تھی اس کے مصداق انجیل اور حضرت مسیحؑ ہیں۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے نبوت پانے کے بعد اپنے دین کی تبلیغ کرنا شروع فرمائی تو آپؑ نے کن الفاظ سے ابتدا فرمائی۔

"اسوقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔" متی ۴/۱۷

حضرت عیسیٰؑ نے بھی حضرت یحییٰؑ کی طرح بالکل وہی الفاظ فرمائے۔

حضرت عیسیٰؑ کا دنیا میں جلوہ افروز ہونے کا مقصد صرف "آسمان کی بادشاہی" کی منادی اور بشارت دینا تھا۔ جیسا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا۔

اس نے ان سے کہا مجھے اور شہروں میں بھی خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سنانا ضرور

www.toobaaelibrary.com

ہے۔ کیونکہ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں"۔ لوقا ۴۳/۴

چونکہ آپؑ کی تشریف آوری کا مقصد خدا کی بادشاہی کی بشارت سنانا تھا اس لئے آپؑ اس کی تبلیغ کیلئے قریہ قریہ اور بستی بستی تشریف لے جاتے رہے۔

"اور یسوع سب شہروں اور گاؤں میں پھرتا رہا۔ اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری دور کرتا رہا۔" متی ۳۵/۹

خط کشیدہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ خُدا کی بادشاہی کی خوشخبری حضرت عیسےؑ کی تعلیم کے علاوہ تھی۔ حضرت عیسےؑ نے اس منادی کو نہ صرف آپؑ کیا بلکہ آپؑ نے اپنے بارہ شاگردوں کو بھی اسی مقصد کی خاطر بھیجا۔

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دیکر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے کسی گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی قریب آگئی ہے۔" متی ۱۰/۵ تا ۷

حضرت عیسےؑ نے صرف ان بارہ شاگردوں کو ہی اس مقصد کی اشاعت کی خاطر نہیں بلکہ آپؑ نے ستّر دیگر آدمیوں کو دو۔ دو کی ۳۵ جوڑیاں بناکر بھیجا۔

"ان باتوں کے بعد خداوند نے ستر آدمی اور مقرر کئے اور جس جس شہر اور جگہ کو خود جانے والا تھا وہاں انہیں دو۔ دو کرکے اپنے آگے بھیجا اور وہ ان سے کہنے لگا فصل تو بہت ہے لیکن مزدور کم ہیں۔ اس لئے فصل کے مالک کی منت کرو کہ اپنی فصل کاٹنے کے لئے مزدور بھیجے"۔ لوقا ۱/۱۰ و ۲

حضرت عیسےؑ کے نزدیک خدا کی بادشاہی کا آنا اتنی اہمیت رکھتا تھا کہ آپؑ نے اپنی امت کو اس کے آنے کیلئے دعا کرنے کا حکم فرمایا۔ "اس نے ان سے کہا جب تم دعا کرو تو کہو اے باپ تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہی آئے۔ لوقا ۲/۱۱

www.toobaaelibrary.com

اس مقام پر غور فرمائیے کہ جب حضرت عیسےٰؑ خود موجود تھے تو پھر آپؑ کی موجودگی میں "خدا کی بادشاہی" کے آنے کا کیا مطلب؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کے بعد کسی متبرک ہستی اور مقدس شخصیّت کی تشریف آوری کا ذکر خیر کیا جارہا ہے۔

آسمان کی بادشاہی سے کون مراد ہے؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آسمان کی بادشاہی کی تبلیغ واشاعت کیلئے آپؑ اور آپؑ کے شاگردوں نے اتنی سعی دکوشش فرمائی اور آپؑ نے اپنی امت کو اس کے آنے کیلئے دُعا کرنے کا حکم فرمایا اس بادشاہی سے کون مراد ہے؟ ہمارے نزدیک اس سوال کا اصل اور صحیح جواب یہ ہے کہ جس طرح حضرت یحییٰؑ کے الفاظ متی ۳/۲ کے مصداق انجیل اور حضرت عیسےٰؑ ہیں اسی طرح علم وعقل اور انصاف و دیانتداری کی رد سے حضرت عیسےٰؑ کی اس بشارت کے ٹھیک ٹھیک مصداق قرآن مجید اور آنحضرتؐ ہی ہیں۔

یہ بات خوب ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ انجیل میں جن جن مقامات پر یہ ذکر ہے کہ "خدا کی بادشاہی آگئی ہے" تو ان سے حضرت یحییٰؑ کی بشارت کے پیش نظر حضرت عیسےٰؑ مراد ہیں۔ اور جس جگہ حضرت عیسےٰؑ نے آسمان کی بادشاہی کے آنے کی بشارت بیان فرمائی ہے وہ ہرگز ہرگز آپؑ کی بابت نہیں بلکہ اس کے مصداق آنحضرتؐ اور قرآن مجید ہیں۔

اب ہم اس اعتراض کا جواب لکھتے ہیں جو ہمارے دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ پادری فانڈر صاحب اپنی کتاب "میزان الحق" حصہ سوم باب ۲ میں لکھتے ہیں:

"مرقس ۹/۱ میں وہ اپنے شاگردوں سے کہتا ہے "جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آئی ہوئی کو نہ دیکھ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے"۔ بعض آیات میں یہ سلطنت مسیح کی زندگی ہی میں قائم ہوچکی ہے اور بعض میں اس کا قائم ہونا مسیح کی موت کے بعد پایا جاتا ہے"۔

مجیب:۔ زیر بحث بشارت سے حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی مراد لینا مندرجہ ذیل وجوہات

www.toobaaelibrary.com

کی بنا پر درست و بجا نہیں۔ کیونکہ !!۔

۱۔ جس طرح حضرت یوحنّاؑ کی بشارت سے نئی نبوّت یعنی حضرت عیسیٰؑ مراد ہیں اسی طرح حضرت عیسٰیؑ کی بشارت سے نئی نبوت یعنی آنحضرتؐ مراد ہیں۔ لہٰذا اس بشارت سے حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی مراد نہیں۔

۲۔ حضرت عیسٰیؑ جس روحانی طریقہ (آسمان کی بادشاہی) کو اپنی پہلی آمد پر لائے تھے کیا آپؑ کی آمد ثانی پر پہلا روحانی طریقہ منسوخ ہو اور آپؑ کوئی دوسرا طریقہ لائیں گے؟ اس بات کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ آپؑ کی بشارت سے مراد آپؑ کی دوسری آمد مراد نہیں بلکہ نئی نبوت مراد ہے۔ اور وہ آنحضرتؐ ہی ہیں۔

۳۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت عیسٰیؑ جب دوسری بار دنیا میں تشریف لائیں گے تو کیا اسوقت آسمان کی بادشاہی کو وسعت ہوگی یا عدم وسعت؟ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کے پھیل جانے کا نام آسمان کی بادشاہی ہے یا اس روحانی طریقہ کا نام آسمان کی بادشاہی ہے جس کو آپؑ پہلی بار لائے تھے اگر یہ کہا جائے کہ اس کے پھیلنے کا نام آسمان کی بادشاہی ہے تو یہ یقیناً غلط ہے، کیونکہ حضرت یحییٰؑ کی بشارت میں صرف حضرت مسیحؑ کی نبوت کا ذکر ہے اس میں وسعت اور عدم وسعت کا ذکر نہیں اگر یہ کہا جائے کہ پہلے روحانی طریقہ کا نام آسمان کی بادشاہی ہے تو پھر ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کی بشارت میں آنحضرتؐ کے روحانی طریقہ کا نام آسمان کی بادشاہی ہے۔

۴۔ علاوہ ازیں حضرت عیسٰیؑ نے اپنی آمد ثانی کی جو خبر دی ہے وہ انجیل میں موجود ہے گو اس پر "خدا کی بادشاہی" کے الفاظ بولے گئے ہیں چونکہ صرف ان الفاظ سے غلط فہمی کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آپؑ نے صرف انہی الفاظ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپؑ نے دیگر ایسے الفاظ استعمال فرما دئیے جن سے صاف معلوم ہو کہ ان مقامات سے آپؑ کی آمد ثانی مراد ہے۔ وہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

www.toobaaelibrary.com

وہ کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئیگا۔ اسوقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدلہ دیگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے ؛؛ متی ۱۶/۲۷-۲۸

"کیونکہ جو کوئی مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائے گا ابن آدم بھی جب اپنے اور اپنے باپ کے اور پاک فرشتوں کے جلال میں آئے گا تو اس سے شرمائیگا۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو دیکھ نہ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے"؛ لوقا ۹/۲۶-۲۷

وہ کیونکہ جو کوئی اس زناکار اور خطاکار قوم میں مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائیگا ابن آدم بھی جب اپنے باپ کے جلال میں پاک فرشتوں کے ساتھ آئے گا تو اس سے شرمائے گا" مرقس ۸/۳۸ "اور اس نے ان سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آیا ہوا نہ دیکھ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے"؛ مرقس ۹/۱

مندرجہ بالا مقامات سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جن جن مقامات پر اپنی آمد ثانی کی بابت "خدا کی بادشاہی" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہاں پر آپ ع کی آمد ثانی کا ذکر اور کوئی نہ کوئی ایسا قرینہ موجود ہے جس سے آپ ع کی آمد ثانی کا مطلب صاف صاف سمجھ میں آتا ہے جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے اور حضرت یوحنا ع اور حضرت عیسٰی ع کی بشارات میں نہ آپ ع کی آمد ثانی کا ذکر اور نہ ہی کوئی ایسا قرینہ موجود ہے جس سے آپ ع کی آمد ثانی کا مفہوم ذہن میں آسکے تو پھر بلا دلیل اور بلا قرینہ کسی حال میں بھی زیر بحث الفاظ سے حضرت عیسٰی ع کی آمد ثانی مراد نہیں اور ہرگز نہیں۔

دونوں نبیوں کے الفاظ میں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں جو نئی نبوت کے مفہوم کو رد

www.toobaaelibrary.com

اور غلط قرار دیتا ہو۔ لہذا جس طرح حضرت یوحنا علیہ السلام کی بشارت کے مصداق مذکورہ مسیحی مفسر کے نزدیک انجیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں بالکل اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت کے مصداق بھی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ پس یہی ہمارا مقصد تھا۔

پادری صاحب جھوٹے نبیوں کی علامات لکھتے ہیں "کتاب مقدس میں چند جھوٹے نبیوں کا احوال اور ان کی عبرتناک سزا کا ذکر بھی آیا ہے (استثناء ۱۳/۱-۳ - اسلا ۱۳/۱۸ - ۲۲/۶-۱۲ - ۲ تواریخ ۱۸/۵ یرمیاہ ۱۴، ۲۰، ۲۳، ۲۸، ۲۹ باب - نوحہ ۲/۱۴ - ذکر ۱۳/۳ وغیرہ)" صفحہ ۱۸

آنحضرت کا دعویٰ نبوت کتاب مقدس کی نظر میں

مجیب:۔ کتاب مقدس یعنی بائبل سے جن حوالہ جات کو نقل کیا گیا ہے ان میں جھوٹے نبیوں کی ذلت اور قتل کا ذکر ہے ان میں سے ایک بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق نہیں آتی۔ تاریخ اس بات کی پر زور شہادت دیتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں نہ کسی انسانی ہاتھ کا دخل اور نہ کسی مخلوق کا ہاتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن میں کامیاب و کامران ہو کر تریسٹھ برس کی عمر میں طبعی طور پر وفات پا گئے اور آج تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مدینہ منورہ میں موجود اور اغیار سے محفوظ ہے۔ اس بات کو پادری صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات طبعی طور پر ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب "محمد عربی" میں لکھتے ہیں۔

"اور تیرہ روز کی بیماری کے بعد بروز سوموار، جون ۶۳۲ء بمطابق یکم ربیع الاول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔" صفحہ ۲۲۰۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب مقدس کے معیار کے مطابق سچے اور برحق نبی ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں "مقدس پولوس رسول ایسے ہی لوگوں کی نسبت فرماتا ہے کہ "ان کا خدا پیٹ ہے اور وہ دنیا کی چیزوں کے خیال میں رہتے ہیں اور وہ خدا کی نہیں بلکہ اپنے پیٹ کی خدمت کرتے ہیں۔ اور چکنی چپڑی باتوں سے سادہ لوحوں کو بہکاتے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

(فلپی ۳/۱۶ — رومی ۱۶/۱۸) ص ۱۸

آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوّت جناب پولوس کی نظر میں

مجیب :- آنحضرتؐ کی سیرتِ طیّبہ تمام دنیا کے سامنے ہے آپؐ میں حُبِّ دنیا ذرہ اور نام کو بھی نہ تھی۔ آپؐ کی خدمت عالیہ میں جو مال آتا آپؐ اسے سورج غروب ہونے سے قبل حاجتمندوں اور ضرورتمندوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

پادری صاحب کی شہادت بہت زیب دیتا ہے کہ اس مقام پر پادری صاحب کی شہادت نقل کر دی جائے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ چنانچہ آپ "محمد عربی" میں لکھتے ہیں :-

متروکات آنحضرتؐ اپنی وفات کے وقت شہنشاہِ عرب تھے لیکن آپؐ نے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا۔ وفات سے پہلے جب آپ بسترِ مرگ پر تھے تو آپؐ نے بی بی عائشہؓ کو کہا کہ زکوٰۃ کا مال جو ان کے پاس جمع تھا غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ چھ دینار اسی وقت تقسیم کر دئیے گئے اور آپؐ نے کہا اب میری جان کو چین حاصل ہوا ہے اگر یہ دینار میرے پاس رہتے تو میں اپنا منہ اپنے مالک کو کس طرح دکھاتا" حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آخری رات ان کے پاس چراغ جلانے کو تیل تک نہ تھا پس انہوں نے ایک پڑوسن سے تیل مانگ کر چراغ جلایا آنحضرتؐ کی وفات کے وقت آپؐ کی ایک زرہ ایک یہودی ابا شحم کے پاس تیس ۳۰ صاع جو پر گرو تھی۔ آپؐ عموماً یہ دعا کیا کرتے تھے کہ "یا اللہ آلِ محمدؐ کو روزی بقدرِ ضرورت دے" یا اللہ مجھ کو مسکین رکھ اور مسکین مار اور مسکینوں کے زمرہ میں میرا حشر کر۔

بخاری میں روایت ہے "رسول اللہ صلعم نے مرتے وقت کچھ ترکہ نہ چھوڑا نہ درہم نہ دینار، نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کچھ اور صرف اپنا سفید کھچر اور ہتھیار اور کچھ زمین

www.toobaaelibrary.com

جو عام مسلمان مسافروں کے واسطے وقف کر گئے۔ ہاں بعض عقیدت مندوں نے آپ کے بال آپ کی جوتیاں آپ کا لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑ دیا گیا تھا اپنے پاس تبرکاً رکھ لیں۔ حضرت علی نے ذوالفقار لے لی جو ان کے خاندان میں بطور یادگار رہی۔ انتقال کے وقت گاڑھے کی ایک موٹی تہمد آپ کے بدن پر تھی۔ ایک کمبل تھا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ کا بچھونا چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔" صـــ ۲۲۱-۲۲۲

پادری صاحب کی شہادت اور جناب پولوس کی نظر میں آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوّت سچا ہے۔

ایک قدم اور آگے

اس کے آگے ایک قدم اور آگے چل کر ملاحظہ فرمایئے کہ آپؐ کی لاڈلی اور پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا تھا۔ ان دونوں مقدس ہستیوں سے جو اولاد پیدا ہوئی ان کو "سیّد" کہا جاتا ہے۔ دین اسلام میں یہ حکم موجود ہے۔ کہ سیّد کو زکوٰۃ۔ فطرانہ اور صدقہ نہیں دینا چاہیئے۔ ان حضرات کو یہ حکم ہے کہ ایسا مال ہرگز نہ لیں۔ دینِ الٰہی نے ان کے لئے ایسا مال جائز نہیں رکھا۔ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ آنحضرتؐ نے اپنی اولاد کے لئے دنیاوی مال حاصل کرنے کے لیئے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جناب پولوس کی نظر میں بھی آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوّت سراسر حق وصداقت پر مبنی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔

"عبرانی لفظ نابی کا مفہوم" عبرانی زبان میں لفظ "نابی" کے صرفی اور لغوی معنی میں پیش خبری کا مفہوم موجود نہیں مثلاً جب حضرت ابرہام کو نبی کہا گیا (پیدائش ۲۰/۷) یا دیگر بزرگان اسرائیل کو نبی کا خطاب دیا گیا (زبور ۱۰۵/۱۵) تو اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ پیشین گوئیاں کرنے والے تھے بلکہ اس لفظ سے مراد یہ تھی کہ ان بزرگانِ قوم کو خدا کی

www.toobaaelibrary.com

قربت حاصل تھی اور وہ رضائے الٰہی کو لوگوں پر ظاہر کرنے والے قومی پیشوا تھے بالفاظ قرآن وہ امام اور رہنما تھے۔" صد ۱۹

مجیب۔ نبی کی اسلامی اصطلاح اور عربی لفظ " نبی " کا لغوی معنی بھی پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اور مندرجہ بالا تحریر ہمارے حق میں ہے۔ اور قادیانیوں کے مفہوم نبوت کے خلاف ہے۔ صفحہ ۲۱ تک یہی مضمون دہرایا گیا ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں " نبی کا یہ کام نہ تھا کہ دنیا کو ہزاروں برس بعد کے ہونے والے واقعات یا آنیوالے پیغمبروں کی اطلاع دے بلکہ اس کا فرضِ منصبی یہ تھا کہ وہ نذیر اور بشیر ہو کر مخلوق خدا کو راہ ہدایت پر چلائے۔" صد ۲۲

مجیب۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ پیشن گوئیاں کرنا حضرات انبیاؑ کا فرضِ منصبی نہیں ہوتا۔ مگر یہ حضراتؑ بحکم خداوندی ایسا کرتے ضرور تھے۔ اس بات کی تصدیق بائیبل بھی کرتی ہے۔

حضرت یعقوبؑ کی پیشن گوئی

" اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا کیا گزرے گا۔" پیدائش ۴۹/۱ اسی باب کی دسویں آیت میں شیلوہ کی بابت پیشن گوئی کی گئی ہے۔ اور اس پیشن گوئی کو مسیحی علماء ناحق حضرت عیسیٰؑ پر منطبق کرتے ہیں۔

تمام حضرات انبیاؑ کی پیشن گوئی

" اور ناصرۃ نام ایک شہر میں جا بسا۔ تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔" متی ۲/۲۳

اس مقام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام حضرات انبیاءؑ نے حضرت مسیحؑ کے حق میں پیشنگوئی فرمائی تھی۔ اور مسیحی مذہب اسی بات کا قائل ہے۔ ان دونوں

www.toobaaelibrary.com

پیشنگوئیوں کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ نبی اپنے ہزاروں سال بعد کی بابت اور کسی پیغمبر کے حق میں پیشنگوئی نہیں کیا کرتا ۔ بائبل کے سراسر خلاف اور بائبل سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

پادری صاحب کی عبارت کے خط کشیدہ الفاظ آنحضرت ؐ پر خوب صادق آتے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔ آنحضرت ؐ "بشیر" اور "نذیر" تھے۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۱۹

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ سورہ مومنون ترجمہ:۔ اور تو تو ان کو سیدھی راہ کی طرف بلاتا ہے۔ آیت ۷۳

پس پادری صاحب کی تحریر کے مطابق بھی آنحضرت ؐ سچے اور برحق نبی ہیں۔

پادری صاحب نے ۲۳ تا ۲۷ صفحات کا جوہر یوں نکالا ہے۔

"پس انبیائے سابقین کے وہ الفاظ جن کا ذکر انجیل جلیل میں آتا ہے۔ دراصل صدیوں بعد کے کسی آنے والے شخص کے لئے خاص طور پر پیشنگوئیوں کے طور پر نہیں لکھے گئے تھے"۔ صہ ۲۸

مجیب ۔ پادری صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرات انبیاءؑ پیشنگوئیاں نہیں کیا کرتے تھے۔ اس بات کو آپ صاف بیان نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ الفاظ بنی کے فرائض منصبی بھی ملا لیتے ہیں۔ اسی پر ۲۳ تا ۲۷ صفحات لکھے گئے ہیں۔ چونکہ متی ۲/۲۳ کی ناصری والی بشارت حضرت مسیحؑ کے حق میں بہت مشہور ہے۔ اس لئے اب آپ اپنے ذاتی نظریہ کے مطابق اس بشارت کی تاویل کرتے ہیں۔ اسی لئے صاف طور پر نہیں بلکہ اداؤں اور اشاروں سے کام لیا جارہا ہے۔ گویا اپنی قوم کو اپنی ذاتی رائے کو بائبل کے خلاف تسلیم کرانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

حق بات یہ ہے کہ یہ بشارت حضرت عیسےٰؑ کے حق میں ہے۔ جیسا کہ جناب متی کے انجیل متی میں درج کرنے سے صاف ظاہر ہے۔ مسیحی مذہب اور مسیحی علماء اسی بات کے قائل ہیں۔ اس لئے پادری صاحب کی ذاتی رائے کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا

www.toobaaelibrary.com

غور فرمائیے کہ بائبل کے خلاف لکھنے سے پادری صاحب کے ایمان وضمیر میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہرحال یہ بات صحیح ہے کہ حضرات انبیاءؑ بحکم خداوندی پیشنگوئیاں کیا کرتے تھے۔ گو ان کے فرائض منصبی ہیں یہ کام داخل نہ تھا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ " نبوت کا مفہوم اور قرآن " گو سور گیہ مرزا جی کہہ گئے ہیں (اور مسلم علماء بالعموم ان سے متفق ہیں) کہ نبوّت اور پیشن گوئی مترادف الفاظ ہیں۔ اور کہ اسلامی اصطلاح میں صرف وہی شخص نبی کہلانے کا مستحق ہے جس پر کھلے طور پر اور بکثرت امور غیبیہ ظاہر کئے جائیں" ص ۳۱

مجیب:- علماء اسلام جو " اسلامی اصطلاح " سمجھتے ہیں اسے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کے نظریہ کے ساتھ علماء اسلام کا کوئی تعلق نہیں اب خواہ مخواہ مرزا قادیانی کے ساتھ علماء اسلام کو ملانا صداقت کے خلاف اور بہتان تراشی کے علاوہ پادری صاحب کی کمزوری کی واضح دلیل ہے۔

آپ کی دیانتداری ملاحظہ فرمائیے۔ کہ جس بات کو علماء اسلام مانتے ہی نہیں اس کو جبراً ان کے کندھوں پر ڈالا جاتا ہے۔ اور پادری صاحب کا اپنا یہ حال ہے کہ جب اپنا مطلب نکالنا ہوتا ہے تو پھر اپنی الہامی بائبل سے بھی منہ پھیر لیا جاتا ہے

پادری صاحب لکھتے ہیں۔" قرآن دانی کے دو درجے ہیں ایک درجہ تلاوت کا ہے جس کی نسبت قرآن میں آیا ہے یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ۔ لیکن اس سے اوپر کا درجہ قرآن کو غور اور تدبّر کے ساتھ پڑھنے کا ہے۔ (پ ۲۶ ع ۷) اگر ہمارے مسلمان بھائی مندرجہ بالا نظریہ قائم کرنے سے پہلے قرآن شریف کا غور و تدبّر سے مطالعہ کر لیتے تو اپنے غلط رویہ کو اختیار نہ کرتے۔ قرآن کے مطابق صرف اللہ ہی عالم الغیب ہے (سورہ حجرات ع ۲۔ آیت ۱۶ وغیرہ) تمام قرآن کو چھان مارو اس صفت میں تم کو اللہ کا کوئی شریک نہیں ملے گا چہ جائیکہ وہ محض انسان ضعیف البیان

www.toobaaelibrary.com

ہو" صہ۳۲

مجیب: ہمیں تبلیغ کرنے کی بجائے اگر پادری صاحب خود قرآن مجید کو غور و تدبر سے پڑھ لیتے تو شاید ایسی ہلکی بات تحریر نہ کرتے غور فرمائیے کہ قرآن مجید میں عالم الغیب ہونے اور غیب کی خبر دینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر آپ کی یہ مراد ہے کہ کوئی نبی غیب کی خبر نہیں دے سکتا تو یہ بالکل غلط اور قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں بحکم خداوندی آنحضرتؐ نے غیب کی خبریں دی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن مجید کی حفاظت کی خبر

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ سورہ حجر

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے یہ نصیحت آپ اتاری ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔ آیت ۹

آنحضرتؐ کی حفاظت کی خبر

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ سورہ مائدہ

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ تجھ کو لوگوں سے بچا لیگا۔ آیت ۶۷

اسی طرح حضرات انبیاءؑ سے غیب کی خبریں بائبل میں موجود ہیں۔

بائبل سے پہلی خبر "لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" یوحنا ۱۶/۱۳

بائبل سے دوسری خبر " مگر جن باتوں کی خدا نے سب نبیوں

www.toobaaelibrary.com

کی زبانی پیشتر خبر دی تھی کہ اس کا مسیح دکھ اٹھائے گا وہ اس نے اسی طرح پوری کیں۔" اعمال ۳/۱۸

خط کشیدہ الفاظ ہماری تصدیق اور پادری صاحب کی تکذیب کرتے ہیں پس قرآن و بائبل سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ حضرات انبیاءؑ بحکم خداوندی غیب کی خبریں اور پیشن گوئیاں کیا کرتے تھے گو ایسا کرنا ان کے فرائض منصبی میں داخل نہ تھا۔

اگر پادری صاحب کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں تو یہ بجا اور درست ہے۔ ہم اہل اسلام اسی بات کے قائل ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہونا چاہیئے کہ انسان اور اتنا ضعیف انسان جو اپنی صلیب آپ اُٹھانے کی قوت بھی نہ رکھتا ہو۔ مرقس ۱۵/۲۱ اور اپنے مخالفین کے ہاتھوں مصلوب ہو جائے وہ خدا بھی نہیں بن سکتا یہ سچ ہے یقیناً سچ۔

صفحات ۳۳ تا ۳۴ پر قرآن پاک کی ان آیات کو نقل کیا گیا ہے۔ جن میں آنحضرتؐ اور دوسرے حضرات انبیاءؑ کی نبوتوں کا ذکر ہے ان آیات سے مرزا قادیانی کی نبی کی اصطلاح کی تردید کی گئی ہے۔ گویا ہماری ترجمانی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں

"محمد عربی کی نسبت کتاب مقدس میں پیشنگوئیاں۔ چونکہ مسلمان مصنفین کے دماغوں میں یہ خبط سمایا ہوا ہے کہ "کسی پیغمبر کا دعوائے نبوت اس وقت تک مسلم نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ پہلے پیغمبروں نے اس کی آمد کی پیشن گوئی کی ہے سیرت النبی مجلد سوم صد ۵۳۴" صد ۳۵

مجیب :۔ علامہ سید سلیمان ندوی رح کی اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

"یہود و نصاریٰ میں یہ خیال ہے کہ کسی پیغمبر کا دعویٰ نبوت اس وقت

www.toobaaelibrary.com

تک مسلم نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ پہلے پیغمبروں نے اس کی آمد کی پیشنگوئی کی ہے »، مجھے یہ عبارت "بشارات" کے تحت جلد سوم ص۸ پر ملی۔

ناظرین کرام ! ہم نے اصل عبارت کو تحریر کردیا ہے جس سے آپ پر ظاہر ہوگیا ہے کہ پادری صاحب نے دیانت داری کو پامال کرکے عبارت کو نقل کیا ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔

" قرآن کے سورہ اعراف میں ہے " جو لوگ اس رسول نبی اُمّی کے تابع ہوتے ہیں جس کو وہ اپنے یہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔" (ع ۱۹- آیت ۱۵۶) سورہ صف میں ہے :" جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوکر آیا ہوں میں اس توریت کا جو مجھ سے آگے ہے مصدق ہوں اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا "۔ (آیت ۶) ان دو آیات کی بنا پر اہل اسلام (جیسا ہم اوپر کہہ چکے ہیں) شروع ہی سے تورات و انجیل کی عبث ورق گردانی کرتے رہے تاکہ کسی نہ کسی طرح ان مقامات کا پتہ لگائیں جہاں محمد عربی کی بشارت ہے۔ ان میں سے متعدد مقامات کو سرسید جیسے محقق نے مختلف وجوہ کے باعث رد کردیا ہے۔ ان مسلمان علمار کو قرآن میں یہ تو ملا کہ کسی آنے والے احمد کا ذکر توریت و انجیل میں ہے لیکن قرآن سے ان کو یہ پتہ نہ چلا کہ نبی امّی اور احمد کا ذکر ان کتابوں کے کن مقاموں میں پایا جاتا ہے ص ۳۶/۳۷۔

مجیب : غور کا مقام ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ یہودیت کو اور حضرت نجاشی رضؓ عیسائیت کو ترک اور خیرباد کہہ کر اسلام میں داخل ہوئے تھے اگر آنحضرتؐ کی بابت تورات و انجیل میں بشارات منقول نہ ہوتیں تو یہ حضرات کبھی بھی اپنے اپنے مذاہب کو نہ چھوڑتے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا دعویٰ بالکل

www.toobaaelibrary.com

بجا سچا اور درست ہے۔

یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اپنے دور میں اپنے مذہب کے زبردست عالم اور روحانی پیشوا مانے جاتے تھے اور حضرت نجاشیؓ ملک حبش کے بادشاہ اور اپنے مذہب کو بخوبی جانتے تھے۔ بہرحال اسلام لانے سے قبل ان دونوں بزرگوں کی علمی قابلیت پادری صاحب سے بہت زیادہ تھی۔

"کیونکہ اگر تم موسےٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے"۔ یوحنا ۵/۴۶۔ اس مقام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے توراۃ میں حضرت عیسےٰؑ کے حق میں پیشنگوئی فرمائی تھی۔ لیکن حضرت عیسےٰؑ کا کوئی قول ایسا نہیں ملتا جس سے یہ نشاندہی ہوتی ہو کہ توراۃ کی فلاں کتاب اور فلاں باب میں حضرت عیسےٰؑ کی بابت پیشنگوئی درج ہے۔

اس کے علاوہ "وہ ناصری کہلائیگا" متی ۲/۲۳ ان الفاظ سے روز روشن کیطرح عیاں ہے کہ تمام حضرات انبیاؑ نے خط کشیدہ الفاظ سے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں پیشنگوئی فرمائی تھی۔ ان مسیحی علمار کو حضرت مسیحؑ کی بابت "ناصری کہلائے گا" کے الفاظ تو ملے مگر ان کو عہد نامۂ قدیم کی کسی کتاب میں یہ کہیں نہ ملا کہ یہ الفاظ کس کتاب میں موجود ہیں؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

پادری صاحب لکھتے ہیں:۔ "انجیل کی آیت" بالآخر مسلمان مناظرین کے ہاتھ دو مقام آئے جن کی نسبت ان کو یقین ہے۔ کہ وہ ایسی صاف صاف بشارتیں ہیں جن میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پہلا مقام انجیل یوحنا کے چودھویں باب کی بچیسویں اور چھبیسویں آیات میں ہے۔ جہاں یونانی لفظ پیراکلی توس آیا ہے جس کے معنی ہیں "تسلی دینے والا"۔ یہ مسلم علمار یونانی زبان سے ناواقف تھے۔

www.toobaaelibrary.com

انہوں نے سن لیا کہ ایک یونانی لفظ ہے۔ "پیری کلوتوس" جس کے معنی "مشہور یا معروف" ہیں۔ لیکن بخیالی الیشاں اس کا ترجمہ عربی زبان میں ٹھیک ٹھیک لفظ "احمد" ہے صـ ۶۳۹۔ اور ان کے زعم میں بلا شبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انجیل میں اصل لفظ "پیراکلی توس" نہیں تھا بلکہ "پیری کلوتوس" تھا۔ مسیحی مصنفین نے ہزار سمجھایا کہ دونوں لفظوں میں اور ان کے معنوں میں بعد المشرقین ہے۔ جن کا نبی امیّ اور احمد سے کسی قسم کا تعلق نہیں چہ جائیکہ وہ محمد کی بشارت ہو لیکن ع دیوانہ را ہوئے بس است۔ سر سید بجا کہہ گئے ہیں کہ توریت و انجیل میں آنے والے پیغمبر کی بشارتیں ایسی مہمل اور مجمل طور سے بیان ہوئی ہیں کہ پہیلی اور معمّے کی مانند ہو گئی ہیں" صـ ۳۷

مجیب: پادری صاحب نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ انجیل مذکورہ میں لفظ "فارقلیط" نہیں تھا۔ اب اصل لفظ ملاحظہ فرمایئے۔

"پھر دوسرا "فارقلیط" آن کر یہی کام کرنے لگا جو کام ہمارے خداوند نے زمین پر کیا اس کا مختصر بیان انجیل میں مذکور ہے" تفسیر رسولوں کے اعمال مولفہ پادری ٹی واکر صاحب ایم۔ اے صـ ۶۳ بار دوم

یہ بحث الگ ہے کہ اس "فارقلیط" کا مصداق کون ہے؟ بہر حال یہ تو صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ اصل لفظ "فارقلیط" ہی تھا۔

یہ الفاظ کسی مسلمان عالم یا مناظر کے نہیں بلکہ ایک مسیحی مفسّر اور عالم کے ہیں۔
اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر فارقلیط کا لفظ انجیل میں نہیں تھا تو پھر پادری صاحب کو کہاں سے ملا؟ اس کا جواب پادری ٹی واکر صاحب کی تحریر کے خط کشیدہ الفاظ میں موجود ہے۔

پس یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ در اصل انجیل میں لفظ

www.toobaaelibrary.com

"فارقلیط" ہی تھا۔ اور کوئی دوسرا لفظ ہرگز ہرگز نہ تھا۔ ہمارے مخاطب کا اصلی لفظ سے انکار کرنا کمزوری اور بے بسی کی واضح دلیل ہے۔

اب غور فرمائیے کہ قرآن مجید کی سورہ صف آیت ۶ میں جو بشارت حضرت عیسیٰؑ کی یوں منقول ہے۔ کہ اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ یعنی اس کا نام "احمدؐ" ہوگا۔ اور" فارقلیط" کا صحیح اور ٹھیک ترجمہ "احمدؐ" ہی ہے۔ پس فارقلیط کا صحیح مصداق آنحضرتؐ ہی قرار پاتے ہیں۔ دیکھو کس صفائی کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کی بشارت آنحضرتؐ پر صادق آتی ہے کہ اس میں انکار کی گنجائش نہیں۔

پادری صاحب نے جس لفظ کا اقرار کیا ہے وہ "فاراقلیط" ہے اگر بالفرض اس لفظ کو بھی صحیح تسلیم کر لیں تو بھی ہمارے حق میں فیصلہ ہوتا ہے۔ ہمارے مخاطب نے اس لفظ کا صرف ایک ہی معنی تحریر کیا ہے۔ حالانکہ بائبل میں اس کے تین معنی اور بھی مرقوم ہیں۔

لفظ فاراقلیط کے چار معنی

۱:۔ "مددگار" انجیل یوحنا $\frac{14}{16}$

۲۔ "وکیل"

۳۔ "شفیع" یوحنا $\frac{16}{7}$ میں مددگار کے اوپر الف لکھ کر حاشیہ پر یہ دونوں معنی لکھے گئے ہیں۔

۴۔ "تسلی دینے والا" بقول پادری صاحب

یہ بات یاد رہے کہ اس مقام پر "وکیل" کا مفہوم "کارساز" کے معنی کے مترادف نہیں بلکہ "وکیل" کا مفہوم "شافع محشر" ہے۔ جیسا کہ "وکیل" کے ساتھ ہی لفظ "شفیع" درج ہے اور اسی معنی کو خوب ظاہر کرتا ہے۔ پس "وکیل" کا معنی

www.toobaaelibrary.com

امت کی وکالت کرنے والا یعنی "شفیع یا شافع محشر"

ایک عجیب نکتہ اگر ان چاروں معنوں پر تحقیقی نگاہ اور گہری نظر سے غور کیا جائے تو ہم اس نکتہ کی تہ تک پہنچتے ہیں کہ "مددگار" اور "تسلّی دینے والا" کے معنی اس عالم کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اور آنحضرتؐ پر خوب صادق آتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے بہت سے اسماءِ مبارک ہیں ان میں سے آپؐ کا اسم مبارک "ناصر" بھی ہے آنحضرتؐ لوگوں کے نیکی میں ناصر اور مددگار تھے۔

اب رہا "تسلّی دینے والا" یہ معنی بھی آپؐ پر صادق آتا ہے کیونکہ آپؐ نے لوگوں کو تسلّی دی ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

ترجمہ:۔ آپ فرما دیجئے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک وہی ہے معاف کرنے والا مہربان

سورہ زمر آیت ۵۳

اس کے بعد دو معنی باقی رہتے ہیں۔ یہ دونوں (وکیل اور شفیع) معنی عالم بالا کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ اور آنحضرتؐ روزِ حشر کو اپنی امت کی وکالت اور شفاعت فرمائیں گے۔ قرآن مجید آپؐ کی شفاعت کا ذکر سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۹ **مَقَامًا مَّحْمُوْدًا** ہ میں ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدثؒ دہلویؒ اپنی تفسیر "موضح القرآن" میں اسی آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی نیند سے جاگ کر قرآن پڑھا کر یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو مرتبہ بڑا دینا ہے وہ تعریف کا مقام ہے شفاعت کا جب کوئی پیغمبر بول نہ سکے گا تب حضرتؐ

www.toobaaelibrary.com

اللہ تعالےٰ سے عرض کر کر خلق کو چھڑا دیں گے تکلیف سے "

نیز حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیع ہونے پر بہت سی احادیث موجود ہیں اور آپؐ کے شافع محشر ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

آپؐ کے اسمار مبارک "ناصر"۔ "وکیل" اور "شافع یعنی شفیع" بھی ہیں دیکھو دلائل الخیرات صفحات ۲۵۔ ۲۷۔ ۲۸

اب تو آنحضرتؐ کے شفیع ہونے کا وہی انکار کرے گا جس کی قسمت میں آپؐ کی شفاعت نہیں۔

آخری بات: ہم اہل اسلام اور مسیحی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ نے جس مقدس ہستی کی بشارت اور ذکر خیر فرمایا تھا وہ "شفیع" ہوگا۔ ان کے خیال کے مطابق اگر اس بشارت کا مصداق روح القدس ہی ہے۔ تو پھر وہ "شفیع" کیونکر ہوگا۔ اور کس خدا کے آگے شفاعت کرے گا۔ جب کہ مسیحی مذہب میں روح القدس خود خدا اور خدائی میں برابر کا شریک ہے جیسا کہ تعلیم تثلیث سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے حساب لینا ہے کسی کے آگے شفاعت نہیں کرنا۔

ہمارے نزدیک اس بشارت کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں آپؐ نہ خدا اور نہ خدائی میں شریک ہیں۔ آپؐ "شفیع" ہیں خدا تعالےٰ کے دربار عالیہ میں اپنی امت کی شفاعت ضرور اور یقیناً فرمائیں گے اس لحاظ سے بھی ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ پس یہ بات دلائل کی روشنی میں پایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ قرآن مجید نے جو سورہ صف آیت ۶ میں حضرت عیسےٰؑ کی بشارت کو نقل فرمایا ہے۔ وہ بالکل بجا اور برحق ہے اور اس کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔ غور فرمائیے کہ ہم نے پادری صاحب کے لفظ "فارقلیط" اور اس کے معنی کو تسلیم کر کے بھی اپنی صداقت کو احسن طریقہ سے ثابت کر دیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

یاد رہے کہ پادری فانڈر صاحب نے میزان الحق حصہ سوم باب دوم میں "فارقلیط والی" بشارت پر کلام کیا ہے۔ ہم نے اسی حصہ کے جواب میں ایک رسالہ "تحقیق وہ مددگار" لکھا ہے جس میں پادری صاحب کے تمام اعتراضات کے بہترین اور تسلی بخش جوابات تحریر کئے ہیں۔

ع دیوانہ را ہوئے بس است۔ پادری صاحب کے یہ الفاظ ہم پر صادق نہیں آتے کیونکہ ہم مسلمانوں کی عقل و علم کا یہ عالم ہے کہ ہم اپنی الہامی کتاب یعنی قرآن مجید کو حفظ کر لیتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے زمانہ مبارک سے لیکر آج تک تخمیناً چودہ سو سال ہو چکے ہیں ہم مسلمان اس نورانی۔ روحانی اور آسمانی کتاب کے حافظ ہر دور میں برابر ان گنت بے شمار اور لاتعداد چلے آتے ہیں یہ مقام دنیا کی کسی اور الہامی کتاب کو حاصل نہیں۔ اہل اسلام نے قرآن مجید کو سینے سے لگا اور سینے میں سما رکھا ہے لیکن باقی لوگ آج تک اپنی الہامی کتابوں کے تراجم اور مصنفین کے چکر میں حیران و سرگرداں ہیں۔ غور فرمایئے؟ کہ اس گئے گزرے دور میں قرآن مجید کے کتنے حفاظ موجود ہیں۔ یہ اسلام کا زندہ اور عظیم معجزہ ہر دور میں منکرین اسلام کے لئے عبرت ہے۔

ہم غیر عربی مسلمان اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید کو جو عربی میں ہے اُسے حفظ کر لیتے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے کہ کسی اور اہل مذہب کو ان کی الہامی کتاب کیوں حفظ نہیں ہوتی؟ کیا اس سے یہ حقیقت ظاہر نہیں ہوتی کہ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے وہ اسے مسلمانوں سے حفظ کرا لیتا ہے اور جو اس کی نہیں اسے کسی کو حفظ ہونے نہیں دیتا مسلمان دیوانے نہیں بلکہ قرآن مجید کے پروانے ہیں۔

ے وحشت میں ہر چیز الٹی نظر آتی ہے
لیلیٰ نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے

www.toobaaelibrary.com

قرآن مجید کا معجزہ

قرآن مجید کا حفظ ہو جانا ہمارے نزدیک معجزہ ہے اہل کتاب میں سے تورات و انجیل کا کوئی بھی حافظ موجود نہیں۔ یہ لوگ اس معجزہ کا انکار کرتے اور کہتے ہیں۔

"یقینی طور پر یہ دریافت کرنے کے لئے کہ قرآن وحی الٰہی ہے یا نہیں ہمیں قرآن کی مندرجہ تعلیمات کو بغور مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ محض یہی کافی نہیں کہ ہم اس کی طول طویل عبارات کو حفظ کر لیں اور ان کا مطلب بالکل نہ سمجھیں۔ ایسا کرنا طوطوں کا کام ہے انسان کی شایان شان نہیں" میزان الحق حصہ سوم باب ۴

مجیب: مندرجہ بالا الفاظ حقیقت پر مبنی نہیں اور خط کشیدہ الفاظ نہایت ہی بے بسی اور بے کسی کا اظہار کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں تورات و انجیل کا کوئی حافظ نہیں ان الفاظ سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ الفاظ استعمال کرتے ایسے ہی ہیں۔ جیسے حضرت عیسےٰؑ کے مخالف آپؑ کے معجزات کو دیکھ کر ان کی باطل تاویل کر لیتے اور انہیں شیطانی قوت سے تعبیر کرتے تھے جیسا کہ یوحنا ۸/۴۸ سے ظاہر ہے۔

"یہودیوں نے جواب میں اس سے کہا کیا ہم خوب نہیں کہتے کہ تو سامری ہے اور تجھ میں بدروح ہے" طوطے تو انسان کا کلام حفظ کر لیں اور انسان اشرف المخلوقات ہو کر کلام اللہ کو حفظ نہ کر سکے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ طوطوں میں حضرت انسان سے زیادہ قوت حافظہ موجود ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فہم و ادراک اور قوت حافظہ کا جو بہترین خزانہ حضرت انسان کو عطا فرمایا ہے وہ کسی دوسری مادی مخلوق کو ہرگز ہرگز عطا نہیں فرمایا۔ پس یہ الفاظ استعمال کرنے عاجزی کی دلیل ہیں۔

ہمارے دین میں مختلف حضرات کام کرنے والے ہیں قرآن مجید کی تفسیر اور معارف و

www.toobaaelibrary.com

نکات بیان کرنے والے بزرگ لوگ الگ ہیں انہیں علماء اور مفسّرین کہا جاتا ہے جو حضرات احادیث نبویؐ کو جمع کرتے یا ان کی تفسیر بیان کرتے ہیں انہیں محدثین کہا جاتا ہے جو حضرات اجتہاد کا کام کرتے ہیں انہیں فقہاء کہا جاتا ہے۔ جو لوگ قرآن مجید کو پڑھاتے ہیں انہیں حافظ یا قاری کہا جاتا ہے

بعض خوش قسمت حضرات ایسے بھی ہیں جو ان تمام خوبیوں اور صفات کے مالک تھے لہذا یہ کہنا کہ اہل اسلام قرآن مجید کا مطلب سمجھے بغیر حفظ کرتے ہیں بجا اور درست نہیں۔"

علماء اسلام نے قرآن مجید کی بہت سی تفاسیر لکھی ہیں جن سے ان کی علمی قابلیت ظاہر اور ثابت ہوتی ہے۔ پس پادری صاحب کے الفاظ بہانہ ہیں۔

پادری صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"کہ عزیر نے اپنے منشیوں سے وہ سب کچھ لکھوایا۔ جو ابتدائے عالم سے دنیا میں وقوع میں آیا تھا۔ اور جو کہ تیری توریت میں مرقوم تھا" یعنی اس بیان کے موافق عزیر توریت کا حافظ تھا۔" پہلا حصہ باب ۳۔

پادری صاحب کے ان الفاظ پر غور فرمایئے کہ جب آپ کو توریت کی صداقت پر دلیل لانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو فوراً حضرت عزیرؑ کو توریت کا حافظ ثابت کرنا پڑا۔ اب آپ کو اپنے طوطوں والے الفاظ یاد نہیں رہے سوچیئے ان الفاظ کے پیش نظر حضرت عزیرؑ کی کتنی توہین ہوتی ہے۔ لیکن ایسی باتوں سے ان لوگوں کے سینہ اور ضمیر میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

حضرت عزیرؑ کے بعد اہل کتاب میں سے کوئی بھی توریت وانجیل کا حافظ موجود نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے ساتھ ہی یہ خصوصیت تھی۔ اس خصوصیت کا آپؑ کے ساتھ ہونا اس بات کو خوب روشن کرتا ہے کہ یہ حضرت عزیرؑ کا معجزہ

www.toobaaelibrary.com

تھا۔ اسی لئے آپؑ کے بعد اہل کتاب میں سے کوئی بھی ان کتابوں کا حافظ نہیں ملتا۔ اس سے ایک بہت بڑی اور بہترین بات ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے معجزہ حضرت عزیرؑ کو عطا فرمایا تھا۔ ایسے ہی آنحضرتؐ کی اُمت کو معجزہ عطا فرمایا کہ یہ اُمت قرآن مجید کو حفظ کر لیتی ہے۔ عقل سلیم سے غور فرمائیے کہ اہل اسلام کی کتنی بڑی فضیلت ثابت ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام کتنا اعلیٰ وارفع ہے کہ حضرت عزیرؑ نبی ہو کر توراۃ کے حافظ تھے اور اہل اسلام غیر نبی ہو کر قرآن مجید کے حافظ ہیں۔

بہر حال قرآن مجید کا کلام اللہ ہونے کا یہ معجزہ چودہ سو سال سے ہر دور میں قائم اور قیامت تک موجود رہے گا۔ دنیا نے اور بے فائدہ باتیں تو بہت کہیں اور لکھیں مگر اس قرآنی معجزہ کی نظیر لانے سے آج تک قاصر رہی اور قیامت تک قاصر و عاجز رہے گی۔

ے چمن میں پھول ہر ایک کو نہیں ملتے
بہار آتی ہے لیکن کسی کسی کے لئے

مسیحی علماء کے نزدیک جو بشارات حضرت مسیحؑ کی بابت عہد نامہ قدیم میں پائی جاتی ہیں جب یہ لوگ ان بشارات کو یہودیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ عہد نامہ قدیم میں حضرت مسیحؑ کی بابت ایک حرف بھی پایا نہیں جاتا اور یہودی علماء مسیحی علماء کے حق میں کہتے ہیں۔ ع دیوانہ را ہوئے بس است

جناب سر سید کے جو الفاظ ص۳۷ پر تحریر کئے گئے ہیں۔ ان کو صفحات ۳۵ و ۴۰ پر بھی کم و بیش الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے۔ جناب سر سید نے یہ الفاظ کیوں کہے ان الفاظ کا اصل مطلب ملاحظہ فرمائیے۔

www.toobaaelibrary.com

جناب سرسیّد کے الفاظ کا اصل مطلب

۱۔ " اور میں نے ایک اور فرشتے کو انجیل ابدی لئے ہوئے دیکھا کہ آسمان کے بیچوں بیچ اڑ رہا تھا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سُنا دے "۔ یوحنّا عارف کا مکاشفہ ۱۴/۶ نسخہ ۱۸۸۰ء

" پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ میں اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور اُمت کے سنانے کے لئے ابدی خوشخبری تھی "۔ مکاشفہ ۱۴/۶ نسخہ ۱۹۵۱ء

انگریزی بائبل میں اس جگہ یہ الفاظ ہیں۔ ANETERNAL GOSPEL یعنی "مذہبی کتاب "۔ یاد رہے کہ فرقہ رومن کیتھولک کی کتاب مقدس (بائبل) میں بھی ترجمہ " ابدی انجیل " ہے۔ یوحنّا عارف کا مکاشفہ بائبل کی آخری کتاب ہے۔ اسے حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی کے بعد ۹۵ء میں قلمبند کیا گیا۔ اس میں ان باتوں کا بیان ہے جن باتوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتے کی معرفت حضرت یوحنّا پر ظاہر فرمایا ان باتوں کا پورا ہونا زمانہ مستقبل سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ حضرت یوحنّا عارف خود ہی تحریر کرتے ہیں۔

" یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اُسے خدا کی طرف سے اس لئے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے اور اس نے اپنے فرشتہ کو بھیج کر اس کی معرفت انہیں اپنے بندہ یوحنّا پر ظاہر کیا جس نے خدا کے کلام اور یسوع مسیح کی گواہی کی یعنی ان سب چیزوں کو جو اس نے دیکھی تھیں شہادت دی۔ اس نبوّت کی کتاب کا پڑھنے والا اور اس کے سننے والے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنے والے مبارک ہیں کیونکہ وقت نزدیک ہے "۔ مکاشفہ ۱/ ۱تا۳

www.toobaaelibrary.com

مترجمین بائبل کی قلابازیاں

ہم نے ۱۸۸۰ء اور ۱۹۵۱ء کے دونوں نسخوں سے عبارات کو تحریر کیا ہے مترجمین بائبل کی قلابازیاں ملاحظہ فرمائیے کہ ۱۸۸۰ء کے نسخہ میں انجیل ابدی ہے اور ۱۹۵۱ء کے نسخہ میں لفظ انجیل کا ترجمہ "خوشخبری" کر دیا ہے۔ گو ترجمہ صحیح ہے، مگر ایسا کیوں کیا گیا؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جب کوئی اس مقام کو پڑھتا ہے تو "انجیل ابدی" کے الفاظ سے اس کے ذہن میں فوراً ایک آسمانی کتاب کا تصور پیدا ہوتا ہے لیکن جب ابدی خوشخبری کے الفاظ کو پڑھتا ہے تو اس کے ذہن میں کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہوتی انسانی ذہن سے حضرت مسیحؑ کے بعد آنے والی آسمانی کتاب کا تصور ختم کرنے کے لئے "انجیل ابدی" کا ترجمہ " ابدی خوشخبری " کر دیا گیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ زیر بحث مقام میں تو یہ ترجمہ کر دیا گیا مگر انجیل متی و دیگر اناجیل کے یہ تراجم نہیں کئے گئے۔ یعنی متی کی خوشخبری و دیگر خوشخبریاں۔ یہ تراجم اس لئے نہیں کئے گئے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی صرف ایک آسمانی کتاب کا نام انجیل آیا ہے، سادہ لوح مسلمانوں کو جبراً تسلیم کرانے اور یہ کہنے کے لئے کہ یہ وہی انجیل ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ " انجیل ابدی" اور انگریزی بائبل کے مطابق " دوسری انجیل " کا مصداق قرآن مجید ہی ہے۔ جو حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی کے بعد نازل ہوا اور یہی قرآن مجید نسل انسانی کے لیئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ ھُدًی لِّلنَّاسِ سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ میں۔

۲:۔ " پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھو کہ ایک نقرئی گھوڑا اور اس کا سوار امانت دار اور سچا کہلاتا ہے اور وہ راستی سے عدالت کرتا اور لڑتا ہے"

مکاشفہ ۱۹ ۱۸۸۰ء

www.toobaaelibrary.com

...... سوارش امین وحق نام دارد" مکاشفہ ۱۹/۱۱ نسخہ ...

...... یُدْعی اَمِیناً وَصَادِقاً" .... مکاشفہ ۱۹/۱۱ ...

اب آپ فرقہ رومن کیتھولک کی بائبل ملاحظہ فرمایئے یاد رہے کہ ... ہی ایک حوالہ رومن کا ہے ۔ "پھر میں نے آسمان کو کھلا دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ... نقرہ گھوڑا ہے اور جو اس پر سوار ہے وہ امین اور برحق کہلاتا ہے اور وہ ... عدالت کرتا اور لڑتا ہے" مکاشفہ ۱۹/۱۱ ۱۹۵۸ء

غور فرمایئے کہ ۱۸۸۰ء کے نسخہ میں "امانت دار" اور "سچا" یعنی "امین" اور "صادق"

فارسی نسخہ میں "امین" و "حق" یعنی "امین" اور "صادق"

عربی نسخہ میں "امیناً و صادقاً" یعنی "امین" اور "صادق"

اب غور فرمایئے نسخہ ۱۹۵۱ء

"پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے" مکاشفہ ۱۹/۱۱۔

اس نسخہ میں "امین" اور "صادق" کا ترجمہ "سچا" اور "برحق" کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس جگہ ترجمہ "امین" اور "صادق" ہونا چاہیئے جیسا کہ باقی متفرق نسخہ جات سے ظاہر ہے۔ مگر حقیقت کو چھپانے کی خاطر لفظ "امین" اڑا دیا اور اس کی جگہ "سچا" اور لفظ "صادق" کو ختم کر دیا گیا اور اس کی جگہ "برحق" ترجمہ لکھ دیا گیا جو بات "امین" اور "صادق" سے صاف صاف ظاہر ہوتی اور ذہن میں آتی ہے وہ "سچا" اور "برحق" کے تراجم سے جلدی ذہن میں نہیں آتی۔

اس کے علاوہ "امین" کا ترجمہ "سچا" کرنا بجا نہیں کیونکہ یہ ترجمہ امین کے

www.toobaaelibrary.com

صحیح مفہوم کو ادا نہیں کرتا۔ کیونکہ " امین" اسے کہتے ہیں جس کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ اُسے باحفاظت واپس کر دے اور یہ فعل سے تعلق رکھتا ہے۔

" **صادق** " اسے کہتے ہیں جو ہمیشہ سچ بولے اور کبھی بھی جھوٹ نہ بولے اور یہ قول سے تعلق رکھتا ہے۔

دونوں مختلف الفاظ " امین " اور " صادق " کا ترجمہ " سچا " اور " برحق " صرف " صادق " کے معنی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور " امین " کا مفہوم ان میں پایا نہیں جاتا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ تو اس سوال کا جواب ہم اپنے مخاطب کی کتاب " **محمد عربی** " سے سناتے ہیں۔

" آپ اپنے کاروبار میں اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے آپ صدق گفتار حسن کردار اور امانت داری کے سبب مشہور تھے۔" صہ ۳۰

" صدق راستی اور اعمال حسنہ کی وجہ سے آپ اپنے قبیلہ میں ممتاز تھے اور دیانت داری کی وجہ سے امین کہلاتے تھے۔" صہ ۳۳

پادری صاحب کی زبان و قلم سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ آنحضرتؐ " امین " اور " صادق " تھے۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندہ یوحنا کو جو متبرک و مقدس شخصیت دکھائی تھی وہ آنحضرتؐ ہی تھے کیونکہ آپؐ دعوے نبوت سے قبل " امین " اور " صادق " کے پیارے القابوں سے پکارے جاتے تھے۔

ہم فخر سے کہتے ھیں ۵
کہ ہمارے ھیں محمدؐ،

اللہ تعالیٰ کا عجیب انتقام

آج کل بائبل کا جو اردو ترجمہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اِسے سنہ ۱۹۳۰ء میں ایک مسیحی کمیٹی نے صحیح

www.toobaaelibrary.com

کیا تھا۔ اس کمیٹی کے رکن پادری برکت اللہ صاحب بھی تھے مکاشفہ کے مذکورہ مقام پر حقیقت پر پردہ ڈالنے کی خاطر " امین اور صادق " کے تراجم میں گڑبڑ کی۔ بائبل کی اس نیک خدمت سرانجام دینے کے بعد جب آپ نے " محمد عربی " شائع کی تو اس میں آنحضرتؐ کو اپنے قلم سے " امین اور صادق " ثابت کیا۔ در حقیقت اللہ تعالےٰ نے یہ انتقام لیا ہے، کہ جس لفظ کو بائبل سے اڑایا تھا اسی لفظ کو پادری صاحب کے قلم سے لکھوایا اور اقرار کروایا کہ آنحضرتؐ " امین اور صادق " تھے۔ آپ اس بات کو تسلیم کریں یا نہ کریں، ویسے آپ کے قلم سے حقیقت کا اظہار ہو ہی گیا۔

۳۔ " اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی " استثناء ۳۳/۲ نسخہ ۱۸۸۰ء

یاد رہے کہ انگریزی بائبل میں یہ الفاظ ہیں۔ TEN THOUSANDS لیعنی دس ہزار

" اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا اس کے دہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی " استثناء ۳۳/۲ نسخہ ۱۹۵۱ء

غور فرمایئے کہ ۱۸۸۰ء کے نسخہ میں " دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا "۔ اور دوسرے نسخہ میں " لاکھوں قدسیوں میں سے آیا " تعداد کے اختلاف کے علاوہ عبارت میں بھی فرق ہے۔ یہ کیوں کیا گیا ؟ اس کی وجہ پادری صاحب سے سنیئے۔

" مکّہ کی جانب روانگی۔ غرض ۱۰ رمضان ۸ھ مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء کے

www.toobaaelibrary.com

روز آنحضرت مہاجرین اور انصار اور قبائل عرب کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے "آپ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے" محمد عربی ص ۱۷۴

چونکہ یہ بشارت آنحضرت پر فتح کے دن بھی پوری ہوتی تھی اس لئے حقیقت کو چھپانے کی خاطر یار لوگوں نے اپنی الہامی کتاب کا ترجمہ بدل دیا۔

تیری اڑی اڑی سی رنگت تیرے بکھرے بکھرے گیسو
تیری صبح کہہ رہی ہے تیری شام کا فسانہ

مسیحی علماء نے جب سب سے پہلے بائبل کا اردو ترجمہ کیا تو اس وقت یہ ترجمے موجود تھے جب علماء اسلام نے ان مقامات سے دلیل اخذ کی تو پھر مسیحی کلیسیا نے بائبل کا ترجمہ تو بدل دیا مگر خود نہ بدلے۔

۱۸۰۰ء سے لیکر ۱۹۵۱ء تک ان لوگوں نے یہ گل کھلائے ہیں کہ حضرت موسےؑ اور حضرت عیسےؑ سے لیکر آج تک بائبل کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہوگا؟ وہ آپ کے سامنے ہے۔ قرآن مجید اسی حقیقت کا اظہار فرماتا ہے۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ۔ سورہ مائدہ آیت ۱۳ میں

ترجمہ:۔ اور ہمیشہ تو مطلع ہوتا رہتا ہے ان کے کسی دغا پر۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ۔ فوائد عثمانی میں ان قرآنی الفاظ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

"ف ۲ یعنی ان کی دغا بازی اور خیانت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے۔ اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ اسی لئے ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی دغا بازی اور مکر و فریب پر آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں"

ناظرین کرام: بائبل کے مندرجہ بالا مقامات کو آپ نے پڑھ لیا ہے جن سے صاف ظاہر ہے کہ ان مقامات کا غلط ترجمہ کر کے بشارات میں گڑبڑ پیدا کی گئی ہے

www.toobaaelibrary.com

اسی لئے جناب سر سید کہتے ہیں کہ بشارات معمّے اور پہیلی کی مانند بن گئی ہیں جو بغیر کسی کے سمجھانے سے سمجھ میں نہیں آتیں، مگر پادری صاحب ایم۔ اے ہونے کے علاوہ ممبر صاحب بھی ہیں۔ اس لئے آپ نے جناب سر سید کے الفاظ کو سیاسی طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔

صفحات ۳۸ تا ۴۲ مرزا قادیانی اور چوہدری غلام احمد صاحب پرویز سے بات چیت اور صفحہ ۴۳ پر نبی کا فرض منصبی پیشنگوئیاں کرنا نہیں ہوتا درج ہے اس کا جواب گزر چکا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

باب دوم

حضرت مسیح ناصری اور بشارت موسوی

پادری صاحب نے بزعم خود بشارت موسوی کو حضرت مسیح ناصری پر منطبق کیا ہے۔ اس لئے ہم پادری صاحب کے دلائل کی جانچ پڑتال کر کے یہ ثابت کریں گے کہ حضرت عیسیٰ اس بشارت کے مصداق نہیں ہیں۔ اور اجمالی طور پر اس بشارت کو آنحضرت کے لئے ثابت کریں گے۔

ہمارے مخاطب نے انسانی دیانت کو پامال کر کے جو خیانتیں اور فریب کئے ہیں۔ ہم ان کو بھی منظر عام پر لائیں گے۔ صفحات ۴۴ و ۴۵ پر کوئی خاص بات نہیں ہے۔ پادری صاحب ص۴۶ کے آخری حصہ میں بشارت موسوی کو نقل کرتے ہیں۔

" (اے بنی اسرائیل) میں (خداوند) یہ بات تیری اس درخواست کے مطابق کروں گا۔ جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی (دیکھو ۹/۱) کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے (ص۴۶) خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو کہ میں مر نہ جاؤں (دیکھو خروج ۲۰/۱۸-۱۹) اور خداوند نے مجھ (موسیٰ) سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ پس میں (خداوند) ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے (اے موسیٰ) تیری مانند نبی برپا کرتا رہوں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالا کروں گا۔ (دیکھو یرمیاہ ۱/۹) اور جو کچھ میں اس (نبی) کو حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا

www.toobaaelibrary.com

نام سے کرکہیگا نہ سُنے تو مَیں اُس سے حساب لُونگا (دیکھو یرمیا ۲۹/۱۹) صفحہ ۴۷

پادری صاحب کی خیانتیں اور غلطیاں

مجیب: مندرجہ بالا سطور میں پادری صاحب نے انسانی دیانت کو پامال کرتے ہوئے تورات کی عبارت نقل کرتے وقت چند خیانتیں کی ہیں۔

انسانی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ تورات کی آیات کو نقل کرتے وقت ویسے ہی نقل کیا جاتا جس طرح تورات میں مرقوم ہیں۔ اور بعد میں ان کی تفسیر کی جاتی مگر کیا یہ گیا کہ ان ہی آیات میں بائبل کے دیگر مقامات سے حوالہ جات درج کر دیئے نیز ان آیات میں خطوط وحدانی میں جتنے بھی الفاظ لکھے گئے ہیں ان کو اپنی طرف سے لکھا گیا ہے۔

استثناء کے اصل الفاظ	پادری صاحب کے ذاتی الفاظ
۱۔ ×	مَیں
۲۔ اُس	اِس
۳۔ ہوگا	کروں گا
۴۔ تاکہ	کہ
۵۔ ×	پس
۶۔ ایک نبی	نبی
۷۔ برپا کروں گا	برپا کرتا رہوں گا
۸۔ ڈالوں گا	ڈالا کروں گا
۹۔ اسے	اِس۔
۱۰۔ اُن کا استثناء ۱۸/۱۶تا۱۹	×

www.toobaaelibrary.com

باقی باتیں تو چھوڑ دی جاتی ہیں ایک بات پر ضرور غور فرمائیں۔ اصل عبارت یہ ہے " ایک نبی برپا کروں گا "، مگر پادری صاحب نے " نبی برپا کرتا رہونگا " اپنی طرف سے اس لئے لکھا تاکہ بشارت موسوی سے ایک خاص نبی کی بشارت ثابت نہ ہو۔

۵ صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ " لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں (دیوتاؤں) کے نام سے کچھ کہے تو وہ قتل کیا جائے "، کیونکہ " اس نے تم کو خداوند تمہارے خدا سے بغاوت کرنے کی ترغیب دی تاکہ تجھ کو اس راہ سے جس پر خداوند تیرے خدا نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے۔ یوں تو اپنے بیچ میں سے ایسی بدی کو دور کر دینا (استثنار ۱۳/۵ اہلّہ ص ۴۷

پادری صاحب کے مزید چار فریب

مجیب : ناظرین کرام : ہم اہل اسلام استثنار ۱۸/۱۷ تا ۲۲ کی تمام آیات کو اپنے دعویٰ میں پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام آیات بشارت موسوی سے تعلق رکھتی ہیں۔

۱۔ پادری صاحب نے یہ فریب کیا کہ استثنار ۱۸/۲۱ و ۲۲ کی ان دونوں آیات کو نہیں لکھا۔ ان کو نہ لکھنے کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ آپ کی بات بنتی نہ تھی، اور نہ آپ کی تمام بحث پر پانی پھر جاتا تھا۔

۲۔ استثنار ۱۸ باب کی بیسویں آیت " لیکن جو نبی گستاخ ...... وہ نبی قتل

www.toobaaelibrary.com

کیا جائے "جب آپ نے اس آیت کو لکھا تو آپ نے اپنی دیانت اور علمی قابلیت کا یوں مظاہرہ کیا۔ کہ لفظ "نبی" کو ترک کر دیا۔ اور "وہ قتل کیا جائے" تحریر کر دیا

۳:۔ استثنار ۱۸/۲ آیت کو " وہ قتل کیا جائے" اور قوموں کے ساتھ عبارت کو ان الفاظ پر ختم کر کے پھر لفظ "کیونکہ" پر قومے ڈال کر عبارت شروع کر دی اور اس عبارت کو " ایسی بدی کو دور کر دینا" پر ختم کر کے آخر میں استثنار ۱۳/۵ کا حوالہ درج کر دیا۔ بالفاظ دیگر استثنار ۱۸/۲ آیت کے ساتھ استثنار ۱۳/۵ کی آیت کے پہلے الفاظ چھوڑ کر الحاق کر دیا۔

استثنار ۱۳/۵ کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے :۔ " وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے۔ کیونکہ اس نے تم کو خداوند تمہارے خدا سے (جس نے تم کو ملک مصر سے نکالا اور تجھ کو غلامی کے گھر سے رہائی بخشی) بغاوت کرنے کی ترغیب دی تاکہ تجھ کو اس راہ سے جس پر خداوند تیرے خدا نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے۔ یوں تُو اپنے بیچ میں سے ایسی بدی کو دور کر دینا "!

خط کشیدہ الفاظ کو چھوڑ دیا گیا باقی عبارت کو نقل کر دیا۔

۴۔ (دیوتاوں) کی تفسیر اپنی طرف سے لکھ دی اور جو تفسیر خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے اسے ترک کر دیا۔ شاید اسی طرح کی علمی قابلیت اور دیانتداری کے پیش نظر آپ آرچڈیکن کے عہدہ پر فائز اور ممبر منتخب ہوئے ہوں۔

جیساکہ پادری صاحب نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ آپ نے اسلام کو بشارت موسوی کے دلائل کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ ویسے یہ بات بڑی ہی اوپری اور صداقت سے بالکل خالی نظر آتی ہے کیونکہ جب آپ نے اس بشارت کو اپنی صداقت کے لئے ہم اہل اسلام کے سامنے پیش کیا۔ تو پادری صاحب کو متعدد فریب۔ کئی غلطیاں، جھوٹ اور لیتے پڑے حتیٰ کہ اپنی بائبل کی ناراضگی

www.toobaaelibrary.com

بھی لینا پڑی۔ یہ سب کچھ اس امر کی بیّن دلیل ہے۔ کہ بشارت موسوی حضرت عیسےٰؑ کے حق میں نہیں بلکہ صرف آنحضرتؐ کے ہی حق میں وارد ہوئی ہے

پادری صاحب کے صفحات ۴۸ تا ۵۰ کے کلام کا خلاصہ یوں ہے۔

"ناظرین پر اب ظاہر ہو گیا ہو گا کہ توراۃ شریف کے اس مقام میں خدا کی طرف سے نہ تو کوئی بشارت موجود ہے اور نہ حضرت موسیٰ کے ہزاروں برس بعد آنے والے کسی خاص ایک نبی کی پیشنگوئی موجود ہے۔ بلکہ ان آیات میں خدا کا ایک امتناعی حکم ہے کہ قوم بنی اسرائیل مشرکانہ مکروہات سے قطعی پرہیز کرے اور یہ حکم ہے وہ مشرک فالگیروں کی بجائے مامورمن اللہ انبیاء کی طرف رجوع کیا کرے جن کو وہ برپا کیا کرے گا۔ جس طرح اس نے حضرت موسےٰ کو برپا کیا تھا" صفحہ ۵۱

پادری صاحب کے صفحات ۵۲ تا ۵۵ کے کلام کا نتیجہ ملاحظہ فرمائیے۔

"**نتیجہ**: پس ثابت ہو گیا کہ توریت شریف کی کتاب استثناء کی مندرجہ بالا آیات میں کوئی بشارت موجود نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی خاص ایک نبی کی بشارت ہو جو حضرت موسےٰ کے ہزاروں سال بعد آنے والا تھا بلکہ مقام زیر بحث میں خدا کی طرف سے ممانعت کے احکام اور سلسلہ نبوّت کے قیام اور تعذیب کے وعدے موجود ہیں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ان آیات میں کوئی خاص نبی مراد نہیں بلکہ ان میں ایسے ہر نبی کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہو کر قوم یہود کی طرف بھیجا گیا" صفحہ ۵۵-۵۶

مجیب: مندرجہ بالا سطور سے صاف ظاہر ہے کہ پادری صاحب کہتے ہیں کہ زیر بحث مقام میں ایک خاص نبی کی بشارت نہیں اور بنی اسرائیل میں سلسلہ انبیاءؑ مراد ہے مگر مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر زیر بحث بشارت میں صرف "ایک نبی کی بشارت" کا ہی ذکر ہے۔ اور سلسلہ انبیاءؑ بنی اسرائیل کا ذکر نہیں ہے۔

www.toobaaelibrary.com

سات وجوہات

۱۔ تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا جو کچھ میں اسے حکم دونگا۔ وہی وہ ان سے کہیگا۔ جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔

بشارت موسوی کے یہ تمام الفاظ اپنے منہ سے یہ شہادت دیتے ہیں کہ ان کو صرف خاص ایک نبی کی بشارت کے لئے ہی استعمال کیا گیا ہے۔ جس انسان کے دماغ میں تھوڑی سی بھی عقل موجود ہے وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ مقام ایک ہی نبی کی بشارت دیتا ہے۔ اور اس میں سلسلہ انبیاءؑ کا ذکر تک نہیں۔

۲۔ "اور اس وقت سے اب تک نبی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا" استثنار ص ۳۴/۱۰

اس مقام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں کئی نبی گزر چکے تھے۔ اور ان میں کوئی نبی بھی حضرت موسیٰؑ کی مانند نہیں گزرا تھا۔ اگر زیر بحث بشارت میں حضرت موسیٰؑ نے ایک خاص نبی کی بشارت نہ فرمائی ہوتی تو پھر خط کشیدہ الفاظ کا کیا مطلب؟ نیز اگر بالفرض اس مقام میں سلسلہ انبیاءؑ کا ذکر ہوتا تو نبی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ کے بعد کئی انبیاءؑ گزر چکے تھے۔

بہر حال خط کشیدہ الفاظ ہمارے قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ خود پادری صاحب کے الفاظ بھی ہماری تصدیق کرتے ہیں۔

پادری صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

"لیکن یہ آیت خود فیصلہ کر رہی ہے کہ نبی قوم اسرائیل ہی سے ہوگا اور اس میں دو دو باتیں زمانہ کو مقید کرتی ہیں۔ یعنی (۱) لفظ "اب تک" اور (۲)

www.toobaaelibrary.com

فقرہ "جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں" (۱) لفظ اب تک سے صاف عیاں ہے کہ آئندہ زمانہ میں بنی اسرائیل میں کوئی ایسا نبی ظاہر ہوگا جس سے خداوند روبرو باتیں کرے گا۔ لیکن یہ آیت اس امر کو بالکل صاف اور واضح کردیتی ہے کہ نبی قوم اسرائیل ہی سے ہوگا ورنہ بنی اسرائیل کی قید اس مقام میں کیوں آتی؟ لفظ اب تک کی قید بھی اس بات کو ظاہر کردیتی ہے کہ جس زمانہ میں یہ آیت لکھی گئی تھی اس وقت تک کوئی ایسا نبی نہیں اٹھا تھا جس سے خداوند نے موسیٰ کی طرح روبرو باتیں کی ہوں" ص ۹۹۔۱۰۰

اور باتیں تو آگے چل کر خود بخود حل ہوجائیں گی مگر اس جگہ یہ بات تو بخوبی ثابت ہوگئی کہ پادری صاحب کے نزدیک بشارت موسوی ایک خاص نبی کی بشارت ہے۔

۳۔ "اور یوحنّا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تُو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تُو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں کیا تُو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں"۔ یوحنّا ۱/۱۹ تا ۲۱

اگر زیر بحث بشارت میں سلسلہ انبیاءؑ بنی اسرائیل کا ذکر ہوتا تو حضرت یحییٰؑ فرما دیتے کہ "میں اسی سلسلہ سے تعلق رکھتا ہوں"، کیونکہ آپؑ بنی اسرائیل سے تھے۔ لیکن آپؑ نے ایسا نہیں فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰؑ، کاہن اور لاویوں کے نزدیک بشارت موسوی ایک خاص نبی کے لئے ہی بیان ہوئی تھی۔ اسی لئے انہوں نے "**وہ نبی**" کا سوال کیا۔

www.toobaaelibrary.com

لطف کی بات یہ ہے کہ " وہ نبی" پر یوحنا ۱/۱۹ تا ۲۱ پر جس حوالہ کا نشان دیا گیا ہے وہ بشارت موسوی یعنی استثناء ۱۸/۱۶ کا ہی ہے۔

۴۔ جناب پطرس نے حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی کے بعد جو تقریر یہ فرمائی تھی اس میں آپ نے بشارت موسوی کو نقل کیا ہے جیسا کہ اعمال ۳/۲۱ تا ۲۴ سے ظاہر ہے اگر زیر بحث بشارت میں ایک خاص نبی کی خبر نہ ہوتی تو جناب پطرس اس مقام پر کبھی بھی اسے نقل نہ کرتے پس معلوم ہوا کہ بشارت موسوی ایک خاص نبی کی بشارت ہے۔

جناب پطرس کے الفاظ اور ان پر مکمل بحث بشارت کے آخر میں " جناب پطرس کی تقریر" کے عنوان سے آئے گی۔ انشاء اللہ

۵۔ پادری فانڈر صاحب میزان الحق حصہ سوم باب ۲ میں لکھتے ہیں۔

" یہ پیشنگوئی مسیح کے حق میں تھی نہ کہ حضرت محمد کے حق میں "

ان الفاظ سے یہ تو بخوبی ثابت ہوا کہ پادری صاحب کے نزدیک بشارت موسوی ایک خاص نبی کے لئے ہے۔

۶۔ " اور اس انتظار میں تھے کہ کب کوئی موسیٰ ثانی برپا ہو اور ان کو غلامی سے نجات دلائے " صہ ۵۹

جس حقیقت کو چھپانے کے لئے کئی صفحات لکھے گئے۔ اِدھر اُدھر بھاگنا پڑا اور لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ بالآخر قلم سے نکل ہی گیا کہ "کب کوئی موسےٰ ثانی برپا ہو" یعنی حضرت موسیٰؑ کی مانند۔ اگر زیر بحث مقام میں ایک خاص نبی کی بشارت سرے سے موجود نہ تھی اور حضرت موسیٰؑ کے ہزاروں سال بعد آنے والے ایک نبی کا ذکر نہ تھا تو پھر۔ انتظار۔ موسیٰؑ ثانی اور نجات دلائے۔ ان الفاظ کا کیا

www.toobaaelibrary.com

مطلب؛ بہرحال ان الفاظ سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ بشارت موسوی خاص ایک نبی کے لئے ہی بیان ہوئی ہے۔ اندرون خانہ بھی یہی بات ہے

۷۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے اپنی کتاب " قدامت و اصلیت اناجیل اربعہ" جلد اوّل میں لکھتے ہیں۔ " موسیٰ کی مانند نبی" کی پیشنگوئی کا اطلاق آنخداوند پر کیا گیا ہے" ص ۲۰۸ بار دوم۔

بہرحال پادری صاحب کے قلم سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ استثناء ۱۸/۱۸ کا مقام ایک خاص نبی کی بشارت دیتا ہے۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ اس پیشنگوئی کا اطلاق حضرت عیسیٰؑ پر کیا گیا ہے یہ سفید جھوٹ ہے۔ یہ بات " جناب پطرس کی تقریر" میں خوب روشن ہو جائے گی۔ انشاء اللہ

پادری صاحب لکھتے ہیں :۔ " قرآن مجید مذکورہ بالا آیات کا مفہوم بایں الفاظ ادا کرتا ہے :" موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم خدا کی وہ نعمت جو تم پر ہے یاد کرو۔ اس نے تم میں نبی پیدا کئے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو جہان میں کسی کو نہ دیا تھا" (سورت مائدہ آیت ۲۳) پھر کہتا ہے " خدا نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں بارہ سردار بر پا کئے اور اللہ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نمازیں پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہمارے نبیوں پر ایمان لاتے رہو اور ان کی مدد کرتے رہو۔ اور خدا کو قرض حسنہ دیتے رہو۔ تو میں تم سے تمہاری بدیاں دور کر دوں گا۔ اس کے بعد تم میں سے جو کوئی انحراف کریگا۔ تو وہ بے شک سیدھی راہ سے بھٹک گیا سو ان کی عہد شکنی کے سبب ہم نے ان کو پھٹکار دیا اور ان کے دل سیاہ کر دیئے (مائدہ ع ۳)" ص ۵۱، ۵۲۔

مجیب : ناظرین کرام ! بشارت مذکورہ اور ان قرآنی آیات کو توجہ

www.toobaaelibrary.com

سے پڑھنے کے بعد آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ کیا ان دونوں مقامات میں ایک ہی مفہوم ہے یا زمین و آسمان کا فرق ہے؟

پادری صاحب لکھتے ہیں "پس جس زمانہ میں خداوند یسوع مبعوث ہوئے قوم اسرائیل اس خداوندی وعدہ کے پورا ہونے کی انتظار میں آنکھیں لگائے بیٹھی تھی۔ جس کا ذکر کتاب استثنار کی آیات زیر بحث میں موجود ہے۔ کہ اے قوم اسرائیل میں خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے نبی برپا کرونگا۔ جس طرح میں نے موسٰی کو برپا کیا تھا۔ لہذا جب کوئی شخص خداوند کی طرف سے آنے کا دعوٰی کرتا تو سب کہہ ومہ اس کے پاس دوڑتے جاتے اور اس سے پوچھتے "کیا تُو وہ نبی ہے؟" (متی ۱۱ ۳-۵۔ یوحنا ۲ ۱/۲۱) یا سب اپنے اپنے دل میں سوچتے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں" (لوقا ۳ ۱۵/۳) کیونکہ ان کا یہ ایمان تھا کہ خدا بنی اسرائیل کی گریہ وزاری کو سن کر حسب وعدہ ان میں نبی برپا کرے گا۔ جو قوم کو چھٹکارا دلائے گا۔" صنـ ۶۰

مجیب: اس مقام پر آپ نے اپنے نظریہ میں سیاسی لچک پیدا کی ہے کیونکہ آپ نے اس مقام پر یہ کھیل کھیلا ہے۔ کہ بشارت موسوی کے مصداق حضرت عیسٰیؑ ہیں۔ اسی لئے حضرت عیسٰیؑ کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور جو حوالہ جات تحریر کئے گئے ہیں۔ ان میں بھی آپ نے فریب کیا ہے۔ اب ہم ان حوالہ جات کو اصلی الفاظ میں لکھتے ہیں۔ تاکہ پادری صاحب کی علمی قابلیت اور انسانی دیانت ظاہر ہو سکے۔ حوالہ جات پر نمبر ہم نے لگائے ہیں۔ تاکہ آپ کو جواب سمجھنے میں آسانی رہے۔ استثنار کی عبارت پر آگے چل کر کلام کریں گے۔ انشاء اللہ

حوالہ نمبر ۱:۔ "یہ یوحنا اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا تھا اور اس کی خوراک ٹڈیاں اور جنگلی شہد تھا ۱۳/

www.toobaaelibrary.com

وقت یروشلیم اور سارے یہودیہ اور یردن کے گرد و نواح کے سب لوگ نکل کر اس کے پاس گئے۔ اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے دریائے یردن میں اس سے بپتسمہ لیا مگر جب اس نے بہت سے فریسیوں اور صدوقیوں کو بپتسمہ کے لئے اپنے پاس آتے دیکھا تو اُن سے کہا کہ اے سانپ کے بچّو! تم کو کس نے جتا دیا کہ آنے والے غضب سے بھاگو" متی ۳/۴ تا ۷ یاد رہے آیت نمبر ۴ کو ہم نے اپنی طرف سے اس لئے لکھا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ باتیں کس کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

پادری صاحب نے یہ مقام اس لئے درج کیا ہے۔ کہ حضرت یوحنّاؑ سے لوگوں نے آپؑ کی نبوّت کے بارے میں سوال کیا تھا حالانکہ ان آیات میں کوئی سوال مرقوم نہیں۔

حوالہ نمبر ۲:۔ "کیا تو ایلیاہ ہے! اس نے کہا میں نہیں ہوں کیا تو وہ نبی ہے"۔ یوحنّا ۱/۲۱ پادری صاحب کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی نبی آتا تو قوم اس سے پوچھتی "کیا تو وہ نبی ہے"۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ "وہ نبی" کا سوال صرف حضرت یوحنّاؑ سے ہوا تھا۔ اور کسی نبی کے ساتھ یہ معاملہ پیش نہیں آیا۔

حوالہ نمبر ۳:۔ "جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنّا کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں" لوقا ۳/۱۵

پادری صاحب نے خط کشیدہ الفاظ کو جان بوجھ کر اس لئے ترک کیا تاکہ یہ عبارت حضرت مسیحؑ پر منطبق ہو جائے حالانکہ انجیل نویس اس مقام کو یوحنّاؑ کی بابت لکھتا ہے۔ مگر آپ اسے حضرت عیسیٰؑ پر صادق کرتے ہیں۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت یوحنّاؑ سے لوگوں نے آپؑ کی بابت "وہ نبی" کا سوال کیا اسی طرح لوگوں نے آپؑ کی بابت مسیحؑ کا بھی خیال کیا

www.toobaaelibrary.com

وہ نبی کون ہے ؟

چونکہ اس مقام پر "وہ نبی" کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ یہ تحریر کر دیا جائے کہ "وہ نبی کون ہے"؟

یوحنا ۱ : ۱۹ تا ۲۱ یہ عبارت "سات وجوہات" کے تحت نمبر ۳ میں گزر چکی ہے اور اسی باب کی ۲۵ آیت یہ ہے۔

"انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے ؟"

مندرجہ بالا الفاظ سے خوب روشن ہے کہ حضرت یحییٰ ؑ کے وقت میں لوگ تین حضرات انبیاء ؑ کی تشریف آوری کے قائل تھے۔ اسی لئے انہوں نے تینوں حضرات کی بابت علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا نام لیکر سوالات کئے۔

۱۔ حضرت ایلیاہ ؑ ۲۔ حضرت مسیح ؑ ۳۔ حضرت وہ نبی ؐ

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں متفرق اور مختلف مقدس ہستیوں کے مصداق کون کون حضرات ؑ ہیں ؟ سب سے پہلے حضرت ایلیاہ ؑ کا ذکر ہے۔ اس لئے پہلے آپ ؑ کی بابت تحریر کیا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے حضرت یوحنا ؑ کی بابت ارشاد فرمایا "اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے"۔ متی ۱۱/۱۴۔ بات صاف ہو گئی کہ بفرمان حضرت عیسیٰ ؑ حضرت یوحنا ؑ حضرت ایلیاہ ؑ کے مصداق ہیں۔

حضرت عیسیٰ ؑ کا اپنی بابت دعویٰ

اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ حضرت عیسےٰ ؑ نے اپنی بابت کیا دعویٰ فرمایا تھا ؟
"کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند"

www.toobaaelibrary.com

لوقا ۲۰/۱۱ نیز "شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا مبارک ہے تو شمعون بر یوناہ کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے" متی ۱۶/۱۶-۱۷

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ علیہ السلام کو "مسیح علیہ السلام" جانتے تھے۔ پس یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام کے مصداق ہیں۔

وہ نبی کا مصداق کون ہے؟

جس طرح حضرت ایلیاہ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام دونوں جدا جدا ہستیاں ہیں اسی طرح "وہ نبی" بھی ان دونوں کے علاوہ جدا شخصیت ہے۔

پہلے دونوں حضرات کے نام لئے گئے مگر "وہ نبی" کی بعثت کی پیشنگوئی اتنی مشہور و معروف تھی کہ ان لوگوں کو نام لیکر سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی بلکہ صرف "وہ نبی" کہنا ہی کافی سمجھا گیا۔ نیز بشارت موسوی کے پیش نظر "مثیل موسےٰ علیہ السلام" "وہ نبی" سے تعبیر کئے جاتے تھے۔ "وہ نبی" جس کا ذکر خیر دونوں نبیوں کے بعد آیا ہے اس کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مسیح علیہ السلام تھے تو آپ علیہ السلام مسیح علیہ السلام کے نام سے مشہور ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے مصداق تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس نبی کی تشریف آوری کا ذکر اپنی بشارت میں فرمایا تھا اگر اس کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا جائے تو یہ بات کسی حال میں بھی درست اور صحیح نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بابت "مثیل موسےٰ علیہ السلام" اور "نبی موعود" ہونے کا دعوٰی ہی نہیں فرمایا۔ چونکہ آپ علیہ السلام مسیح علیہ السلام تھے اس لئے آپ علیہ السلام نے مسیح علیہ السلام ہونے کا دعوٰی

www.toobaaelibrary.com

فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ ہی وہ نبی کے مصداق ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ کاہن لاوی اور دوسرے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ "وہ نبی" اور "مسیحؑ" کو جدا جدا اور الگ شخصیتیں مانتے تھے۔ دراصل یہ دونوں الفاظ ایک ہی شخصیّت یعنی حضرت عیسیٰؑ کے لئے بولے گئے ہیں۔ پس وہ نبیؐ کے مصداق حضرت عیسےٰؑ ہیں۔

تو عرض یہ ہے۔ کہ جبکہ حضرت عیسیٰؑ نے خود اپنی بابت وہ نبی کے مصداق ہونے کا دعویٰ ہی نہیں فرمایا تو پھر آپؐ کی مخالفت پر کمر باندھ کر ہم کیونکہ یہ بات حضرت عیسےٰؑ کے حق میں بلا دلیل تسلیم کر لیں۔ نیز اگر بالفرض تمام لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا تھے تو پھر حضرت یوحنّاؑ نے ان کی اس غلطی کا ازالہ کیوں نہ فرمایا؟ حالانکہ نبوت کا اہم فریضہ لوگوں کی غلطیوں کو دور اور اصلاح کرنا ہوتا ہے۔ حضرت یوحنّاؑ کا ان لوگوں کو غلط فہمی کا الزام نہ دینا اور قصور وار نہ ٹھہرانا اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نبیؐ حضرت یحییٰؑ بھی "وہ نبیؐ" اور "مسیحؑ" کو جدا جدا اور الگ الگ متبرک ہستیاں جانتے اور مانتے تھے۔ اسی لئے یہودی لوگ آنحضرتؐ کے وقت میں بھی "نبی موعود" کے منتظر تھے اس بات کا اقرار ہمارے مخاطب کو بھی ہے جیسا کہ دیباچہ صد ۲-۳ کے جواب میں گزرا۔

پس یہ بات خوب روشن ہو گئی۔ کہ "وہ نبی" کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔

"آنخداوند کی آمد اور آیات زیر بحث: جب انتظار کرنے والوں کے گروہ کثیر نے خداوند یسوع کے کلام اور کام کو دیکھا تو اُن کو قدرت والا پایا۔ (لوقا ۳۲/۱۹) اور ان میں سے بہتیرے ایمان لے آئے۔ (یوحنّا ۷/۳۱ وغیرہ)" صد ۶۰

www.toobaaelibrary.com

مجیب: پہلا حوالہ۔" اس نے ان سے کہا کیا ہوا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا یسوع ناصری کا ماجرا جو خدا اور ساری امت کے نزدیک کام اور کلام میں قدرت والا نبی تھا۔" لوقا ۲۴/۱۹۔ مسیحی عقیدہ کے مطابق حضرت مسیحؑ مصلوب ہوکر جب دوبارہ زندہ ہوئے تو آپؑ دو آدمیوں کے ساتھ چلنے لگے یہ دونوں آدمی آپؑ کی مصلوبی کی باتیں کر رہے تھے۔ کلیپاس نامی ایک آدمی نے مندرجہ بالا الفاظ حضرت مسیحؑ سے کہے۔ ان الفاظ میں خط کشیدہ الفاظ بتاتے ہیں۔ کہ آپؑ "ناصری" اور "قدرت والے" نبی تھے۔ بشارت موسوی کے مصداق ہرگز ہرگز نہ تھے۔ کیونکہ اس بشارت میں یہ دونوں الفاظ نہیں ہیں نیز حضرت مسیحؑ نے بشارت موسوی کے مصداق ہونے کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا۔

یہ بات یاد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی بابت خط کشیدہ الفاظ میں کلام نہیں بلکہ کلام اس میں ہے کہ آپؑ بشارت موسوی کے مصداق ہیں یا نہیں؟ ہم اہل اسلام حضرت مسیحؑ کو "ناصری نبی" مانتے ہیں مگر بشارت موسوی کے الفاظ "مثیل موسیٰؑ" "ایک نبی" اور "وہ نبی" کا مصداق صرف آنحضرتؐ کو ہی مانتے ہیں جیسا کہ وہ نبی کون ہے؟ کے بیان میں گزرا۔

پادری صاحب نے اس آیت کو نقل کرتے وقت دو فریب کئے ہیں اوّل "قدرت والا" کے ساتھ لفظ "نبی" ہے۔ اسے نہیں لکھا۔ دوم۔ لفظ "یسوع" کے ساتھ لفظ "ناصری" ہے اس کو بھی نہیں لکھا۔ ان الفاظ کو اس لئے ترک کیا گیا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ "مسیح ناصری" ثابت نہ بلکہ بشارت موسوی کے مصداق بن جائیں۔

دوسرا حوالہ: "مگر بھیڑ میں سے بہتیرے اس پر ایمان لائے اور کہنے لگے کہ مسیح جب آئے گا تو کیا ان سے زیادہ معجزے دکھائیگا جو اس نے دکھائے

www.toobaaelibrary.com

یوحنا ۲۱/۷

اس مقام سے بھی ہماری بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زیر بحث بشارت کے مصداق نہیں بلکہ آپؑ "مسیحؑ" والی بشارت کے مصداق ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا لفظ "مسیحؑ" سے ظاہر ہے۔ نیز اس مقام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ "مسیح موعود" اور "وہ نبی" یعنی "نبی موعود" کی دونوں بشارتیں دو مختلف اور متفرق ہستیوں کے حق میں جدا جدا بیان ہوئی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ "مسیح موعود" تھے اس کے علاوہ "مسیح" کی بابت بشارت تمام حضرات انبیاءؑ نے کی تھی جیسا کہ اعمال ۳/۱۸ " (مگر جن باتوں کی خدا نے سب نبیوں کی زبانی پیشتر خبر دی تھی کہ اس کا مسیح دکھ اٹھائے گا وہ اس نے اسی طرح پوری کیں)" کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰؑ کے حق میں تھی۔

حضرت موسیٰؑ نے "نبی موعود" کی بشارت تنہا اور اکیلے تفصیل سے بیان فرمائی تھی۔ اور یہ بشارت صرف آنحضرتؐ کے حق میں ہے اسی بشارت کے پیش نظر حضرت یوحناؑ سے لوگوں نے تین جدا جدا حضرات انبیاءؑ کا نام لیکر سوال کیا تھا جیسا کہ پہلے گزرا۔ پادری صاحب نے اس دوسرے حوالہ میں بھی ایک فریب کیا ہے کہ پوری آیت کو اس لئے نقل نہیں کیا کیونکہ اس میں لفظ "مسیح" ہے جو آپ کی بات بننے نہیں دیتا تھا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:۔ " ان ایمانداروں نے دوسروں کو بھی آپ کی خبر دے کر کہا جس کا ذکر موسےٰ نے توریت میں کیا ہے وہ ہم کو مل گیا ہے۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے"۔ (یوحنا ۱/۴۵-۴۶) " ص ۶۱

مجیب: پادری صاحب نے اس مقام پر دو حوالے درج کئے ہیں اب آپ پہلا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

www.toobaaelibrary.com

پہلا حوالہ: " ان دونوں میں سے جو یوحنّا کی بات سُن کر یسوع کے پیچھے ہو لئے تھے ایک شمعون پطرس کا بھائی اندریاس تھا۔ اس نے پہلے اپنے سگے بھائی شمعون سے مل کر اس سے کہا کہ ہم کو خرستس یعنی مسیح مل گیا" یوحنّا ۱: ۴۰-۴۱

یاد رہے کہ آیت ۴۱ کو ہم نے اپنی طرف سے لکھا ہے۔

دوسرا حوالہ: " فلپس نے نتن ایل سے مل کر اس سے کہا کہ جس کا ذکر موسےٰ نے توریت میں" اور نبیوں نے " کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے" یوحنّا ۱: ۴۵

غور کا مقام ہے کہ خط کشیدہ الفاظ کو چھوڑ کر نئے زاویہ کو یوں عملی جامہ پہنایا گیا ہے کہ " اور نبیوں نے " کے الفاظ کو نہیں لکھا گیا۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

ان الفاظ کو لکھنے سے آپ کا مقصد فوت اور کھیل بگڑ جاتا تھا۔ بالفاظ دیگر حضرت عیسےٰ بشارت موسوی کے مصداق نہیں بنتے تھے اس لئے پادری صاحب نے انجیل کے ان الفاظ کو ہضم کر لیا۔

وہ مانگے تھا دام جیب میں پائی نہ تھی
اس لئے تصویر جاناں ہم نے بنوائی نہ تھی

بھلا جب بائبل آپ کی بات بننے نہیں دیتی تو پھر فریب سے کیسے بن جائے گی۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ پادری صاحب نے اس آیت کو لکھ کر اس بات پر ایک اور دلیل مہیا کر دی ہے کہ زیر بحث بشارت یقیناً ایک خاص نبی کی بشارت ہے۔

پادری صاحب کی دلیل کے جوابات

۱۔ اب پادری صاحب کی دلیل کے جوابات ملاحظہ فرمائیے یوحنّا ۱: ۴۰-۴۱-۴۵

www.toobaaelibrary.com

کی عبارات گزر چکی ہیں۔ یوحنا ۱/۴۱ میں لفظ "مسیح" اور ۱/۴۵ میں لفظ "ناصری" ہیں ان دونوں آیات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام "مسیح ناصری" تھے۔ اور جو بشارت حضرت موسےٰ علیہ السلام اور نبیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بابت ارشاد فرمائی تھی اس کے الفاظ بھی یہی تھے۔ اس کی تصدیق متی ۲/۲۳ اور اعمال ۳/۱۸ سے بھی ہوتی ہے۔ پس یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی بشارت کے مصداق تھے کیونکہ آپ علیہ السلام "مسیح ناصری" تھے۔

جو بشارت حضرت موسےٰ علیہ السلام نے تنہا اور اکیلے تفصیل کے ساتھ بحکم خداوندی تورات استثناء ۱۸/۱۸ میں (..... تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا .....) کے الفاظ سے بیان فرمائی تھی اس میں "مسیح ناصری" کے الفاظ نہیں ہیں۔ پس یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشارت موسوی کے مصداق نہیں ہیں۔

ہوں گے اور جو سہیں گے جفائیں تیری
ہم نہیں کسی کا ناز اٹھانے والے

۲۔ اگر بالفرض پادری صاحب کے تحریر کردہ الفاظ کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی آپ کی بات نہیں بنتی کیونکہ جناب فلپس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد ہیں۔ متی ۱۰/۳ اور فلپس شاگرد کا قول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں ہوتا۔ متی ۱۰/۲۴ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بشارت کے مصداق ہونیکا دعویٰ نہیں فرمایا پس بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشارت موسوی کے مصداق نہیں۔

رگ گُل خاک پروانہ عرق شبنم سے
اس نے ترکیب تو سوچی تھی پر دل نہ بنا

۳۔ اناجیل اربعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بابت ۔ ابن آدم ۔ خدا کا بیٹا ۔ اور مسیح

www.toobaaelibrary.com

ہونے کے دعاوی تو کئے مگر آپ ؑ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ "میں بشارت موسوی کے پیشِ نظر استثنار ۱۸/۱۸ کا مصداق ہوں" کیا اس سے یہ حقیقت واضح نہیں ہوتی کہ حضرت عیسٰے ؑ اپنے آپ ؑ کو اس بشارت کا مصداق نہ جانتے اور نہ مانتے تھے۔

۴۔ "کیونکہ اگر تم موسٰے ؑ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے کیونکہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے" یوحنّا ۵/۴۶

"تم کتاب مقدس میں ڈھونڈتے ہو کیونکہ سمجھتے ہو کہ اس میں ہمیشہ کی زندگی تمہیں ملتی ہے۔ اور یہ وہ ہے جو میری گواہی دیتی ہے" یوحنّا ۵/۳۹

ان دونوں مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی ؑ نے فرمایا تھا کہ آپ ؑ کی بابت حضرت موسٰی ؑ نے تورات میں پیشنگوئی لکھی تھی۔ مگر حضرت عیسٰی ؑ نے یہ نشاندہی کہیں بھی نہیں فرمائی کہ "استثنار ۱۸/۱۸ والی بشارت کا میں مصداق ہوں" بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ جب حضرت عیسٰی ؑ نے اس بشارت کی بابت اپنے حق میں دعوٰی ہی نہیں فرمایا تو پھر اسے حضرت عیسٰے ؑ کی مخالفت پر کمر باندھ کر اور انصاف کی راہ سے دور ہو کر کیونکر آپ ؑ کی بابت تسلیم کر لیا جائے ہم اہل اسلام حضرت عیسٰی ؑ کی مخالفت کر کے اپنے ایمان کو برباد نہیں کر سکتے آخر یہودیوں نے آپ ؑ کی مخالفت کر کے سوائے ذلت و رسوائی کے اور کیا حاصل کیا۔

قول فیصل

ہم انجیل یوحنّا ۵/۴۶ و ۵/۳۹ ۔ کی مزید تفسیر و تشریح حضرت عیسٰی ؑ کی زبان مبارک سے نقل کر دیتے ہیں۔ آپ ؑ کے ارشادات کی تفسیر و تشریح آپ ؑ سے زیادہ کوئی نہیں کر سکتا اور یہ تفسیر قول فیصل اور مقام آخر کا درجہ رکھتی ہے حضرت عیسٰی ؑ کا فرمان مبارک لوقا میں یوں ہے "اس نے ان سے کہا اے نادانو اور نبیوں کی سب

www.toobaaelibrary.com

باتوں کے ماننے میں سست اعتقاد و۔ کیا مسیح کو یہ دکھ اٹھا کر اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا پھر موسیٰ سے اور سب نبیوں سے شروع کر کے سب نوشتوں میں جتنی باتیں اس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں وہ ان کو سمجھا دیں" ۲۴ / ۲۵ تا ۲۷ نیز اسی باب میں ہے کہ "پھر اس نے اُن سے کہا یہ میری وہ باتیں ہیں جو میں نے تم سے اس وقت کہی تھیں جب تمہارے ساتھ تھا کہ ضرور ہے کہ جتنی باتیں موسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبور میں میری بابت لکھی ہیں پوری ہوں پھر اس نے ان کا ذہن کھولا تا کہ کتاب مقدس کو سمجھیں۔ اور ان سے کہا یوں لکھا ہے کہ مسیح دکھ اٹھائے گا۔ اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھے گا" ۴۴ تا ۴۶ آیات

مسیحی عقیدہ کے مطابق جب حضرت مسیحؑ دوبارہ زندہ ہوئے اور اپنے شاگردوں کو نظر آئے تو آپؑ نے مندرجہ بالا الفاظ فرمائے تھے۔ یہ دونوں مقامات نہایت صفائی کے ساتھ یہ بات بتاتے اور اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو وہ تمام نوشتے بتلا دیئے تھے جن میں آپؑ کی بابت پیشگوئیاں موجود تھیں یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ حضرت عیسیٰؑ نے تورات۔ نبیوں کے صحیفوں۔ اور زبور سے اپنی بابت یہ شہادت دی کہ آپؑ "مسیحؑ" تھے جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے۔

پس یہ بات نصف النہار کی طرح روشن ہو گئی کہ حضرت عیسیٰؑ نے تورات کی اس بشارت کا مصداق ہونے کا دعویٰ فرمایا جس میں "مسیحؑ" کا ذکر تھا۔ پس آپؑ مسیحؑ ثابت ہوئے اور بشارت موسوی میں لفظ "مسیحؑ" موجود نہیں اور نہ آپؑ نے اس بشارت کے مصداق ہونیکا اپنے حق میں دعویٰ فرمایا پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ زیر بحث بشارت کے مصداق ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

ے ثابت تو لہو کے اشکوں سے ہوتا ہے کہ دل کا خون ہوا
پر عقل گواہی دیتی ہے کہ من آپ ہی اپنا قاتل ہے

قرآن مجید کا دعوےٰ

لگے ہاتھوں یہ بھی سن لیجئے کہ قرآن مجید نے آنحضرتؐ کی بابت یوں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ط — ترجمہ: بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا بتانے والا تمہارا جیسے ہم نے بھیجا فرعون کی طرف رسول۔ سورہ مزمل آیت ۱۵

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس رسول کا کہاں ذکر ہے؟ تو قرآن مجید نے دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا۔

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ — ترجمہ: جس پیغمبر کو اپنے پاس تورات میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ سورہ اعراف آیت ۱۵۳

یہود آنے والے نبی کے انتظار میں بیٹھے تھے (جیسا کہ دیباچہ میں گزرا) اور یہ مقام استثناء ۱۸/۱۸ میں ہے یعنی جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تھا اسی طرح آنحضرتؐ کو تمہاری طرف بھیجا ہے۔ اور بشارت موسوی کے الفاظ "میری مانند" کا یہی مطلب ہے۔

اب انصاف و دیانتداری اور علمی دنیا میں جس دعویٰ کا کوئی گواہ اور دلیل نہ ہو وہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اور جس دعویٰ پر گواہ اور دلیل موجود ہو وہ دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے۔ پس اس لحاظ سے ہمارے دعویٰ کے مطابق دلیل موجود ہے لہذا ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ کہ بشارت موسوی کے مصداق حضرت عیسیٰؑ نہیں بلکہ اس

www.toobaaelibrary.com

کے صحیح مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔

~ میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "حضرت کلمتہ اللہ کے سامعین میں سے جس نے بھی خداوند کے کلام معجز نظام کو سُنا اس نے کہاں بے شک یہ ذہ نبی ہے"۔ یوحنا ۷/۴۰ " صد ۶۱

مجیب: اس آیت کو نقل کرتے وقت پادری صاحب نے یہ فریب کیا ہے کہ اس سے اگلی آیات کو نہیں لکھا۔ اگر اگلی آیات لکھ دی جاتیں تو آپ کی دال نہیں گلنی تھی۔ اگلی آیات ملاحظہ فرمایئے۔

"پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بیشک یہی وہ نبی ہے۔ اوروں نے کہا یہ مسیح ہے۔ اور بعض نے کہا کیوں؟ کیا مسیح گلیل سے آئیگا؟ کیا کتاب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئیگا جہاں کا داؤد تھا؟ پس لوگوں میں اس کے سبب سے اختلاف ہوا۔" یوحنا ۷/۴۰ تا ۴۲

تین باتیں

مندرجہ بالا آیات سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ لوگ "وہ نبی" اور "مسیح" کو جدا جدا اور الگ الگ جانتے تھے۔

۲۔ لوگ بشارت موسوی کو خاص ایک نبی کی بشارت جانتے اور مانتے تھے اسی لئے وہ لوگ "وہ نبی" کا ذکر کرتے تھے۔

۳۔ لوگوں میں سے کوئی حضرت عیسیٰؑ کو مسیحؑ اور کوئی آپؑ کے مسیحؑ ہونیکا منکر اور کوئی آپؑ کو اپنی ذاتی رائے سے وہ نبی خیال کرتا تھا۔ اور کوئی اس

www.toobaaelibrary.com

بات کا انکار کرتا تھا۔

بہر حال حضرت عیسیٰ کی بابت ان لوگوں میں ایک یقینی بات پر اتفاق و اتحاد نہ بلکہ سخت اختلاف تھا۔ جس طرح بعض کا حضرت عیسیٰ کے مسیح ہونیکا انکار کرنے کا قول باطل ہے اسی طرح ان کا وہ نبی کا قول بھی قابل حجت نہیں۔ عوام کی مختلف رائے سے یہ دلیل لانا کہ حضرت عیسےٰ بشارت موسوی کے مصداق ہیں یقیناً غلط ہے کیونکہ دین کی باتیں عوام کے اقوال سے نہیں بلکہ نبی کے فرمان سے ثابت ہوا کرتی ہیں

جب حضرت عیسیٰ نے عام و خاص کے سامنے اپنی بابت مسیح ہونیکا دعویٰ فرما دیا۔ تو پھر آپ کے فرمان کے سامنے کسی کا قول حجت نہیں بن سکتا آپ کا فرمان ہی کافی ہے۔ ایک ایماندار کے لئے یہی بات صحیح ہے ایمان کا بھی تقاضا ہے بشرطیکہ سینہ میں ایمان ہو۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ کی بابت عوام کا یہ بھی قول ہے کہ "بھیڑ کے لوگوں نے کہا یہ گلیل کے ناصرۃ کا نبی یسوع ہے۔" متی ۲۱/۱۱ پس ہر لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ خود اور عوام بھی آپ کو بشارت موسوی کا مصداق نہیں جانتے تھے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں: " دوسرے اشخاص آپ کے معجزات بینات کو دیکھکر بول اُٹھے۔ جو نبی دنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے۔ (یوحنا ۶/۱۴ - ۷/۳۱ وغیرہ" صلا۶۱

مجیب: اصل بات یہ ہے کہ دین میں عوام کا قول حجت نہیں۔

یوحنا ۶/۱۴ کے خط کشیدہ الفاظ میں لفظ "نبی" اور یوحنا ۷/۳۱ میں لفظ "مسیح" ہے۔ (یوحنا ۷/۳۱ کا حوالہ صنا۶ کے جواب میں گزر چکا ہے) ان دونوں مقامات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ "مسیح" کو "نبی" اور "نبی" کو "مسیح" کہا گیا ہے معلوم ہوا

www.toobaaelibrary.com

کہ ان لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ جو "مسیح" دنیا میں آنیوالا تھا وہ حضرت عیسیٰ ؑ ہیں۔ اور "وہ نبی" "مسیح" کے علاوہ شخصیت ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ ؑ بشارت موسوی کے مصداق نہیں ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "عوام الناس بھی آپ کو نبی مانتے اور جانتے تھے۔ متی ۲۱/۴۶" صا۶

مجیب: یہ بات یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی نبوت میں کلام نہیں بلکہ کلام اس میں ہے کہ آپ ؑ بشارت موسوی کے مصداق ہیں یا نہیں۔

مندرجہ بالا الفاظ سے پادری صاحب کی علمی قابلیت خوب ظاہر ہوتی ہے کہ آپ اپنے دعویٰ کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ کی نبوت پر کلام شروع کر دیا ہے۔ آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ بشارت موسوی کے مصداق ہیں اور دلیل میں یہ لکھا گیا ہے کہ "عوام آپ کو نبی مانتے اور جانتے تھے۔"

مندرجہ بالا الفاظ سے معلوم ہوا کہ لوگ حضرت عیسیٰ ؑ کو نبی مانتے تھے مگر زیر بحث بشارت کا مصداق نہیں مانتے تھے۔ بالفاظ دیگر لوگ آپ ؑ کو "مسیح نبی" مانتے تھے۔ بشارت موسوی کے پیش نظر آپ ؑ کو "مثیل موسیٰ ؑ" "نبی موعود" "ایک نبی" یا "وہ نبی" نہیں مانتے تھے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:۔ "اور سب لوگ خدا کی تمجید کر کے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہوا ہے۔ اور خدا نے اپنی امت پر توجہ دی ہے۔ لوقا ۷/۱۶" صا۶

مجیب: پادری صاحب حضرت عیسیٰ ؑ کا قول اپنے دعویٰ میں پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اور بار بار عوام کا قول پیش کرتے ہیں حالانکہ مذہبی دنیا میں عوام

www.toobaaelibrary.com

کے قول کو کوئی وقعت نہیں بلکہ نبی کے فرمان سے بات ثابت ہوا کرتی ہے۔

جس مقام کو آپ نے اپنی دلیل میں پیش کیا ہے۔ اس سے آپ کی بات بالکل نہیں بنتی۔ کیونکہ حضرت عیسٰیؑ کی نبوّت و عظمت میں کلام نہیں ہے بلکہ کلام یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ بشارت موسوی کے مصداق ہیں یا نہیں؟ پادری صاحب کا حضرت عیسٰیؑ کی نبوت و عظمت کا پیش کرنا دراصل کمزوری کی واضح دلیل ہے۔

خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ آپؑ کو "ایک بڑا نبی" خیال کرتے تھے۔ مگر بشارت موسوی کا مصداق نہ مانتے تھے۔ جیسا کہ "وہ نبی کون ہے"؟ اور "قول فیصل" میں گزر چکا ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ بشارت موسوی میں لفظ "بڑا" نہیں ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "خداوند یسوع کو بھی یہ احساس تھا۔ کہ آپ زیر بحث مقام کے وعدہ الٰہی کے مطابق بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے خدا کی طرف سے فرستادہ نبی ہیں۔ (متی ۱۰/۶ ۔ ۱۵/۲۴ ۔ یوحنا ۴/۲۵-۲۶ ۔ ۵/۴۶ ۔ ۹/۳۷ ۔ ۵/۳۹ ۔ لوقا ۷/۱۶ ۔ ۲۴/۱۹-۲۷ وغیرہ)" ص ۶۱

مجیب: یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کو زیر بحث بشارت کے مصداق ہونے کا احساس تھا مگر آپؑ نے اپنی زبان مبارک سے یہ کبھی بھی نہ فرمایا کہ "میں استثناء ۱۸/۱۸ والی بشارت کا مصداق ہوں"

حضرت عیسٰیؑ کو جو احساس تھا اس کو آپؑ نے برملا ارشاد فرما دیا تھا جو "قول فیصل" کے تحت گزر چکا ہے

پادری صاحب نے جو الفاظ لکھے ہیں ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کا دعوٰی نبوت بجا اور درست ہے، مگر آپؑ زیر بحث بشارت کے مصداق نہیں ہیں جن حوالہ جات کو نقل کیا گیا ہے اب ان کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

www.toobaaelibrary.com

متی ۱۰/۱۶ و ۱۵/۲۴ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت صرف بنی اسرائیل کیلئے تھی اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ ان دونوں مقامات کو بشارت موسوی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

یوحنا ۴/۲۵-۲۶ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

"عورت نے اس سے کہا میں جانتی ہوں کہ مسیح جو خرستُس کہلاتا ہے آنے والا ہے جب وہ آئیگا تو ہمیں سب باتیں بتا دیگا۔ یسوع نے اس سے کہا میں جو تجھ سے بول رہا ہوں وہی ہوں" اس مقام میں لفظ "مسیح" موجود ہے۔ اور زیر بحث بشارت میں "لفظ" مسیح" نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ زیر بحث بشارت کے مصداق نہیں بلکہ آپؑ "مسیح ناصری" والی بشارت کے مصداق ہیں۔ یوحنا ۵/۳۹ و ۵/۴۶ پر مفصل کلام "قول فیصل" میں گزر چکا ہے۔

یوحنا ۹/۳۷ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے؛ یاد رہے کہ ۳۵ و ۳۶ آیات کو ہم نے لکھا ہے "یسوع نے سنا کہ انہوں نے اسے باہر نکال دیا اور جب اس سے ملا تو کہا کیا تو خدا کے بیٹے پر ایمان لاتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا اے خداوند وہ کون ہے کہ میں اس پر ایمان لاؤں؟ یسوع نے اس سے کہا تو نے تو اسے دیکھا ہے اور جو تجھ سے باتیں کرتا ہے وہی ہے"۔

پادری صاحب اگر پہلی دونوں آیات کو لکھ دیتے تو بات صاف تھی مگر آپ ایسا کیوں کرتے؟ جبکہ آپ کی قلعی کھلتی اور سارا کھیل بگڑ جاتا تھا۔

اس مقام میں حضرت عیسیٰؑ کا اپنی بابت "ابن اللہ" کا دعویٰ ہے۔ بشارت موسوی کے مصداق ہونیکا کوئی ذکر نہیں۔ زیر بحث بشارت میں "خدا کے بیٹے" کے الفاظ نہیں پس یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ حضرت مسیحؑ اس بشارت کے ہرگز ہرگز مصداق نہیں ہیں۔

لوقا ۷/۱۶ کا جواب "ایک بڑا نبی" میں گزر چکا۔ لوقا ۲۴/۱۹ کا جواب "یسوع ناصری"

www.toobaaelibrary.com

"قدرت والا نبی" کے تحت گزر چکا ہے۔ لوقا ۲۴/۲۷ کا جواب "قول فیصل" میں گزر چکا ہے
پادری صاحب لکھتے ہیں: "آپ یہ جانتے تھے کہ آپ مسیح موعود ابن اللہ ہیں (متی ۱۶/۱۶-۱۷۔ لوقا ۲۱/۴۴ وغیرہ)" صد ۶۱

مجیب: اس مقام سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا اپنے بہت دعویٰ "مسیح موعود" اور "ابن اللہ" کا ہے۔ مگر بشارت موسوی میں یہ دونوں دعوے درج نہیں پس صاف معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ اس بشارت کے مصداق نہیں ہیں۔

اس بشارت کے مصداق صرف آنحضرتؐ ہی کیونکہ آپؐ "نبی موعود" ہیں۔

باقی رہا لوقا ۲۱/۴۴۔ جو بائبل ہمارے پاس ہے اس میں لوقا کے ۲۱ باب کی کل ۳۸ آیات ہیں۔ دلیس بھارت میں پادری صاحب کی ذاتی بائبل میں لوقا ۲۱ باب کی ۴۴ آیات ہوں تو ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔

قسیس معظم۔ آرچڈیکن برکت اللہ صاحب ایم۔ اے ممبر آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کو یہ احساس تھا کہ حضرت یسعیاہ نے اپنے زمانہ کے خادم یہوواہ کے جو کمالات بتلائے ہیں وہ حالاتِ زمانہ کی مطابقت کی وجہ سے آپ کی ذات قدسی صفات میں پائے جاتے ہیں۔ (لوقا ۴/۱۶-۲۳۔ ۱۸/۳۱۔ متی ۹/۱۲۔ مرقس ۱۴/۲۱۔ یسعیاہ ۵۲/۱۳ تا ۵۳/۱۲ وغیرہ)
آپ دیکھتے تھے کہ قوم یہود صریحاً راہ حق سے بھٹک گئی ہے اور خدا نے آپ کو سچائی کی سلطنت کا سلطان مقرر فرما کر ان کی جانب بھیجا ہے (یوحنا ۱۸/۳۴-۳۸) تاکہ ان کے لئے راہِ حق اور زندگی ثابت ہوں اور ان کو خدا کے پاس واپس پھیر لائیں" صد ۶۱

مجیب: پادری صاحب اس بات پر منادی اور وعظ فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نبی برحق ہیں۔ آپ نے تمام حوالہ جات اسی نیک اور عظیم مقصد کے لئے تحریر فرمائے ہیں۔ انسان غلطی کا پتلا ہے۔ اسی کے تحت آپ یہ بات بھول گئے ہیں

www.toobaaelibrary.com

کہ حضرت عیسیٰؑ بشارت موسوی کے مصداق ہیں یا نہیں؟ ویسے دعویٰ آپ کا یہی تھا کہ حضرت مسیحؑ بشارت موسوی کے مصداق ہیں مگر حالات کی مجبوری کی وجہ سے آپ نے دلائل میں حضرت عیسیٰؑ کی نبوت پیش کی۔ آپ نے اپنی علمی قابلیت کی بنا پر جتنے بھی حوالہ جات پیش فرمائے ہیں ان میں سے کسی ایک سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت عیسےٰؑ نے اپنے آپؑ کو بشارت موسوی کا مصداق قرار دیا ہو۔ جبکہ ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰؑ بشارت موسوی کے مصداق نہیں ہیں۔ ممبر صاحب نے حضرت یسعیاہؑ کا ذکر خیر اور آپؑ کی کتاب سے حوالہ جات کو نقل فرما کر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت یسعیاہؑ کی بشارات کے مصداق تو ہیں، مگر بشارت موسوی کے مصداق نہیں۔

پادری صاحب کی ایک خطرناک چالاکی

اس مقام پر ہم پادری صاحب کی ایک خطرناک چالاکی کو منظر عام پر لاتے ہیں:۔
صفحہ ۴۶۔ اٹھارہویں سطر میں" برپا کرتا رہیگا" صفحہ ۴۷۔ چوتھی سطر میں" برپا کرتا رہونگا"، صفحہ ۴۹۔ دسویں سطر میں" برپا کرتا رہونگا۔ صفحہ ۵۰۔ تیرھویں سطر میں برپا کرتا رہے گا"، صفحہ ۵۱۔ نویں سطر میں" برپا کریگا"، صفحہ ۵۹۔ پانچویں سطر میں "کب کوئی موسےٰؑ ثانی برپا ہو" صفحہ ۶۰۔ دسویں سطر میں" برپا کرونگا" نیز سولھویں سطر میں" برپا کرے گا"، صفحہ ۶۱ "جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں کیا ہے وہ ہم کو مل گیا ہے۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔ یوحنا ۱/۴۵-۴۰"
صفحہ ۶۳۔ بیسویں سطر میں" برپا کرتا رہیگا"، صفحہ ۶۸ سولھویں سطر میں" برپا کرتا رہے گا" نیز ستارہویں سطر میں" برپا کرتا رہونگا"۔
مندرجہ بالا صفحات میں آپ نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے کام نکالا ہے صفحہ ۴۶ سے لیکر صفحہ ۵۰ تک (برپا کرتا رہیگا اور برپا کرتا رہونگا) یہی الفاظ لکھے گئے

www.toobaaelibrary.com

اب آپ نے ان الفاظ کو چھوڑ کر سیاسی لیڈروں کی طرح اپنے کئے ہوئے ترجمہ میں سیاسی لچک پیدا کی آپ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ آپ پادری صاحب کے علاوہ ممبر صاحب بھی ہیں ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا۔

پادری صاحب کے تین قدم

صفحہ ۵۱ کی نویں سطر میں آپ نے پہلا قدم یوں اُٹھایا کہ اپنے سابقہ ترجمہ کے الفاظ کو ترک کر دیا اور یہ الفاظ (برپا کرے گا) تحریر کئے۔ اس پر پہنچ کر آپ نے کچھ اور کرنا تھا۔ اس لئے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ صفحہ ۵۹ کی پانچویں سطر میں یہ الفاظ لکھے کہ "کب کوئی موسےٰ ثانی برپا ہو" چونکہ اس سے بھی کام نہیں بنتا تھا۔ گوہر مطلوب ہاتھ نہیں آتا تھا اور منزلِ مقصود ابھی دور تھی اس لئے یہ نرالا تاثر پیدا کر کے صفحہ ۶۰ کی دسویں سطر میں "برپا کرونگا" نیز سولھویں سطر میں "برپا کریگا" تحریر کیا۔ اب پادری صاحب نے تثلیث کے تیسرے خدا روح القدس کے نام اور برکت سے تیسرا قدم اٹھایا گوہر مطلوب پا لیا اور منزلِ مقصود پر پہنچ کر یہ منادی اور اعلان فرما دیا "کہ جس کا ذکر موسےٰ نے توریت میں کیا ہے وہ ہم کو مل گیا ہے وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے یوحنّا ۱ ۴۵ - ۴۰"

ع فوراً آنکھیں پھیر لیں مطلب نکل جانے کے بعد

"اس نیک اور علمی خدمت" سرانجام دینے کے بعد صفحہ ۶۳ کی بیسویں سطر اور صفحہ ۶۸ کی سولھویں اور ستارھویں سطروں میں پھر وہی بین بجانا اور راگ الاپنا شروع کر دیا کہ "برپا کرتا رہیگا۔ برپا کرتا رہوں گا۔ برپا کرتا رہیگا۔ برپا کرتا رہونگا" یہ ہیں وہ علمی دلائل جن سے حضرت عیسٰیؑ کو بشارت موسوی کا مصداق ثابت کیا جاتا ہے ایسے نرالے دلائل سے پادری صاحب خوش ہوتے اور ان کے ہم خیال بھائی بھی ان دلائل کی

www.toobaaelibrary.com

تعریف کرتے ہیں۔

حضرت عیسٰیؑ کا فرمان مبارک

"اور مالک نے بے ایمان مختار کی تعریف کی اس لئے کہ اس نے ہوشیاری کی تھی کیونکہ اس جہان کے فرزند اپنے ہمجنسوں کے ساتھ معاملات میں نور کے فرزندوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ لوقا ۸/۱۶"

فیصلہ ناظرین کرام پر

یاد رہے کہ بشارت موسوی میں یہ الفاظ ہیں کہ "ایک نبی برپا کریگا" یا ایک نبی برپا کرونگا"، مگر پادری صاحب نے بائبل کے اس ترجمہ کو غلط قرار دیکر مسترد کر دیا اور پھر اپنا ذاتی ترجمہ "برپا کرتا رہیگا یا برپا کرتا رہونگا" لکھا پھر جب جان کے لالے پڑے اور بات بنتی نظر نہ آئی تو پھر اس ترجمہ پر قائم نہ رہے۔ پھر بائبل کے ترجمہ کی طرف رجوع کیا اور صفحہ ۶۰ پر" برپا کرونگا اور برپا کریگا" یہ ترجمہ لکھا۔ اس کے بعد پھر اپنے نفس کی خاطر بائبل کے ترجمہ کو غلط اور ترک کر کے پھر اپنے ذاتی ترجمہ کی گردان لگانا شروع کر دی جو شخص اپنی زبان و قلم سے بار بار پھرتا ہو عقلمند دنیا اسے کیا تصوّر کرے اور اس کی بابت کیا رائے قائم کرے گی؟

پادری صاحب صفحہ ۶۲ و ۶۳ کا نتیجہ تحریر فرماتے ہیں۔

نتیجہ: اب ناظرین پر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا ہوگا کہ زیر بحث آیات میں کسی خاص نبی کی بابت پیشنگوئی نہیں کی گئی بلکہ نبی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت موسٰی سے لیکر خداوند یسوع تک سب کے سب اس وعدہ میں شامل ہیں جو خدا نے

www.toobaaelibrary.com

اپنی برگزیدہ قوم سے کیا تھا کہ وقت مناسب پر خدا اس میں نبی برپا کرتا رہیگا جو مختلف زمانوں میں اس کے لئے مشعل ہدایت ہونگے" ص ۶۳

مجیب: چونکہ ہمارے مخاطب نے بزعم خود بشارت موسوی کو حضرت عیسیٰؑ پر منطبق کر لیا ہے۔ لہٰذا اب زیر بحث مقام ایک خاص نبی کی بشارت نہیں بلکہ سلسلہ انبیاء بنی اسرائیل بن گیا ہے۔

جب اپنے من کی کہنا ہوتی ہے تو یہ مقام خاص بشارت ہے اور اسے حضرت عیسیٰؑ پر خواہ مخواہ صادق کر لیا جاتا ہے۔ اور جب ہم اسی مقام کو اپنے دعویٰ میں پیش کرتے ہیں تو پھر علم وعقل۔ انصاف و دیانت کی راہ چھوڑ کر جواب ملتا ہے کہ اس مقام میں ایک نبی کا کوئی ذکر نہیں بلکہ سلسلہ انبیاءؑ مراد ہے۔ اس ناانصافی کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے دربار عالیہ میں ضرور اور یقیناً ملے گا " وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا"۔

صفحات ۶۴ و ۶۵ پر حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور آپؑ کے مسیح موعود ہونے پر کلام ہے۔ اس کے آگے آرچڈیکن صاحب رقمطراز ہیں۔

" تب بھی یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ بشارت صرف حضرت محمد عربی کے حق میں ہی ہے۔ جبکہ (۱) ان آیات میں اہل عرب کو مخاطب ہی نہیں کیا گیا۔ (۲) ان تمام آیات میں اہل عرب کے لئے خدا کا کوئی وعدہ موجود نہیں ہے۔ (۳) محمد عربی قبائل بنی اسرائیل سے نہیں تھے بلکہ عرب کے قبیلہ قریش سے تھے اور (۴) قرآن مجید کے مطابق آپ عرب کی ہدایت کے لئے ہی مبعوث ہوئے تھے"۔
ص ۶۶

مجیب: مندرجہ بالا تمام اعتراضات کے جوابات آپ کو آئندہ جوابات میں خود بخود مل جائیں گے، خصوصی طور پر "جناب پطرس کی تقریر" میں جو بشارت

www.toobaaelibrary.com

کے آخر میں تحریر کی جائے گی۔ انشاءاللہ

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں " انشاءاللہ اگلے ابواب میں زیر بحث آیت کے تمام الفاظ پر مفصل بحث کر کے یہ ثابت کر دیں گے۔ کہ سوائے اس شخص کے جو براہ تعصب آنکھ بند کر لے "کوئی صحیح العقل شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ کتاب استثنار کی یہ آیت حضرت محمد کے حق میں ہے" ص ۶۷

مجیب: انشاءاللہ اگلے ابواب میں ہم پادری صاحب کے پول کھولیں گے۔ آپ کے فریب منظر عام پر لائیں گے۔ اور آپ کی بے بسی اور بے کسی کو خوب ظاہر کر کے ناظرین کرام پر یہ ثابت کر دیں گے کہ زیر بحث بشارت صرف آنحضرت صلعم کے حق میں ہی بیان ہوئی ہے۔

آپ کے خط کشیدہ الفاظ کی بابت عرض یہ ہے۔

۱۔ جو شخص بار بار اپنی الہامی کتاب کی عبارات کو قطع و برید کر کے لکھے۔

۲۔ جو شخص جھوٹ جیسی بدترین مرض میں مبتلا ہو۔

۳۔ جو شخص بار بار مکر و فریب کا مظاہرہ کرے۔

۴۔ جس شخص کو اپنی زبان و قلم پر اعتبار نہ ہو۔

۵۔ جو شخص صریحاً اپنی الہامی بائبل کے خلاف لکھے۔

ایسے انسان کو خط کشیدہ الفاظ دوسروں کو کہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور نہ ایسے الفاظ لکھنے اسے زیب دیتے ہیں بشرطیکہ ضمیر موجود ہو۔

قدم قدم پہ زمانے نے دکھ دیئے حاتم
قدم قدم پہ یہاں دل دکھائے جاتے ہیں

www.toobaaelibrary.com

باب سوم

آنحضرتؐ اور بشارت موسوی

پادری صاحب بشارت موسوی کی عبرانی عبارت کو عربی و اردو رسم الخط میں لکھ کر سلیس اردو ترجمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"سولھویں سطر" میری مانند نبی برپا کرتا رہیگا" سترہویں سطر" تیری مانند نبی برپا کرتا رہونگا"! ص ۶۸

مجیب: اس مقام پر ہم بشارت موسوی کے پورے الفاظ تحریر کرتے ہیں اس کے بعد پادری صاحب کے فریب کو ظاہر کریں گے۔

آنحضرتؐ کی بابت حضرت موسیٰؑ کی بشارت

" ۱۷۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ ۱۸۔ میں اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اُسے حکم دُونگا وُہی وہ اُن سے کہیگا "۔ ۱۹۔ اور جو کوئی میری اُن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کہیگا نہ سُنے تو میں اُن کا حساب اُس سے لُونگا ۲۰۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسکو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے ۲۱۔ اور اگر تُو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اُسے ہم کیونکر پہچانیں ؟ ۲۲۔ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور

www.toobaaelibrary.com

اُس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پُورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اُس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا" استثنا ر ۱۸/۱۷ تا ۲۲
ہم نے اس بشارت کو براہِ راست تورات کی کتاب استثنا سے نقل کیا ہے۔

پادری صاحب کی عبارت میں خط کشیدہ الفاظ صریحاً استثنا کی عبارت کے خلاف ہیں۔ آپ نے "ایک نبی" کی بجائے صرف "نبی" اور "برپا کرونگا" کی بجائے "برپا کرتا رہونگا" کے الفاظ اپنی ذاتی رائے سے بائبل کے خلاف لکھے ہیں۔ اس کرتب کا مظاہرہ اور یہ سارا کھیل اس لئے کھیلا گیا ہے تاکہ یہ مقام ایک نبی کی بشارت ثابت نہ ہو۔

اس صفحہ کے علاوہ ممبر صاحب نے بشارت موسوی کو صفحہ ۴۷ پر بھی نقل کیا ہے مگر آپ نے فریب و سیاست سے ہی کام لیا ہے کہ ان دونوں مقامات پر بشارت موسوی کی پوری آیات کو کہیں بھی نقل نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کو ہر حال میں لکھنا چاہیئے تھا کیونکہ ہم اہل اسلام زیر بحث مقام کی ۱۷ تا ۲۲ کی تمام آیات کو اپنے دعوٰی میں پیش کرتے ہیں اور یہ تمام آیات بشارت موسوی سے تعلق اور لگاؤ رکھتی ہیں۔ ان میں کچھ الفاظ "ایک نبی" یا "مثیل موسٰےؑ" کی خبر دیتے ہیں۔ کچھ الفاظ "کار نبوت" بیان کرتے ہیں۔ اور کچھ الفاظ اسی "ایک نبی" کی پہچان میں وارد ہوئے ہیں۔ ممبر صاحب نے ان تمام آیات کو صرف اس لئے نقل نہیں کیا کہ ناظرین کی آنکھوں سے حقیقت کو چھپایا اور منظر عام پر نہ لایا جائے تاکہ من کی بات بنی رہے۔

چونکہ ہم یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ بشارت موسوی صرف آنحضرتؐ کے حق میں بیان ہوئی اور آپؐ ہی اس بشارت کے صحیح مصداق ہیں۔ اس لئے اب ہم اپنے دلائل کو تحریر کرتے ہیں۔ ان دلائل پر پادری صاحب کے جتنے بھی اعتراضات ہونگے پھر ان کے جوابات تحریر کرینگے

پہلی دلیل: "ان ہی کے بھائیوں میں سے" زیر بحث بشارت کے یہ

www.toobaaelibrary.com

الفاظ بتلاتے ہیں کہ جس نبی کے حق میں یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ اگر اس نے بنی اسرائیل میں سے آنا ہوتا تو ان الفاظ کی بجائے "ان ہی میں سے" کے الفاظ ہوتے یہ الفاظ استعمال فرمانے ہر لحاظ سے موزوں، مناسب اور زیب دیتے تھے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے ایک یا دو افراد یا ایک یا دو گروہوں اور قبیلوں کو خطاب نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے تمام گروہوں اور تمام قبائل کو خطاب ہے۔ مگر بشارت میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ خط کشیدہ الفاظ ہیں۔ اس لئے ان سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس مقام پر ایک ایسے نبی کی بشارت موجود ہے جو بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں میں سے یعنی بنی اسماعیل میں مبعوث ہوگا۔ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں۔ اس بات کی تصدیق تورات بھی کرتی ہے۔ تورات حضرت اسماعیلؑ کے بارہ لڑکوں کے نام اور حضرت اسمٰعیلؑ کا نام لیکر کہتی ہے۔ "اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستہ پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں آباد تھی یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے، پیدائش $\frac{25}{18}$" اس مقام پر بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے اور آنحضرتؐ بنی اسماعیل میں سے تھے۔ پس صاف صاف معلوم ہوا کہ اس بشارت کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں "ہم نے سطور بالا میں حقیقت حال عرض کردی ہے کہ تمام تورات میں یہ جملہ اپنے یا ان کے یا تمہارے یا تیرے بھائی یا بھائیوں اپنی اس قطعی اور غیر محدود صورت میں کسی ایک مقام میں بھی غیر اسرائیلی کے لئے کہیں استعمال نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ اصطلاح بطور معہود ذہنی کے بنی اسرائیل اور صرف بنی اسرائیل کے لئے مستعمل ہوتی ہے۔" صہ ۱۷

مجیب: مندرجہ بالا الفاظ صداقت پر مبنی نہیں ہیں کیونکہ زیر بحث مقام میں پوری قوم اسرائیل کو خطاب ہے۔ لہذا اس سے بنی اسرائیل کے قبائل مراد نہیں ہو

www.toobaaelibrary.com

سکتے۔ اس بات کو خود پادری صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ "آیت ۱۵ میں حضرت موسیٰ قوم اسرائیل کو مخاطب کرتا ہے اور اٹھارہویں آیت میں خدا حضرت موسیٰ کو مخاطب کرتا ہے۔ دونوں آیتوں کا مفہوم اور مطلب یکساں ہے" صؔ ۶۸ و ۶۹

پس آپ کی زبان سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زیر بحث مقام میں بنی اسرائیل کے قبائل مراد نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے تمام قبائل کو خطاب ہے۔ پس پادری صاحب کا دعویٰ اپنے ہی قول سے باطل ہو گیا۔

اگر بنی اسرائیل کے قبائل مراد ہوتے تو ان کے یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے کے الفاظ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ صرف یہی کافی تھا کہ "تم میں سے" پس صاف صاف معلوم ہوا کہ زیر بحث بشارت میں جس نبی کی بشارت موجود ہے وہ غیر بنی اسرائیل سے یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ہوگا۔ پس آنحضرتؐ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ ۱:۔ وہ جو اپنے بھائیوں میں سے سردار کاہن ہے (احبار ۲۱/۲۰) کوئی غیر اسرائیلی کاہن یا سردار کاہن نہیں ہو سکتا"

۲۔ ایک اسرائیلی آیا اور اپنے بھائیوں کے پاس ایک مدیانی عورت لایا (گنتی ۲۵/۶)

۳۔ میں نے تمہارے قاضیوں سے تاکید کی کہ تمہارے بھائیوں میں جو مقدمہ ہو اسے سنو" (استثنار ۱/۱۶)

۴۔ ہمارے سب بھائیوں نے تو ہم کو بیدل کر دیا "(استثنار ۱/۲۸)

۵۔ تم سب جنگی مرد مسلح ہو کر اپنے بھائیوں بنی اسرائیل کے آگے پار چلو...... جب تک خداوند تمہارے بھائیوں کو چین بخشے۔ (استثنار ۳/۱۸-۲۰)

۶۔ لاوی کا حصہ اور میراث اس کے بھائیوں کے ساتھ نہیں۔ (استثنار ۱۰/۹)

۷۔ اس کا دل اس کے بھائیوں پر گھمنڈ نہ کرے (استثنار ۱۷/۲۰)

www.toobaaelibrary.com

۸۔ ان کی میراث ان کے بھائیوں کے ساتھ نہ ہوگی۔ (استثنا ۱۸/۲)

۹۔ تو اپنے بھائیوں میں سے کسی کو اپنے اوپر بادشاہ مقرر کرنا اور کسی اجنبی کو جو تیرا بھائی نہیں اپنے اوپر بادشاہ قائم نہ کرنا۔ اس کے دل میں غرور نہ ہو کہ وہ اپنے بھائیوں کو حقیر جانے (استثنا ۱۷/۱۵ و ۲۰)

۱۰۔ اگر تمہارے درمیان تمہارے بھائیوں میں سے کوئی مفلس ہو (استثنا ۱۵/۷)

بجنسہٖ یہی الفاظ آیات زیر بحث میں وارد ہوئے ہیں پس ان دونوں مقامات کی صحیح اصولِ تفسیر کے مطابق تاویل بھی ایک ہی ہونی چاہیئے" ص ۷۱-۷۲

مجیب: دس نمبر حوالہ کا جواب الگ تحریر کیا جائے گا۔ باقی حوالہ جات کی بابت ملاحظہ فرمائیے۔

یہ تمام حوالہ جات ہمارے دعویٰ کے مطابق دلیل نہیں ہیں۔ جب دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہو تو دلیل باطل ہو جاتی ہے۔

غور سے سنیئے: ہمارے دعویٰ میں ایک دو اسرائیلی افراد یا ایک دو اسرائیلی قبائل کو خطاب نہیں بلکہ اسرائیل کے تمام گروہوں اور تمام قبیلوں کو خطاب ہے جب پوری قوم اسرائیل کو خطاب ہے اور اس پوری قوم کے مقابلہ میں "بھائیوں" کا لفظ بولا گیا ہے تو اس قوم کے علاوہ یقیناً دوسری قوم ہوگی اور دوسری قوم جس کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے وہ بنی اسمٰعیل ہی ہے جیسا کہ کتاب پیدائش ۲۵/۱۸ سے ثابت ہے۔ بالفاظ دیگر جیسے اس مقام پر بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے ایسے ہی زیر بحث مقام میں بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے نیز تورات نے دوسرے مقام پر حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت اسحٰقؑ کا بھائی کہا ہے۔

"وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے۔ اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا" (پیدائش ۱۶/۱۲)

www.toobaaelibrary.com

یہ عجیب بات ہے کہ ان دونوں مقامات کا جواب تو درکنار بلکہ پادری صاحب نے ان کو نقل تک نہیں کیا۔

حوالہ نمبر دس (۱۰) کے پورے الفاظ

"جو ملک خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے۔ اگر اس میں کہیں تیرے پھاٹکوں کے اندر تیرے بھائیوں میں سے کوئی مفلس ہو تو تو اپنے اس مفلس بھائی کی طرف سے نہ اپنا دل سخت کرنا اور نہ اپنی مٹھی بند کر لینا" (استثناء ۱۵/۷)

دونوں مقامات کے خط کشیدہ الفاظ سے زمین و آسمان کا فرق نمایاں ہے اس بات پر افسوس ہے کہ پادری صاحب نے اپنی جھوٹی بات کو سچا ثابت کرنے کی خاطر اپنی مقدس کتاب تورات پر جھوٹ بولنے سے بھی پرہیز و گریز نہیں کیا۔

ے اس دار فانی میں اے لوگو! انسان بدلتے دیکھے ہیں
انسان تو انسان رہے ایمان بدلتے دیکھے ہیں

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "اگر جملہ اپنے بھائیوں سے مراد بنی اسمٰعیل ہیں تو ہمارے مخاطب ہی بتلا دیں کہ کب بنی اسرائیل نے بنی اسمٰعیل کے کسی شخص کو اپنا بادشاہ بنایا؟ اور کب خدا نے بنی اسمٰعیل میں سے کسی کو ان پر بادشاہ مقرر کیا؟ یا کب بنی اسرائیل نے کسی بنی اسمٰعیلی کو اپنا کاہن یا سردار کاہن بنایا؟ یا بنی اسرائیل کے قاضیوں نے بنی اسمٰعیلیوں کے مقدمات کی سماعت کی؟ یا کب بنی اسرائیل مسلح ہو کر چلے تاکہ بنی اسمٰعیل کو چین نصیب ہو؟ وغیرہ وغیرہ"۔ ص ۷۳

مجیب: جو پہلے حوالہ جات تحریر کئے گئے ہیں اب انہی سے "علمی رنگ" میں سوالات کئے گئے ہیں۔ یہ تمام سوالات "جملہ حکمیہ" ہیں۔ اور زیر بحث بشارت "جملہ خبریہ" ہے۔ "جملہ حکمیہ" اور "جملہ خبریہ" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

www.toobaaelibrary.com

"جملہ حکمیہ" سے اجتہاد کر کے احکامات تو اخذ کئے جا سکتے ہیں، مگر "جملہ حکمیہ" کا حکم "جملہ خبریہ" پر نہیں لگایا جا سکتا چونکہ یہ دلائل دعویٰ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے اس لئے باطل ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے استدلال کی بنیاد پوری قوم "اسرائیل کے بھائیوں میں سے" ہے ایک دو فرد یا ایک دو اسرائیلی گروہوں سے نہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:۔ "قرآن میں بھی یہی لفظ اخی بمعنی بھائی خاص اسی قوم کے معنوں میں وارد ہوا ہے چنانچہ سورہ اعراف میں آیا ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ (آیت ۸۳) یعنی مدیان کی طرف بھیجا ان کا بھائی شعیب جس نے کہا اے میری قوم اس آیت میں شعیب اپنے قبیلہ کو اے میری قوم کہہ کر مخاطب کرتا ہے پس قرآنی لفظ اخاهم (ان کا بھائی) تورات کے لفظ اخی هم کی تفسیر ہے اور تورات کے محاورہ اور اصطلاح کی مصدق ہے" ص ۴۰،۳۷

مجیب: قرآنی الفاظ سے یہ ظاہر کرنے کی بے فائدہ کوشش کی گئی ہے کہ یہ الفاظ اور بائبل کے الفاظ ایک ہی مفہوم کے حامل اور ایک ہی مطلب کو ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں مقامات میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ قرآن مجید واحد شخصیت کو اسی قوم کا بھائی ظاہر کرتا ہے جس قوم سے واحد شخصیت کا تعلق ہے

تورات کے زیر بحث مقام میں واحد شخصیت کا ذکر کر کے "بھائیوں میں سے" کے الفاظ کو استعمال نہیں کرتی۔ بلکہ "اُن ہی یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے" کے الفاظ بولتی ہے۔ ان الفاظ سے صاف صاف معلوم ہوا کہ ان الفاظ میں ایک دو افراد یا ایک دو قبیلوں کو خطاب نہیں بلکہ پوری قوم اسرائیل کو خطاب ہے جب ایسا ہے تو پھر زیر بحث الفاظ یقیناً بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری قوم کے لئے بولے گئے ہیں۔ دوسری قوم۔ بنی اسمٰعیل ہی ہے جیسا کہ پیدائش کے حوالہ سے گزر چکا۔

www.toobaaelibrary.com

ہمارے مخاطب کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قرآن و بائبل کے الفاظ سے جو غلط استدلال کیا گیا ہے۔ اس میں دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے۔ اوّل۔ آپ نے ہمارے استدلال کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ دوم۔ اگر کوشش کی ہے تو پھر جان بوجھ کر حقیقت کو غائب کر دیا۔ " اخاھم" اور " اخی ھم" کے الفاظ پر قلم چلانا شروع کر دیا حالانکہ زیر بحث یہ دونوں الفاظ نہیں بلکہ زیر بحث " اُن ہی یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے" کے الفاظ ہیں۔ پس نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کا مفہوم زیر بحث بشارت کے الفاظ کے مفہوم کی کسی حال میں بھی تائید و تصدیق نہیں کرتا لہٰذا ان الفاظ سے دلیل لانا محض تکلف اور دعوٰی کے مطابق نہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ " توراۃ شریف کا مطالعہ یہ امر بھی واضح کر دیتا ہے کہ اگر کسی مقام پر آبائی نسل کے لحاظ سے کبھی کسی غیر اسرائیلی کو بھائی کہنے کی ضرورت لاحق ہوئی تو فوراً اس خاص قوم کا نام بھی ساتھ ہی لکھ دیا۔ تاکہ اس عام اصطلاح اور مشہور محاورہ میں سرے سے غلط فہمی کا امکان اور احتمال مٹ جائے۔" ص ۷۴

مجیب: پادری صاحب کا یہ دعوٰی کرنا صداقت کے خلاف ہے کیونکہ پیدائش $\frac{25}{18}$ میں بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے مگر بنی اسمٰعیل کے نام کے ساتھ لفظ " بھائی" استعمال نہیں کیا گیا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:- ۱:- " تو کسی ادومی سے نفرت نہ رکھنا کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے۔ (استثنار $\frac{23}{7}$) دیکھو پیدائش $\frac{25}{24}$ - ۲۶

۲- تم کو بنی عیسو تمہارے بھائی جو شعیر میں رہتے ہیں ان کی سرحد کے پاس سے ہو کر جانا ہے۔ (استثنار $\frac{2}{4}$)

۳- ہم اپنے بھائیوں بنی عیسو کے پاس سے جو شعیر میں رہتے ہیں گزر گئے۔ استثنار $\frac{2}{8}$ وغیرہ" ص ۷۴

www.toobaaelibrary.com

مجیب: بائبل کے ان چند مقامات پر غیر اسرائیل کے لئے نام کے ساتھ بھائی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اس سے تمام بائبل میں ایسے ہی ہونے کا دعوٰی کرنا غلط ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

" پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "پس کتاب مقدس کا مطالعہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ مجرد اصطلاح بھائی۔ بھائیوں وغیرہ سے مراد قوم بنی اسرائیل کے قبائل مراد ہیں اور کہ یہ اصطلاح بنی اسرائیل اور صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی مخصوص ہے "۔ صد ۷۵

مجیب: یہ بات خوب غور سے سنیئے! کہ ہمارے استدلال کی بنیاد صرف مجرد اصطلاح سے نہیں بلکہ ہمارے استدلال کی بنیاد " اُن کے یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے " کے الفاظ پر ہے۔ کیونکہ پوری قوم اسرائیل کو خطاب کر کے پھر بھائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا خط کشیدہ الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ اس قوم کے علاوہ دوسری قوم کا ذکر ہے۔ اور دوسری قوم بنی اسمٰعیل ہی ہے۔

خط کشیدہ الفاظ سے بنی اسرائیل کے قبائل مراد نہیں بلکہ پوری قوم مراد ہے۔ اور یہ بات پادری صاحب کو مسلم ہے۔ جیسا کہ ص ۷۱ کے جواب میں گزرا۔

پادری صاحب کے نزدیک مجرد اصطلاح بھائی۔ بھائیوں سے بنی اسرائیل کے قبائل مراد ہیں۔ اور زیر بحث بشارت میں " اُن یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں " کے الفاظ ہیں۔ پس صاف ظاہر ہوا کہ اس جگہ بنی اسرائیل کے قبائل مراد نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری قوم مراد ہے اور وہ قوم۔ بنی اسمٰعیل ہی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں

" کیا بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل بھائی ہیں؟ ہم ایک اور امر اپنے مخاطب کے گوش گذار کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تمام تورات کو چھان مارو۔ تم کو کسی ایک مقام

www.toobaaelibrary.com

میں بھی لفظ بھائی اور بنی اسمٰعیل ایک جگہ نہیں ملیں گے جس طرح اوپر کی آیات میں لفظ بھائی ادومی اور بنی عیسو کے ساتھ آبائی نسل کے لحاظ سے یک جا وارد ہوا ہے کیا یہ امر حیرت کا موجب نہیں کہ تورات چھوڑ تمام عبرانی کتاب مقدسہ کے مجموعہ میں کسی ایک جگہ بھی بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی نہیں کہا گیا۔؟ اور یہ ایک واضح اور مسلمہ حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل آج تک بنی اسمٰعیل کو غیر قوم ہی جانتے اور گردانتے چلے آئے ہیں۔ اندریں حالات کس صحیح اصول تفسیر کے مطابق ہمارے مخاطب لفظ بھائیوں کا اطلاق بنی اسمٰعیل پر کر سکتے ہیں۔" ص۷۵

مجیب: غور فرمائیے! کہ جب تورات نے بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا تو بنی ادوم کے ساتھ "بھائی" کا لفظ استعمال کیا۔ مگر جب بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا "بھائی" کہا تو تورات کو لفظ "بھائی" اور "بنی اسمٰعیل" کا نام لینے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کیا تورات کے اس طرز بیان سے یہ حقیقت ظاہر نہیں ہوتی کہ تورات کے نزدیک بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کے بھائی ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ اسی لئے تورات نے بنی اسمٰعیل کے ساتھ لفظ "بھائی" سے تعارف نہیں کرایا۔

جب بنی ادوم خاندانی لحاظ سے بنی اسرائیل کے بھائی کہلائے جا سکتے ہیں تو پھر بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل بھی آبائی خاندان کی وجہ سے بھائی کہلانے کے مستحق ہیں کیونکہ بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔

علم و انصاف کے پیش نظر ہمارے ذمہ صرف اتنی بات ہے کہ آیا تورات بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی قرار دیتی ہے یا نہیں؟ تو دیکھئے تورات حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹوں کا ذکر کر کے کہتی ہے۔

"......یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے" پیدائش ۲۵/۱۸

www.toobaaelibrary.com

توراۃ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ توراۃ کے نزدیک بنی اسمٰعیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ پادری صاحب اِدھر اُدھر کی اور باتیں تو بہت لکھتے ہیں مگر توراۃ کے اس مقام کی طرف منہ نہیں کرتے آخر یہ مقام بھی توراۃ کا ہی ہے کسی اور کتاب کا تو نہیں اس مقام کا جواب لکھنا تو درکنار بلکہ آپ نے اپنی اس ساری بحث میں اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ ممبر صاحب! آخر اس کو نقل نہ کرنے میں کون سی حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہے؟

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " اگر بالفرض محال ہم ایک لمحہ کیلئے یہ تسلیم بھی کر لیں کہ لفظ بھائیوں سے غیر اسرائیلی مراد ہو سکتے ہیں تو ان اسلامی مناظرین کی تفسیر کے مطابق اس لفظ کا اطلاق قوم بنی ادوم پر ہو گا۔ لیکن قوم اسمٰعیل پر نہیں ہو گا کیونکہ حضرت اسمٰعیل حضرت اسرائیل (یعقوب) کے بھائی نہیں تھے۔ بلکہ سوتیلے چچا تھے۔ لیکن حضرت عیسو حضرت اسرائیل کے حقیقی بھائی تھے۔ ($\frac{۲۵}{۲۶ - ۲۴}$ کتاب پیدائش) پس ان مناظرین کی من گھڑت تاویل کے مطابق نبی معہود کو بنی اسمٰعیل سے نہیں بلکہ بنی ادوم سے ہونا چاہیئے " صفحہ ۷۵۔۷۶

مجیب! جب توراۃ صاف صاف اس بات کی گواہی دیتی ہے تو پھر فرض کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ باقی رہا بنی عیسو یا بنی قطورہ کا ذکر تو سنیئے! آپ کے نزدیک جب ان دونوں خاندانوں میں کوئی نبی ہوا ہی نہیں تو پھر یہ لوگ بشارت موسوی کے کیونکر مصداق ہو سکتے ہیں؟

درحقیقت بنی اسمٰعیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں اِس حقیقت کو آپ لوگ ضد اور تعصب کی وجہ سے تسلیم نہیں کرتے۔ اس ضد اور تعصب کی زندہ مثال یہ ہے کہ پادری صاحب نے حضرت اسمٰعیلؑ کو بنی اسرائیل کا چچا لکھا ہے حالانکہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ

www.toobaaelibrary.com

سے چودہ سال بڑے تھے جیسا کہ آگے موقعہ پر تفصیل سے آتا ہے۔ غور فرمائیے! کہ تورات میں جو حضرت اسمٰعیلؑ کا مقام ہے۔ پادری صاحب کے تعصب کا یہ حال ہے کہ یہ مقام بھی آپ کو قبول نہیں۔ اور آپ نے تورات پر جھوٹ بول دیا ہے۔

آشیاں کے چند تنکوں کے لئے ؎
برق کی زد میں گلستاں رکھ دیا

باقی رہا یہ کہ حضرت یعقوبؑ حضرت اسمٰعیلؑ کے بھتیجہ تھے جب ہم نے تورات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بنی اسمٰعیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں تو انصاف و دیانت کے پیش نظر اس اعتراض کے جواب کی کوئی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی لیکن ہم پھر بھی جواب لکھتے ہیں "اور ابرام کے بھتیجے لوط کو اور اس کے مال کو بھی لے گئے کیونکہ وہ سدوم میں رہتا تھا" پیدائش $\frac{14}{12}$ ۔ پھر اسی باب کی چودھویں اور سولھویں آیات میں حضرت لوطؑ کو حضرت ابراہیمؑ کا بھائی لکھا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجہ تھے۔ پیدائش $\frac{11}{31}$ ۔ پس ثابت ہوا کہ توریت میں بھتیجہ پر بھی بھائی کا لفظ بولا گیا ہے۔

تورات کے اس بیان کے مطابق یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ بنی اسمٰعیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔ اور آنحضرتؐ بنی اسمٰعیل میں سے تھے۔ لہذا آپؐ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں ــــــ پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "کہ ہم اس نکتہ کو ایک عام مثال سے واضح کر دیتے ہیں۔ فرض کرو کہ کوئی حاکم کسی شخص کو کہے کہ میں فلاں ملازمت تمہارے بھائیوں میں سے کسی کو دینا چاہتا ہوں تو کون شوریدہ سر یہ سمجھیگا کہ اس کے اپنے بھائی تو حاکم کے حکم سے خارج ہیں اور ملازمت اس کے اپنے بھائیوں میں سے کسی کو نہیں دی جائے گی۔ بلکہ اس کے سوتیلے چچا کی اولاد میں سے کسی کو ملے گی لیکن ہمارے مخاطب کی مضحکہ خیز دلیل کا یہی تقاضا ہے کہ نبوت کا عہدہ بنی اسرائیل

www.toobaaelibrary.com

کے قبائل کو چھوڑ کر بنی اسمٰعیل کے کسی قبیلہ کی اولاد کے کسی فرد کو ملے" صد ۷۶

مجیب : اس مثال کا حال گذشتہ حوالوں جیسا ہے جس مقام سے ہم نے دعویٰ کیا ہے اس مقام پر ایک دو افراد یا ایک دو قبائل کا ذکر نہیں بلکہ پوری قوم کا ذکر ہے اور پوری قوم کو خطاب ہے۔ اور مثال کے خط کشیدہ الفاظ میں واحد شخصیت کا ذکر ہے۔ لہذا یہ مثال ہمارے دعویٰ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی اس لئے باطل اور غلط ہے۔

اگر بالفرض ہم اس غلط مثال کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو بھی بات صاف ہے۔ کیونکہ حاکم نے جس واحد شخصیّت کو کہا ہے وہ اپنی ذات اور وجود کے اعتبار سے اپنے بھائیوں سے الگ جدا اور خارج ہے۔ اور ملازمت اس کے سوا دوسرے وجود اور شخصیّت کو ملے گی۔ پس اسی طرح زیر بحث بشارت میں جس پوری قوم کو کہا جا رہا ہے۔ وہ قوم بھی اپنی شخصیّت اور وجود کے اعتبار سے اپنے بھائیوں سے جدا۔ الگ اور خارج ہے۔ پادری صاحب کی مثال کے پیشِ نظر اب بات یوں بنتی ہے۔ کہ جس پوری قوم کو کہا جا رہا ہے وہ "بنی اسرائیل" ہے۔ اور جن بھائیوں میں سے بنی معبوث ہونے کی خبر دی جا رہی ہے وہ "بنی اسمٰعیل" ہے۔ پس پادری صاحب کی مثال کے پیشِ نظر بھی ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ کہ بنی اسمٰعیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔

ہم وفا کرتے رہے وہ جفا کرتے رہے
اپنا اپنا فرض دونوں ہی ادا کرتے رہے

اب ہم انہی الفاظ کی صداقت پر مزید تائید اور تصدیق پیش کرتے ہیں

کتاب پیدائش کی شہادت

"اور اسمٰعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں یہ نام ترتیب وار ان کی پیدائش

www.toobaaelibrary.com

کے مطابق ہیں۔ اسمٰعیل کا پہلوٹھا نبایوت تھا پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور مشماع اور دومہ اور مسّا۔ حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدِمہ یہ اسمٰعیل کے بیٹے ہیں۔ اور ان ہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں۔ اور یہی بارہ اپنے اپنے قبیلہ کے سردار ہوئے۔ اور اسمٰعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی۔ تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا۔ اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستہ پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں۔ آباد تھی۔ یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔" ۲۵ / ۱۳ تا ۱۸

اس مقام سے یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد یعنی بنی اسمٰعیل کو "یہ لوگ" کہا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد خط کشیدہ الفاظ بنی اسمٰعیل کے علاوہ بنی اسرائیل کے لئے استعمال کئے گئے ہیں یعنی پوری قوم۔ بنی اسمٰعیل کے مقابلہ میں پوری قوم۔ بنی اسرائیل کو بنی اسمٰعیل کا بھائی کہا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح بشارت موسوی میں بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے" پس پیدائش کی اس شہادت سے ہمارا یہ دعوٰی بالکل بجا۔ درست اور صحیح ہے کہ بشارتِ موسوی کے زیر بحث الفاظ بنی اسمٰعیل کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ چونکہ آنحضرتؐ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ اس لئے صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔

دوسری دلیل: "ان ہی کے بھائیوں میں سے" یعنی بنی اسرائیل ہی کے بھائیوں میں سے" زیر بحث بشارت کے یہ الفاظ اس امر کی پُر زور شہادت دیتے ہیں کہ "مثیلِ موسےؑ" "نبی موعود" یا "ایک نبی" بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ بنی اسمٰعیل میں سے مبعوث ہوگا۔ کیونکہ ان الفاظ میں حرف "کے"

www.toobaaelibrary.com

موجود ہے۔ اُردو زبان میں کا۔ کے اور کی حروفِ اضافت ہیں۔ اس لئے حرف "کے" کے موجود ہونے سے علمی دنیا میں بات ایسے بنتی ہے۔

"بنی اسرائیل ہی کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے" کیونکہ "بنی اسرائیل" مضاف الیہ "کے" حرفِ اضافت "بنی اسمٰعیل" مضاف

دنیا بھر میں جتنی بھی زبانیں رائج ہیں۔ ان تمام میں یہ بات مسلّم ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ جدا جدا اور الگ الگ ہوتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ کسی زبان میں مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں اور کسی زبان میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے۔ بہرحال یہ دونوں ایک نہیں ہوتے اور نہ ہی ہوسکتے ہیں۔ مثلاً "زید کا گھر" جس طرح "زید" اور "گھر" ایک نہیں بلکہ جُدا جُدا اور الگ الگ ہیں۔ اسی طرح علمی و ادبی دنیا میں زیرِ بحث مقام میں بھی "بنی اسرائیل" اور "اُن کے بھائی" جدا جدا اور الگ الگ ہیں بس اس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسرائیل ہر زبان میں غلط ہے کوئی صاحبِ علم اس فقرہ کو صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل دنیا بھر میں ہر صاحبِ علم اور صاحبِ عقل انسان اس کو صحیح مانتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ کتابِ پیدائش ۲۵/۱۸ کے پیشِ نظر بھی ہمارا دعوٰی حق و صداقت پر مبنی ہے۔ اب یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں چونکہ آنحضرتؐ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں اس لئے آپؐ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں ہمارے مخاطب کی کتاب میں اس دلیل کا ذکر تک نہیں۔ لہٰذا اس پر اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پادری صاحب رقمطراز ہیں کہ "مولوی صاحب کی مفروضہ دلیل صرف اس حالت میں ان آیات سے نبوتِ محمدیہ ثابت کرسکتی ہے جبکہ وہ پہلے

www.toobaaelibrary.com

محمد عربی کو ایسی یقینی اور مضبوط تاریخی شہادت سے بنی اسمٰعیل ثابت کر دیں۔ جس کو ان کے مخالف بھی چار و ناچار تسلیم کر لیں۔ لیکن اگر وہ آنحضرت کا نسب نامہ حضرت اسمٰعیل تک نہ پہنچا سکیں تو ان آیات سے حضرت محمد صاحب کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس دلیل کا تمام دار و مدار آنحضرت کے صحیح نسب نامہ پر ہے نہ کسی اور بات پر" صـ۷۷

" پس اگر بفرض محال ہم مان بھی لیں کہ الفاظ تیرے بھائیوں سے مراد بنی اسمٰعیل ہی ہیں۔ تو بھی آنحضرت ان آیات کے مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ محمد عربی کا نسب نامہ آپ کو اولادِ اسمٰعیل ثابت ہی نہیں کر سکتا" صـ۷۸

"صحیح بخاری (باب مبعث النبی) میں سلسلہ نسب یوں دیا گیا ہے" محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئے بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان" لیکن اولاً۔ ان ناموں کی صحت اور شجرہ کے اصل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ دوم۔ اگر ہم مولوی صاحب کی پاس خاطر اس نسب نامہ کو صحیح مان بھی لیں تو اس بات کا کیا علاج کہ آنحضرت نے خود نہایت صاف الفاظ میں فرما دیا کہ کذب النسابون الی ما فوق عدنان (واقدی) یعنی عدنان سے آگے میرا نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔" صـ۷۹

مجیب: اوّل: اِن تینوں مقامات کا جواب آگے تفصیل سے آتا ہے پہلے ضروری دو باتیں سن لیں۔ **پادری صاحب** نے دو مرتبہ مولوی صاحب کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان الفاظ سے مراد مولانا غلام نبی صاحب ہیں جنہوں نے ایک کتاب "تحقیق الاسلام" لکھی تھی جس کے جواب میں پادری صاحب نے "توراتِ موسوی اور محمد عربی" کو لکھا ہے اس لئے جس جگہ بھی مولوی صاحب کے الفاظ آئیں ان

www.toobaaelibrary.com

سے مراد مولانا غلام نبی صاحب ہیں۔

دوم:۔ صفحہ ۷۷ کے خط کشیدہ الفاظ کی بابت عرض یہ ہے کہ جب ہم اپنی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں تو جواب میں کہا جاتا ہے کہ "ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے" جب بائبل سے ثبوت مہیا کئے جاتے ہیں تو پھر ان دلائل کی کم قدر تاویلات کر کے کام نکالا جاتا ہے اور جب تاریخی ثبوت مہیا کئے جاتے ہیں تو پھر نرالے انداز سے یہ کہا جاتا ہے کہ" بائبل کے آگے انسانی کلام کی کوئی قدر و منزلت نہیں" چودہ سو سال سے یہی حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ سب یہودیوں جیسی حرکات ہیں۔ دراصل ان لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام کے خلاف جو منہ میں آئے فرماتے رہو۔ کسی کی نہ سنو اور لکھتے جاؤ حتیٰ کہ زندگی میں زندگی نہ رہے۔

قرآن مجید سے آنحضرتؐ کا اولاد اسمٰعیلؑ ہونا

پادری صاحب کے اعتراضات کے پیش نظر ہمارے ذمہ صرف یہ بات ہے کہ ہم آنحضرتؐ کو اولاد اسمٰعیل ثابت کریں۔ تو اس بات کے لئے ہم قرآن مجید سے زیادہ معتبر کسی کتاب کو نہیں مانتے اس لئے سب سے پہلے اسی مقدس اور متبرک کتاب سے یہ ثابت کیا جائے گا۔ کہ آنحضرتؐ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں۔

سورہ بقرہ آیت ۱۲۴۔ میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہے۔ آیت ۱۲۵ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر ہے۔ آیت ۱۲۶ میں دعائے خلیلؑ کا ذکر اور آیت ۱۲۷۔ میں ان دونوں متبرک اور مقدس ہستیوں کے ناموں کا ذکر ہے۔ آیت ۱۲۸۔ کے مبارک الفاظ تلاوت کیجئے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص

ترجمہ: اے ربّ ہمارے ہم دونوں کو فرمانبردار رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ

www.toobaaelibrary.com

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ کو اپنا فرمانبردار رکھنا اور ہم کو حج کرنیکے دستور بتا اور ہم پر مہربانی رکھ تو ہی ہے معاف کرنیوالا مہربان

حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے خط کشیدہ الفاظ کا صاف صاف مطلب حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہی ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کا ہی ذکر ہو رہا ہے۔ حضرت خلیلؑ کی اس دعا کے مصداق اہلِ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں کیونکہ اس سے اگلی آیت ۱۲۹ یوں ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ترجمہ: اے ہمارے ربّ اور ان کیلئے انہی میں سے ایک رسول بھی مبعوث کیجیو کہ ان کو تیری آیتیں سنائے اور انکو کتاب اور حکمت سکھائے اور پاک بنا دے اور تو ہی زبردست حکمت والا ہے

قرآن مجید حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کا مصداق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ ترجمہ: بے شک اللہ نے ایمانداروں پر بڑا ہی احسان کیا جبکہ ان میں انہیں میں کا رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انکو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بیشک اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

سورہ آل عمران آیت ۱۶۴

ہم مسلمان قرآن مجید کے فرمان کے مطابق آنحضرتؐ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد مانتے ہیں۔ اور اسی بات پر امت کا اجماع ہے۔

www.toobaaelibrary.com

حدیث پاک سے حضرت محمدؐ رسول اللہ کا اولادِ اسمٰعیلؑ ہونا

جو حدیث نقل کی گئی اسی حدیث سے آنحضرتؐ کا اولاد اسمٰعیلؑ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ آپؐ کا شجرہ نسب عدنان تک صحیح ہے۔ عدنان سے لیکر حضرت اسمٰعیلؑ تک کے بعض درمیانی نام صحیح نہیں اس سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ آنحضرتؐ نے اپنے اولاد اسمٰعیلؑ ہونے کی نفی فرمائی ہے؟ اس سے کون عقلمند یہ سمجھے گا کہ آپؐ اپنے آپؐ کو اولادِ اسمٰعیلؑ سے خارج قرار دیتے ہیں۔

جس مقدس ہستی اور متبرک شخصیت کی حدیث نقل کی گئی ہے ان ہی کا یہ فرمان بھی موجود ہے۔

عَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَةَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ

ترجمہ: روایت ہے واثلہ بن اسقعؓ سے۔ کہا اس نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے آنحضرتؐ بیشک اللہ تعالےٰ نے چن لیا کنانہ کو اولادِ اسمٰعیل سے اور چن لیا قریش کو کنانہ سے اور چن لیا قریش سے بنی ہاشم کو اور چن لیا قریش سے بنی ہاشم کو اور چن لیا مجھ کو بنی ہاشم سے

رواہ مسلم

اس حدیث پاک کو مشکوٰۃ شریف کی شرح "مظاہر حق" باب فضائل سید المرسلینؐ سے نقل کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث پاک سے آپؐ کا اولاد اسمٰعیلؑ ہونا صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ پادری صاحب نے لکھا ہے کہ "محمد عربی قبائلِ بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ

www.toobaaelibrary.com

عرب کے قبیلہ قریش سے تھے" صہ ۶۶ ۔ پس اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ قبیلہ قریش حضرت اسمٰعیل ؑ کی اولاد سے تھا۔ پس ثابت ہوا کہ آپ ؐ اولاد اسمٰعیل ؑ ہیں۔

امام النسابین علامہ عبدالبر ؒ فرماتے ہیں کہ دنیائے عرب کے تمام نسابین کا اس بات پر اجماع ہے کہ آنحضرت ؐ اولاد اسمٰعیل ؑ ہیں۔ (دیکھو الاستیعاب جلد اول صہ ۱۱)

آنحضرت ؐ کے وقت میں کیا کسی مخالف نے بھی آپ ؐ کو یہ کہا تھا کہ آپ ؐ اولادِ اسمٰعیل ؑ نہیں ہیں۔ بدقسمت لوگوں نے آپ ؐ کی نبوت کا انکار تو کیا مگر آپ ؐ کے ہر مخالف نے یہ اقرار ضرور کیا کہ آپ ؐ اولاد اسمٰعیل ؑ ہیں۔ قرآن مجید میں آپ ؐ کے منکرین کے دیگر اقوال تو درج ہیں مگر ان کا یہ قول کہیں بھی درج نہیں۔ پس بات صاف ہے کہ آنحضرت ؐ اولاد اسمٰعیل ؑ ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ آنحضرت ؐ کے ہمعصر یہود و نصارٰی یہ کہتے تھے کہ آپ ؐ اولاد اسمٰعیل ؑ ہیں اور آجکل بلا دلیل یہ کہا جاتا ہے کہ آپ ؐ اولاد اسمٰعیل ؑ نہیں ہیں۔

بائبل اور تاریخ کی شہادت

اب ہم بائبل اور تاریخ کی شہادت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت ؐ اولاد اسمٰعیل ؑ ہیں ــــ " تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اُسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اُسے اس کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالہ کرکے اسے رخصت کر دیا سو وہ چلی گئی اور بیرسبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی"۔ پیدائش ۲۱/۱۴

" اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیرانداز بنا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لئے بیوی لی"۔ پیدائش ۲۱/۲۰ و ۲۱

" اور ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے اور موجودہ یروشلم اس کا جواب ہے کیونکہ وہ اپنے لڑکوں سمیت غلامی میں ہے"۔ گلیتوں ۴/۲۵

پیدائش اور جناب پولوس کے الفاظ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت ہاجرہ

www.toobaaelibrary.com

اور حضرت اسمٰعیلؑ عرب میں رہتے تھے۔

" اور جب اسماعیل نے اضحاق سے بدسلوکی شروع کی تو اس کی ماں سارہ نے اس کو گھر سے نکال دیا۔ بیر سبع کے بیابان میں وہ ایک مرتبہ مشکل سے موت کے چنگل سے چھوٹا اور پھر جب جوان ہوا تو اس صحرا میں جا بسا جو بیر سبع اور عرب کے عین جنوب تک پھیلا ہوا ہے۔ وہاں وہ عربی قوم کا بانی ہوا" تواریخ بائبل صـ۷۶

" ادوم۔ عیسو کی اولاد اسمٰعیلیوں کی طرح عرب کی وسیع سرزمین میں ہر جگہ آباد نہ ہوئی" تواریخ بائبل صـ۸۳

پادری صاحب بھی آنحضرتؐ کو عربی مانتے ہیں جب حضرت اسمٰعیلؑ عربی قوم کے بانی تھے اور آنحضرتؐ عربی تھے تو پھر عقل سلیم یہ کیونکر تسلیم کرے گی کہ آپؐ اولاد اسمٰعیل نہیں ہیں۔

پادری صاحب کی تین شہادتیں

اب پادری صاحب کی شہادتیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ " یہ ابراہیمی وعدہ جیسا ہم انشاءاللہ اگلے باب میں ثابت کردیں گے بنی اسمٰعیل کو نہیں پہنچا" صـ۱۱۰

اس جگہ ہم اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ جناب پطرس نے بشارت موسوی سے حضرت عیسےٰؑ کے رفع جسمانی کے بعد "نبی موعود" یا "مثیل موسےٰؑ" کی خبر دی ہے اور اس خبر کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔ مگر پادری صاحب خط کشیدہ الفاظ کہتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ پادری صاحب کے نزدیک آنحضرتؐ اولاد اسمٰعیلؑ ہیں۔

۲۔ " لیکن ان کو اپنے جدامجد اسمٰعیل کا ذکر کرنے کا حکم نہیں دیا" صـ۱۳۴

دیکھو پادری صاحب نے اپنے قلم سے آنحضرتؐ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد تسلیم کیا ہے

۳۔ " وہ میرے فرستادہ رسول کے جدامجد اسمٰعیل تھے" صـ۱۴۶

www.toobaaelibrary.com

اگر کوئی اب بھی نہ سمجھے تو پھر اسے خدا سمجھے۔

پادری صاحب کے اگلے الفاظ ملاحظہ فرمایئے اور آپ کے علم و عقل اور قوت حافظہ کی " داد " دیجئے۔

" ہم حیران ہیں کہ ہمارے مسلمان بھائی کس طرح بلا دلیل حضرت محمد کو فرزندانِ اسمٰعیل گردان سکتے ہیں؟ اور اگر وہ خود بلا دلیل اس مفروضہ کو مان لیں۔ لیکن تورات و انجیل والوں کے روبرو تورات شریف کی بنا پر وہ آپ کو کس طرح بنی اسمٰعیل ثابت کر سکتے ہیں؟ اور اگر یہ ثابت کر بھی سکیں تو وہ کس دلیل سے محمد عربی کو آیات زیر بحث کے تحت لاکر آپ کی نبوت ثابت کر سکتے ہیں؟ کیونکہ جہاں میں چاہے کوئی نبی تورات شریف کی ان آیات کا مصداق ہو لیکن حضرت محمد عربی ان کے مصداق نہیں ہو سکتے"

ص ۸۰

مجیب: آپ میں تعصب ہے اور

دروغ گو را حافظہ نباشد

اور ہم بھی کیا کہہ سکتے ہیں۔

جس طرح پادری صاحب نے آنحضرت صلعم کو اولاد اسمٰعیل ع ثابت کرنے کیلئے مطالبہ کیا تھا۔ علماء اسلام نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے ع کو بھی نسل داؤد ع سے ثابت کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان لوگوں کا نظریہ یہ تھا۔

" کیا کتاب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئے گا جہاں کا داؤد تھا " (یوحنا ۴۲/۷) اور حضرت عیسٰے ع کے ہمعصر یہودی آپ ع کو حضرت داؤد ع کی نسل سے خارج مانتے تھے چنانچہ ان کا یہ قول یوں ہے۔

" یہودیوں نے جواب میں اس سے کہا کیا ہم خوب نہیں کہتے کہ تو سامری ہے اور تجھ میں بدروح ہے " یوحنا ۴۸/۸

www.toobaaelibrary.com

یہودی لوگ سامریوں کو حضرت داؤدؑ کی نسل سے نہیں ملنتے یہ یہودیوں سے علیحدہ فرقہ ہے یہودی سامریوں کے ساتھ کسی قسم کا لین دین نہیں رکھتے اور سامریوں کو ذلت آمیز نگاہوں اور نظر حقارت سے دیکھتے ہیں (سامریوں کی زیادہ تشریح قربانی کے باب میں آئے گی۔ انشاء اللہ) اس اعتراض کا معقول جواب پادری صاحب سے بن نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے آپ نے خالی جگہ کو یوں پُر کر دیا۔

"آپ عیسائیوں کو ناحق الزام دیتے ہیں اور الزام بھی بے ٹھکانے بھلا مسیح کے اس آیت کے مصداق ہونے کے لئے کیا ضرور ہے کہ بی بی مریم صدیقہ کو ہم از نسل داؤد ثابت کریں۔؟ کیا ہمارے مخاطب نہیں جانتے کہ عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ الفاظ ان کے بھائیوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ اور کیا کسی صحیح العقل شخص نے کبھی انکار کیا کہ حضرت یسوع ناصری بنی اسرائیل سے تھے؟" صد ۷۸

مجیب! عاجزی اور بے بسی کے اظہار کے بعد آپ نے یہ سیاست کی کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی مراد نقل کر دی حالانکہ زیر بحث یہ بات ہے کہ حضرت عیسٰےؑ کا دعوٰی "مسیحؑ" ہونے کا ہے۔ اور مسیحؑ کے لئے بیت لحم کے گاؤں اور حضرت داؤدؑ کی نسل سے آنا ضروری تھا۔ اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ حضرت عیسٰےؑ کو نسلِ داؤد ثابت کیا جائے کیونکہ یہودیوں کا نظریہ آپؑ کی بابت سامری ہونے کا تھا۔ مگر پادری صاحب نے آگے چل کر خط کشیدہ الفاظ لکھ کر اپنے فن کا مظاہرہ کر کے جان چھڑا لی۔

ہم بھی منہ میں زباں رکھتے ہیں

ممبر صاحب نے جوش میں قلم کو بہت چلایا۔ تصویر کے دوسرے نازک ترین

www.toobaaelibrary.com

رخ کو نہ دیکھا اور نہ یہ سوچا کہ اس جوش کا انجام کیا ہوگا؟ آخر ہم مسلمان بھی سر میں دماغ۔ منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم رکھتے ہیں۔ کاش کہ گھر کی خبر لی ہوتی۔ پادری صاحب نے سابقہ صفحات میں یہ تحریر کیا کہ نبی کی نبوت کے لئے شجرہ نسب ضروری نہیں ہوتا مگر زیر بحث بشارت کے پیش نظر آنحضرتؐ کا اولاد اسمٰعیلؑ ہونا ثابت کیا جائے آپ کے دامن میں جتنی بھی دلیلیں تھیں ان سب کو صرف کر دیا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہم نے آنحضرتؐ کو بہترین دلائل سے اولاد اسمٰعیلؑ ثابت کر دیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ پادری صاحب کی تین شہادتوں سے اس حقیقت کا اظہار کر دیا۔ اب پادری صاحب کو اپنے نظریات پر نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے۔

سنے ہونگے چمن میں سینکڑوں نالے ہزاروں کے
کلیجہ تھام لو اب دل جلے فریاد کرتے ہیں

تیسری دلیل:۔ اب ذرا توجہ، غور، انصاف اور علمی دلائل کے پیش نظر سننا کہ زیر بحث بشارت میں "ان ہی کے بھائیوں میں سے" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں آپ کے نزدیک ان الفاظ سے مراد بنی اسرائیل کے قبائل ہیں۔ اسی لئے آپ حضرت عیسیٰؑ کو اس بشارت کا مصداق قرار دیتے ہیں اور حضرت عیسےٰؑ بغیر باپ کے حضرت مریم صدیقہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ کے نظریہ کے مطابق حضرت مریم صدیقہ بنی اسرائیل کی بہن ہیں۔ بس اس سے یہ بات خوب روشن ہوئی کہ حضرت عیسےٰؑ بشارت موسوی کے مصداق نہیں ہیں۔ کیونکہ بشارت میں "بہن میں سے" کے الفاظ نہیں۔

اگر حضرت عیسےٰؑ زیر بحث بشارت کے مصداق ہوتے تو آپؑ یقیناً بلا باپ حضرت مریم صدیقہ کے بطن مبارک سے پیدا نہ ہوتے بلکہ "بھائیوں میں سے" پیدا ہوتے۔ پس صاف صاف معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ بشارت موسوی کے ہرگز ہرگز مصداق نہیں ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

ے نہ جانے کس مقام پر کشتی ہے آ لگی
موجیں ہیں بیقرار کنارے اُداس ہیں

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر نبی کی نبوت کے لئے اس کے ماں باپ دونوں یا ایک کا ہونا شرط ہے۔ بلکہ جس بشارت پر کلام کیا جا رہا ہے اس میں "بھائیوں" کا لفظ اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ جو مقدس شخصیت اس بشارت کی مصداق ہوگی۔ وہ صرف "بہن" سے پیدا نہیں ہوگی۔

اب آپ کے نظریہ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے شجرہ نسب کی اشد ضرورت ہے تاکہ آپؑ اس بشارت کے مصداق قرار پا سکیں۔ زیر بحث الفاظ جس شجرہ کے خواہش مند اور متمنی ہیں وہ بالکل مختصر اور حقیقی ہونا چاہیئے مثلاً حضرت ابراہیمؑ سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا یا حضرت ابراہیمؑ سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے بس معاملہ صاف ہے۔

یہ بات پادری صاحب کو بھی مسلم ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔

"کوئی شخص چاہے وہ کیسا ہی بڑا نبی کیوں نہ ہو اس پیشینگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ نبی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہے۔" ص۷۷

آپ کے الفاظ کے پیش نظر بھی حضرت عیسےٰؑ اس وقت تک بشارت کے مصداق قرار نہیں دیئے جا سکتے جب تک آپؑ شجرہ نسب سے زیر بحث الفاظ کے مصداق نہیں بن جاتے۔ یاد رہے کہ زیر بحث بشارت میں "بھائیوں" کا لفظ ہے کوئی دوسرا لفظ نہیں۔ نیز اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسےٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور شجرہ نسب مردوں کی طرف سے ہوتا ہے۔

ے حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

ایک ضروری بات: اگر بالفرض ہم پادری صاحب کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی

www.toobaaelibrary.com

کی خاطر یہ تسلیم کر لیں کہ زیر بحث بشارت خاص ایک نبی کیلئے نہیں بلکہ اس میں سلسلہ انبیاءؑ بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ تو پھر بات بہت خطرناک پہلو اختیار کر لیتی ہے اور انجام بخیر نہیں کیونکہ حضرت موسٰیؑ کے بشارت فرمانے کے بعد سے لیکر حضرت یوحناؑ تک جتنے بھی حضرات انبیاءؑ تشریف لائے تھے وہ تمام "بھائیوں" سے پیدا ہوئے تھے ان سب مقدس ہستیوں کا اس طرح پیدا ہونا زیر بحث الفاظ پر مہر لگاتا اور بتاتا ہے کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

اب اگر بشارت موسوی کو خاص "ایک نبی" کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ حضرت عیسٰیؑ اس کے مصداق نہیں کیونکہ آپؑ بلا باپ پیدا ہوئے تھے اور آنحضرتؐ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔

اور اگر اسرائیلی انبیاءؑ کا سلسلہ مان لیں تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ حضرت عیسٰیؑ اس سلسلہ سے نہیں کیونکہ آپؑ صرف اسرائیل کی "بہن" سے پیدا ہوئے تھے۔ اس آخری بات کو مان کر آپؑ کی نبوت سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں اور پہلی بات کو تسلیم کرکے آپؑ کی نبوت پر حرف نہیں آتا۔ اب دو راستوں میں سے ایک ہی راستہ صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ بشارت موسوی خاص ایک نبی کے لئے بیان ہوئی ہے۔ اور اس کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔ اس بات کو مان کر حضرت عیسٰیؑ کی نبوت برقرار رہتی ہے۔ غور فرمایئے کہ زیر بحث بشارت کے صحیح مصداق آنحضرتؐ کے انکار نے حضرت عیسٰیؑ کو کس نازک مرحلے اور خطرناک موڑ پر پہنچا دیا ہے۔

تین باتیں

۱۔ جس اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰیؑ کی معرفت زیر بحث بشارت میں "ان ہی کے بھائیوں میں سے" کے الفاظ استعمال فرمائے تھے اسی اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسٰیؑ کو بغیر باپ کے حضرت مریم صدیقہ کے بطن مبارک سے پیدا

www.toobaaelibrary.com

فرما کر دنیا بھر کے عقلمندوں کو یہ بات بتا اور دکھا دی کہ بشارت موسوی کے مصداق آپ علیہ السلام نہیں ہیں۔ اللہ تعالے قادر ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اسی طرح کرتا ہے۔ اور اس کے کاموں میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔ جب اللہ تعالے نے حضرت مسیح علیہ السلام ناصری کو اس بشارت کا مصداق نہیں بنایا تو پھر خواہ مخواہ اللہ تعالے کی مخالفت اور مقابلہ کا کیا فائدہ ؟

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد فرمودہ الفاظ "ان ہی کے بھائیوں میں سے" صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قلب و دماغ اور تصوّر و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ان الفاظ کی مصداق ایک ایسی مقدس ہستی ہوگی جو بغیر باپ حضرت مریم صدیقہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوگی۔

۳۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا کوئی قول اناجیل اربعہ میں ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپ نے فرمایا ہو کہ "استثنار ۱۸/۱۸ کے مقام کا میں مصداق ہوں" آپ علیہ السلام یہ بات کیسے اور کیونکر فرما سکتے تھے جبکہ آپ علیہ السلام کو بخوبی معلوم تھا کہ بشارت کے الفاظ "بھائیوں میں سے" آپ علیہ السلام پر صادق نہیں آتے کیونکہ آپ علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے تھے

ان تینوں باتوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ اللہ تعالے، حضرت موسےٰ علیہ السلام اور خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نزدیک بشارت موسوی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں بیان نہیں ہوئی پادری صاحب کی کتاب میں ہماری اس تیسری دلیل کا جواب تو درکنار بلکہ ذکر تک نہیں۔ ویسے آپ نے ہمارے بزرگوں کی پچاس سالہ کتابوں کے جواب میں اپنی کتاب لکھی ہے۔ مگر آپ کو یہ دلیل کہیں بھی نظر نہیں آئی۔

مجھے یہ شوق کہ تجھ کو دکھاؤں عکس تیرا
تجھے یہ خوف کوئی آئینہ بدست نہ ہو

www.toobaaelibrary.com

الفاظ "تیرے ہی درمیان سے" کی حقیقت

جس زیر بحث بشارت یعنی استثنار ۱۸/۷ تا ۲۲ کو ہم اپنے دعویٰ میں پیش کرتے ہیں اس میں "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور نہ یہ الفاظ کلام خدا ہیں اس لئے ہم انہیں الحاقی تسلیم کرتے ہیں۔

پادری صاحب جس مقام کا ذکر کرتے ہیں وہ استثنار ۱۸/۱۵ ہے۔ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ آپ کے نزدیک یہ الفاظ اصلی ہیں۔ اب بات اس پر چلے گی کہ یہ الفاظ الحاقی ہیں یا اصلی۔

اس بات کا اقرار پادری صاحب کو بھی ہے کہ یہ الفاظ کلام اللہ نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"جواباً عرض ہے کہ حضرت موسیٰ خدا کے کلام کے ملہم مفسر تھے آیت ۱۵ میں انہوں نے اس طور سے خدا کا کلام بنی اسرائیل سے بیان کیا جس طور کہ خدا نے ان سے بنی اسرائیل کی نسبت فرمایا تھا اور پھر انہوں نے بنی اسرائیل کو اس طور سے سمجھایا جس طور پر وہ خود اس کو سمجھے اور مولوی صاحب کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے جس طرح کہ حضرت موسیٰ خود سمجھے تھے" صد ۸۳

مجیب: بہرحال یہ بات تو آپ کے قلم سے ظاہر ہو گئی کہ یہ الفاظ کلام اللہ نہیں ہیں بلکہ حضرت موسیٰؑ کی تفسیر ہیں۔

حق بات یہ ہے کہ یہ الفاظ حضرت موسیٰؑ کی تفسیر بھی نہیں کیونکہ حضرت "کلیم اللہ" "کلام اللہ" کے خلاف کیسے فرما سکتے تھے؟ حضرت موسیٰؑ "نبی اللہ" تھے۔ پادری "برکت اللہ" نہ تھے۔

یہ الفاظ الحاقی ہیں: اب ہم اس بات پر مزید ثبوت مہیا کرتے ہیں کہ زیر

www.toobaaelibrary.com

بحث الفاظ الحاقی اور ناقابل توجہ ہیں۔

اوّل : "چنانچہ موسٰے نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا" اعمال ۳/۲۲

جناب پطرس حضرت عیسےؑ کے لاڈلے اور پیارے شاگرد ہیں آپ کے شاگردوں میں جناب پطرس کا نام اول نمبر پر آتا ہے متی ۱/۲ جب جناب پطرس نے اپنی تقریر میں بشارت موسوی کو نقل کیا تو آپ نے ان الفاظ کا ذکر تک نہیں کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ الحاقی ہیں۔

یاد رہے کہ مسیحی دنیا میں جناب پطرس کا وہی مقام اور مرتبہ ہے جو اہلِ اسلام کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے۔

دوم : "یہ وہی موسٰے ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔" اعمال ۷/۳۷

یہ الفاظ جناب ستنفس نے اپنی تقریر میں نقل کئے اگر زیر بحث الفاظ بشارت موسوی میں موجود ہوتے تو آپ ضرور ان کو نقل کرتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ یہ الفاظ یقیناً الحاقی اور توجہ کے قابل نہیں ہیں۔ یاد رہے کہ جناب ستنفس کوئی معمولی آدمی نہ تھے بلکہ آپ کی بابت یہ الفاظ ہیں۔ کہ "اور ستنفس فضل اور قوت سے بھرا ہوا لوگوں میں بڑے بڑے عجیب کام اور نشان ظاہر کیا کرتا تھا۔" اعمال ۶/۸

ہم نے اپنے دعویٰ کی صداقت پر پادری صاحب کے دو بزرگ پیش کئے ہیں ویسے آپ کی شریعت میں حکم بھی دو یا تین گواہوں کا ہے جیسا کہ تیمتھیس اوّل میں ہے کہ "جو دعویٰ کسی بزرگ کے برخلاف کیا جائے بغیر دو یا تین گواہوں کے اس کو نہ سُن"۔ (۵/۱۹)۔ جس طرح بائبل کی دو اندرونی شہادتوں سے ان الفاظ

www.toobaaelibrary.com

کا الحاقی ہونا ثابت کیا گیا ہے علم وعقل کا تقاضہ یہی ہے کہ پادری صاحب کو بھی اسی طرح بائبل کی اندرونی شہادتوں سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنا چاہیئے کیونکہ بغیر گواہوں کے دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "پہلی دو دلیلیں یعنی مقدس پطرس اور مقدس استنفس کے اقتباسات جدا دلیلیں اس لئے متصور نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ اقتباسات عبرانی تورات کے الگ الگ ترجموں کے نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں اقتباسات یونانی ترجمہ سپٹواجنٹ کے ہی ہیں۔ جو زبانی تقریروں میں (نہ کہ الگ تصنیفات میں) حافظے سے کئے گئے تھے" صـ۸۴

مجیب: اگر دونوں دلیلیں جدا جدا اور الگ الگ تسلیم نہیں کی جاتیں تو یہ کمزوری کی علامت ہے بہرحال ان دونوں بزرگوں کا نظریہ تو صاف صاف ظاہر ہے اور دو گواہ تو موجود ہیں۔

آپ نے یونانی ترجمہ سپٹواجنٹ کا نام تو لیا مگر آپ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے بائبل کی اندرونی شہادتیں پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

جو جواب تحریر کیا گیا وہ بہت ہی کم قدر۔ ہلکا اور بالکل کچا ہے "حافظے سے کئے گئے تھے" پادری صاحب کے ان الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ یہ دونوں بزرگ بھول گئے تھے۔ مگر آپ کی بات بے معنی اور مضحکہ خیز ہے کہ دونوں بزرگ ہی بھول گئے تھے۔ ان کے بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جبکہ یہ دونوں بزرگ روح القدس کی مدد سے معمور تھے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جو الفاظ زیادہ تھے وہ تو ان بزرگوں کو نہ بھولے اور خوب یاد رہے مگر "تیرے ہی درمیان سے" یہ چار الفاظ بھول گئے۔ اگر بالفرض دوران تقریر دونوں بزرگ بھول گئے تھے تو جب ان بزرگوں

www.toobaaelibrary.com

کی تقاریر کو احاطہ تحریر میں لایا گیا تھا تو اس وقت ان لفظوں کو لکھ دیا جاتا تاکہ کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہوتی حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ نہیں بھولے بلکہ آپ ہی کسی مصلحت کی خاطر بھول گئے ہیں۔

چونکہ ممبر صاحب نے سپٹواجنٹ کا ذکر کیا ہے اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اس کی حقیقت کو ظاہر کر دیا جائے۔

سوم : یہودیوں میں جو یونانی ترجمہ رائج تھا اسے "سپٹواجنٹ" یا "سپٹیواجنٹا" یا "سبعینیہ" کہا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ ان لوگوں کے نزدیک نہایت مستند اور معتبر تھا۔ یہودیوں کے علاوہ حضرت عیسےٰؑ اور آپؑ کے شاگرد اس ترجمہ کو معتبر اور مستند مانتے اور جانتے تھے۔ اسی لئے یہ تمام حضرات اس ترجمہ سے اقتباسات اخذ کرتے تھے۔ اگر اس ترجمہ کی حیثیت ان کے نزدیک ایسی نہ ہوتی تو یہ حضرات اس سے کبھی کلام اخذ نہ کرتے اس یونانی ترجمہ میں زیر بحث الفاظ موجود نہیں اس بات کا اقرار پادری صاحب کو بھی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ "چونکہ یونانی ترجمہ مقبولہ اہل یہود یہی سپٹواجنٹ تھا۔ پس انہوں نے یہود کے مقابل یونانی کا وہی ترجمہ پیش کیا جس کے وہ خود معتقد تھے۔ پس یہی وجہ ہے کہ حواریوں نے اپنی تصنیفات میں اکثر اس ترجمہ سے نقل اور اقتباس کیا ہے۔ حواریوں کو یونانی میں کوئی نیا ترجمہ پیش کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔" صـ۸۴-۸۵

پادری صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ یونانی ترجمہ بالکل صحیح اور معتبر تھا۔ اس سے ہماری بات خوب روشن ہو گئی کہ اس ترجمہ میں زیر بحث الفاظ موجود نہیں تھے کیونکہ اگر اس میں یہ الفاظ ہوتے تو ضرور یہی دونوں بزرگ نقل کر دیتے۔

چونکہ اس دلیل سے پادری صاحب کی حالت کمزور اور پتلی تھی۔ آپ سے کوئی

www.toobaaelibrary.com

معقول جواب نہیں بن پڑتا تھا۔ اور اس سے آپ پر زبردست ضرب پڑتی تھی۔ عقل و انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ بات تسلیم کر لی جاتی۔ مگر ممبر صاحب نے نیا زاویہ اختیار اور نرالی چال چلی کہ اپنے بزرگوں کی رائے کو ٹھکرا کر یونانی ترجمہ کو غلط اور غیر معتبر قرار دے دیا۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "انہوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ یونانی ترجمہ نہ صرف صحیح ہے بلکہ یہ بھی کہ وہ لفظی ترجمہ ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی عبرانی لفظ کے لئے یونانی لفظ ترجمہ میں نہ ہو تو یہ گمان کرنا چاہیئے کہ وہ لفظ اصل عبرانی میں تھا ہی نہیں۔ مگر یہ مفروضہ بالکل باطل ہے۔ ہم ناظرین کی توجہ اپنے رسالہ "صحت کتب مقدسہ" کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ جہاں اس ترجمہ کی اصل اہمیت کا بیان کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ یونانی ترجمہ نہ تو اس صحت و پایہ کا ہے اور نہ وہ لفظی ترجمہ ہے۔ ایسا کہ ہر عبرانی لفظ کے لئے یونانی لفظ استعمال ہوا ہو۔" ص ۸۵

اسی یونانی ترجمہ کی بابت پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

"اب رہی وہ روایتی تعظیم جو اس پرانے ترجمے کی ہوتی آئی تھی وہ بھی کوئی مستحکم بنیاد نہیں رکھتی اس تعظیم کی اصل وجہ یہ تھی کہ یونانی یعنی عام زبان میں وہ سب سے پہلا ترجمہ تھا جس طرح حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن اردو کا پہلا ترجمہ تھا جو ۱۷۹۰ء میں کیا گیا تھا۔ اس یونانی ترجمہ کے مقابل اور کوئی ترجمہ موجود نہیں تھا۔ لوگوں میں جو عبرانی سے عموماً ناواقف تھے اس کا رواج ہوا اور اس رواج نے اس کی تعظیم بڑھا دی۔ اور مابعد اس تعظیم میں اضافہ ہوا اور پھر مبالغہ ہوا حتیٰ کہ اس کے لئے قصے گھڑے گئے۔ چنانچہ یہ روایت کہ ستر (۷۰) جید علماء نے ستر روز میں الہام سے اس کا ترجمہ کیا محض خام خیالی ہے اور خوش اعتقادی کی محض ایک مثال ہے کیونکہ ہمارے مخاطب بھی مترجمین کے الہام کے قائل نہیں

www.toobaaelibrary.com

ہونگے ایسی روایتیں اس کی نسبت مبالغہ ظاہر کرتی ہیں۔ چنانچہ جب تحقیق کی گئی تو خام خیالی ختم ہوگئی اور اصلیت سے آگاہی ہوئی اور ترجمہ کی اصل حقیقت اور اہمیت سب پر واضح ہوگئی۔" ص ۸۶

مجیب: پادری صاحب کے اس افسانہ پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر ترک کیا جاتا ہے۔

آپ کے الفاظ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یونانی ترجمہ سپٹواجنٹ غیر معتبر اور غلط ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ اہل یہود۔ حضرت مسیحؑ۔ شاگردان مسیحؑ اور انجیل نویسوں کے نزدیک نہایت معتبر اور مستند تھا۔ اور اس پر پادری صاحب کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب "صحت کتب مقدسہ" میں ارشاد فرماتے ہیں

یونانی ترجمہ کی کہانی؛
پادری صاحب کی زبانی

"قدیم ترجمہ سبعینیہ یا سیپٹواجنٹ:۔ ملک مصر کے شہر سکندریہ میں خداوند مسیح سے دو تین صدیاں پیشتر عبرانی کتب مقدسہ کا پہلے پہل یونانی زبان میں ترجمہ کیا گیا یہ ترجمہ ہمارے پاس موجود ہے اور اس کے ذریعہ ہم وہ عبرانی متن معلوم کر سکتے ہیں۔ جو خداوند مسیح سے صدیوں پہلے مصر میں مروج تھا پس ہم موجودہ عبرانی اصل متن اور اس قدیم یونانی ترجمہ کا مقابلہ کر کے معلوم کر سکتے ہیں کہ موجودہ عبرانی متن وہی عبرانی متن ہے جس کا ترجمہ اس زمانے میں کیا گیا تھا۔ اس یونانی ترجمہ کا نام ترجمہ سبعینیہ (سیپٹواجنٹ) ہے جو خداوند مسیح سے ۲۸۰ برس پہلے ان یہودیوں کے لئے کیا گیا تھا جو جابجا مختلف ممالک میں رہتے تھے۔" (۱ پطرس ۱/۱ و یعقوب ۱/۱)

وہ عبرانی سے ناواقف تھے اور ارامی فراموش کر چکے تھے اور اب یونانی ان کی

www.toobaaelibrary.com

زبان ہو گئی تھی۔ ایک سو سال تک مختلف مترجمین نے مختلف کتب کا مختلف اوقات میں ترجمہ کر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ ترجمہ اس قدر مستند تھا کہ اس کو انجیل نویس اور بارہ رسول استعمال کرتے تھے۔ ہمارے خداوند نے عہد عتیق کی کتب سے ۳۷۔ اقتباسات اپنی زبان مبارک سے فرمائے۔ انجیل کے یونانی متن کے مطابق ان میں سے ۳۳ اس یونانی ترجمہ کے موافق ہیں۔ عہد جدید کے تمام انجیل نویس اور مصنفین اسی ترجمہ کو اپنی تصنیفات میں استعمال کرتے ہیں۔ ابتدائی مسیحی صدیوں میں مشرق و مغرب کی کلیسیاؤں کے آبائے کلیسیا اس ترجمہ کے الفاظ کو اصل عبرانی الفاظ کی طرح الہامی سمجھتے تھے۔ اور ان کی تصنیفات میں اس ترجمہ کے اقتباسات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ ترجمہ تقریباً تمام مسیحی اصطلاحات کا ماخذ ہے۔ مشرقی کلیسیا کی نظر میں تو یہ ترجمہ ایسا مستند اور معتبر ہے کہ وہ ابتدا ہی سے اصل عبرانی کی بجائے یہی ترجمہ تاحال استعمال کرتی چلی آئی ہے۔ اس ترجمہ کا پایۂ اعتبار اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ اس یونانی ترجمہ کے ترجمے لاطینی، قبطی۔ سُریانی، حبشی گاتھک، عرب، جارجیا اور آرمینیا کی زبانوں میں کئے گئے۔" ص۱۰۰-۱۰۱

مجیب: ؎ نہ منزل ہے کوئی نہ ہے کوئی ٹھکانہ
چمن لٹ گیا ہے آشیاں جل گیا ہے

ناظرین کرام: ہم نے آپ کو پادری صاحب کی زبانی یونانی ترجمہ کی کہانی سُنا دی ہے جس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی ترجمہ نہایت ہی معتبر اور مستند سمجھا جاتا ہے۔ پس ہمارا یہ کہنا کہ جب اس ترجمہ میں زیر بحث الفاظ موجود نہیں ہیں۔ تو پھر یہ الفاظ یقیناً الحاقی اور ناقابل توجیہ ہیں۔

یہ عجیب سیاست ہے کہ جب پادری صاحب نے اس ترجمہ سے مطلب نکالنا ہوتا ہے۔ تو پھر یہ ترجمہ مستند، معتبر اور الہامی بن جاتا ہے اور جب ہم اس ترجمہ

www.toobaaelibrary.com

سے دلیل اخذ کریں تو پھر یہ ترجمہ غیر معتبر اور غیر مستند بن جاتا ہے۔ کوئی بات نہیں؟

ع انجام زندگی کا نزدیک آرہا ہے

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اگر بالفرض محال یہ فقرہ تیرے ہی درمیان سے اصل عبرانی میں موجود نہ تھا تو بعد میں کیسے آیا؟" ص ۴۷۔۸۶

مجیب: فرض کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی جبکہ بائبل کی دو اندرونی شہادتوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ الفاظ الحاقی ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ کیسے آیا؟ تو ممبر صاحب سنیئے: جس طرح تورات میں انسانی ہاتھ نے الفاظ اور فقرات ایزاد کئے ہیں۔ اسی طرح یہ الفاظ بھی ایزاد کئے گئے ہیں۔ تورات میں الفاظ کے ایزاد ہونے کے آپ بھی قائل ہیں۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔

" تورات شریف کے بعض مقامات میں لفظ "بھائیوں" کے ساتھ "بنی اسرائیل" کا لفظ توضیح اور تاکید کی خاطر ایزاد کر دیا گیا ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا آیات میں نمبر ۵ آیت یا احبار کی کتاب کی آیت "لیکن بنی اسرائیل جو تمہارے بھائی ہیں۔ ان میں سے کسی پر تم سختی سے حکمرانی نہ کرنا" ($\frac{۲۵}{۴۶}$) ان اور تمام دیگر آیات میں صرف تاکید اور وضاحت کی خاطر لفظ "بنی اسرائیل" ایزاد کیا گیا ہے۔" ص ۴۷

اس اقرار کے بعد تورات کا ایک اور مقام ملاحظہ فرمایئے:

جس سے بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ تورات میں الحاقی فقرات کا جذبہ کارفرما اور انسانی ہاتھ کا دخل موجود ہے۔

استثنار $\frac{۳۴}{۵ \text{ تا } ۱۲}$ اس مقام میں حضرت موسیٰؑ کی کل عمر۔ موت کی کیفیت اور قبر کی جگہ کا حال مرقوم ہے جبکہ تورات کو حضرت موسیٰؑ نے لکھا۔ اور اُسے اسرائیلی بزرگوں کے سپرد کر دیا تھا۔ استثنار $\frac{۳۱}{۹}$ تو پھر استثنار $\frac{۳۴}{۵ \text{ تا } ۱۲}$ میں حضرت موسیٰؑ کے یہ حالات و واقعات کیونکر آگئے؟ آپ لوگ اس مقام کو حضرت موسیٰؑ کی تصنیف

www.toobaaelibrary.com

نہیں بلکہ الحاقی مانتے ہیں۔

جب کسی نامعلوم شخص نے اتنے فقرات توراۃ شریف میں اپنی طرف سے الحاق کر دیئے تو پھر " تیرے ہی درمیان سے " ان چار لفظوں کو الحاق کرنا کونسا مشکل امر اور کٹھن کام تھا؟

اس مقام پر پادری صاحب کو لب نہیں ہلانا چاہیئے کیونکہ آپ حضرت عیسےٰؑ کو " ابن اللہ " مانتے ہیں۔ اور آپ کے نزدیک یہودیوں نے " ابن اللہ " کو مصلوب کر دیا تھا۔ تو پھر ان لوگوں کو " کلام اللہ " میں الحاق کرنا کونسا مشکل امر تھا؟

اس دور میں الحاق کے لئے کوئی منظوری نہیں لینا پڑتی تھی۔ اس زمانے میں بائبل میں الحاق کا سکہ یوں چلتا تھا جیسے مداری لوگ روپیہ بنا لیا کرتے ہیں۔

اس مقام سے ان الحاقی فقرات سے کوئی غرض بھی معلوم نہیں ہوتی کسی نے بلا غرض ہی ان فقرات کو توراۃ شریف میں لکھ مارا۔ زیر بحث الفاظ سے تو اچھی بھلی غرض معلوم ہوتی ہے۔ یہ کیونکر الحاقی نہیں؟

ہم نے بائبل کی اندرونی شہادتوں سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ زیر بحث الفاظ اصلی نہیں بلکہ الحاقی ہیں۔ پادری صاحب کو بائبل سے دلیل نہیں ملتی اور بیرون بائبل سے دلیل لانا بے بسی اور بے کسی کی علامت اور کمزوری کی بیّن دلیل ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " کلدی تارگم انکلوس "۔ پہلی قسم کا ترجمہ مشہور کلدی تارگم انکلوس خداوند مسیح کے زمانہ میں رائج تھا۔ توراۃ شریف کا یہ ترجمہ مستند اور صحیح لفظی ترجمہ ہے جو یہود میں ایسی تعظیم سے دیکھا جاتا تھا کہ سولھویں صدی

www.toobaaelibrary.com

تک برابر عبرانی متن کے ساتھ ساتھ یہودی عبادت گاہوں میں پڑھا جاتا تھا اس ترجمہ میں یہ آیت لفظ بہ لفظ عبرانی متن کے مطابق ہے اور جملہ تیرے ہی درمیان سے اس میں موجود ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ عبرانی متن میں یہ الفاظ مابعد داخل نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ عبرانی متن کا حصہ تھے۔ سپٹواجنٹ کی تعظیم اس تارگم کے برابر کبھی بھی نہیں کی گئی۔ درحقیقت اہل یہود میں عبرانی تورات کے بعد اسی کا رتبہ سب سے بڑا مانا گیا ہے"۔ ص ۸۸

مجیب : حق بات یہ ہے کہ پادری صاحب کو کچھ سوجھائی نہیں دیتا اسی لئے ہلکی ہلکی اور کم قدر باتیں تحریر کرتے اور حیرانگی کے عالم میں غیر ذمہ دارانہ باتیں ارشاد فرماتے ہیں۔ اصل بات کا آپ سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔

اس ترجمہ کو آپ نے اپنی ذاتی رائے سے مستند صحیح۔ لفظی ترجمہ قرار دیا اور اس ترجمہ کو سپٹواجنٹ پر ترجیح دی ہے۔ اگر یہ ترجمہ اتنی ہی خوبیوں کا مالک اور صفات کا حامل تھا تو پھر حضرت مسیحؑ کی مبارک نگاہوں سے کیوں اوجھل رہا؟ آپ کے حواریوں نے اس کی طرف کیوں توجہ نہ دی؟ انجیل نویسوں کی نظروں میں یہ کیوں مقام حاصل نہ کر سکا؟ کیونکہ یہ تمام بزرگ سپٹواجنٹ سے ہی اخذ کرتے اور اسے ہی مستند اور معتبر تصوّر کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔

ہمارے مخاطب نے کلدی تارگم کی شان میں جو زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں ان کی مذہبی دنیا بھی ان کی تصدیق نہیں بلکہ تردید کرتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

"ہفتادی ترجمہ۔ تبلیغی کام میں عبرانی بائبل کے اسکندریہ کے یونانی ترجمہ کو ہمیشہ اوّل جگہ دی جاتی ہے۔ جسے ہفتادی ترجمہ کہتے ہیں۔ یہ یہودیوں کے غیر ممالک میں پھیلنے کے بعد ان کی عبادت گاہوں میں پڑھی جاتی تھی اور اس کی تشریح بھی ہوتی تھی"۔ ہماری کتب مقدسہ۔ ص ۳۹۵ بار چہارم پادری جی ٹی مینلی صاحب ایم۔ اے

www.toobaaelibrary.com

غور فرمائیے کہ اس یونانی ترجمہ کو یہ لوگ آج تک معتبر اور مستند مانتے اور اُسے صف اوّل میں جگہ دیتے ہیں۔ مگر ہمارے مخاطب کا حال اپنے مذہبوں سے بے حال ہے

پادری صاحب فرماتے ھیں: کہ "ترجمہ پشیتو:۔ دوسرا ترجمہ سُریانی زبان کا مشہور و معروف قدیم ترجمہ پشیتو (بمعنی لفظی، سادہ یا معرّا) ہے جو دوسری صدی مسیحی کے اوائل میں کیا گیا۔ اس میں بھی استثنا کی کتاب کی زیر بحث آیات لفظ بہ لفظ عبرانی متن کے مطابق ہیں اور جملہ تیرے ہی درمیان سے اس میں موجود ہے۔" صـ ۸۸

مجیب: اس ترجمہ کو یونانی ترجمہ پر ترجیح نہیں دی جا سکتی کیونکہ حضرت مسیحؑ کی مبارک نگاہوں میں یونانی ترجمہ ہی معتبر اور مستند تھا۔ اور اسی ترجمہ پر آپؑ کے حواریوں اور انجیل نویسوں کی مہر تصدیق ثبت ہے ترجمہ پشیتو حضرت مسیحؑ کے بعد کا ہے۔ علمی دنیا میں اس ترجمہ کی قدر و قیمت یونانی ترجمہ کے سامنے کچھ بھی نہیں لہٰذا اس ترجمہ کو پیش کرنا زبردست علمی غلطی ہے۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "ترجمہ ولگیٹ"۔ تیسرا ترجمہ لاطینی زبان کا ترجمہ ولگیٹ ہے جس کو چوتھی صدی عیسوی میں مقدس جیروم نے قدیم ترین لاطینی ترجموں کی نظر ثانی کر کے مرتب کیا۔ اس میں بھی جملہ تیرے ہی درمیان سے لاطینی زبان میں موجود ہے۔" صـ ۸۸

مجیب: یہ وہی مقدس جیروم ہے کہ جس نے پاپائے اعظم کے حکم سے ۳۸۲ء سے لیکر ۴۰۲ء تک یہ ترجمہ کیا تھا۔ کوئی دوسرا مقدس جیروم تو نہیں؟ پادری صاحب نے جس مقدس جیروم کا نام لیا اور اس کا ترجمہ ہمیں جبراً تسلیم کرانے کیلئے لکھا ہے پادری صاحب! کیا آپ بھی اس مقدس جیروم کا سب کچھ مانتے ہیں۔ کیونکہ مقدس جیروم فرقہ رومن کیتھولک سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کے نزدیک عہد نامہ قدیم

www.toobaaelibrary.com

میں مندرجہ ذیل کتابیں موجود ہیں:۔ ۱۔ طوبیاہ ۔ ۲۔ یہودیت ۔ ۳۔ حکمت ۔ ۴۔ یشوع بن سیراخ ۔ ۵۔ باروک ۔ ۶۔ مکابین اول و دوم ۔ مقدس جیروم ان کتابوں کو الہامی جانتا اور مانتا تھا ۔ اس لحاظ سے اس کے عہد نامہ قدیم میں کتابوں کی تعداد ۴۵ ہے ۔ پادری صاحب کے عہد نامہ قدیم میں کتابوں کی کل تعداد ۳۹ ہے آپ مقدس جیروم کی کتابوں کو غیر الہامی مانتے ہیں ۔ ممبر صاحب جس مقدس جیروم کی بات کو آپ خود نہیں مانتے ہم اس کے قول کو کیونکر تسلیم کر لیں ؟

اس کے علاوہ اس ترجمہ پر حضرت عیسےؑ اور حواریوں کی مہر تصدیق ثبت نہیں جس یونانی ترجمہ کو ہم نے پیش کیا ہے ۔ وہ حضرت عیسےؑ ۔ حواریوں اور انجیل نویسوں کا تصدیق شدہ ہے ۔ نیز دوسری اور چوتھی صدی عیسوی کے تراجم انصاف و دیانت اور علمی دنیا کے سامنے کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے ۔

چہارم :۔ جب علماء اسلام نے پادری فانڈر صاحب کے وقت میں یہ کہا کہ "سامری توراة" اور "سپٹواجنٹ" میں زیر بحث الفاظ موجود نہیں ہیں ۔ تو آپ نے علماء اسلام کے جواب میں ان دونوں نسخوں سے کوئی بھی دلیل اپنے حق میں تحریر نہیں کی حالانکہ آپ اپنے وقت میں مسیحی دنیا میں زبردست محقق ۔ جید عالم اور مناظر اعظم سمجھے جاتے تھے ۔ اگر آپ کی دلیل ان دونوں کتابوں سے ذرہ بھر بھی بنتی ہوتی تو آپ چپ نہ رہتے ۔ ضرور اور یقیناً جواب میں کچھ لکھتے حالانکہ آپ نے صرف مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں ۔

" ۲ ۔ استثنار کا ۱۸ واں باب ۱۵ ویں اور ۱۸ ویں آیات ۔ یہ کہا جاتا ہے کہ نبی موعود نبی اسرائیل سے مبعوث ہونیوالا نہیں تھا ۔ " تیرے ہی درمیان سے " آیت ۱۵ کا فقرہ سپٹاجنٹ اور سامری توراة میں نہیں ہے ۔ اور اعمال الرسل ۳/۲۲ میں نہیں پایا جاتا " میزان الحق حصہ سوم باب ۲ اس کے آگے چند سطور کے بعد لکھتے

www.toobaaelibrary.com

ہیں کہ "تیرے ہی درمیان سے" کا فقرہ یقیناً اصلی ہے۔"

چونکہ پادری صاحب کو سپٹواجنٹ اور سامری توریت کی پوری خبر تھی اس لئے آپ نے بلا دلیل وگواہ "یقیناً اصلی" کے الفاظ لکھ کر بات کو ختم کر دیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ بلا دلیل اور بغیر ثبوت کے صرف کسی کے کہنے سے اصلی بات ثابت نہیں ہوا کرتی ہمارے مخاطب نے اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ تو کی مگر آپ کے دامن میں اندرون بائبل سے کوئی دلیل نہیں۔

بہر حال ہمارا یہ دعویٰ دلائل کی روشنی میں خوب ظاہر اور ثابت ہو گیا۔ کہ "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ الحاقی ،غیر اصلی اور نا قابلِ توجّہ ہیں۔

آخری بات! زیر بحث بشارت میں "بھائیوں میں سے" کے الفاظ ہیں اور حضرت عیسےٰؑ حضرت مریم صدیقہ کے بطن مبارک سے بلا باپ پیدا ہوئے تھے۔ اور پادری صاحب "ان ہی کے بھائیوں میں سے" اور "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ کو مترادف قرار دیتے۔ اور ان سے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کو مراد لیتے ہیں اور ساتھ ہی اس مقام کو حضرت عیسےٰؑ پر صادق کرتے ہیں۔ اب جبکہ حضرت مریم صدیقہ بقول پادری صاحب بنی اسرائیل کی بہن ہیں۔ اور حضرت عیسےٰؑ اسرائیل کی بہن سے پیدا ہوئے تھے۔ تو اس لحاظ سے ہر گز ہر گز بات نہیں بنتی کیونکہ اگر ان الفاظ سے مراد وہی ہوتی جو ہمارے مخاطب نے لکھی ہے، تو پھر یقیناً حضرت عیسےٰؑ کو "بھائیوں سے" پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ آپؑ کا بلا باپ پیدا ہونا اور اللہ تعالےٰ کا آپؑ کو اس طرح پیدا کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ "اُن ہی کے بھائیوں سے" کے الفاظ کے مصداق بنی اسمٰعیلؑ ہیں۔ اور "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ الحاقی ہیں۔ ہم نے اس حقیقت کو دینِ عیسوی کے دو بزرگوں سے بھی بائبل سے ثابت کر دیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب کا دوبارہ جھوٹ ملاحظہ فرمائیے

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "دونوں جملے "تیرے ہی بھائیوں میں سے" اور "تیرے ہی درمیان سے" بالکل ہم معنی اور مترادف ہیں۔ چنانچہ جیسا ہم گذشتہ فصل میں ذکر کر آئے ہیں۔ بجنسہ یہ محاورہ اس معنی میں اسی کتاب استثنار ۱۵/۷ میں آیا ہے " اگر تمہارے درمیان تمہارے بھائیوں میں سے کوئی مفلس ہو" صد ۸۲

مجیب : یہ فقرہ پہلے بھی صفحہ ۲۷ کے جواب میں "حوالہ نمبر دس" کے تحت گزر چکا ہے۔ اب آپ نے اسے دوبارہ نقل کیا ہے۔ آپ نے اپنی سیاست کیمطابق دونوں مقامات پر اصل الفاظ نقل نہیں کئے۔ ہم مذکورہ صفحہ کے تحت اصل الفاظ کو لکھ کر پادری صاحب کا جھوٹ اور فریب ظاہر کر چکے ہیں۔

ناظرین کرام! آپ ضرور حیران ہوتے ہونگے کہ پادری صاحب بار بار جھوٹ کیوں ارشاد فرماتے ہیں؟ صداقت کو سینہ سے نکال لینے کے بعد زبان پر سچ کہاں سے آئے گا؟

جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
غم دل کو کھا رہا ہے دل غم کو کھا رہا ہے

جناب پولوس کے الفاظ :- ممبر صاحب اکیلے ہی اس روحانی مرض میں مبتلا نہیں ہیں۔ "این خاندان آفتاب است" اس پالیسی کی ابتدا جناب پولوس نے کی تھی چنانچہ جناب پولوس فرماتے ہیں کہ "اگر ہماری ناراستی خدا کی راستبازی کی خوبی کو ظاہر کرتی ہے تو ہم کیا کہیں؟ کیا یہ کہ خدا بے انصاف ہے جو غضب نازل کرتا ہے۔ (میں یہ بات انسان کی طرح کہتا ہوں) ہرگز نہیں۔ ورنہ خدا کیونکر دنیا کا انصاف کرے گا؟ اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے

www.toobaaelibrary.com

واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے؟ اور ہم کیوں برائی نہ کریں۔ تاکہ بھلائی پیدا ہو؟ چنانچہ ہم پر یہ تہمت لگائی بھی جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا یہی مقولہ ہے مگر ایسوں کا مجرم ٹھہرنا انصاف ہے"۔ رومیوں ۳:۵ تا ۸

جناب پولوس رسول کے الفاظ سے ظاہر ہوا کہ مسیحی لوگوں کے نزدیک دینِ مسیح کی تبلیغ واشاعت کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اسی لئے ممبر صاحب جناب پولوس کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں پہلے کافر لوگ پر کا کبوتر بنالیا کرتے تھے۔ مگر آج کل اس مادی ترقی کے دور میں یہ لوگ بے پر کی اڑانے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں

ع نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

یاد رہے کہ پادری صاحب نے "تیری مانند" کے الفاظ پر بعد میں اور "ایک نبی" کے الفاظ پر پہلے بحث کی ہے۔ ہم نے استثناء ۱۸:۱۸ کی ترتیب کو مدنظر رکھا ہے۔ اس لئے زیرجواب کتاب کے صفحات کی ترتیب میں فرق پڑ گیا ہے۔

بشارت موسوی میں "میری مانند" کے الفاظ بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان الفاظ سے علماء اسلام نے جو مماثلتیں آنحضرتؐ اور حضرت موسٰےؑ کی تحریر کی ہیں ان سے ان لوگوں کے دل دھڑکتے اور دماغ پگھلتے ہیں۔ اس لئے آسمان کو سر پہ اٹھا کر کہتے ہیں۔ ان سے یہ نہیں۔ وہ نہیں اور ایسا نہیں وغیرہ وغیرہ چنانچہ ہمارے مخاطب نے بھی ان میں سے بعض کو نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

" بعض اسلامی مناظرین الفاظ میری مانند کا غلط مفہوم سمجھ کر ان کا اطلاق حضرت محمد پر کر کے کہتے ہیں کہ حضرت موسٰے اور حضرت محمد میں مماثلت ہے کیونکہ دونوں بت پرستوں میں ظاہر ہوئے۔ دونوں کے رشتہ داروں نے پہلے ان کو رد کیا اور پھر قبول کیا دونوں شادی شدہ تھے۔ دونوں کے ہاں اولاد پیدا ہوئی دونوں اپنے دشمنوں سے بھاگے ایک نے مدیان کو اور دوسرے نے مدینہ کو

www.toobaaelibrary.com

ہجرت کی۔ دونوں نے کفار سے جنگ کی دونوں کے پَیرو ان کی موت کے بعد ارضِ مقدس میں داخل ہوئے۔ دونوں نے خون کئے دونوں نے ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کی۔ دونوں کے نام حرف میم سے شروع ہوتے ہیں۔ دونوں صاحبِ غضب۔ حکمران۔ فاتح اور کفار سے انتقام لینے والے مجاہد اور صاحبِ شریعت تھے" (سیرۃ النبی خطبات وغیرہ") صد ۹۶

مجیب: پادری صاحب نے خط کشیدہ الفاظ اپنی طرف سے لکھکر سیرت النبی کا حوالہ دے دیا ہے۔ حالانکہ سیرت النبی جلد سوم بار چہارم صد ۸۱۸ پر یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

اس مقام پر کوئی معجزات کی بحث چھیڑتا ہے اور کوئی شخصی عرفان کا راگ الاپتا ہے۔ الغرض ہر کوئی اپنی اپنی تان پر گاتا ہے اور جو مماثلتیں علماء اسلام نے تحریر کی ہیں ان کا انکار رہے۔ آخر سوال پیدا ہوتا ہے کہ "میری مانند" ان الفاظ کا صحیح مفہوم اور اصل مطلب کیا ہے؟

پادری صاحب نے جو صحیح مطلب اور اصل مفہوم سمجھا ہے اس کو حضرت عیسٰےؑ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں یوں منطبق کیا ہے۔

"حضرت کلمۃ اللہ قوم اسرائیل کو فرماتے تھے تم کتاب مقدس کو بغور پڑھو وہ میری گواہی دیتی ہے (یوحنا ۵/۳۹) کیونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں حسبِ ضرورت اور بالخصوص ابتلا اور مصیبت کے زمانہ میں نبی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے نبی برپا کرے گا۔ جس طرح اس نے فرعونِ مصر کے زمانہ میں حضرت موسٰے کو برپا کیا تھا۔ دورِ حاضرہ میں خدائے برتر و تعالےٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے مجھے مبعوث فرمایا ہے" صد ۶۲

مجیب: یوحنا ۵/۳۹ کا جواب "قولِ فیصل" میں گزر چکا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

حضرت عیسیٰؑ کو اپنی طرف سے مندرجہ بالا الفاظ کے پیشِ نظر "مثیلِ موسیٰؑ" قرار دینا پانچ وجوہات کی بنا پر درست نہیں۔

پانچ وجوہات! **اوّل**:۔ خط کشیدہ الفاظ پادری صاحب کے خود ساختہ اور من گھڑت ہیں۔ ان کو خواہ مخواہ بلا دلیل حضرت عیسیٰؑ کی طرف منسوب کرنا انصاف و دیانت کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ حضرت عیسیٰؑ نے اناجیل اربعہ میں کہیں بھی نہیں فرمائے۔

دوم:۔ جبکہ حضرت عیسےٰؑ نے اپنی زبان مبارک سے "مثیلِ موسےٰؑ" ہونیکا دعویٰ نہیں فرمایا تو پھر پادری صاحب کا بلا دلیل مفروضہ کیونکر تسلیم کر لیا جائے؟

سوم:۔ "موسےٰ تو اس کے سارے گھر میں خادم کی طرح دیانتدار رہا تاکہ آئندہ بیان ہونے والی باتوں کی گواہی دے۔ لیکن مسیح بیٹے کی طرح اس کے گھر کا مختار ہے اور اس کا گھر ہم ہیں۔ بشرطیکہ اپنی دلیری اور اُمید کا فخر آخر تک مضبوطی سے قائم رکھیں" عبرانیوں ۳: ۵-۶۔ ان الفاظ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسےٰؑ خدا کے "خادم" اور "دیانتدار" تھے اور حضرت عیسےٰؑ "خدا کے بیٹے" اور "مختار" تھے۔ جس طرح "خادم" اور "بیٹے" میں فرق ہے اسی طرح "دیانتدار" اور "مختار" میں بھی فرق ہے۔ پس یہ بات روشن ہو گئی کہ حضرت عیسیٰؑ "مثیلِ موسےٰؑ" ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔

چہارم:۔ "اس لئے کہ شریعت تو موسیٰ کی معرفت دی گئی مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی" یوحنا ۱: ۱۷۔ یہ مقام بھی ببانگِ دہل اعلان کرتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ "مثیلِ موسےٰؑ" نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت موسےٰؑ کو شریعت ملی اور حضرت عیسےٰؑ کو فضل ملا۔

پنجم:۔ حضرت موسےٰؑ کی شریعت کسی اور شریعت کے ماتحت نہ تھی۔ بلکہ حضرت

www.toobaaelibrary.com

موسٰےؑ صاحب شریعت نبی تھے، مگر حضرت عیسٰیؑ حضرت موسٰیؑ کی شریعت کے ماتحت اور تابع ہیں۔ چنانچہ آج تک توراتِ موسوی عیسائی مذہب میں داخل اور واجب العمل ہے۔ اس لئے حضرت مسیحؑ تابع اور حضرت موسٰیؑ متبوع ہیں اور تابع اپنے متبوع کا مثیل نہیں ہوتا

پس مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر حضرت عیسٰیؑ حضرت موسٰیؑ کی مانند یعنی "مثیل موسٰےؑ" نہ تھے لہٰذا آپؑ اس بشارت کے مصداق نہیں ہیں۔

پادری صاحب کے نزدیک الفاظ "تیری مانند" کا صحیح مفہوم

صفحہ ۶۲ کے الفاظ گذر چکے ہیں اب آپ دوسرا مقام ملاحظہ فرمایئے۔

" زیر بحث آیت میں الفاظ " تیری مانند " کا بعینیہ یہی مفہوم ہے حضرت موسٰی فرماتا ہے کہ جس طرح خدا نے مجھے فرعونِ مصر کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے برپا کیا تھا اسی طرح خدا بنی اسرائیل کی تاریخ میں حسب ضرورت ہر زمانہ میں قبائل اسرائیل میں سے لوگوں کو عہدہ نبوت عطا کر کے برپا کرتا رہیگا" ص۱۰۲

مجیب : پادری صاحب نے صفحہ ۶۲ پر " برپا کریگا " کے الفاظ لکھے ہیں صرف اس لئے کہ حضرت عیسٰیؑ " مثیلِ موسٰےؑ " کے مصداق بن جائیں اور اس صفحہ پر " برپا کرتا رہیگا " کے الفاظ تحریر کئے ہیں تاکہ اہل اسلام کا گلا گھونٹ دیا جائے ان الفاظ پر مفصل کلام صفحہ ۶۱ پر کے آخری حصہ کے بعد " پادری صاحب کی ایک خطرناک چالاکی " کے تحت گزرا۔

صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی "مثیلِ موسٰیؑ" ہیں

چوتھی دلیل : اب ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پادری صاحب نے "تیری مانند" کے الفاظ کا جو صحیح مفہوم متعین کیا ہے۔ اسی کے تحت آنحضرتؐ کو " مثیلِ موسٰےؑ "

www.toobaaelibrary.com

ثابت کریں تاکہ ہمارا دعویٰ ثابت ہو سکے۔ تو لیجئے صاحب! قرآن مجید کی سورہ مزمّل آیت ۱۵ کی تلاوت کیجئے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ

غور کا مقام ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کا اس طرح کا ایک فرمان بھی اناجیل اربعہ میں موجود نہیں تو بھی پادری صاحب بلا دلیل حضرت عیسٰیؑ کو "مثیل موسٰیؑ" قرار دیتے ہیں اور ہم اہل اسلام قرآنی دلیل سے آنحضرتؐ کو "مثیل موسٰیؑ" ثابت کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی انکار ہے اس فعل کا نام ہے ناانصافی۔ اور تعصّب ہے۔

قرآن مجید میں آسمانی کتابوں کے نام آئے ہیں۔ اور قرآن مجید میں صرف دو آسمانی کتابوں کو "فرقان" فرمایا گیا ہے۔ اوّل قرآن مجید کو سورہ فرقان آیت (۱) دوم تورات کو سورہ بقرہ آیت ۵۳۔ قرآن مجید یہ صرف اس لئے کیا کہ آنحضرتؐ "مثیل موسٰیؑ" اور آپؐ پر جو کتاب نازل ہوئی تھی یعنی قرآن مجید وہ حضرت موسٰیؑ کی آسمانی تورات کی مانند تھا جس طرح تورات موسوی مستقل طور پر شریعت تھی، اسی طرح قرآن مجید بھی مستقل طور پر شریعت ہے۔ اسی لئے ان دونوں متبرک اور مقدس ہستیوں کی آسمانی کتابوں کو بھی مثیل قرار دیا گیا۔ پس ہمارا دعویٰ احسن دلائل سے ثابت ہو گیا کہ صرف آنحضرتؐ ہی "مثیل موسٰیؑ" ہیں۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "اسلامی مناظرین تاحال اس قسم کی منطقی مشابہت اور مماثلت دکھلانے سے قاصر رہے ہیں جس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ اخذ ہو سکے کہ حضرت موسٰے اور حضرت محمد ایک دوسرے کی "مانند" ہیں۔ اگر یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی مانند ہوتے تو قرآن جو ہر بات کو مفصل بیان کرنے کا مدعی ہے۔ یہ مشابہت ضرور بیان کر دیتا لیکن قرآن کے کسی ایک مقام میں بھی حضرت محمد کو حضرت موسٰے سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ تمام قرآن کو چھان مارو تم کو کسی جگہ بھی یہ نہیں ملیگا۔

کہ ان مناظرین کی پیش کردہ آیت ایک پیشنگوئی ہے جو آنحضرتؐ کے حق میں ہے"۔ صفحہ ۹۷

مجیب: چونکہ پادری صاحب اندر کی بات کو بخوبی جانتے تھے اس لئے خط کشیدہ الفاظ کی قید لگادی تاکہ سورہ مزمل آیت ۱۵ کو پیش نہ کیا جا سکے۔

کلام اسبات میں ہے کہ قرآن مجید آنحضرتؐ کو "مثیل موسیٰؑ" قرار دیتا ہے یا نہیں اس کا جواب سورہ مزمل آیت ۱۵ سے تحریر کر دیا گیا ہے۔ پس بات صاف ہے۔

اس کے علاوہ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ط سورہ اعراف آیت ۱۵۳ کو قرآن مجید نے بطور "پیشنگوئی" کے ذکر فرمایا ہے۔ اب تو پادری صاحب کو کوئی انکار نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ مقام معہ ترجمہ کے "قرآن مجید کے دعوٰی" کے تحت گزرا۔ پادری صاحب کے نظریہ کے مطابق زیر بحث بشارت حضرت عیسیٰؑ کے حق میں ہے آپ اس کو یوں ثابت کرتے ہیں کہ "کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے اس لیئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے"، یوحنا ۵/۴۶۔ ان الفاظ میں بھی "پیشنگوئی" کا لفظ موجود نہیں ہے۔ اب جو اعتراض پادری صاحب ہم پر کرتے ہیں وہی اعتراض ممبر صاحب پر بھی وارد ہوتا ہے جو جواب پادری صاحب کا ہوگا۔ وہی جواب ہمارا ہوگا۔

اس کے علاوہ قرآن مجید اور انجیل کے خط کشیدہ الفاظ بالکل ایک جیسے ہیں یوحنا ۵/۴۶ کا مفصل جواب "قول فیصل" میں گزرا۔

پادری صاحب کی شہادت: بہت زیب دیتا ہے کہ ہم اس مقام پر پادری صاحب کی شہادت سے یہ بات ثابت کر دیں کہ آنحضرتؐ مثیل موسےٰؑ ہیں۔

پادری صاحب اپنی کتاب "محمد عربی" میں لکھتے ہیں کہ "حضرت محمدؐ صاحب دنیا کی نامور ہستیوں میں سے ہیں جس طرح ہندوستان کو مہاتما بدھ کے وجود پر، ایران زرتشت اور چین کو کنفوشیس کے وجود پر اور بنی اسرائیل کو حضرت موسےٰؑ کے وجود پر بجا فخر ہے۔ اسی طرح سرزمین عرب کو حضرت محمدؐ کے وجود پر فخر ہے، آپ کی ذات

www.toobaaelibrary.com

سے جو فیوض اہل عرب کو پہنچے وہ تاریخ کے ورقوں پر آب زر سے لکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے عرب کے مختلف قبیلوں کو جو ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے ایک جماعت میں منظم کردیا۔ اور دشت عرب میں ایک ایسے مذہب کی بنا ڈالی جس نے عرب میں شرک اور کفر کا خاتمہ کردیا اور اب دور حاضرہ میں مختلف ممالک میں پھیل گیا ہے۔ اس مذہب کے پیروؤں کی تعداد کروڑوں پر مشتمل ہے۔ پس ہر شخص کا فرض ہے کہ اس نامور ہستی کے سوانح حیات سے واقف ہو" ص۹۔ آخری الفاظ اصل میں یوں ہونے چاہیئے کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ اس نامور ہستی کے فیوض سے مستفید اور اس ہستی کے ارشادات عالیہ کو اپنائے۔ امین

ناظرین کرام :: نہایت غور اور توجہ کا مقام ہے کہ جب پادری صاحب نے دنیا کی ناموز ہستیوں اور روحانی شخصیتوں میں آنحضرتؐ کا ذکر کیا۔ تو آپ نے حضرات یعقوبؑ یوسفؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ زکریاؑ۔ یحییٰؑ اور عیسےٰؑ کا نام تک نہیں لیا۔ حالانکہ یہ تمام انبیاءؑ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ آپ ان بزرگوں کے ناموں سے خوب واقف اور ان کی نبوتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر آپ نے آنحضرتؐ کے ذکر کے بعد آپؐ کا روحانی تعارف کرانے کے لئے انبیاءؑ بنی اسرائیل میں سے فقط اور صرف حضرت موسےٰؑ کا نام تحریر کیا۔ پھر آپ نے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کرنے کے بعد" اسی طرح "کے الفاظ سے آنحضرتؐ کو" مثیل موسےٰؑ " ثابت کردیا۔ پادری صاحب اس حقیقت کو تسلیم کریں یا نہ کریں ویسے آپ کیلئے اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوگا ؟ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے قلم وزبان سے اس واضح حقیقت کا برملا اظہار کرا دیا۔

پس یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ آنحضرتؐ " مثیل موسےٰؑ " ہیں اور آپؐ ہی بشارت موسوی کے مصداق ہیں۔ ؎

نور حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون ٭ جس کا حامی ہو خدا اسکو مٹا سکتا ہے کون

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب تحریر کرتے ہیں کہ "کتاب مقدس کے دیگر مقامات سے بھی یہ ثابت ہے کہ لفظ نبی سے یہاں مراد سلسلہ انبیاء ہے کیونکہ کتاب مقدس میں عموماً صیغہ واحد صیغہ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔" صہ ۹۱

مجیب: صفحات ۵۵ و ۵۶ کے جواب میں "سات وجوہات" کے تحت نمبر ۷ میں خود پادری صاحب کا اقرار درج ہے۔ کہ یہ مقام صرف ایک نبی کیلئے پیشنگوئی ہے پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "عبرانی میں لفظ" نابی" کا صحیح اردو ترجمہ" ایک نبی" نہیں ہے بلکہ صرف" نبی" ہے۔ اردو ترجمہ" ایک نبی" سے یہ احتمال رہتا ہے کہ شاید اس لفظ سے مراد کوئی خاص ایک نبی ہو۔ لیکن فارسی اور عربی ترجمے اس احتمال کو مٹا دیتے ہیں" صہ ۹۰

" آیۂ زیر بحث میں عبرانی لفظ" یاقیم "آیا ہے جو ایک ایسا فعل ہے جس کا تعلق زمانہ استمراری یا زمانہ ناتمام سے ہے پس اس لفظ کا صحیح اُردو ترجمہ یہ ہے" کھڑا یا برپا کرتا رہے گا۔" صہ ۹۲

مجیب: آپ کو بائبل کے ان الفاظ کے تراجم کا انکار کرنا زیب نہیں دیتا غور فرمائیے کہ جس طرح علماء اسلام نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ بین السطور کیا ہے آپ لوگ عبرانی بائبل کو عربی رسم الخط میں لکھکر اردو ترجمہ اس طرح بین السطور کیوں نہیں کر دیتے؟ جیسا کہ آپنے اسی کتاب صفحہ ۶۸ پر ترجمہ یوں کیا ہے۔

" اَلیھم ۔ اِتَّ کُلّے ۔ اشر ۔ اصوّنُو
اُن سے ۔ وہی کچھ ۔ جو ۔ میں اُسے حکم دونگا "

اس طرح ترجمہ لکھنے سے کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہ رہے گا اور آپ لوگوں کو بھی آسانی ہو جائے گی۔ مگر آپ کبھی بھی اس طرح ترجمہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ اندر والی بات ہم اور آپ ہی جانتے ہیں۔ عوام کو کیا خبر؟

جب ان الفاظ کو حضرت عیسٰےؑ پر پادری صاحب نے بزعم خود صادق کرنا ہوتا

www.toobaaelibrary.com

ہے تو پھر گدھا گھوڑا سب حلال اور سب کچھ پاک ہو جاتا ہے اور جب ہم لوگ ان الفاظ سے دلیل لاتے ہیں تو پھر فعل ۔ لغت اور نا تمام زمانے یہ سب نا تمام باتیں یاد آجاتی ہیں ۔ دراصل یہ ایک حربہ اور سیاست ہے کہ جب آپ لوگ ایک ترجمہ کی دلدل میں پھنستے ہیں تو پھر جان چھڑانے کے لیئے دوسری زبان کے ترجمہ کی طرف بھاگتے ہیں ۔ شاید آپ نے اس فعل کو مندرجہ ذیل مقام سے اجتہاد کر کے نکالا ہو

" لیکن جب تم کو ایک شہر میں ستائیں تو دوسرے کو بھاگ جاؤ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے کہ ابن آدم آجائے گا " متی ۱۰/۲۳ ۔ پادری صاحب نے صفحہ ۸۸ پر مقدس جیروم کو معتبر جان کر اس کا ترجمہ " ولگیٹ " پیش کیا ہے ۔ اس کی بائیبل میں الفاظ " نابی " اور " یاقیم " کے ترجمے یوں کیئے گئے ہیں ۔ استثناء ۱۸/۱۸ " ایک نبی برپا کر دونگا ۔"

آپ عربی اور فارسی کی علمی بات کو سمجھ نہیں سکے ۔ لیجئے انگریزی بائیبل کے الفاظ حاضر ہیں ۔ I WILL RAISE UP....a PROPHET

یعنی " میں ایک نبی برپا کرونگا "۔

اب بھی ان الفاظ کے تراجم کو غلط قرار دینا دراصل پادری صاحب کی کمزوری اور بے بسی کی علامت ہے ۔ اس کے بعد ہم کچھ نہیں لکھتے ۔ بس پادری صاحب کی زبان و قلم سے یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ان الفاظ کے تراجم صحیح ہیں ۔

پادری صاحب کی شہادت !!

پادری صاحب اپنی کتاب ' صحت کتب مقدسہ " میں تحریر فرماتے ہیں کہ " سنہ ۱۹۳۰ء میں عہد عتیق کی کتب مقدسہ کا نیا اردو ترجمہ شائع ہو گیا یہ اردو ترجمہ مرزا پور کے اردو ترجمہ کی تصحیح ہے ۔ مترجمین کمیٹی کے صدر پادری جوئیل واعظ لال صاحب دہلوی تھے لیکن آپ امثال ۲۸/۱ تک ہی ترجمہ کر سکے جب آپ اس آیت کے الفاظ " صادقوں کی امید خوشی لائے

www.toobaaelibrary.com

گی " لکھ چکے تو آپ کے دل کی حرکت اچانک بند ہوگئی اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی آپ کی وفات کے بعد پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب صدر مترجم ہوئے یہ کمیٹی مختلف اوقات میں پادری ولیم میچن بشپ سی۔ ڈی راکی ڈاکٹر عنایت اللہ ناصر۔ پادری دینا ناتھ دہلوی اور راقم الحروف پر مشتمل تھی۔ اور مترجمین کی کوشش یہ تھی کہ جہاں تک انسانی طاقت سے ہو سکتا ہے اردو ترجمہ زبان اور متن کے لحاظ سے صحیح اور معتبر ہو۔ اور اب اردو خواں پبلک کے ہاتھوں میں کتب مقدسہ کا صحیح ترین متن خدا کے فضل و کرم سے موجود ہے۔ اس نعمت کیلئے اس کی حمد و تمجید ابدالآباد ہوتی رہے "! ص ۲۵۶

خط کشیدہ الفاظ سے مراد پادری برکت اللہ صاحب ہیں۔

ناظرین کرام ! بائبل کا اردو ترجمہ صحیح ترین اور معتبر ہے۔

کیسی گلی رقیب کی کیا طعنِ اقربا !
جب تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " اس آیہ شریفہ کے مطابق خدا اپنے انبیاء کو " تیرے لئے " یعنی خاص بنی اسرائیل کی قوم کے لئے جو حضرت موسےٰ کے مخاطب تھے مبعوث کریگا اب ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت رسول عربی نے یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا کہ آپ خاص بنی اسرائیل کیلئے مبعوث ہوئے تھے "! ص ۹۴

" آیات زیر بحث میں نہ صرف پندرھویں آیت کے الفاظ " تیرے لئے " سے ظاہر ہے کہ یہاں مخاطب بنی اسرائیل ہیں۔ بلکہ آیت ۱۸ کے الفاظ " وہ (نبی) ان سے کہیگا " سے بھی یہی ظاہر ہے کہ ان انبیاء اللہ کے مخاطب بنی اسرائیل ہونگے نہ کہ کوئی دوسری قوم۔ حضرت محمد عربی کی تاریخ اور دعویٰ اس آیہ شریفہ کے منشا کے مطابق نہیں ہیں۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے اللہ نے اٹھایا اُمیوں میں سے ایک رسول جو انہیں

www.toobaaelibrary.com

میں سے ہے جو ان کے پاس اس (قرآن) کی آیات پڑھتا ہے۔ (جمعہ ع ۱)

یہ قرآنی محاورہ "اُمّی" اُن لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو اہل کتاب نہیں ہیں اور قرآن نے اس لفظ کا اطلاق اہلِ عرب پر کیا ہے۔ کیونکہ وہ اہل کتاب نہیں تھے۔ اور کتب سماوی نہیں رکھتے تھے اور اس قرآنی آیت کے مطابق اُمّی رسول (محمدؐ) اُمیّوں (غیر یہود) کے لئے بھیجا گیا جس کے مخاطب اُمّی (اہلِ عرب) ہونگے پس ظاہر ہے کہ حضرت محمد عربیؐ میں آیۂ زیر بحث کی یہ شرط بھی فوت ہوتی ہے" صہ ۹۵

مجیب: خط کشیدہ الفاظ کی بابت عرض یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں "اُمّیُّوْنَ" کا لفظ صرف اہلِ عرب کیلئے ہی مخصوص نہیں۔ سورہ بقر آیت ۷۸ میں "اُمّیُّوْنَ" کا لفظ موجود ہے۔ یہ لفظ اس مقام پر "یہود" پر بولا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ اور اس سے پہلی اور اس کے بعد کی آیات میں "یہود" کا ہی ذکر ہے۔ جس کا دل چاہے یہ مقام قرآن مجید سے نکال کر اپنی تسلّی کر سکتا ہے۔ غور فرمائیے کہ پادری صاحب نے قرآن مجید پر بھی بہتان باندھنے سے پرہیز و گریز نہیں کیا۔

آپ کی بات بہت ہلکی اور بے معنی ہے کیونکہ آپ حضرت عیسیٰؑ کو اس بشارت کا مصداق مانتے ہیں اور اسی زبان سے یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت صرف یہود تک محدود نہ تھی بلکہ اقوام عالم کیلئے تھی۔ ملاحظہ فرمائیے اپنی کتاب "اسرائیل کا نبی یا جہان کا منجی"

"کلمۃ اللہ کی نجات کا پیغام اس قدر وسیع تھا کہ وہ کل بنی آدم پر اور ہر زمانہ اور ہر ملک اور ہر قوم کے ہر فرد بشر پر حاوی تھا (یوحنا ۳/۱۶) وغیرہ صہ ۳۵

آپ کو اس بات کا احساس تھا کہ آپ کی رسالت صرف یہود کے لئے ہی نہیں" صہ ۴۷

نیز دیکھو صفحات ۲۶، ۵۷، ۱۲۱ وغیرہ

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب کے قلم و زبان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت عیسٰیؑ کی نبوت صرف اسرائیل کے لئے ہی نہیں بلکہ اقوام عالم کے لئے ہے۔ مگر آپ "تیرے لئے" یا "اُن کیلئے" کے الفاظ سے دلیل لاکر کہتے ہیں کہ "نبی موعود" نے صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے آنا تھا۔ اور آپ اس بشارت کو حضرت عیسٰیؑ کے حق میں بھی مانتے ہیں پس اب آپ ہی کے الفاظ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت عیسٰیؑ بشارت موسوی کے مصداق نہیں ہیں۔

جو اعتراض کیا گیا ہے گو وہ ہمارے نزدیک غلط بے معنی اور قابلِ سماعت نہیں اور نہ ہم اس اعتراض کو قبول کرتے ہیں۔ چونکہ پادری صاحب کے نزدیک یہ اعتراض بہت ٹھوس اور تیر بہدف تھا اس لئے جواب عرض کر دیا ہے۔

الفاظ "ان کیلئے" کا اصل مطلب اور صحیح مفہوم

پانچویں دلیل: ان الفاظ کا اصل مطلب اور صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسٰیؑ نے جس نبی کا ذکر فرمایا تھا۔ چونکہ اس مبارک ہستی نے بنی اسمٰعیل میں سے مبعوث ہونا تھا تاکہ بنی اسرائیل یہ نہ سمجھ لیں کہ "نبی موعود" یا "مثیل موسٰیؑ" بنی اسمٰعیل سے مبعوث ہوا ہے لہذا بنی اسرائیل کو اس نبی پر ایمان لانا کوئی ضروری بات نہیں اس لئے حضرت موسٰیؑ نے پہلے سے ہی ان الفاظ کو استعمال کر کے بنی اسرائیل کی غلط فہمی کا ازالہ فرما دیا۔ یعنی بنی اسرائیل کے لئے بھی "نبی موعود" پر ایمان لانا فرض ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا بنی اسرائیل میں سے جو لوگ سمجھدار اور خوش نصیب تھے وہ آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلامؓ حضرت نجاشیؓ اور ان دونوں حضرات کے ساتھی اور دیگر افراد۔ چونکہ آپؐ اہلِ کتاب کے لئے بھی نبی تھے اس لئے آپ نے اہل کتاب کو بھی خطاب فرمایا۔ قرآن مجید میں "یا اھل الکتاب" اور

www.toobaaelibrary.com

اور "بنی اسرائیل" کے الفاظ موجود ہیں۔ دیکھو سورہ مائدہ

ہر نبی کے اوّل مخاطب اس کے ہمعصر ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا عرب میں نبوت کا دعویٰ کرنا اور اس سے یہ سمجھنا کہ آپؐ کی نبوت صرف اہل عرب تک ہی محدود ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قرآن مجید آپؐ کی نبوت کو تمام بنی نوع انسان کیلئے قرار دیتا ہے

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

ترجمہ:۔ (اے نبی) کہہ دو لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔

سورہ اعراف آیت ۱۵۸ میں

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ:۔ اور آپ کو ہم نے بھیجا ہے تو سب لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سورہ سبا آیت ۲۸

چھٹی دلیل: "اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا"

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

ترجمہ:۔ اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا

سورہ نجم آیات ۳۔۴

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ

ترجمہ:۔ اے رسول پہنچا دے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے۔

سورہ مائدہ آیت ۶۷ میں

بشارت موسوی کے یہ الفاظ بھی آپؐ پر صادق آتے ہیں پس معلوم ہوا کہ بشارت موسوی کے مصداق آپؐ ہی ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت یرمیاہ کہتے ہیں" خداوند کا کلام مجھ پہ نازل ہوا اس نے فرمایا میں نے تجھے قوموں کیلئے نبی ٹھہرایا ہے۔ تب میں نے کہا خداوند خدا دیکھ میں بول نہیں سکتا لیکن خداوند نے مجھے فرمایا یوں نہ کہہ جو کچھ میں تجھے فرماؤنگا تو وہ کہے گا۔ میں نے اپنا کلام تیرے منہ میں ڈال دیا ہے۔" صد ۱۰۴

مجیب: یہ عجیب بات ہے کہ کلام تو اس میں ہے کہ بشارت موسوی کے مصداق آنحضرت ہیں یا حضرت عیسیٰ؟ مگر پادری صاحب نے حضرت یرمیاہ کا ذکر شروع کر دیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کا ذکر تک نہیں کیا۔ کیا آپ کے اس قول سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت عیسیٰ اس بشارت کے مصداق نہیں صرف آنحضرت ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ آنحضرت بھی "اُمّی" تھے۔ لہذا آپ پر یہ بات صادق آتی ہے۔ حضرت یرمیاہ نے یہ دعویٰ کہیں نہیں فرمایا کہ آپ بشارت موسوی کے مصداق ہیں۔ نیز بشارت میں ایک نبی کا ذکر ہے لہذا اسے دو نبیوں پر منطبق کرنا غلط ہے۔

ساتویں دلیل: "اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ سُنے گا تو میں اُن کا حساب اس سے لونگا۔"

پادری صاحب ان الفاظ کی تفسیر یوں لکھتے ہیں۔ کہ "پس اے بنی اسرائیل جب کبھی خدا اپنا فرستادہ نبی بھیجے تم اس کی سننا کیونکہ خدا خود اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے گا اور جو احکام نبی کو ملا کریں گے وہ انہی کو تم تک پہنچا دیا کریگا۔ اس طرح تم خدا کی برگزیدہ قوم بنے رہو گے لیکن اگر تم نبی کی باتوں کو جن کو وہ خدا کی طرف سے تم تک پہنچایا کرے گا نہ سنو گے تو خدا تم سے اس کا حساب لیگا اور تم سے مواخذہ کیا جائے گا۔" صد ۱۰۲ - ۱۰۳

مجیب: غور کا مقام ہے کہ جب ہر سچے نبی کے انکار پر مواخذہ اللہ تعالیٰ کے

www.toobaaelibrary.com

دربارِ عالیہ میں ضرور ہونا ہے۔ تو پھر "نبی موعود" کے ساتھ کیا خصوصیت؟ معلوم ہوتا ہے کہ "ان کا حساب اس سے لونگا" کے الفاظ کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ آخرت میں جو کچھ ہوگا وہ تو بعد کی بات ہے بلکہ اس دنیا میں بھی "نبی موعود" کے منکرین سے اسی "نبی موعود" کے ہاتھوں سے اللہ تعالےٰ حساب لیگا۔

پادری صاحب نے خط کشیدہ الفاظ میں اصل اور صاف بات کو بگاڑ کر غلط رنگ میں تحریر کیا۔ اور جو بات ہم نے لکھی ہے اس کی تائید و تصدیق جناب پطرس کے الفاظ سے بھی ہوتی اور پادری صاحب کی تفسیر کی تردید ہوتی ہے۔ جناب پطرس کے الفاظ یہ ہیں۔

" اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا وہ اُمت میں سے نیست و نابود کر دیا جائیگا"۔ اعمال ۳۲/۲۳۔ یہ بات انتقامِ حق اور جہاد سے تعلق رکھتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں آپؑ کے منکرین سے کوئی انتقام اور حساب نہیں لیا بلکہ معاملہ الٹ ہو گیا یعنی بقول مسیحی دنیا حضرت عیسیٰؑ اپنے منکرین اور مخالفین کے ہاتھوں مصلوب ہو گئے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ زیرِ بحث الفاظ حضرت عیسیٰؑ پر صادق نہیں آتے۔

چونکہ ممبر صاحب اپنے گھر کی بات کو بخوبی جانتے تھے اس لئے اصل الفاظ کے مطلب میں گڑبڑ پیدا الفاظوں سے کھیل اور دامن بچا کر نکل گئے۔

اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کے منکرین و مخالفین سے آپؐ کے ہاتھوں سے حساب لیا آپؐ کے مخالفین جب آپؐ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے تو بہت بُری طرح ذلیل و خوار ہوئے اور آنحضرتؐ کا بول بالا اور اسلام کا پرچم بلند رہا۔ اس سے یوحنا عارف کا مکاشفہ ۱۹/۱۱ بھی پورا ہو گیا جسے "صادق" اور "امین" کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ پس آنحضرتؐ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "مابعد کی آیات (۲۰ و ۲۲) میں خدا نے ایک معیار بھی قائم فرما دیا۔ تاکہ قوم اسرائیل اس کسوٹی پر نبی کے دعویٰ کو پرکھ کر صادق اور کاذب نبی میں تمیز کر سکے۔ ان آیات کی تفسیر و تاویل کیلئے دیکھو یرمیاہ ۱۴/۱۴ - ۱۵ + ۱۶/۲۱ تا ۲۷ و ۳۰ تا ۳۳ آیات۔ ۲۷/۹-۱۶ - ۲۸/۱۵-۱۷ - ۲۹/۸-۲۱ تا ۲۳ ۱-سلا ۲۲/۱۱-۲۲ - حزقی ایل ۱۲/۲۴ - ۱۳/۱-۲۳ - نوحہ ۲/۱۴ - یسعیاہ ۳۰/۱۰ میکا ۲/۱۱ - ۳/۱۱ وغیرہ ان دیگر مقامات میں صادق اور کاذب نبیوں کی مثالیں بھی موجود ہیں" صـ ۱۰۵

مجیب: یاد رہے کہ پہلے پادری صاحب اس بات کے قائل تھے کہ پیشنگوئیوں کا پورا ہونا نبوت کے صدق کا معیار نہیں۔ دیکھو صـ ۱۴ اب آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ پیشنگوئیوں کا پورا ہونا نبوت کی صداقت کا معیار ہے۔ پادری صاحب نے یہ حوالہ جات اس لئے درج کئے ہیں تاکہ ناظرین کا ذہن بشارت موسوی کی نبوت کی اس پہچان سے ہٹا دیا جائے جو اس بشارت کے آخر۔ ۲۱-۲۲ آیات میں بیان ہوئی ہیں۔ جب تورات نے "نبی موعود" کی بشارت کے بعد آخری آیات میں اس نبی کی پہچان صاف صاف بتا دی اور وہ کافی بھی ہے۔ تو پھر اس مقام کو کیوں ترک کیا جائے؟

پادری صاحب نے بشارت موسوی کی ۲۱-۲۲ آیات کو ہندسوں میں تو لکھا مگر آپ نے اس جگہ ان کے الفاظ کو نقل نہیں کیا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ کیونکہ ہر کوئی اپنی جیب کے پیسے اور جھوٹے سکوں سے خوب واقف ہوتا ہے۔ اس لئے خیر اور مصلحت اسی میں سمجھی گئی کہ اس پرخار راہ اور عمیق وادی سے دامن بچا کر نکل جانا چاہیئے۔ بقول انجیل متی ۲۶/۵۶ جس طرح حضرت مسیح کے شاگرد مسیحی عقیدہ کے مطابق "ابن اللہ" کو تنہا چھوڑ کر تشریف لیگئے تھے۔ اسی طرح پادری

www.toobaaelibrary.com

"برکت اللہ" بھی مذکورہ بالا "آیات اللہ" کو یکہ وتنہا چھوڑ کر نو دو گیارہ ہوگئے

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

چونکہ پادری صاحب سپنوں کے راجہ ہیں اس لئے آپ کسی سپنہ کے مناظرہ کا ذکر ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ "حق بات تو یہ ہے کہ ہمارے مسلم علماء پہلے تو میدانِ مناظرہ کی راہ کی خاک چھان کر فضا کو اپنے مفروضہ قضایا سے غبار آلود کر دیتے ہیں اور پھر خود ہی شکایت کرتے ہیں کہ ان کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔" ص ۳۷

ناظرینِ کرام! آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا الفاظ کا کون مصداق ہے؟

بشارت موسوی کی نبوّت کی پہچان

آٹھویں دلیل: "۲۰۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ ۲۱۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ ۲۲۔ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے۔ تو اس سے خوف نہ کرنا۔" استثناء ۱۸: ۲۰ تا ۲۲

بشارت موسوی کے مندرجہ بالا الفاظ کا صحیح مفہوم

۱۔ سچے نبی کی تعلیم اللہ تعالےٰ کی بابت توحید ہوگی۔
۲۔ سچے نبی کا نشان یعنی معجزہ اور عجیب بات یعنی پیشگوئی پوری ہوگی۔
۳۔ جھوٹے نبی کی وفات غیر طبعی طور پر یعنی وہ لوگوں کے ہاتھوں مارا جائیگا۔

www.toobaaelibrary.com

یاد رہے کہ قتل ہونا یا قتل نہ ہونا نبوت کی صداقت کی دلیل نہیں لیکن جس بشارت کے تحت کلام کیا جا رہا ہے جو نبی اس بشارت کا مصداق ہوگا وہ ہرگز ہرگز اور یقیناً قتل نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی بابت حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم

مسیحی مذہب کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کی بابت جو تعلیم اپنی قوم کو دی تھی۔ اسے "تثلیث" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ پادری فانڈر صاحب لکھتے ہیں کہ (۱) "باپ اور بیٹا اور روح القدس ایک ہی واحد خدا ہے"
(۲) چونکہ اقدس و الٰہی اقانیم ثلٰثہ ذات میں ایک ہیں لہذا مرضی و ارادہ و قدرت و ازلیّت اور تمام دیگر صفات میں بھی ایک ہی ہیں" میزان الحق حصہ دوم باب ۵

تثلیث کی تعلیم عہد نامہ قدیم کی نظر میں

۱:۔ "یہوداہ میں ہوں، یہی میرا نام ہے۔ میں اپنا جلال کسی دوسرے کیلئے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتوں کیلئے روا نہ رکھونگا" یسعیاہ $\frac{42}{8}$

۲:۔ "سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا (خداوند) ایک ہی ہے" استثنار $\frac{6}{4}$

۳:۔ "یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تاکہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اسکے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں" استثنار $\frac{4}{35}$

۴:۔ "تب تم جانو گے کہ میں اسرائیل کے درمیان ہوں اور میں خداوند تمہارا خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں اور میرے لوگ کبھی شرمندہ نہ ہوں گے۔" یُوایل $\frac{2}{27}$

www.toobaaelibrary.com

حضرت عیسٰےؑ کی ایک پیشن گوئی

"کیونکہ جو کوئی اس زناکار اور خطاکار قوم میں مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائیگا ابن آدم بھی جب اپنے باپ کے جلال میں پاک فرشتوں کے ساتھ آئیگا تو اس سے شرمائیگا" مرقس ۸/۳۸

"اور اس نے ان سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آیا ہوا نہ دیکھ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔" مرقس ۹/۱

جناب پولوس رسول کی تفسیر

"چنانچہ ہم تم سے خداوند کے کلام کے مطابق کہتے ہیں کہ ہم جو زندہ ہیں اور خداوند کے آنے تک باقی رہیں گے، سوئے ہوؤں سے ہرگز آگے نہ بڑھیں گے کیونکہ خداوند خود آسمان سے للکار اور مقرب فرشتہ کی آواز اور خدا کے نرسنگے کے ساتھ اتر آئیگا اور پہلے تو وہ جو مسیح میں موئے جی اٹھیں گے پھر ہم جو زندہ باقی ہونگے ان کے ساتھ بادلوں پر اٹھائے جائیں گے تاکہ ہوا میں خداوند کا استقبال کریں اور اس طرح ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے۔ پس تم ان باتوں سے ایک دوسرے کو تسلی دیا کرو۔"

اوّل تھسلنیکیوں ۴/۱۵ تا ۱۸

حضرت عیسٰےؑ کے کلام اور جناب پولوس رسول کی تفسیر سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ان دونوں کا یہی مطلب ہے کہ حضرت مسیحؑ کے بعض شاگرد اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک آپؑ دوبارہ دنیا میں تشریف نہ لے آئیں اور آپؑ کے بعض شاگرد اپنی آنکھوں سے آپؑ کی زیارت نہ کرلیں۔

www.toobaaelibrary.com

حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ع کے بعض شاگرد تو درکنار بلکہ تمام شاگرد موت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ مگر حضرت عیسےٰ ع اپنی پیشینگوئی اور جناب پولوس کی تفسیر کیمطابق مقررہ مدت میں تشریف نہیں لائے۔ جناب پولوس رسول کے خط کشیدہ الفاظ کا بھی وقت گزر اور جاتا رہا کیونکہ اب ۱۹۷۶ء ہے۔

حضرت عیسیٰ ع کی وفات

بقول انجیل متی $\frac{۲۷}{۲۶ \text{ و } ۵۰}$ حضرت عیسیٰ ع کی وفات طبعی طور پر نہیں بلکہ آپ ع یہودیوں کے ہاتھوں مصلوب ہوئے۔

اب یہی تین باتیں آنحضرت ص کی بابت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ کی بابت آنحضرت ص کی تعلیم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ سورہ اخلاص۔ ترجمہ صا۱۱ و ۱۲ کے جواب میں گزرا

آنحضرت ص کی ایک پیش گوئی

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ سورہ حجر آیت ۹

ترجمہ:۔ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان بھی ہیں۔

آنحضرت ص نے بحکم خداوندی یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت لکھنے یا حفظ کرنے سے ہوگی؟ تو قرآن مجید اس سوال کا جواب دیتا ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ ترجمہ:۔ بلکہ یہ قرآن کھلی ہوئی آیتیں ہیں

www.toobaaelibrary.com

اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ط وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ہ
ان کے دلوں ہیں جن کو علم دیا گیا ہے ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم۔

سورۂ عنکبوت آیت ۴۹

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اسی آیت کے تحت "تفسیر موضح القرآن" میں لکھتے ہیں۔ "یعنی پیغمبر نے کسی سے نہیں لکھا نہیں پڑھا۔ بلکہ یہ وحی جو اس پر آئی ہمیشہ کو بن لکھے جاری رہیگی سینہ بسینہ۔ اور کتابیں حفظ نہ ہوتی تھیں یہ کتاب حفظ سے باقی ہے۔ لکھنا افزود ہے"

غور فرمایئے کہ یہ پیشنگوئی آج تک پوری ہو رہی ہے۔ کہ قرآن مجید کے حفاظ کثرت سے ہر دور میں موجود رہتے ہیں۔

آنحضرتؐ کی وفات

آنحضرتؐ کی وفات لوگوں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ آپؐ طبعی طور پر وفات پا گئے اس بات کا اقرار پادری صاحب کو بھی ہے۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔

"تیرہ روز کی بیماری کے بعد بروز سوموار ۷ جون ۶۳۲ء مطابق یکم ربیع الاول آپؐ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی" "محمد عربی" صفحہ ۲۲۰

ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے! کہ آنحضرتؐ کی نبوت تورات کی مذکورہ بالا پہچان کے عین مطابق ہے پھر بھی آپؐ کی نبوت کا انکار ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی نبوت تورات کی مذکورہ بالا پہچان کیمطابق پوری نہیں اتری تو بھی یہ لوگ آپؑ کو نبی برحق مانتے ہیں۔

یاد رہے کہ ہم اہل اسلام اپنی اسلامی تعلیمات کے پیش نظر حضرت عیسےٰؑ

www.toobaaelibrary.com

کو نبی برحق مانتے ہیں توراۃ کی پہچان کے پیش نظر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

ناظرین کرام! ہم نے استثناء ۱۸ : ۱۷ تا ۲۲ کی بشارت پر تفصیل سے کلام کر کے دلائل و براہین کی روشنی میں یہ بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس بشارت کے اصل اور صحیح مصداق حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور یہی ہمارا دعویٰ تھا۔

www.toobaaelibrary.com

باب چہارم

جناب پطرس کی تقریر

"۱۷۔ اور اب اے بھائیو! میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ کام نادانی سے کیا اور ایسا ہی تمہارے سرداروں نے بھی۔ ۱۸۔ مگر جن باتوں کی خدا نے سب نبیوں کی زبانی پیشتر خبر دی تھی کہ اس کا مسیح دکھ اُٹھائیگا وہ اس نے اسی طرح پوری کیں۔ ۱۹۔ پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں۔ ۲۰۔ اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ۲۱۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ ۲۲۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ ۲۳۔ اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا وہ اُمت میں سے نیست و نابود کر دیا جائیگا۔ ۲۴۔ بلکہ سموئیل سے لیکر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا اُن سب نے اِن دنوں کی خبر دی ہے۔ ۲۵۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے باپ دادا سے باندھا جب ابرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے" اعمال ۳ باب ۱۷ تا ۲۵

جناب پطرس کی تقریر سے یہ بات صاف صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی اور آمد ثانی کے درمیانی زمانہ میں "نبی موعود" نے ضرور اور یقیناً تشریف

لانا اور جلوہ افروز ہونا ہے۔ اس درمیانی زمانہ میں سوائے آنحضرتؐ کے اور کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ لہذا آنحضرتؐ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔

اب پادری صاحب اپنے علمی رنگ اور خاص فن کے ہتھیاروں سے خوب لیس ہوکر یوں رقمطراز ہیں۔

مولوی صاحب کی دلیل اور جواب "اس مقام میں مقدس پطرس فرماتے ہیں کہ خدا نے اہلِ یہود کی زبونی کو مٹانے کی خاطر آیۂ زیر بحث کے وعدے کے مطابق خداوند یسوع کو برپا کرکے نبی موعود بنا کر بھیجا ہے تاکہ بنی اسرائیل توبہ کرکے خدا کی طرف متوجہ ہوں اور اس کے برگزیدہ مسیح پر ایمان لاکر نجات حاصل کریں۔ لیکن ہماری حیرانی کی حد نہ رہی۔ جب ہم نے پڑھا کہ مولوی صاحب نے مقدس پطرس کو مندرجہ بالا آیات کی بنا پر محمد عربی کا مبشر بنانا چاہا ہے۔ ان کے زعم میں مقدس رسول مقبول آیۂ زیر بحث کو اپنی تقریر میں حضرت محمد عربی سے منسوب کر رہے ہیں!! ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجی ست

چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ اس پیشن گوئی کو حضرت پطرس حضرت محمد پر جماتے ہیں۔ اوپر کی آیات پر ناظرین کو دو امور پر خوب غور کرنا چاہیئے (ص ۱۶-۱۷) وہ دو امور معہ جواب یہ ہیں۔ **اوّل** یہ کہ ضرور ہے کہ وہ یعنی عیسےٰ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک وہ نبی مثلِ موسےٰ آجائے " نہیں صاحب بلکہ " اس وقت تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔" دیکھئے! آپ نے کیسی برجستہ غلطی کی ہے"۔ ص ۱۰۸

مجیب: حقیقت یہ ہے کہ پادری صاحب کو جناب پطرس کی تقریر کے سامنے کچھ سوجھائی اور دکھائی نہیں دیتا۔ آپ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں کبھی حیرانی کا اظہار اور کبھی مولوی صاحب کی غلطی کا ذکر کر رہے ہیں۔ گویا الفاظوں سے کھیل کر اس مقام سے نکلنے کی ناکام کوشش جاری ہے۔

www.toobaaelibrary.com

غور سے سنئے ! جناب پطرس کی تقریر میں یہ کہاں کہا گیا ہے کہ اس میں صرف حضرت مسیحؑ کی نبوّت کا ہی ذکر ہے۔ جناب پطرس تو اپنی تقریر میں دو متفرق ہستیوں کا جدا جدا اور الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔ اوّل۔ "مسیح موعود" دوم "نبی موعود" آپ ان دونوں متفرق ہستیوں کو ایک ہی مان بیٹھے ہیں۔

ایسا کرنا زبردست غلطی یا فریب ہے کیونکہ جناب پطرس پہلے "مسیح موعود" کا ذکر اٹھارہویں آیت سے اکیسویں آیت۔۔۔۔۔ اس وقت تک رہے" کے الفاظ تک کرتے ہیں۔ اس کے بعد اکیسویں آیت سے چوبیسویں آیت تک "نبی موعود" یا مثیلِ موسےٰؑ کا ذکر کرتے ہیں۔

پادری صاحب کا ان دونوں مختلف شخصیتوں کو ایک قرار دینا ہر لحاظ سے غلط ہے اور یہ تفسیر جناب پطرس کے نظریہ کے صریحاً خلاف ہے۔ اس لئے بھی قابل قبول نہیں کیونکہ آپ نے خود لکھا ہے کہ قائل کے منشا کے خلاف تفسیر ناقابلِ قبول ہو گی۔

"ثانیاً وہ نبوت کے الفاظ کی ایسی من گھڑت اور ناقابلِ قبول تاویل پر مبنی ہو گی جو صحیح اصول تفسیر کے منافی اور قائل کے اصل منشاء اور مطلب کے خلاف ہے" صہ۴۳

بہر حال پادری صاحب کی تفسیر غلط ہے۔

یہ بات بالکل غلط ہے اور علمی دنیا میں ہرگز ہرگز نہیں چل سکتی کہ جناب پطرس کے کلام کو "بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے" تک محدود رکھا جائے۔ کیوں صاحب ! ایسا کیوں کیا جائے ؟ جبکہ اس سے اگلا کلام بھی جناب پطرس کا ہے۔ پہلے کلام کا دوسرے کلام سے ربط، تعلق اور جوڑ ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ "جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں چنانچہ موسےٰ نے کہا خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے **مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا** " یہ تمام الفاظ ہمارے دعویٰ کی بیّن دلیل ہیں۔ لہٰذا کسی حال میں بھی کلام پطرس کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔

www.toobaaelibrary.com

جناب پطرس پہلے تمام حضرات انبیاءؑ کا ذکر کرتے ہیں اور پھر بعد میں حضرت موسٰےؑ کا نام لیکر ان کی بشارت کو نقل کرتے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ جناب پطرس کیسی صاف ستھری اور نکھری ہوئی بات بیان کرتے ہیں۔ مگر ممبر صاحب ان کی بات کو خواہ مخواہ الجھن میں ڈال اور طول دے رہے ہیں۔ اس مقام پر اہلِ اسلام کی کوئی غلطی نہیں بلکہ آپ ہی اپنے خاص فن کا مظاہرہ اور سیاست سے کام لے رہے ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "مقدس پطرس دوسرے باب کی ۳۳ و ۳۴ آیات میں بتلا چکے ہیں۔ کہ کیوں "ضرور ہے کہ وہ (مسیح) آسمان میں رہے" یعنی اس واسطے تاکہ وہ روح القدس کو نازل کرے۔ اس بخشش سے مسیح کی (جو آسمان میں ہے) سلطنت زمین پر شروع ہوگئی کیونکہ سب چیزوں کی بحالی سے پہلے ضرور ہے کہ گنہگار انسان بحال ہو جائے پس رسول مقبول فرماتا ہے۔ کہ اے اسرائیلیو "توبہ کرو اور رجوع لاؤ"، جب منجی عالمین بحال کرتے ہیں تو اس بحالی میں انسان اور دیگر تمام مخلوقات کی بحالی شامل ہے۔ (روم ۸/۱۹-۲۲ ۔ یسعیاہ ۶۵/۱۷ ۔ ۲ پطر ۳/۱۳ ۔ مکاشفہ ۲۱/۲۱) وغیرہ ص ۱۰۹

مجیب: "ضرور ہے" "تاکہ وہ روح القدس کو نازل کرے" یہ کہنا جھوٹ اور فریب ہے کیونکہ جناب پطرس کی اس تقریر (۱۷ تا ۲۵ آیات) میں روح القدس کا نام تو در کنار بلکہ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ تسکین کے لیے جناب پطرس کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ "ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں چنانچہ موسٰےؑ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔ "جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا"۔ آیات ۲۱ تا ۲۲

جناب پطرس "ضرور ہے" کے بعد تمام حضرات انبیاءؑ کی پیشینگوئیوں کی بحالی کا اجمالی طور پر پھر حضرت موسٰےؑ کی بشارت کا تفصیلی طور پر ذکر کرتے ہیں۔ اور پادری صاحب

www.toobaaelibrary.com

روح القدس اور انسانوں کی بحالی کے نزول کے گنتے ہیں۔

پادری صاحب نے غلط تفسیر کی بابت یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ طریقہ کار صحیح اصول تفسیر کے مطابق ہے جس پر عمل کر کے ہم تفسیر بالرائے کے گڑھے سے بچ سکتے ہیں یہ طریقہ ہم پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کہ جو مطلب ہم کسی لفظ کا لیتے ہیں وہ قائل کے منشار کے مطابق ہے یا نہیں اگر وہ مطلب کتاب مقدس کے مفہوم کے مطابق نہیں تو ایمانداری کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اپنے خود ساختہ مفہوم کو چھوڑ کر اس معنی کو اختیار کریں جو کتاب مقدس کا ہے" ص ۷۹

آپ کے اس اصول کے مطابق بھی آپ کا جناب پطرس کے قول کے منشار کے خلاف تفسیر کرنا غلط اور باطل ہے۔ لہٰذا آپ کی تفسیر قابل قبول نہیں۔ ہم نے جناب پطرس کے قول کی صحیح تفسیر کر کے اپنی ایمانداری کا ثبوت مہیا کر دیا ہے۔

پادری صاحب کے الفاظ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عیلےؑ کی آمد ثانی سے قبل ایک مقدس ہستی کی تشریف آوری کے آپ بھی قائل ہیں۔ ہم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ تشریف لانے والی متبرک ہستی کا مصداق کون ہے؟ پادری صاحب کے نزدیک وہ ہستی "روح القدس" ہے۔ اور ہم جناب پطرس کے الفاظ کے پیش نظر یہ کہتے ہیں کہ وہ ہستی "روح القدس" نہیں بلکہ "نبی موعود" یعنی آنحضرت ؐ ہیں۔

"نبی موعود" اور "روح القدس" دونوں ایک نہیں

"نبی موعود" اور "روح القدس" دونوں ایک نہیں بلکہ یہ دونوں ہستیاں جدا جدا اور الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

پادری صاحب نے اپنی تحریر میں جو حوالہ اعمال $\frac{۲}{۳۳}$ و $\frac{۳}{۴۳}$ کا درج کیا ہے اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :

www.toobaaelibrary.com

"پس خدا کے دہنے ہاتھ سے سربلند ہو کر اور باپ سے وہ روح القدس حاصل کر کے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس نے یہ نازل کیا۔ جو تم دیکھتے اور سنتے ہو۔ کیونکہ داؤد تو آسمان پر نہیں چڑھا لیکن وہ خود کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری دہنی طرف بیٹھ۔"

نیز اعمال $\frac{۲}{۱ تا ۴}$ کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمایئے تاکہ بات بالکل صاف ہو جائے

"جب عیدِ پنتکُست کا دن آیا تو وہ سب ایک جگہ جمع تھے۔ کہ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے اور اس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا۔ اور انہیں آگ کے شعلہ کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں اور ان میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں۔ اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے جس طرح روح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی۔"

۱۔ اعمال کے مندرجہ بالا دونوں مقامات سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب پطرس کے بشارت موسوی کو نقل کرنے سے قبل روح القدس نازل ہو چکا تھا۔ لہٰذا "روح القدس" کو "نبی موعود" کا مصداق قرار دینا حقیقت کے بالکل خلاف ہے

۲۔ "اس دن تک جس میں وہ ان رسولوں کو جنہیں اس نے چنا تھا روح القدس کے وسیلہ سے حکم دے کر اوپر اٹھایا گیا۔ اس نے دکھ سہنے کے بعد بہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو ان پر زندہ ظاہر بھی کیا۔ چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کی بادشاہی کی باتیں کہتا رہا۔ اور ان سے مل کر ان کو حکم دیا کہ یروشلیم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کے منتظر رہو جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو کیونکہ یوحنّا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے۔" اعمال $\frac{۱}{۲ تا ۵}$

اعمال کے اس مقام سے معلوم ہوا کہ "روح القدس" کے نزول کا تعلق حضرت

www.toobaaelibrary.com

عیسٰےؑ کے وعدہ سے تھا۔ بشارت موسوی سے روح القدس کے نزول کا کوئی تعلق نہیں۔ بالفاظ دیگر روح القدس حضرت عیسٰےؑ والی بشارت کا مصداق ہے۔ بشارت موسوی کا ہرگز ہرگز مصداق نہیں۔

۳۔ جناب پطرس زمانہ ماضی کی نہیں بلکہ زمانہ مستقبل کی بات بیان فرما رہے ہیں کیونکہ آپ کے زمانہ میں روح القدس نازل ہوچکا تھا۔ اور "نبی موعود" آپ کے وقت میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔

۴۔ جناب پطرس تشریف لانیوالی متبرک ہستی یعنی "نبی موعود" کو نسل آدمؑ سے ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ آپ کے الفاظ "ایک نبی پیدا کرے گا" سے ظاہر ہے۔ اور روح القدس ایک روحانی وجود کا نام ہے جو نسل آدمؑ سے خارج ہے۔

۵۔ جناب پطرس "نبی موعود" کے لیے الفاظ "پیدا کریگا" استعمال کرتے ہیں اور روح القدس پر لفظ "نازل" بولا گیا ہے۔ اعمال ۲/۳۳ و ۳۴ اور لفظ "نازل" آسمان سے نزول کا اظہار کرتا ہے مگر جناب پطرس کی تقریر میں لفظ "نازل" نہیں بلکہ "مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا" کے الفاظ ہیں۔

۶۔ "نبی موعود" جناب پطرس کے وقت پیدا نہیں ہوئے تھے اور روح القدس آپ کے وقت میں پیدا ہوچکا تھا۔

پس ان تمام دلائل کے پیش نظر "نبی موعود" سے "روح القدس" مراد لینا علم و عقل انصاف و دیانت اور جناب پطرس کی تقریر کے سراسر خلاف ہے۔ پس صاف ظاہر ہوا کہ بشارت موسوی اور جناب پطرس کی تقریر کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔

پادری صاحب کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ "مسیح کی جو آسمان میں ہے سلطنت زمین پر شروع ہوگی"۔

مجیب: حضرت مسیحؑ کی سلطنت مادی نہ بلکہ روحانی تھی۔ یہ روحانی سلطنت

www.toobaaelibrary.com

اسی دن سے شروع ہو گئی تھی جس دن سے حضرت مسیحؑ نے اپنے مسیحؑ ہونیکا اعلان فرما دیا تھا۔ نیز ۱۷ تا ۲۱ آیات کے الفاظ "اس وقت تک رہے" تک جناب پطرس حضرت مسیحؑ کی بابت بیان فرما چکے ہیں۔

ممبر صاحب نے "انسان کی بحالی" کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ الفاظ پادری صاحب کے من گھڑت اور جعلی ہیں۔ جناب پطرس کی تقریر میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

اگر بالفرض ہم اپنے مخاطب کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی خاطر انسان کی بحالی کا افسانہ تسلیم بھی کر لیں تو بھی بات صاف ہے کیونکہ آیت ۱۹ کے تحت "توبہ کرو اور رجوع لاؤ" کے تحت انسانی بحالی کا ذکر ہو چکا ہے۔ نیز انسان کی بحالی کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل۔ روحانی بحالی۔ دوم۔ مادّی بحالی۔ یہ دونوں صورتیں بھی آنحضرتؐ کے مبارک زمانہ میں پوری ہوئیں کیونکہ آپؐ نے بگڑے ہوئے اور اخلاق سے عاری انسانوں کے نفوس کو پاکیزہ بنا دیا۔ اور آپؐ نے شریعت کے قوانین کو نافذ کیا۔ اور حکومت کی۔ آپ نے اپنی کتاب محمد عربی کے صفحہ ۲۲۰ پر ان دونوں باتوں کو تسلیم کیا ہے۔

"جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے"۔ جناب پطرس نے حضرات انبیاءؑ کی ان چیزوں یعنی پیشینگوئیوں کے پورا ہونے کی بابت اجمالی طور پر اور پھر "چنانچہ" کے بعد خصوصی طور پر حضرت موسیٰؑ کا نام لیکر آپؐ کی بشارت کو تفصیلی طور پر بیان فرمایا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کی آسمانی زندگی سے لیکر آمد ثانی تک کے درمیانی زمانہ میں "نبی موعود" ضرور اور یقیناً مبعوث ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس زمانہ میں سوائے آنحضرتؐ کے اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوا۔ پس جناب پطرس کی تقریر کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔

پادری صاحب نے جن چار حوالہ جات کو درج کیا ہے اب ہم ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

۱۔ رومیوں ۸ ۱۹ تا ۲۳ کی صرف ۲۱ آیت ملاحظہ فرمائیے۔

"اس اُمید پر بطالت کے اختیار میں کر دیا کہ مخلوقات بھی فنا کے قبضہ سے چھوٹ کر خدا کے فرزندوں کے جلال کی آزادی میں داخل ہو جائے گی۔"

خط کشیدہ الفاظ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قیامت اور قیامت کے بعد کی آزادی کا ذکر ہے۔

پادری صاحب نے اس حوالہ کو اس لئے درج کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد قیامت آئے گی کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حالانکہ آپ کا یہ نظریہ بالکل باطل ہے کیونکہ ہم نے باب اوّل میں آنحضرتؐ کی بابت حضرت عیسےٰؑ کی بشارت "آسمان کی بادشاہی"۔ "فارقلیط" اور "جناب سر سید کے الفاظ کا اصل مطلب" کے تحت۔ "انجیل ابدی"، "امین و صادق" اور "دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا" اور باب دوم میں "وہ نبی کون ہے"؟ ان تمام بشارات کو آنحضرتؐ کی بابت ثابت کر دیا ہے۔ لہذا پادری صاحب کا نظریہ حق و صداقت پر مبنی نہیں۔

۲۔ یسعیاہ ۶۵/۱۷ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"کیونکہ دیکھو میں نئے آسمان اور نئی زمین کو پیدا کرتا ہوں اور پہلی چیزوں کا پھر ذکر نہ ہوگا اور وہ خیال میں نہ آئیں گی۔" اس مقام سے قیامت یا جنت مراد لینا یقیناً غلط ہے کیونکہ اس سے اگلی آیات قیامت یا جنت کی تصدیق نہیں کرتیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

"بلکہ تم میری اس نئی خلقت سے ابدی خوشی اور شادمانی کرو۔ دیکھو میں یروشلیم کو خوشی اور اس کے لوگوں کو خرمی بناؤنگا اور میں یروشلیم سے خوش اور اپنے لوگوں سے مسرور ہونگا۔ اور اس میں رونے کی صدا اور نالہ کی آواز پھر کبھی سنائی نہ دیگی۔ پھر کبھی وہاں کوئی ایسا لڑکا نہ ہوگا جو کم عمر رہے اور نہ کوئی ایسا بوڑھا جو

www.toobaaelibrary.com

اپنی عمر پوری نہ کرے کیونکہ لڑکا سو برس کا ہو کر مریگا اور جو گنہگار سو برس کا ہو جائے ملعون ہوگا۔ وہ گھر بنائیں گے۔ اور ان میں بسیں گے۔ وہ تاکستان لگائیں گے اور ان کے میوے کھائیں گے۔ نہ کہ وہ بنائیں اور دوسرا بسے۔ وہ لگائیں اور دوسرا کھائے۔ کیونکہ میرے بندوں کے ایّام درخت کے ایّام کے مانند ہونگے۔ اور میرے برگزیدے اپنے ہاتھوں کے کام سے مدتوں تک فائدہ اٹھائیں گے۔ ان کی محنت بے سود نہ ہوگی اور ان کی اولاد ناگہاں ہلاک نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنی اولاد سمیت خداوند کے مبارک لوگوں کی نسل ہیں۔ اور یوں ہوگا کہ میں ان کے پکارنے سے پہلے جواب دونگا۔ اور وہ ہنوز کہہ نہ چکیں گے کہ میں سن لونگا۔ بھیڑیا اور برّہ اکٹھے چریں گے۔ اور شیر ببر بیل کی مانند بھوسا کھائے گا۔ اور سانپ کی خوراک خاک ہوگی وہ میرے تمام کوہ مقدس پر نہ ضرر پہنچائیں گے نہ ہلاک کریں گے خداوند فرماتا ہے" ۱۸ تا ۲۵

حضرت یسعیاہ ؑ کے مندرجہ بالا الفاظ میں سے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور فرمایئے۔

"لڑکا سو برس کا ہو کر مرے گا"

"اور جو گنہگار سو برس کا ہو جائے ملعون ہوگا۔"

"وہ گھر بنائیں گے اور ان میں بسیں گے"

"وہ تاکستان لگائیں گے اور ان کے میوے کھائیں گے"

"میرے برگزیدہ اپنے ہاتھوں کے کام سے مدتوں تک فائدہ اٹھائیں گے"

"ان کی اولاد ناگہاں ہلاک نہ ہوگی۔" "بھیڑیا اور برّہ اکٹھے چریں گے"

"شیر ببر بیل کی طرح بھوسا کھائے گا"

"سانپ کی خوراک خاک ہوگی"

www.toobaaelibrary.com

پس یسعیاہ کے ان مقامات سے معلوم ہوا کہ "نیا آسمان" اور "نئی زمین" سے مراد قیامت یا جنت نہیں ہے۔

اگر بالفرض محال ان الفاظ سے قیامت کے بعد کا زمانہ مراد ہے۔ تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ یسعیاہ ۶۵/۱۷ کے پیش نظر حضرت یسعیاہؑ پر نبوت ختم ہو جاتی اور آپؑ کے بعد کوئی نبی بھی دنیا میں مبعوث نہ ہوتا اور قیامت برپا ہو جاتی حالانکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت یسعیاہؑ کے ان الفاظ کے بعد قیامت نہیں آئی بلکہ دیگر حضرات انبیاءؑ تشریف لاتے رہے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰؑ بھی حضرت یسعیاہؑ کے کئی صدیاں بعد تشریف لائے۔ پس جب حضرت یسعیاہؑ کے مذکورہ بالا الفاظ حضرات انبیاءؑ اور حضرت مسیحؑ کی تشریف آوری میں رکاوٹ نہیں بنتے تو پھر یہ الفاظ آنحضرتؐ کی نبوت کی راہ میں بھی ہرگز ہرگز حائل نہیں ہو سکتے۔

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰؑ نے ختم نبوت کا اعلان نہیں فرمایا بلکہ اپنے بعد "آسمان کی بادشاہی" اور "فارقلیط" کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے۔ اور آنحضرتؐ نے تشریف لا کر ختم نبوت کا اعلان فرما دیا اور ٹھیک ٹھیک آپؐ کے بعد نبوت کا آنا بند ہو گیا اور یہ دعویٰ آج تک قائم ہے۔

۳۔ ۲۔ پطرس ۳/۱۲-۱۳ پادری صاحب نے صرف تیرھویں آیت کا حوالہ دیا ہے۔ ہم اس کے ساتھ بارہویں آیت کو بھی لکھتے ہیں تاکہ بات صاف سمجھ میں آجائے۔

"اور خدا کے اس دن کے آنے کا کیسا کچھ منتظر اور مشتاق رہنا چاہیئے جس کے باعث آسمان آگ سے پگھل جائیں گے اور اجرام فلک حرارت کی شدت سے گل جائیں گے لیکن اس کے وعدہ کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں۔ جن میں راستبازی بسی رہے گی"۔

خط کشیدہ الفاظ بتاتے ہیں کہ اس جگہ قیامت اور جنت کا ذکر ہے۔ مگر

www.toobaaelibrary.com

یسعیاہ ۱۷/۶۵ میں ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے جس سے قیامت مراد لی جائے۔

۴۔ مکاشفہ ۲۱/۲۱ "اور بارہ دروازے بارہ موتیوں کے تھے ہر دروازہ ایک موتی کا تھا اور شہر کی سڑک شفاف شیشہ کی مانند خالص سونے کی تھی"۔

اگر اس مقام سے پادری صاحب کی مراد جنت میں عیش کرنے کی ہے تو یہ آرزو اور حسرت بلا دلیل ہے کیونکہ حضرت عیسےٰؑ کی بشارت "آسمان کی بادشاہی" بشارت موسوی کے مصداق آنحضرتؐ اور جناب پطرس کی تقریر کے مصداق حضرت آنحضرتؐ کی مخالفت کرکے کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپؑ کے بعد نبوت ختم ہے تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہوئی ہے۔

آپ کی نگاہ مکاشفہ ۲۱/۲۱ پر تو جا پڑی مگر مکاشفہ ۶/۱۴ کا مقام نظر نہ آیا جس میں "ابدی انجیل" یعنی قرآن مجید کی بابت بشارت ہے پس حضرت یوحنّا عارف کا مطلب یہ ہے کہ جب تک "ابدی انجیل" یعنی "قرآن مجید" نازل نہ ہوگا اس وقت تک مکاشفہ ۲۱/۲۱ والی بات بھی پوری نہ ہوگی۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ" دوم یہ کہ یسوع پہلے آیا یہ بات بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ مسیح مبشر محمد ہیں۔ گویا پہلے آنا کسی کی بشارت دینے کو لازمی ٹھہرا دیتا ہے! خصوصاً حضرت محمد کو!! حقیقت تو یہ ہے کہ خدا و ند مسیح نے کسی دوسرے نبی کی بشارت نہیں دی۔ یہ مسلم مناظرین کا محض وہم ہے۔ ہم یہ بھی بتلا چکے ہیں۔ کہ یہ لازم نہیں کہ ہر نبی کی آمد کیلئے پیش خبری موجود ہو۔ مولوی صاحب آیۂ شریفہ کا مطلب نہیں سمجھے گو آیت صاف اور واضح ہے" خدا نے اپنے خادم یسوع کو برپا کرکے پہلے تمہارے پاس بھیجا" یعنی خدا نے مسیح کو غیر اقوام سے پہلے بنی اسرائیل کے پاس بھیجا اور یہ بات حضرت کلمۃ اللہ کے کلام کے مطابق ہے کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا بلکہ پہلے اسرائیل کے گھرانے کی

www.toobaaelibrary.com

کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" (متی ۵/۱ و ۶ ۔ مرقس ۷/۲۷) ص ۱۰۹

پادری صاحب کا نیا زاویہ

مجیب: متی ۵/۱ و ۶ کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

۵۔ ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔

۶۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔" اس کے بعد اب پادری صاحب کی دیانت ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ ان بارہ کو .... کہا۔ کے الفاظ کو نہیں لکھا۔

۲۔ اور سامریوں .... نہ ہونا کے الفاظ کو ترک کر دیا۔

۳۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ کے الفاظ کے بعد لفظ "بلکہ" سے الحاق کر دیا بالفاظ دیگر پانچویں آیت کے بعض الفاظ کو چھٹی آیت کے ساتھ ملا کر تحریر کر دیا۔

۴۔ الفاظ "بلکہ" اور "اسرائیل" کے درمیان اپنی طرف سے لفظ "پہلے" لکھ دیا حالانکہ یہ لفظ انجیل متی ۱۰/۵۔۶ میں موجود نہیں۔

یہ کرتب اس لئے دکھائے گئے ہیں تاکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی نبوت اقوام عالم کیلئے ثابت ہو جائے اور آپؑ وعدہ ابراہیمی کے مصداق قرار پا جائیں۔ جب متی کے مذکورہ مقام سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی تو پھر تکلف کرنے کا کیا فائدہ؟

تکلف میں ہے تکلیف سراسر اے ذوق
آرام میں وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

خط کشیدہ الفاظ میں بھی آپ نے فریب کیا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

" خدا نے اپنے خادم کو اٹھا کر پہلے تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں سے پھیر کر برکت دے۔"

پادری صاحب نے لفظ "خادم" کے بعد اپنی طرف سے لفظ "یسوعؑ" لکھ دیا ہے یاد رہے کہ یہ آیت ۲۶ ہے۔ اور ہمارے دعویٰ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارا دعویٰ آیت ۲۵ تک ہے۔

ممیر صاحب نے آیت ۲۶ کا ذکر تو کیا مگر ۲۱ تا ۲۴ آیات کی طرف منہ تک نہیں کیا اور نہ ہی ان کی طرف کوئی توجہ دی۔ ان سے روگردانی معنی خیز بات ہے۔

مرقس ۲۷/۷ اس حوالہ کو پادری صاحب نے صرف ہندسوں میں درج کیا گویا آپ کے گئے گزرے ضمیر نے بھی ان الفاظ کو لکھنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

" اس نے اس سے کہا پہلے لڑکوں کو سیر ہونے دے کیونکہ لڑکوں کی روٹی لیکر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں" اس جگہ "لڑکوں" سے مراد بنی اسرائیل اور "کتوں" سے مراد غیر بنی اسرائیل ہیں۔

اس مقام کے "کتوں" کے مذموم لفظ سے نسلی تعصب خوب ٹپکتا ہے جس سے انسانی زندگی تلخ اور ملکوں کا امن و سکون برباد ہو جاتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ سارے قرآن مجید کی تلاوت بنظر غور کیجئے۔ آپ کو کہیں بھی یہ نہیں ملے گا کہ "بنی اسمٰعیل" کے سوا باقی تمام لوگ کتے ہیں۔

آپ کو اولادِ آدمؑ کی شان میں قرآن مجید کے یہ الفاظ ضرور ملیں گے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ — ترجمہ:۔ اور ہم نے عزت دی اولادِ آدمؑ کو

سورۃ بنی اسرائیل — آیت ۷۰ میں

اب آپ ہی خدا لگتی کہیئے کہ جو کتاب اولادِ آدمؑ کی بابت مذموم اور انسانیت سے

www.toobaaelibrary.com

گرے ہوئے الفاظ استعمال کرے وہ کتاب اللہ ہے؟ یا جو کتاب اولادِ آدمؑ کی عزت و عظمت بیان کرے وہ کتاب اللہ ہے؟

ے ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے اکثر
لوگ بے درد ہیں پھولوں کو مسل دیتے ہیں

ممبر صاحب لکھتے ہیں کہ "مندرجہ بالا آیات میں مقدس پطرس کا مطلب صاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اوّل جن باتوں کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے وہ سب باتیں خداوند مسیح کی ذات قدسی صفات میں بدرجہ احسن پائی جاتی ہیں" ۹/۱۰ صٓ ۱۱۰

مجیب: چونکہ جناب پطرس اپنی تقریر میں دو مرتبہ حضرات انبیاءؑ کی دو متفرق بشارات کا ذکر کرتے ہیں۔ اور دونوں مرتبہ جدا جدا اور الگ الگ بشارات بیان فرماتے ہیں۔ جب آپ پہلی مرتبہ حضرات انبیاءؑ کی بشارت کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں حضرت موسےٰؑ کا نام تک نہیں لیتے اور اس جگہ آپ کے الفاظ اٹھارہویں آیت میں یوں ہیں۔

"مگر جن باتوں کی خدا نے سب نبیوں کی زبانی پیشتر خبر دی تھی کہ اس کا مسیح دکھ اٹھائیگا۔ وہ اس نے اسی طرح پوری کیں"۔

جناب پطرس کے ان الفاظ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مقام پر تمام حضرات انبیاءؑ کی بشارت حضرت عیسےٰؑ کے حق میں خط کشیدہ الفاظ سے تھی۔ اور یہ بشارت حضرت عیسےٰؑ پر پوری ہو چکی تھی۔

اس کے بعد جناب پطرس حضرت عیسےٰؑ کی آسمانی زندگی کا ذکر کرکے پھر دوسری مرتبہ تمام حضرات انبیاءؑ کا اجمالی طور پر اور حضرت موسےٰؑ کا خصوصی طور پر نام لیکر بشارت موسوی کا ذکر اکیسویں اور بائیسویں آیات میں یوں کرتے ہیں۔

"۲۱۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب

www.toobaaelibrary.com

چیزیں بحال نہ کی جائیں۔ جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ ۲۲۔ چنانچہ موسٰی نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا"۔

جناب پطرس کے ان الفاظ کو ہر انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آپ حضرت عیسٰیؑ کی نبوت پر کلام نہیں کرتے بلکہ آپ حضرت عیسٰیؑ کے رفع جسمانی اور آمد ثانی کے درمیانی زمانہ میں "نبی موعود" جو مثیل موسٰیؑ ہوگا ان کے مبعوث ہونے کی خبر دے رہے ہیں اسی لئے آپ حضرت موسٰیؑ کا نام لیکر بشارت موسوی کو نقل کر رہے ہیں۔

پادری صاحب نے اپنے خاص فن کا یہ مظاہرہ کیا کہ پاک نبیوں کے الفاظ آیت ۲۱ سے اخذ کر کے انہیں پچھلی آیت ۱۸ پر منطبق کر کے اپنے من کی بات کو لکھا ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " دوم۔ گناہوں کے مٹائے جانے اور تازگی کے ایام کے آنے کا جو ذکر آیت ۱۹ میں شروع ہوا ہے ان کا خداوند مسیح کے ساتھ انجام بخیر ہوتا ہے چنانچہ مقدس پطرس فرماتے ہیں کہ " خدا نے اپنے خادم یسوع کو بر پا کر کے پہلے تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدلیوں سے پھیر کر برکت دے"۔ آیت ۲۶ ص۱۱

مجیب؟ پادری صاحب آیت ۱۹۔ کا ذکر کر کے پھر اسے آیت ۲۶ سے ملا کر حضرت عیسٰیؑ پر انجام بخیر کرتے ہیں۔ اور درمیانی آیات کی طرف منہ نہیں کرتے آخر جن آیات کو چھوڑا جا رہا ہے وہ بھی جناب پطرس کا ہی کلام ہے۔ اس کلام سے کیوں گھبراہٹ محسوس کی جا رہی ہے؟

جناب پطرس آیت ۱۹ میں تازگی کے ایام کا ذکر کر کے آیت ۲۱ "اس وقت تک رہے" کے الفاظ تک حضرت عیسٰیؑ اور آپؑ کی آسمانی زندگی کا بیان ختم کر دیتے ہیں گویا آپ حضرت عیسٰیؑ کی آسمانی زندگی تک ہی بیان کرتے ہیں اس کے بعد پھر جناب پطرس اسی آیت "کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں" کے الفاظ کا ذکر کر کے بعد میں حضرت

www.toobaaelibrary.com

موسیٰؑ کی خاص بشارت کا ذکر تفصیل سے بیان کرتے ہیں، اور حضرت عیسیٰؑ پر انجام بخیر نہیں کرتے بلکہ آپ "نبی موعود" پر انجام بخیر کرتے ہیں، اس لئے آپ آیت ۲۵ میں فرماتے ہیں۔

"تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے باپ دادا سے باندھا جب ابرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے"

گویا جناب پطرس کے نزدیک یہ ابراہیمی وعدہ "نبی موعود" یعنی آنحضرتؐ پر پورا ہوتا ہے کیونکہ آیت ۲۵ سے قبل کی ۲۲-۲۳ اور ۲۴ آیات میں نبی موعود کا ہی ذکر ہے۔ ان آیات میں حضرت عیسیٰؑ کا نام تک نہیں۔ اسی لئے جناب پطرس ابراہیمی وعدہ کا ذکر کر کے آنحضرتؐ پر انجام بخیر کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے کیونکہ سوائے آنحضرتؐ کے کسی اور نبی نے ختم نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید آپؐ کے اس اعلان کو سورہ احزاب میں بیان فرماتا ہے۔ پس "نبی موعود" کے مصداق آپؐ ہی ہیں اور آپؐ پر ہی ابراہیمی وعدہ پورا ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ پادری صاحب نے آیت ۲۶ کو جو اس باب کی آخری آیت ہے اس کو تو لکھا مگر ۲۲ تا ۲۴ آیات کی طرف منہ نہیں کیا۔

گو ہمارا دعویٰ آیت ۲۵۔ وعدہ ابراہیمی پر ختم ہو جاتا ہے۔ آیت ۲۶ ہمارے دعوے کیساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ لہٰذا اگر ہم اس آیت کی طرف توجہ نہ بھی دیں تو بھی ہم پر کوئی حرف نہیں آتا مگر ہم پھر بھی اس آیت کی بابت لکھتے ہیں۔

آیت ۲۶ کا صحیح مطلب

چونکہ جناب پطرس کے زمانہ میں "نبی موعود" جلوہ افروز اور تشریف فرما نہیں ہوئے تھے اور آپ دین عیسوی کے پیروکار اور اس دین کے سرگرم مبلغ تھے اس لئے آپ "نبی موعود" کی بشارت دینے اور "نبی موعود" پر وعدہ ابراہیمی کو پورا کرنے کے بعد

www.toobaaelibrary.com

اپنے ہمعصر یہودیوں کو اپنے دین کی منادی اور تبلیغ کرتے ہیں اور ان کو حضرت مسیحؑ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔

ممبر صاحب نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور سیاسی طور پر یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیحؑ پر انجام بخیر ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عیسےٰؑ نے اپنی بعثت کی بابت اعلان فرمایا کہ "اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" متی ۱۵/۲۴۔ ان الفاظ کے پیش نظر حضرت عیسےٰؑ وعدہ ابراہیمی کے مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کا دعویٰ نبوت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا۔ اسی لئے جناب پطرس بھی "نبی موعود" پر وعدہ ابراہیمی کو پورا کر کے پھر "نبی موعود" پر ہی انجام بخیر کرتے ہیں جیسا آیت ۲۵ سے صاف ظاہر ہے۔ ہماری اس بات پر خود جناب پطرس کے اگلے الفاظ بھی ببانگ دہل شہادت دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ آیت ۲۶ پر تیسرا باب ختم ہو جاتا ہے۔

"جب وہ لوگوں سے یہ کہہ رہے تھے تو کاہن اور ہیکل کا سردار اور صدوقی اُن پر چڑھ آئے۔ کیونکہ سخت رنجیدہ ہوئے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دیتے اور یسوع کی نظیر دے کر مردوں کے جی اٹھنے کی منادی کرتے تھے۔ اور انہوں نے ان کو پکڑ کر دوسرے دن تک حوالات میں رکھا کیونکہ شام ہو گئی تھی۔ مگر کلام کے سننے والوں میں سے بہتیرے ایمان لائے یہاں تک کہ مردوں کی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہو گئی"۔ اعمال ۴/۱تا۴

اس کے آگے دوسرے دن کا واقعہ منقول ہے۔ مندرجہ بالا آیات کے پیش نظر ہماری بات احسن طریقہ سے ثابت ہو گئی کہ جناب پطرس حضرت مسیحؑ پر انجام بخیر نہیں کرتے بلکہ "نبی موعود" یعنی آنحضرتؐ پر وعدہ ابراہیمی پورا کر کے آنحضرتؐ پر ہی انجام بخیر کرتے ہیں۔ پس یہی ہمارا مقصد تھا۔

آر جڈیکن صاحب لکھتے ہیں کہ "سوم۔ مقدس رسول منجی عالمین کی رسالت

www.toobaaelibrary.com

یسوع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں" وہ اُس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے" بھلا تقرری تو یسوع مسیح کی ہو اور آجائیں محمد! یہ کیا خیال محال ہے "ھذا لشیء عجیب"! ممبر صاحب! جناب پطرس ایک تقرری کا ذکر نہیں بلکہ آپ دو الگ الگ اور جدا جدا تقرریوں کا ذکر کرتے ہیں۔

اول تقرری "نبی موعود" یعنی آنحضرتؐ کی بعثت،

دوم تقرری "مسیح موعود" یعنی حضرت عیسےٰؑ کی آمد ثانی

جناب پطرس حضرت عیسےٰؑ کی تقرری یعنی آمد ثانی کے لئے "نبی موعود" کی بعثت کے بعد کا زمانہ متعین کرتے ہیں۔

جناب پطرس حضرت عیسیٰؑ کی آسمانی زندگی اور آمد ثانی کے درمیانی زمانہ میں آنحضرتؐ کی تقرری یعنی بعثت کا زمانہ متعین کرتے ہیں۔ یہ دونوں تقرریاں جناب پطرس کے الفاظ سے بخوبی ظاہر اور سمجھ میں آتی ہیں اور مندرجہ ذیل آیات سے اسی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

"۲۰۔ اور وہ اُس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوعؑ کو بھیجے ۲۱۔ ضرور ہے۔ کہ وہ آسمان میں اس وقت رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ ۲۲۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔"

حضرت مسیح کی تقرری یعنی آمد ثانی سے قبل "نبی موعود" کی تقرری لازمی۔ یقینی اور ضروری ہے۔ جب تک "نبی موعود" کی تقرری پر عمل نہیں ہوگا اس وقت تک حضرت مسیحؑ آسمان میں رہیں گے۔ چونکہ "نبی موعود" یعنی آنحضرتؐ دنیا میں جلوہ افروز اور تشریف فرما ہو چکے ہیں اس لئے اب حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی ضرور

www.toobaaelibrary.com

ہوگی۔ یہ خیال نہیں بلکہ ایک واضح حقیقت ہے۔ اور محال نہیں بلکہ آسان ہے عقل سلیم اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی۔ اسی لیئے جناب پطرس دونوں متبرک ہستیوں کو الگ الگ اور جدا جدا بیان فرماتے ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "چہارم استثنار کی کتاب کے ۱۸ باب کی ۱۵ آیت کو مقدس پطرس نے ابراہیمی وعدہ کے ساتھ کہ "تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے" وابستہ کیا ہے۔ یہ ابراہیمی وعدہ جیسا ہم انشاءاللہ اگلے باب میں ثابت کر دیں گے۔ بنی اسمٰعیل کو نہیں پہنچا بلکہ بنی اسرائیل کو ملا۔ چنانچہ توراۃ شریف کی کتاب پیدائش میں خدا فرماتا ہے "میں اضحاق سے اور اس کے بعد اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی ہے باندھونگا۔ اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے باندھونگا (۱۷/۱۹ تا ۲۱) اس مقام میں نہایت واضح اور صاف الفاظ میں خدا نے حضرت اسمٰعیل کو عہد سے خارج کر کے اپنا عہد حضرت اضحاق سے باندھا ہے۔ کتاب استثنار کی آیۂ زیر بحث اسی عہد کے ذیل میں ہے" ص۱۱۱-۱۱۱ **عجیب** ؟ یاد رہے کہ جو عبارت حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت تحریر کی گئی ہے وہ نامکمل اور ادھوری ہے۔

جناب پطرس ابراہیمی وعدہ کو "نبی موعود" پر منطبق اور صادق کر چکے ہیں جیسا کہ پہلے گزرا۔

اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جناب پطرس کے مطلب کے خلاف بات کرے جس مقام کو پادری صاحب نے لکھا ہے۔ جناب پطرس اس مقام کو بخوبی جانتے اور سمجھتے تھے اگر ابراہیمی وعدہ کے مصداق "نبی موعود" نہ ہوتے تو جناب پطرس کبھی بھی اس وعدہ کو آنحضرتؐ پر منطبق نہ کرتے آپ کا ایسا کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے۔ کہ

www.toobaaelibrary.com

ابراہیمی وعدہ صرف آنحضرتؐ کو ہی پہنچتا ہے اور آپؐ ہی اس وعدہ کے مصداق ہیں۔

جناب پطرس کے کلام میں ایک عجیب بات پائی جاتی ہے کہ جب آپ نے باپ دادا کا ذکر کیا تو جناب پطرس کا اولین فرض تھا کہ آپ (حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ) ان دونوں متبرک ہستیوں کا نام لیتے کیونکہ ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق وعدہ ابراہیمی حضرت اسحٰقؑ کی طرف اور آپؑ کے بعد آپؑ کی اولاد میں سے صرف حضرت یعقوبؑ اور آپؑ کی اولاد کی طرف منتقل ہو چکا تھا۔ مگر جناب پطرس نے حضرت اسحٰقؑ یا حضرت یعقوبؑ کا نام تک نہیں لیا۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کا نام لیکر اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا تھا۔ اس وعدہ کے الفاظ کو نقل کیا۔ اعمال $\frac{3}{25}$ آپ نے یہ صرف اس لئے کیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد حضرت اسمٰعیلؑ بھی ہیں۔ چونکہ نبی موعود نے بنی اسماعیل میں سے تشریف لانا تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کی اس اولاد کا ذکر کیا جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد تھی۔ اور حضرت اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کا نام نہ لیا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ نبی موعود نے بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ بنی اسمٰعیلؑ میں سے جلوہ افروز ہونا تھا۔ اسی لئے آنحضرتؐ کو وعدہ ابراہیمی کا مصداق قرار دیا گیا۔ اور جناب پطرس نے آپؐ پر انجام بخیر کر دیا۔ آنحضرتؐ نے دین مکمل اور ختم نبوت کا اعلان فرما کر عقلِ سلیم کو یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے نسلی انسانی کی برکت کا جو وعدہ آپؑ کی اولاد سے کیا تھا۔ اس کے مصداق آنحضرتؐ ہیں۔

باقی رہا یہ کہنا کہ حضرت اسمٰعیلؑ عہد سے خارج ہیں یہ بات بالکل غلط ہے اس کے مکمل جوابات پنجم، ششم اور ہفتم ابواب میں آئیں گے۔ انشاء اللہ

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ پنجم۔ مقدس پطرس نے اپنی تمام تقریر اور استدلال کا نتیجہ خود ہی فرما دیا کہ " خدا نے اپنے خادم یسوع کو برپا کر کے پہلے تمہارے پاس

www.toobaaelibrary.com

بھیجا" اس آیت سے ایسے شخص کے لئے جو انجیل جلیل سے استدلال کرنا چاہتا ہو تامل کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی" صا ۱۱۱

مجیب : پادری صاحب کا دامن چونکہ دلائل سے خالی ہے اسی لئے بار بار اسی ایک آیت کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت کا تعلق ہمارے دعوٰی کے ساتھ ہرگز نہیں ہے۔

جناب پطرس وعدہ ابراہیمی کو نبی موعود یعنی آنحضرتؐ پر صادق کر چکے ہیں۔ جناب پطرس کے وقت آنحضرتؐ تشریف نہیں لائے تھے اور آپ دین عیسوی کے پیرو تھے اس لئے آپ وعدہ ابراہیمی کو نبی موعود پر منطبق کرنے کے بعد یہودیوں کو حضرت مسیحؑ کی نبوت پر ایمان لانے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ جیسا کہ "آیت ۲۶ کا صحیح مطلب" کے تحت گزرا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "ششم مقدس پطرس رسول تاریخ یہود کے اس دور کا ذکر کر کے جس میں وہ آپ رہتے تھے، فرماتے ہیں سب نبیوں نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔" صا ۱۱۱

مجیب : پادری صاحب نے ان الفاظ میں بھی جھوٹ ہی لکھا ہے جیسا کہ جناب پطرس کے الفاظ سے ظاہر ہے چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ اُمت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا بلکہ سموئیل سے لیکر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا اُن سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔ اعمال ۲۲/۳ تا ۲۴

جناب پطرس تو "نبی موعودؐ کے ظہور کے دنوں کی بابت فرما رہے ہیں کہ تمام نبیوں نے "ان دنوں کی خبر دی ہے" اور پادری صاحب اپنے خاص فن کی مہارت

www.toobaaelibrary.com

نامہ سے تاریخ یہود کے دنوں کا افسانہ اور رام کہانی سنا رہے ہیں۔ حالانکہ اس مقام میں تاریخ یہود کے الفاظ اور نام کا ذکر تک نہیں۔

پس اس مقام سے صاف صاف معلوم ہوا کہ نبی موعود کے دنوں کی خبر ہے اس لئے آنحضرتؐ ہی بشارت موسوی اور جناب پطرس کی تقریر کے مصداق ہیں۔ بس یہی ہمارا مقصد تھا۔

پادری صاحب کے ترکش کا آخری تیر

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "بھلا فرمائیے کہ ان دنوں کو چھ صدیاں بعد کے محمد عربی کے زمانہ سے کیا مناسبت ہے؟" صد ۱۱۱

مجیب : جب ممبر صاحب نے بشارت موسوی کو حضرت عیسٰےؑ پر چسپاں کرنا ہوتا ہے۔ تو آپ کو کئی صدیاں ایک سیکنڈ سے بھی کم نظر آتی ہیں۔ اور جب ہم آنحضرتؐ کے لئے جناب پطرس کی تقریر کو پیش کرتے ہیں۔ تو پھر یہ چھ صدیاں ممبر صاحب کی آنکھوں میں کروڑ ہا سال اور خار کی طرح نظر آتی ہیں۔ کوئی بات نہیں۔

روز محشر کھلیں گے دفتر ؎
ادھر ہمارے ادھر تمہارے

ناظرین کرام !! آپ نے بشارت موسوی کی تمام بحث کو پڑھ لیا ہے جس سے ہماری دفا اور ہمارے مخاطب کی جفا ظاہر ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ جناب پطرس کی تقریر پہ پادری صاحب سے ایک بھی صحیح جواب بن نہیں پڑا۔ کبھی روح القدس۔ کبھی حضرت عیسٰیؑ کی نبوت۔ کبھی انسان کی بحالی۔ اور کبھی یہودیوں کی تاریخ کی گول مول باتیں بے پر کی اڑاتے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت پورا کر دیا اور جس طرح بھی ہو سکا جواب کی خالی جگہ کو پُر کر دیا۔

www.toobaaelibrary.com

۲۲۔۲۳۔ اور ۲۴ آیات میں جناب پطرس نے جس متبرک ہستی اور مقدس شخصیت "نبی موعود یا ایک نبی" کا ذکر کیا ہے ممبر صاحب نے ان آیات کی طرف منہ تک نہیں کیا۔ ان کی بابت آپ کی زبان و قلم سے ایک حرف بھی کاغذ پر نہیں لکھا گیا۔ ان آیات کے ساتھ ایسے ظلم و ستم اور جور و جفا کیا گیا ہے۔ جیسے یہ آیات اعمال کی تحریر اور جناب پطرس کی تقریر میں نہیں ہیں۔ اس پُر خار راہ اور عمیق وادی سے الفاظوں سے کھیلتے اپنے خاص فن کا مظاہرہ کرتے اور نئے زاویہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے دامن بچا کر نکل گئے۔ آپ نے اپنی کتاب کے صـ۱۱۱ پر بشارت موسوی کے مضمون کو ختم کر دیا ہے جن ۲۲۔۲۳۔ اور ۲۴ آیات کی بابت قیس معظم آرچڈیکن صاحب نے کچھ بھی نہیں لکھا۔ یہ آیات آپ کا یوں شکوہ کرتی ہیں۔

ے میرے پاس سے گزرے میرا حال تک نہ پوچھا
میں کیسے مان جاؤں وہ دور جا کر روئے

ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جناب پطرس کی تقریر کو ایک بار پھر تحریر کر دیں تاکہ اندر کی بات آپ کے ذہن نشین ہو جائے۔

جناب پطرس کی تقریر

جناب پطرس کے الفاظ "مسیح موعود" کی بابت	جناب پطرس کے الفاظ "نبی موعودؐ" کی بابت
"۱۸۔ مگر جن باتوں کی خدا نے سب نبیوں کی زبانی پیشتر خبر دی تھی کہ اس کا مسیح دکھ اٹھائے گا۔ وہ اس نے اسی طرح پوری کیں۔ ۱۹۔ پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے	جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔ جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ ۲۲۔ چنانچہ موسٰے نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں

www.toobaaelibrary.com

جائیں اور اِس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں۔ ۲۰۔ اور وہ اُس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہُوا ہے۔ یعنی یسوع کو بھیجے۔ ۲۱۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے۔

سے تمہارے لِئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اُس کی سننا۔ ۲۳۔ اور یوں ہوگا جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا۔ وہ اُمت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا"

اعمال ۳/۱۸ تا ۲۳

خط کشیدہ الفاظ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ جناب پطرس کے نزدیک "مسیح موعود" اور "نبی موعود" دونوں جدا جدا اور الگ الگ مقدس ہستیاں تھیں۔ اسی لِئے آپ نے اپنے الفاظ میں دونوں حضرات کے لِئے جدا جدا الفاظ استعمال کِئے تاکہ "مسیح موعود" اور "نبی موعود" کو الگ الگ شخصیتیں مانا جائے۔ اور یہ ظاہر ہو جائے کہ حضرت مسیحؑ آسمان میں ہیں۔ اور بشارت موسوی کے پیشِ نظر "نبی موعود" نے ضرور تشریف لانا ہے۔

جناب پطرس کے الفاظ سے ہم بھی یہی بات کہتے ہیں کہ سب نبیوں کی بشارت کے مطابق حضرت عیسےٰؑ "مسیحؑ موعود" کے مصداق ہیں۔ اور حضرت موسےٰؑ کی بشارت کے مصداق صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

بشارت موسوی جناب متی کی نظر میں

بشارت موسوی کی بابت جناب پطرس کے نظریہ کا اظہار تفصیل سے گزر چکا ہے اب آپ اس بشارت کی بابت جناب متی کی رائے ملاحظہ فرمائیے۔

جناب متی نے عہد نامہ قدیم سے اکثر بشارات کو حضرت مسیحؑ کی بابت انجیل متی میں لکھا ہے۔ حالانکہ ان کی تصدیق عہد نامہ قدیم سے حضرت مسیحؑ کی بابت

www.toobaaelibrary.com

ہر گز ہر گز نہیں ہوتی ان میں سے صرف ایک بشارت کو تفصیل سے تحریر کیا جاتا ہے

"جب وہ روانہ ہو گئے تو دیکھو خداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دیکر کہا اُٹھ بچّے اور اس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو بھاگ جا اور جب تک میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچّے کو تلاش کرنے کو ہے تاکہ اسے ہلاک کرے۔ پس وہ اُٹھا اور رات کے وقت بچّے اور اس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا تاکہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر میں سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا۔" متی ۲/۱۳ تا ۱۵

جناب متی نے انجیل متی میں بلا تامل خط کشیدہ الفاظ کو حضرت عیسیٰؑ پر منطبق کر دیا حالانکہ یہ پیشنگوئی نہیں ہے۔ اب آپ اصل حقیقت ملاحظہ فرمائیے

"جب اسرائیل ابھی بچہ ہی تھا میں نے اس سے محبت رکھی اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا۔ انہوں نے جس قدر ان کو بلایا۔ اسی قدر وہ دور ہوتے گئے انہوں نے بعلیم کے لئے قربانیاں گذاریں اور تراشی ہوئی مورتوں کیلئے بخور جلایا۔" ہوسیع ۱۱/۱-۲

خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یعقوبؑ کو مصر سے بلایا تھا۔ مگر جناب متی نے اسے اپنی علمی قابلیت کی بنا پر حضرت مسیحؑ سے کئی صدیاں قبل کے گذشتہ واقعہ کو پیشنگوئی بنا کر حضرت مسیحؑ پر چسپاں کر دیا۔ آپ کو اس فن میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ کسی موقعہ کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے اسی طرح آپ موقعہ بہ موقعہ دیگر بے بنیاد بشارات کو حضرت مسیحؑ کی بابت متی میں درج فرماتے رہے۔

دیگر بشارات۔ ۱:- "یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو۔ کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام

www.toobaaelibrary.com

عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ۔" متی ۱/۲۲ و ۲۳

اس بشارت کا حال بھی پتلا ہے۔ اور یہ واقعہ حضرت یسعیاہؑ کے وقت کا ہے۔ اور حضرت مسیحؑ سے تخمیناً ۵۴۷ سال پہلے گزر چکا تھا دیکھو یسعیاہ ۷/۱۰ تا ۱۶۔

۲۔ "اس وقت وہ بات پوری ہوئی جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہی گئی تھی کہ رامہ میں آواز سنائی دی رونا اور بڑا ماتم۔ راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے اور تسلی قبول نہیں کرتی اس لئے کہ وہ نہیں ہیں۔" متی ۲/۱۷-۱۸۔ یہ بھی گذشتہ واقع ہے دیکھو یرمیاہ ۳۱/۱۵ تا ۱۸

۳۔ "اس وقت وہ پورا ہوا جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا کہ جس کی قیمت ٹھہرائی گئی تھی انہوں نے اس کی قیمت کے وہ تیس روپے لے لئے (اس کی قیمت بعض بنی اسرائیل نے ٹھہرائی تھی) اور ان کو کمہار کے کھیت کے لئے دیا جیسا خداوند نے مجھے حکم دیا۔" متی ۲۷/۹-۱۰ یہ عبارت یرمیاہ میں موجود نہیں بلکہ زکریاہ ۱۱/۱۲ تا ۱۴ میں موجود ہے لیکن کسی حال میں بھی حضرت مسیحؑ کے لئے بشارت نہیں بنتی۔

مندرجہ بالا بشارات کو درج کرنے سے ہماری غرض و غایت صرف یہ ہے کہ جناب متی بڑے تکلف سے ان بشارات کو حضرت عیسیٰؑ پر صادق کرتے رہے آپ بڑے موقعہ شناس اس معاملہ میں بڑے پکے اور بہت ہی سمجھدار واقع ہوئے تھے کہ عہد نامہ قدیم سے پیشگوئیوں کو سمجھنے اور حضرت عیسےؑ پر چسپاں کرنے کا آپ کو بڑا ملکہ اور مہارت تامہ تھی۔ آپ کو بشارت کی خوشبو اور مہک فوراً آجاتی تھی کہ یہ بشارت حضرت عیسےؑ کی بابت ہے۔ آپ اسے فوراً حضرت عیسےؑ کی بابت انجیل متی میں درج فرما دیتے تھے۔ مگر آپ نے بشارت موسوی جو بہت مشہور و معروف اور بقول مسیحی علماء صرف اور خاص حضرت مسیحؑ کے حق میں بیان ہوئی تھی اسے اس طرز پر جو موسےؑ کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہوا کہ میں ان کیلئے ان ہی کے بھائیوں

www.toobaaelibrary.com

میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا) سے انجیل متی میں کہیں بھی نہیں لکھا۔

یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ آپ موقعہ شناس اور بھولنے والے بھی نہ تھے جبکہ آپ نے ناصری والی بشارت متی ۲/۲۳ میں درج فرمادی حالانکہ اس بشارت کا عہد نامہ قدیم کی کسی کتاب میں نام و نشان نہیں ملتا اور بشارت موسوی کا ذکر استثنا ۱۸/۱۸ میں موجود ہے۔ اسے کیوں نظر انداز کر اور حضرت عیسیٰؑ پر کیونکر چسپاں نہ کیا؟ پس بات صاف ہے کہ جناب متی بشارت موسوی کو حضرت عیسےٰؑ کی بابت ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرتے تھے اسی لئے آپ نے اسے انجیل متی میں درج کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ پس بشارت موسوی کی بابت جو نظریہ حضرت عیسےٰؑ اور جناب پطرس کا تھا وہی نظریہ جناب متی کا تھا۔ یعنی یہ بشارت حضرت عیسےٰؑ کے حق میں نہیں ہے

علاوہ ازیں حضرت مسیحؑ کے گیارہ شاگردوں میں سے کسی ایک نے بھی اس بشارت کو حضرت مسیحؑ کے حق میں بیان نہیں کیا۔ ان لوگوں کے اس فعل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بشارت موسوی حضرت عیسےٰؑ کے حق میں ہرگز ہرگز نہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ یہ بشارت آنحضرتؐ کے حق میں ہے۔ اور آپؐ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں

یاد رہے کہ فلپس کے قول کا جواب صفحہ ۱۶۱ کے جواب میں اور حضرت عیسےٰؑ کا نظریہ "قول فیصل" کے تحت گزر چکا ہے

حضرت یعقوبؑ کی بشارت

" اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا کیا گزرے گا"۔ پیدائش ۴۹/۱ اس کے آگے آپؑ دسویں آیت میں فرماتے ہیں۔

" یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا

www.toobaaelibrary.com

موقوف ہوگا۔ جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی"۔
اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ بشارت ایک مقدس و متبرک ہستی کی بابت بیان ہوئی ہے۔ ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ اس کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں اور مسیحی علماء اس کو حضرت مسیحؑ کی بابت خیال کرتے ہیں چنانچہ "ہماری کتب مقدسہ میں یوں لکھا ہے۔

"۷۔ شیلوہ "یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک شیلوہ نہ آئے"۔ (پیدائش ۴۹/۱۰)
یہ مشکل عبارت ہے لیکن مدت مدید اور عرصہ بعید سے اسے مسیح کی طرف اشارہ تسلیم کیا جاتا ہے متن کے بارے میں مختلف خیالات ہیں۔
۱:۔ شیلوہ خاص نام ہے۔ اور مسیح کے لئے لقب مسلّمہ ہے۔ اور "سلامتی کے شہزادے" کا ہم مطلب ہے۔ غالباً یہ لفظ بابلی لفظ "شیلو" کا ہم اصل ہے جس کا مطلب شہزادہ ہے۔
۲:۔ شیلوہ اس جگہ کا نام ہے جہاں یشوع نے عبادت کا خیمہ کھڑا کیا اور اس آیت کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "جب تک وہ (یہوداہ) شیلوہ میں نہ آئے"۔ تاکہ وہ یہاں خاص رتبہ حاصل کرے۔
۳:۔ شیلوہ کو قدیم ترجموں کی طرح دو لفظ سمجھیں یعنی "جس کا یہ ہے" چنانچہ ربی جے ایچ ہرٹز ترجمہ کرتا ہے "یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹیگی نہ اسکی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک وہ جس کا یہ ہے نہ آئے "جس سے مراد ہے کہ جب تک وہ اپنوں میں نہ آئے اور تمام قبیلے اس کے ماتحت نہ ہوں۔ خواہ کسی طرح بھی ترجمہ ہو۔ مسیح کی طرف اشارہ چھپا نہیں رہ سکتا"۔ ص ۳۶۲-۳۶۳

www.toobaaelibrary.com

کیا حضرت مسیحؑ "شیلوہؔ" کے مصداق ہیں؟

اب ہم خط کشیدہ الفاظ کو دیکھتے ہیں کہ کیا حضرت یعقوبؑ کی بشارت کے مطابق یہ خیال درست ہے یا نہیں؟ سب سے پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کس کی اولاد ہیں؟ چنانچہ متی کے پہلے باب اور لوقا کے تیسرے باب میں یہ دونوں نسبنامے حضرت مسیحؑ کو حضرت داؤدؑ کی اولاد میں سے قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت داؤدؑ کو یہوداہ کی نسل سے ظاہر کرتے ہیں پس لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت مسیحؑ یہوداہ کی نسل سے ہیں۔ اور لفظ شیلوہ کے ترجمہ کے مطابق اس بشارت کا مصداق حکومت بھی کرے گا۔ اس لحاظ سے حضرت عیسےٰؑ کو شیلوہ کا مصداق قرار دینا کسی حال میں بھی زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ کے حکومت کرنے سے یہوداہ کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف نہیں ہوتا۔ بلکہ برقرار رہتا اور مضبوط ہوتا ہے حالانکہ زیر بحث بشارت کے الفاظ میں یہوداہ کی نسل سے حکومت و سلطنت کے چھوٹنے اور جاتے رہنے کا ذکر ہے۔ پس حضرت یعقوبؑ کے الفاظ کے مفہوم کے پیشِ نظر حضرت مسیحؑ شیلوہؔ کے ہرگز ہرگز مصداق نہیں ہیں۔

بشارت یعقوبی کے یہ الفاظ (اور قومیں اس کی مطیع ہونگی) حضرت مسیحؑ پر صادق نہیں آتے آپؑ کیلئے قوموں کے مطیع ہونیکا معاملہ بڑا ہی اُلٹا اور ٹیڑھا ہے کیونکہ حضرت مسیحؑ اپنی ہی قوم کے ہاتھوں مصلوب ہو گئے پس آپؑ پر یہ مطلب کیونکر صادق آسکتا ہے؟ پس اسی لحاظ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ شیلوہؔ کے مصداق نہیں ہیں۔

شیلوہؔ کا مطلب "سلامتی کے شہزادے" بھی لکھا گیا اور پھر اسے حضرت مسیحؑ پر منطبق کیا گیا ہے مگر زبان مسیحؑ اس کی تردید کرتی ہے۔

حضرت عیسےٰؑ کا اپنی بابت فرمان "یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا

www.toobaaelibrary.com

ہوں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کر دوں اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہونگے۔" متی ۱۰ / ۳۴ تا ۳۶

" کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے۔" لوقا ۱۲ / ۵۱ حضرت مسیحؑ اپنے ان الفاظ کے پیش نظر "سلامتی کے شہزادے" کے الفاظ کے مصداق قرار نہیں پاتے کیونکہ آپؑ کے مندرجہ بالا الفاظ میں سلامتی کی ایک بات بھی پائی نہیں جاتی۔ لہٰذا حضرت مسیحؑ اس بشارت کے مصداق نہیں ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو فرمایا تھا کہ آخری دنوں میں شیلوہ آئیگا ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ آخری دنوں میں آنیوالا شیلوہ آخری ہوگا اور اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر شیلوہ کے مصداق حضرت عیسےٰؑ ہوتے تو آپؑ اپنی بابت ضرور آخری نبی ہونے کا دعویٰ فرماتے مگر آپؑ نے یہ دعویٰ نہیں فرمایا بلکہ آپؑ نے اپنے بعد "آسمان کی بادشاہی" اور "فارقلیط" کے مبعوث ہونیکی بشارت دی ہے پس صاف صاف عیاں ہے کہ حضرت عیسےٰؑ شیلوہ کے مصداق نہیں ہیں۔

مسیحی عقیدہ کے مطابق جب حضرت مسیحؑ دوبارہ زندہ ہو کر اپنے شاگردوں کو نظر آئے تو اس وقت آپؑ نے مندرجہ ذیل الفاظ ارشاد فرمائے۔

" پھر اس نے ان سے کہا یہ میری وہ باتیں ہیں جو میں نے تم سے اس وقت کہی تھیں جب تمہارے ساتھ تھا کہ ضرور ہے کہ جتنی باتیں موسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبور میں میری بابت لکھی ہیں پوری ہوں۔ پھر اس نے ان کا ذہن کھولا تا کہ کتاب مقدس کو سمجھیں اور ان سے کہا یوں لکھا ہے کہ مسیح دکھ اٹھائیگا اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے گا۔" لوقا ۲۴ / ۴۴ تا ۴۶

www.toobaaelibrary.com

حضرت عیسیٰؑ کے ان الفاظ مبارک سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاءؑ سابقین نے اپنی اپنی کتابوں یعنی تورات۔ صحیفوں اور زبور میں جتنی بھی پیشگوئیاں آپؐ کے حق میں بیان فرمائی ہیں۔ آپؑ نے وہ تمام اپنے شاگردوں کو سمجھا دی تھیں ان سب کتابوں میں آپؐ کی بابت خط کشیدہ الفاظ بیان ہوئے تھے۔ اب حضرت مسیحؑ کے ان الفاظ میں "شیلوہ" کا ذکر تک نہیں پس حضرت مسیحؑ کے ارشادات عالیہ کے پیش نظر حضرت مسیحؑ شیلوہ کے ہرگز ہرگز مصداق نہیں ہیں۔

آنحضرتؐ ہی "شیلوہ" کے مصداق ہیں

اب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ ہی "شیلوہ" کے مصداق ہیں آپؐ کے سوا کوئی بھی اس بشارت کا مصداق ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ آپؐ یہوداہ کی نسل سے نہیں بلکہ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ آپؐ نے تشریف لا کر اپنے حق یعنی حکومت و عدالت کو لے لیا۔ اور یہ حکومت چودہ سو سال سے قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کر کے عقل سلیم کو بتا اور دکھا دیا کہ یہ وہی شیلوہ ہے جس کی بشارت حضرت یعقوبؑ نے دی تھی۔ اور حضرت یعقوبؑ کے الفاظ کا صحیح مصداق آپؐ ہی قرار پاتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ ہی شیلوہ کے مصداق ہیں۔

بشارت یعقوبی کے یہ الفاظ (اور قومیں اس کی مطیع ہونگی) صرف آنحضرتؐ پر ہی صادق آتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کسی کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے اور آپؐ اقوام عالم پر غالب رہے۔ مشرکین مکہ یہود۔ نصاریٰ اور دیگر اقوام میں سے لوگ آپؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کے مطیع و فرمانبردار رہے۔ پس آنحضرتؐ ہی "شیلوہ" کے مصداق ہیں

"شیلوہ" کا ایک مطلب "سلامتی کے شہزادے" بھی تحریر کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ بھی آپؐ پر صادق آتے ہیں۔ جیسا کہ پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے اپنی کتاب "محمد عربیؐ" میں لکھتے ہیں:

www.toobaaelibrary.com

"ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں" یہ الفاظ بھی ہمارے قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ جناب پولوس کے ان الفاظ سے دین عیسوی کی تبلیغ مراد ہے۔ آپ کے الفاظ "ہمیشہ کی زندگی" سے مراد جنت ہے۔ اور حضرت عیسےٰؑ کے کلام مبارک میں "غیر اقوام کو سنایا" اور "ہمیشہ کی زندگی" کے الفاظ منقول نہیں ہیں۔ بلکہ آپؑ کے کلام میں بنی اسرائیل سے "خدا کی بادشاہی" کے لئے جانے اور دوسری قوم کو دیئے جانے کا ذکر ہے۔ پس "آسمان کی بادشاہی" سے دین عیسوی کی تبلیغ و اشاعت مراد لینا بالکل غلط اور کلام عیسےٰؑ کے خلاف ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "مولوی صاحب آیت متی (۲۱/۴۳) کا اقتباس کرکے کہتے ہیں کہ مسیح نے صرف بنی اسمٰعیل کی جانب اشارہ کیا ہے۔ حالانکہ آنخداوند نے روئے زمین کی تمام اقوام کو جو دنیا کے چاروں گوشوں میں بستی ہیں لفظ قوم میں شامل کرکے ان کو یہودیوں کے مقابل پیش کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا پورب اور پچھم۔ اُتر اور دکھن سے لوگ آکر ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہونگے۔ مگر تم اپنے آپ کو باہر نکالا ہوا دیکھوگے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔" (متی ۸/۱۱-۱۲ دلوقا ۱۳/۲۸ دیکھو افیسوں ۳/۲ وغیرہ) یہی غیر اقوام وہ لوگ ہیں جو پھل لائے اور منجی عالمین پر ایمان لاکر خدا کی بادشاہی کے وارث ہوئے"

صـ ۱۲۷ و ۱۲۸

مجیب: ناظرین کرام! حضرت عیسےٰؑ نے "اس قوم کو" کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ مگر آرچڈیکن صاحب نے ان الفاظ کو "تمام اقوام کو" کے الفاظ سے لکھا ہے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیے! کہ بقول مسیحی دنیا "کلام ابن اللہ" سچ ہے یا "کلام برکت اللہ"

اب ہم ان حوالہ جات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کو ممبر صاحب نے اپنے دعوٰی کو ثابت کرنے کے لئے تحریر کیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

حضرت عیسیٰؑ کے ان الفاظ مبارک سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاءؑ سابقین نے اپنی اپنی کتابوں یعنی تورات۔ صحیفوں اور زبور میں جتنی بھی پیشگوئیاں آپؐ کے حق میں بیان فرمائی ہیں۔ آپؐ نے وہ تمام اپنے شاگردوں کو سمجھادی تھیں اِن سب کتابوں میں آپؐ کی بابت خط کشیدہ الفاظ بیان ہوئے تھے۔ اب حضرت مسیحؑ کے ان الفاظ میں "شیلوہ" کا ذکر تک نہیں پس حضرت مسیحؑ کے ارشادات عالیہ کے پیشِ نظر حضرت مسیحؑ شیلوہ کے ہرگز ہرگز مصداق نہیں ہیں۔

آنحضرتؐ ہی "شیلوہ" کے مصداق ہیں

اب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ ہی "شیلوہ" کے مصداق ہیں آپؐ کے سوا کوئی بھی اس بشارت کا مصداق ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ آپؐ یہوداہ کی نسل سے نہیں بلکہ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ آپؐ نے تشریف لاکر اپنے حق یعنی حکومت و عدالت کو لے لیا۔ اور یہ حکومت چودہ سو سال سے قائم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایسا کر کے عقل سلیم کو بتا اور دکھا دیا کہ یہ وہی شیلوہ ہے جس کی بشارت حضرت یعقوبؑ نے دی تھی۔ اور حضرت یعقوبؑ کے الفاظ کا صحیح مصداق آپؐ ہی قرار پاتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ ہی شیلوہ کے مصداق ہیں۔

بشارت یعقوبی کے یہ الفاظ (اور قومیں اس کی مطیع ہونگی) صرف آنحضرتؐ پر ہی صادق آتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کسی کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے اور آپؐ اقوام عالم پر غالب رہے۔ مشرکین مکہ یہود۔ نصاریٰ اور دیگر اقوام میں سے لوگ آپؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کے مطیع و فرمانبردار رہے۔ پس آنحضرتؐ ہی "شیلوہ" کے مصداق ہیں

"شیلوہ" کا ایک مطلب "سلامتی کے شہزادے" بھی تحریر کیا گیا ہے: یہ الفاظ بھی آپؐ پر صادق آتے ہیں۔ جیسا کہ پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے اپنی کتاب "محمد عربی" میں لکھتے ہیں:

www.toobaaelibrary.com

"آپکی ذات سے جو فیوض اہل عرب کو پہنچے وہ تاریخ کے ورقوں پر آب زر سے لکھے ہوئے ہیں آپ نے عرب کے مختلف قبیلوں کو جو ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے ایک جماعت میں منظم کر دیا،" صہ ۹

نیز " فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کے حالات " کے بعد "مسیحی عالم کے الفاظ" پر بھی ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے۔ جن کو پہلے تحریر کیا جاچکا ہے۔

چونکہ آنحضرتؐ نے مختلف قبائل میں اتفاق و اتحاد پیدا فرما کر ان کو ایک مرکز یعنی مذہب اسلام پر جمع فرما دیا تھا۔ اس لیے آپؐ "سلامتی کے شہزادے" اور شیلوہ کے مصداق ہیں۔

یوحنا عارف کے مکاشفہ $\frac{19}{11}$ کے الفاظ" صادق" اور" امین "کے پیش نظر بھی آپؐ" سلامتی کے شہزادے" تھے۔ پس یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ بشارت یعقوبی کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے جس شیلوہ کے مبعوث ہونیکی بشارت بیان فرمائی تھی اس کا تشریف لانا آخری دنوں سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا اس کے بعد کوئی دوسرا شیلوہ نہیں ہوگا۔ اور آنحضرتؐ نے تشریف لاکر اپنی بابت آخری نبی کا اعلان فرمایا اور نبوت کو ختم (سورہ احزاب آیت ۴۰) اور دین مکمل ہونے کا اعلان فرما دیا۔ (سورہ مائدہ آیت ۳ میں) اور آپؐ کے اس اعلان و فرمان کے بعد آج تک کوئی سچا نبی مبعوث نہیں ہوا۔ پس آپؐ کے اس دعویٰ سے صاف ظاہر ہے کہ آپؐ ہی "شیلوہ "کے مصداق ہیں۔

چونکہ "شیلوہ " والی بشارت دلائل کے لحاظ سے حضرت عیسےٰؑ کے حق میں نہیں بنتی اس لئے اس کی بابت یہ الفاظ لکھے گئے ہیں کہ " یہ مشکل عبارت ہے "؛ حق بات یہ ہے کہ جب سینے میں ایمان اور نیت صاف ہو تو پھر کوئی بات

www.toobaaelibrary.com

مشکل نہیں رہتی غور فرمایئے ! کہ ہم نے کس احسن انداز سے اس مشکل عبارت کو آسان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شیلوہ کی جگہ اصل اور صحیح لفظ کیا تھا؟

گو ہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ "شیلوہ" کے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں اب ہم دیگر طرز سے بھی یہی ثابت کریں گے۔

زیر بحث لفظ "شیلوہ" کا صحیح اور ٹھیک ٹھیک معنی آج تک کسی کو بھی معلوم نہیں ہو سکا چنانچہ فرقہ رومن کیتھولک جو سب سے پرانا اور پہلا فرقہ ہے اس کی کتاب مقدس میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہے۔ تکوین یعنی پیدائش ۴۹/۱۰ پر حاشیہ میں یوں لکھا گیا ہے۔

"شیلوہ اس لفظ کا صحیح معنی ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہے روایتی تفسیر یہ ہے "وہ جس کا ہے" یعنی یہوداہ سے حکومت کا عصا جاتا نہ رہے گا۔ جب تک کہ وہ نہ آئے جو اس کا حقدار ہے یعنی خداوند مسیح"

حالانکہ لفظ "شیلوہ" کی مذکورہ بالا تفسیر حضرت یعقوبؑ کی بشارت کے صریحاً اور سراسر مخالف ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔

اس کے علاوہ حضرت یعقوبؑ کو اس بشارت میں لفظ "شیلوہ" بیان فرمانے کا کیا فائدہ تھا جبکہ اس کا صحیح اور ٹھیک ٹھیک معنی آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکا اصل بات یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے جو صحیح لفظ استعمال فرمایا تھا۔ بغض و حسد کی بنا پر کسی انسانی ہاتھ نے اسے بگاڑا ہے۔ اسی لیے اس کا صحیح معنی کسی کو معلوم نہیں ہو سکا۔

اب آپ "ہماری کتب مقدسہ" کے الفاظ دوبارہ ملاحظہ فرمایئے۔ تاکہ حقیقت

www.toobaaelibrary.com

سمجھ میں آسکے۔

"یہ مشکل عبارت ہے لیکن مدت مدیدا ور عرصہ بعید سے اسے مسیح کی طرف اشارہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ متن کے بارے میں مختلف خیالات ہیں۔" صہ ۳۶۲

مسیحی علماء کے نزدیک یہ مشکل عبارت ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ تو اس سوال کا جواب خط کشیدہ الفاظ میں موجود ہے۔ بس عبارت کے مشکل ہونیکا دراصل سبب متن کی خرابی ہے اگر متن کی خرابی دور ہو جائے تو پھر عبارت مشکل نہیں اور مختلف خیالات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ میں دبی زبان سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس مقام پر متن میں ضرور گڑبڑ اور ردّ و بدل واقع ہوا ہے۔ اسی لئے متن میں مختلف خیالات پیدا ہو گئے ہیں ورنہ متن میں مختلف خیالات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں مسیحی علماء کو اس بات کا اعتراف ہے کہ بائبل میں بعض ایسے مقامات ملتے اور پائے جاتے ہیں کہ جن سے متن میں تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ پادری جے علی بخش صاحب اپنی کتاب "تفسیر زبور یعنی زبور کی کتاب کی تفسیر" میں لکھتے ہیں۔

ا:۔ " اگرچہ بعض نسخے اور ترجمے ان عنوانوں کی تائید نہ کریں پھر بھی ہم ان کو بہیئت مجموعی ردّ نہیں کر سکتے کیونکہ کبھی کبھی یہ دریافت ہوا کہ متن میں کچھ تبدیلی ہو گئی" صہ ۱۵-۱۶

ان الفاظ سے ہماری بات خوب ثابت ہو گئی کہ ان لوگوں کے نزدیک بائبل کے متن میں بعض مقامات پر تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ان مقامات میں سے زیر بحث بشارت کا لفظ "شیلوہ" بھی شامل ہے۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ زیر بحث بشارت میں "شیلوہ" کی جگہ اصل اور صحیح لفظ کیا تھا؟ تو زیر بحث بشارت پر تحقیقی نگاہ ڈالنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی بشارت میں "شیلوہ" نہیں بلکہ "شیلوخ" کا لفظ استعمال فرمایا تھا

www.toobaaelibrary.com

جس طرح آپ نے "سرسید کے الفاظ کا اصل مطلب" کے تحت پڑھا ہے۔ اسی جذبہ کے پیشِ نظر "شیلوخ" کا "شیلوہ" بناکر متن میں درج کردیا پھر اس لفظ پر مختلف الفاظ اور فقرات لکھنے پڑے۔

اب حضرت یعقوبؑ کے ارشاد فرمودہ لفظ "شیلوخ" کے پیشِ نظر نہ عبارت مشکل رہتی ہے۔ نہ متن میں خرابی نہ مختلف خیالات۔ نہ بابلی لفظ کا سہارا ڈھونڈنا اور محتاج ہونا پڑتا ہے۔ اور نہ ہی انسان تراجم کے چکر میں حیران پشیمان اور سرگردان ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر ان تمام دکھوں اور مشکلات سے نجات اور اس کی برکت سے ربِّ کائنات کے دربارِ عالیہ میں بھی نجات۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لفظ "شیلوخ" کا معنی کیا ہے؟

لیجئے صاحب! ہم اس کا معنی اپنی طرف سے نہیں بلکہ انجیل یوحنّا سے تحریر کر دیتے ہیں۔

"اس سے کہا جا شیلوخ (جس کا ترجمہ "بھیجا ہوا" ہے) کے حوض میں دھولے پس اس نے جا کر دھویا اور بینا ہو کر واپس آیا"۔ ۹/۷

یاد رہے کہ جو الفاظ خطوط وحدانی میں لکھے گئے ہیں یہ انجیل یوحنّا کے ہی ہیں "شیلوخ" کا معنی "بھیجا ہوا" ہے۔ عربی زبان میں اس کا مترادف اور ہم وزن لفظ "رسول" ہے۔ یہ بات مان کر کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ کسی قسم کے چکر میں پڑنا پڑتا ہے۔

اب ہم حضرت یعقوبؑ کی بشارت کو لفظ شیلوخ سے دوبارہ لکھتے ہیں۔ جس سے صاف صاف معلوم ہو گا۔ کہ یہ بشارت آنحضرتؐ کے حق میں ہی ہے۔

آنحضرتؐ کی بابت حضرت یعقوبؑ کی بشارت

"یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹیگی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا

www.toobaaelibrary.com

موقوف ہوگا جب تک شیلوخ (رسول) نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہونگی" اس بشارت میں ہزار دقت سے بھی لفظ "شیلوہ" زیب نہیں دیتا۔ اور جو لفظ "شیلوخ" یعنی "رسول" ہے ہر لحاظ سے زیب دیتا اور موزوں معلوم ہوتا ہے۔ پس صحیح لفظ "شیلوخ" ہی ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے فرمان مبارک کے پیشِ نظر "آخری دنوں میں" تشریف لانے والا رسول آخری رسول اور آخری نبی ہوگا۔ اور آخری نبی کا دعوٰی حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی نے ہرگز ہرگز نہیں کیا۔ پس یہ بات نصف النہار کی طرح روشن ہوگئی کہ اس بشارت کے اصل اور صحیح مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔

ے اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سرِ عام رکھ دیا

حضرت عیسٰےؑ کا فرمان مبارک
یعنی
بنی اسرائیل سے نبوت کو لیے جانے
اور
بنی اسمٰعیل کو دیئے جانے کا بیان

ہم اس جگہ حضرت عیسٰےؑ کے فرمان مبارک سے بنی اسرائیل سے نبوت کو لئے جانے اور اس کے بعد بنی اسمٰعیل کو نبوت دیئے جانے کا بیان تحریر کرتے ہیں جس سے یہ بات بالکل واضح طور پر اور بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ بنی اسمٰعیل میں سے صرف ایک نبی نے ضرور جلوہ افروز اور تشریف لانا ہے چنانچہ حضرت عیسٰےؑ فرماتے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

" ایک اور تمثیل سنو ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا۔ اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دیکر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب تاکستان کا مالک آئیگا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کریگا اور تاکستان کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا لیکن جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالے گا "۔

متی $\frac{۲۱}{۳۳ \text{ تا } ۴۴}$ گو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی یہ تمثیل صاف صاف سمجھ میں آتی ہے مگر ہم پھر بھی مسیحی مفسرین کے اقوال سے چند الفاظ کی تشریح نقل کر دیتے ہیں تاکہ کسی قسم کی الجھن باقی نہ رہے۔

الفاظ	تشریح
تاکستان کا مالک یا گھر کا مالک	اللہ تعالیٰ

www.toobaaelibrary.com

تاکستان	ملک کنعان یا بنی اسرائیل کا گھر ایک ہی بات ہے کیونکہ بنی اسرائیل کا بھی وطن ہے۔
باغبانوں	بنی اسرائیل
نوکروں	انبیاءؑ بنی اسرائیل
بیٹے	حضرت عیسٰےؑ
پتھر	نبوت
معماروں	بنی اسرائیل

یاد رہے کہ ان تمام الفاظ کی تشریح کو تفسیر متی از پادری ایچ ڈبلیو سٹینٹن صاحب اور انجیل متی کی تفسیر الخزائنۃ الاسرار از جے کلارک صاحب سے نقل کیا گیا ہے۔

حضرت عیسٰیؑ کی تمثیل کا اصل مطلب اور صحیح مفہوم

اب آپ حضرت عیسٰےؑ کی تمثیل کا اصل مطلب اور صحیح مفہوم سماعت فرمایئے اللہ تعالیٰ نے کنعان میں بنی اسرائیل میں سے ان کی رشد و ہدایت کیلئے حضرات انبیاءؑ کو مبعوث فرمایا۔ مگر اس قوم نے کسی نبی کو زخمی کسی کو سنگسار اور کسی نبی کو شہید کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ زیادہ حضرات انبیاءؑ کو بھیجا مگر بنی اسرائیل نے ان حضرات انبیاءؑ کے ساتھ بھی بدسلوکی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰےؑ کو مبعوث فرمایا۔ آپؑ کے ساتھ بھی ان لوگوں نے بدخلقی کا سلوک روا رکھا مسیحی عقیدہ کے مطابق یہودیوں نے آپؑ کو سولی پر چڑھا دیا۔

اب اگر حضرت عیسٰےؑ پر نبوت ختم ہو چکی تھی تو معاملہ بالکل صاف تھا۔ چونکہ حضرت مسیحؑ پر نبوت ختم نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت عیسٰےؑ نے بنی اسرائیل سے یہ سوال کیا کہ جب اللہ تعالیٰ آئیگا تو بنی اسرائیل کے ساتھ کیا سلوک کریگا؟ آپؑ کے مخاطبین

www.toobaaelibrary.com

نے کہا کہ باغبانوں کو ہلاک کر دیگا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں یعنی بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری قوم کو دے دیگا۔ وہ قوم صحیح معنوں میں اس نعمت کا حق ادا کرے گی۔ اس کے بعد آپؑ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا پھر آپؑ نے خود یہ عبارت پڑھی۔

"یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے اس لیئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔"

لوقا ۲۰: ۱۶-۱۷ میں اس مقام کو بہترین انداز اور احسن الفاظ سے یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ نے آپؑ ہی سوال اٹھایا اور آپؑ ہی جواب ارشاد فرمایا لوقا کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"وہ آکر ان باغبانوں کو ہلاک کریگا اور تاکستان اوروں کو دے دیگا انہوں نے یہ سن کر کہا خدا نہ کرے۔ اس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا پھر یہ کیا لکھا ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا؟ جو کوئی اس پتھر پر گریگا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے لیکن جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالیگا۔"

اس مقام سے بخوبی روشن ہے کہ جب بنی اسرائیل نے کہا کہ "خدا نہ کرے" یعنی نبوت بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل میں نہ جائے تو حضرت مسیحؑ نے نہایت زوردار اور دلنشین الفاظ میں کتاب مقدس سے دلیل لاکر یہ ظاہر اور ثابت کیا کہ اگر نبوت بنی اسرائیل سے لیکر بنی اسمٰعیل کو نہ ملنی ہوتی تو کتاب مقدس میں پہلے سے یہ کیوں لکھا جاتا؟ "جس پتھر کو معماروں نے .... پیس ڈالے گا۔"

چونکہ حضرت یعقوبؑ سے لیکر حضرت عیسےٰؑ تک کثرت سے نبی اسرائیل ہی سے

www.toobaaelibrary.com

حضرات انبیاءؑ تشریف لائے تھے اور حضرت عیسٰیؑ کے بعد آنحضرتؐ نے بنی اسمٰعیل میں سے تشریف لانا تھا۔ ایسا ہونا ان لوگوں کی نظر میں عجیب دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے حضرت عیسٰیؑ نے ارشاد فرمایا " یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے"۔ یعنی یہ جو کچھ ہونا ہے یہ سب سچ اور برحق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

حضرت عیسٰیؑ نے اس بات کی مزید تائید و تصدیق کے لئے ارشاد فرمایا۔

" اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی "۔

یاد رہے کہ جس طرح پتھر سے مراد نبوت ہے بالکل اسی طرح خدا کی بادشاہی سے مراد بھی نبوت ہے۔

حضرت مسیحؑ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادیا کہ آپؑ کے بعد بنی اسرائیل سے نبوت لے لی جائیگی اور اس قوم یعنی بنی اسمٰعیل کو دے دی جائیگی ہم اہل اسلام حضرت عیسٰیؑ کے ان ارشادات کو سچ اور برحق مانتے ہیں۔

آپؑ کے بعد ۷۰ء میں یروشلیم کی بربادی ہوئی اور بنی اسرائیل ہلاک ہوئے آپؑ کی وہ بات پوری ہوئی جو آپؑ نے تمثیل میں بنی اسرائیل کے حق میں بیان فرمائی تھی۔ اسی طرح آپؑ کی یہ بات کہ نبوت اس قوم یعنی بنی اسمٰعیل کو دیدی جائیگی آنحضرتؐ پر پوری ہوگئی

حضرت عیسٰیؑ نے اس نبوت کی یہ علامت بھی بیان فرمادی کہ "اور جو اس پتھر پر گریگا ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگا لیکن جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالیگا"۔ یعنی جو اس نبوت پر حملہ آور ہوگا وہ ایسی ذلت آمیز شکست کھائیگا کہ ٹکڑے ٹکڑے اور پاش پاش ہوجائیگا یہ علامت آنحضرتؐ پر صادق آتی ہے کہ جس نے آپؐ پر کسی لحاظ سے حملہ کیا وہ ذلیل و خوار اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور حق کا بول بالا ہوا۔ نیز جن لوگوں نے آپؐ کی دعوت کو ٹھکرادیا پھر آپؐ نے حق و انصاف اور عدالت و راستی کے لئے جہاد کیا تو آپؐ کے

www.toobaaelibrary.com

مخالفین روندے اور پیسے گئے۔ اس سے مکاشفہ کا یہ مقام ۱۹/۱۱ بھی پورا ہوگیا۔ یہ "صادق" اور "امین" کی بحث میں گزر چکا ہے۔

آنحضرتؐ کا روحانی اور نورانی پرچم اپنی پوری آن بان اور شان وشوکت سے عرب پر لہرانے لگا۔ تاریخ اس بات کی ببانگ دہل شہادت دیتی ہے۔ اور سیرت طیبہ کا ایک ایک حرف اس کی تصدیق کرتا ہے۔

ایک اعتراض اور اسکا جواب

انجیل متی کی تفسیر الخزائنۃ الاسرار میں ۲۱/۴۲ کے تحت لکھا ہے۔

"محمدیوں کے پاس وہ پتھر کہاں ہے بلکہ اور پتھر ہے جو مکہ کے پہاڑوں سے اٹھا لائے نہ دانیال و یشعیاہ و داؤد کا پتھر"۔

جواباً عرض ہے کہ حضرت عیسےؑ کی تمثیل کو غور توجہ انصاف کی نگاہ اور عدل کی نظر سے پڑھو۔ کیونکہ اس میں بنی اسرائیل میں سے نبوت کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ اس میں غیر بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ جیساکہ حضرت عیسےؑ کے مبارک الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہے "اس لیئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کا پھل لائے دیدی جائیگی"۔ یہ قوم بنی اسرائیل کے علاوہ بنی اسمٰعیل ہی ہے یاد رہے کہ حضرت عیسےؑ کے ان الفاظوں (جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا) میں حضرت عیسےؑ کا ذکر نہیں ہے بلکہ آپؑ کے علاوہ دوسری نبوت کا ذکر ہے۔ جیساکہ تمثیل کے سیاق وسباق سے بخوبی روشن ہے نیز حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کو "ایک قوم" کہا گیا ہے۔ "اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی "ایک قوم" پیدا کرونگا۔ اس لیئے کہ وہ تیری نسل ہے۔" پیدائش ۲۱/۱۳

یہ بھی یاد رہے کہ رومن کیتھولک کی کتاب مقدس میں "ایک بڑی قوم" کے الفاظ ہیں)

www.toobaaelibrary.com

اس کے علاوہ پادری صاحب کی انگریزی بائبل میں "nation" یعنی "ایک قوم" کا ہی ذکر ہے اس قوم کا مطلب بنی اسمٰعیل ہی ہے۔ چونکہ اس تمثیل پر ہمارے مخاطب نے بھی قلم چلایا ہے، اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپکے الفاظ کو بھی پیش کر دیا جائے تاکہ حق و باطل میں امتیاز ہو سکے

ویس معظم آرچڈ ٹیکن تحریر فرماتے ہیں کہ "صحیح اصول تفسیر کی رو سے اس آیت میں مسیحیت کی طرف اشارہ ہے جس نے تعصّبات یہود کے خلاف یہود اور غیر یہود کو مساوی کر دیا۔ اور غیر یہود کو جو بوجہ بغیر کتاب اور بغیر نبی ہونے کے نادان اقوام تھیں بنی اسرائیل کا ہم پایہ اور صاحب کتاب و نبوت بنا دیا یہی لوگ بنی اسرائیل کی غیرت۔ خفگی اور غصّہ کا باعث ہوئے چنانچہ اس امر کو حضرت کلمۃ اللہ نے انگورستان اور ضیافت کی تمثیلوں (متی ۲۱/۳۳ و ۴۶ ۔ ۲۲/۱۱ لوقا ۱۴/۱۲ - ۲۴) میں بیان فرمایا ہے"۔ ص ۱۲۷

مجیب: پادری صاحب ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے سوا تمام لوگ کتے ہیں۔ مرقس ۷/۲۷ ص ۱۰۹)

دوسری طرف آپ ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے اور اُن کو مساوی حقوق دیتے ہیں ان دو رنگی باتوں اور دو رخی پالیسیوں سے کوئی کیا سمجھے؟

آرچڈ ٹیکن صاحب کا یہ ہتھیار ہے کہ جس جگہ آپ نے عبارت کے اصل مفہوم اور واضح مطلب کے صریحاً خلاف لکھنا ہوتا ہے وہاں پر "صحیح اصول تفسیر" کے الفاظ کا رعب ڈال کر اپنے من کی بے تکی اور بے معنی بات لکھتے ہیں۔

حضرت عیسےٰؑ تو فرماتے ہیں کہ " اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائے گی۔

مگر آپ "صحیح اصول تفسیر" نئے زاویے اور اپنے خاص فن کی مہارت نامہ سے ان الفاظ کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مسیحیت کی طرف اشارہ ہے۔ غور

www.toobaaelibrary.com

کا مقام ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ بنی اسرائیل میں سے تھے تو پھر بنی اسرائیل سے خدا کی بادشاہی لی ہی نہیں جاتی بلکہ بنی اسرائیل میں باقی رہتی ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آپ کی بات بے معنی اور مضحکہ خیز ہے۔

حضرت عیسےٰؑ بنی اسرائیل سے نبوت کیلئے جانے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے حضرات انبیاءؑ میں سے کسی کو پیٹا۔ کسی کو سنگسار کیا اور کسی نبی کو شہید کر دیا۔ جیسا کہ تمثیل سے صاف ظاہر ہے۔ گویا کہ بنی اسرائیل نے نبوت کی قدر نہیں کی۔

مگر ممبر صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں مسیحیت کی طرف اشارہ ہے جس نے تعصبات یہود کے خلاف یہود اور غیر یہود کو مساوی کر دیا"۔ کہاں حضرت عیسےٰؑ کے الفاظ مبارک اور کہاں پادری صاحب کا افسانہ اور رام کہانی۔

آپ نے اپنے فن کا یہ بھی مظاہرہ کیا ہے کہ تمثیل کا حوالہ ہندسوں میں درج کر دیا ہے۔ اور پوری تمثیل کو نقل نہیں کیا یہ صرف اس لئے کیا گیا تاکہ ناظرین کے دل و دماغ میں اصل بات نہ آسکے اور حقیقت اوجھل رہے۔ آپ نے اس تمثیل کی صرف اس آیت کو لکھا ہے۔

"خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی" (متی ۲۱/۴۳۔ نیز دیکھو متی ۸-۳/۱۰۔ یسعیاہ ۵/۱-۷) وغیرہ" ص ۱۲۷

اس کے آگے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "مقدس پولوس رسول نے بھی اسی آیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "ضرور تھا کہ خدا کا کلام پہلے تم (بنی اسرائیل) کو سنایا جائے لیکن چونکہ تم اس کو رد کرتے ہو۔ اور اپنے آپ کو ہمیشہ کی زندگی کے ناقابل ٹھہراتے ہو تو دیکھو ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔" (اعمال ۱۳/۴۶) اسی مقام میں لکھا ہے کہ یہودی ڈاہ سے بھر گئے (آیت ۴۵) پس یہی امر یعنی غیر یہود کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کا تصور یہودیوں کی خفگی اور غصہ کا باعث ہوا" ص ۱۲۷

www.toobaaelibrary.com

مجیب: جناب پولوس کا کلام تو بالکل واضح اور صاف ہے مگر آپ نے اس کا الٹا نتیجہ نکالا ہے۔ جناب پولوس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ یہودیوں کو کہتے ہیں کہ پہلے تم کو خدا کا کلام سنانا تھا مگر تم نے اس کلام کو سننے سے انکار کر دیا ہے اسلئے ہم نے غیر اقوام کو یہ کلام سنایا۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ غیر اقوام کو کلام سنانے کی وجہ سے یہودی غصے ہوئے تھے حالانکہ یہودیوں کی ناراضگی کا سبب ان سے نبوت کا لئے جانا اور بنی اسمٰعیل کو دئے جانا کا بھی تھا۔ حضرت عیسٰیؑ کا فرمان بھی یہی ہے۔ متی ۲۱/۳۸ تا ۴۲۔ متی ۲۱/۴۳ اس مقام میں "خدا کی بادشاہی" سے مراد نبوت ہے، جس کا بنی اسرائیل سے لئے جانے کا ذکر ہے مگر آپ نے جناب پولوس کے قول سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کہ مذکورہ بالا آیت میں "خدا کی بادشاہی" سے مراد "دین عیسوی" کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور بلا دلیل ہے۔

جناب پولوس کے الفاظ میں "خدا کی بادشاہی" کے الفاظ نہیں۔ بلکہ خدا کے کلام سنانا کے الفاظ ہیں۔ لفظ "سنانا" اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ ان الفاظ سے دین عیسوی کی تبلیغ مراد ہے۔ اور حضرت عیسٰیؑ کے الفاظ مبارک میں "خدا کی بادشاہی" بنی اسرائیل سے لئے جانے کا ذکر ہے۔

یہ بات تو مسلم ہے کہ بنی اسرائیل میں سے بھی لوگ دین عیسوی میں داخل ہوئے تھے پس اس لحاظ سے "خدا کی بادشاہی" بنی اسرائیل میں باقی رہی۔ آپؑ کے الفاظ کے پیش نظر بنی اسرائیل سے "خدا کی بادشاہی" لی نہیں گئی اور نہ دوسری قوم کو دی گئی۔ پس اس لحاظ سے صاف صاف معلوم ہوا کہ زیر بحث الفاظ سے دین عیسوی کی تبلیغ و اشاعت مراد نہیں بلکہ نبوت کا ذکر ہے۔ جو آپؑ کے بعد بنی اسرائیل سے لیکر دوسری قوم یعنی بنی اسمٰعیل کو دی گئی۔

www.toobaaelibrary.com

"ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں"۔ یہ الفاظ بھی ہمارے قول کی تصدیق کرتے ہیں، کہ جناب پولوس کے ان الفاظ سے دین عیسوی کی تبلیغ مراد ہے۔ آپ کے الفاظ "ہمیشہ کی زندگی" سے مراد جنت ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے کلام مبارک میں "غیر اقوام کو سنایا" اور "ہمیشہ کی زندگی" کے الفاظ منقول نہیں ہیں۔ بلکہ آپؑ کے کلام میں بنی اسرائیل سے "خدا کی بادشاہی" کے لئے جانے اور دوسری قوم کو دیئے جانے کا ذکر ہے۔ پس "آسمان کی بادشاہی" سے دین عیسوی کی تبلیغ و اشاعت مراد لینا بالکل غلط اور کلام عیسیٰؑ کے خلاف ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "مولوی صاحب آیت متی ($\frac{۲۱}{۴۳}$) کا اقتباس کر کے کہتے ہیں کہ مسیح نے صرف بنی اسمٰعیل کی جانب اشارہ کیا ہے۔ حالانکہ آنخداوند نے روئے زمین کی تمام اقوام کو جو دنیا کے چاروں گوشوں میں بستی ہیں لفظ قوم میں شامل کر کے ان کو یہودیوں کے مقابل پیش کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا پورب اور پچھم۔ اتر اور دکھن سے لوگ آکر ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہونگے۔ مگر تم اپنے آپ کو باہر نکالا ہوا دیکھو گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ (متی $\frac{۸}{۱۱-۱۲}$ دلوقا $\frac{۱۳}{۲۸}$ دیکھو افیسوں $\frac{۳}{۲}$ وغیرہ) یہی غیر اقوام وہ لوگ ہیں جو پھل لائے اور منجی عالمین پر ایمان لاکر خدا کی بادشاہی کے وارث ہوئے"

ص ۱۲۷ و ۱۲۸

مجیب! ناظرین کرام! حضرت عیسیٰؑ نے "اس قوم کو" کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں، مگر آرچڈیکن صاحب نے ان الفاظ کو "تمام اقوام کو" کے الفاظ سے لکھا ہے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیے! کہ بقول مسیحی دنیا "کلام ابن اللہ" سچ ہے یا "کلام برکت اللہ"

اب ہم ان حوالہ جات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کو ممبر صاحب نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے تحریر کیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

"اور میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب اور پچھم سے آکر ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہونگے۔ مگر بادشاہی کے بیٹے باہر اندھیرے میں ڈالے جائیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا" متی ۸/۱۱-۱۲

"وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ جب تم ابرہام اور اضحاق اور یعقوب اور سب نبیوں کو خدا کی بادشاہی میں شامل اور اپنے آپ کو باہر نکالا ہوا دیکھو گے، اور پورب پچھم اتر دکھن سے لوگ آکر خدا کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہونگے اور دیکھو بعض آخر ایسے ہیں جو اوّل ہونگے اور بعض اول ہیں جو آخر ہونگے"

لوقا ۱۳/۲۸ تا ۳۰۔

یاد رہے کہ ۲۹ اور ۳۰ آیات کو ہم نے اپنی طرف سے بات سمجھانے کے لئے لکھا ہے۔

"یعنی یہ کہ مسیح یسوع میں غیر قومیں خوشخبری کے وسیلہ سے میراث میں شریک اور بدن میں شامل اور وعدہ میں داخل ہیں"۔ افسیوں ۳/۶

ان الفاظ میں "خدا کی بادشاہی" کے الفاظ نہیں ہیں شاید لفظ "میراث" سے مراد جنت ہو۔

متی اور لوقا کے دونوں مقامات سے صاف ظاہر ہے کہ "خدا کی بادشاہی" سے مراد جنت ہے کیونکہ خط کشیدہ الفاظ اس امر کی بیّن دلیل ہیں، نیز ان مقامات میں مرنے کے بعد کا ذکر ہے۔ جس مقام کو ہم نے پیش کیا ہے اس میں "خدا کی بادشاہی" کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں جس سے یہ سمجھا جائے کہ زیر بحث الفاظ سے مراد "جنت" ہے۔ بلکہ اس مقام میں زیر بحث الفاظ سے مراد "نبوت" ہی ہے۔ اس کے علاوہ جب کسی خوش نصیب کو جنت مل جائیگی تو اس سے دوبارہ لی نہیں جائے گی۔ اور تمثیل عیسےٰؑ میں لئے جانے کا ذکر ہے۔ پس۔

www.toobaaelibrary.com

حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ نبوت ہی کا ذکر ہے۔

حضرت عیسےٰؑ تو اس دنیا کی بابت قیامت سے پہلے کی بات فرماتے ہیں مگر پادری صاحب قیامت کے بعد کی باتیں کرتے ہیں۔

پس حضرت مسیح کے الفاظ "خدا کی بادشاہی" سے مراد "نبوت" ہے۔ اور اسے بنی اسرائیل سے لیکر اس قوم یعنی بنی اسمٰعیل کو دیئے جانے کا ہی ذکر ہے۔

تین شہادتیں:۔ اب ہم اپنی صداقت پر مزید تین شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ کہ یہودیوں کی ناراضگی اور خفگی کا سبب ان سے نبوت لیکر بنی اسمٰعیل کو دیئے جانے کا بھی تھا۔ چونکہ حضرت عیسےٰؑ نے یہودیوں کو تمثیل سے سمجھایا تھا اس لئے وہ آپؑ کیساتھ اور بغض وحسد اور دشمنی کرنے لگے

۱۔ انجیل متی کی شہادت:: حضرت عیسےٰؑ کی تمثیل متی ۲۱/۳۳ تا ۴۴ میں ہے اور آیات ۴۵، ۴۶ یوں ہیں۔

" اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سُنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے۔ اور وہ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ اسے نبی جانتے تھے"۔

۲۔ انجیل لوقا کی شہادت:: حضرت مسیحؑ کی تمثیل لوقا ۲۰/۹ تا ۱۸ میں ہے اور آیات ۱۹ و ۲۰۔ یوں ہیں۔

" اُسی گھڑی فقیہوں اور سردار کاہنوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر لوگوں سے ڈرے کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ اس نے یہ تمثیل ہم پر کہی۔ اور وہ اس کی تاک میں لگے اور جاسوس بھیجے کہ راستباز بن کر اس کی کوئی بات پکڑیں تاکہ اس کو حاکم کے قبضہ اور اختیار میں دے دیں"۔

۳۔ انجیل لوقا کی شہادت:: لوقا ۲۰/۱۶ کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں

www.toobaaelibrary.com

" وہ آکر ان باغبانوں کو ہلاک کریگا اور تاکستان اوروں کو دے دیگا۔ انہوں نے یہ سُنکر کہا خدا نہ کرے" مندرجہ بالا تینوں شہادتوں سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ یہودیوں کی ناراضگی اور خفگی (حضرت عیسےٰؑ کی تمثیل یعنی بنی اسرائیل سے نبوت لیکر بنی اسمٰعیل کو نبوت دیئے جانا) کا بھی سبب تھا۔ اسی سبب کیوجہ سے آپؑ سے انتقام لینے کیلئے آپؑ کو یہودیوں نے عیاری اور مکاری سے پکڑوانے کیلئے حیلے اور بہانے کیئے۔

پس حضرت عیسےٰؑ کے فرمان مبارک کے مطابق بنی اسمٰعیل کو نبوت ملنا ہی صحیح بجا اور درست ہے۔ آخر میں ایک بار پھر حضرت عیسےٰؑ کے کلام مبارک کو سُنیئے!
" اس لیئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی۔"

حضرت عیسیٰؑ کے ارشادات عالیہ

" پس ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لوگے جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا۔ مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ اس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند! اے خداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے۔ اس وقت میں اُن سے صاف کہدونگا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پس جو کوئی میری یہ باتیں سنتا اور ان پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہریگا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا۔" متی ۷/۲۰ تا ۲۴

پادری صاحب کو حضرت عیسےٰؑ کے خط کشیدہ الفاظ مبارک کو بلا جھجک بار بار

www.toobaaelibrary.com

پڑھنا چاہیئے کیونکہ آپ کیلئے اس میں دو فائدے ہیں۔

اول یہ کہ "باعث برکت"۔ دوم یہ کہ "باعث عبرت"

قرآن مجید کا فرمان مبارک

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۝ سورہ حجر
ترجمہ:- کسی وقت آرزو کریں گے یہ لوگ جو منکر ہیں کسی طرح ہوتے مسلمان۔ آیت ۲

غور فرمایئے کہ قرآن مجید نے اسی مضمون کو کس احسن انداز اور کیسے پیارے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

آخری بات: باب چہارم کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے غیر یہود یعنی بنی اسمٰعیل میں سے "ایک آخری رسول" کی بشارت دی۔

حضرت موسےٰؑ نے بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے "ایک نبی" کی بشارت دی۔

حضرت عیسےٰؑ نے اپنی تمثیل میں اس قوم یعنی بنی اسمٰعیل میں سے "ایک نبوت" کی بشارت دی۔

جناب پطرس نے بھی بنی اسمٰعیل میں سے "ایک نبی" کی شہادت دی۔

حضرت ابراہیمؑ نے اولاد اسمٰعیلؑ میں سے "ایک رسول" کی دعا فرمائی۔

سورہ بقرہ آیت ۱۲۹

غور فرمایئے کہ قرآن مجید، تورات اور انجیل حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ایک اور صرف ایک ہی رسول اور نبی کی بشارت دیتے ہیں۔ ان تمام حضرات انبیاءؑ کی بشارات اور جناب پطرس کی شہادت کے مصداق صرف حضرت محمد ﷺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں

www.toobaaelibrary.com

باب پنجم

اسمٰعیلی اور اسحاقی برکات

ہم اس باب میں حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کی برکات کو تحریر کر کے پھر ان پر کلام کریں گے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت برکات

"اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔"

پیدائش ۱۶/۱۱ تا ۱۲

"اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا۔"

پیدائش ۱۶/۱۵

حضرت اسحٰقؑ کی بابت برکات

"کہ دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا۔ اور تیرا نام پھر ابرام نہیں کہلائیگا۔ بلکہ تیرا نام ابرہام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرا دیا ہے اور میں تجھے بہت برومند کرونگا اور قومیں تیری نسل سے ہونگی، اور بادشاہ تیری اولاد میں سے برپا ہونگے اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان انکی سب پشتوں کیلئے اپنا عہد جو ابدی ہوگا باندھونگا، تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا رہوں اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان

www.toobaaelibrary.com

"اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسمٰعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے" پیدائش ۱۷/۱۸

"اور اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا" پیدائش ۱۷/۲۰

"ابرہام اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ایک ہی دن ہوا" پیدائش ۱۷/۲۶

"یہ نسب نامہ ابرہام کے بیٹے اسمٰعیل کا ہے جو ابرہام سے سارہ کی لونڈی ہاجرہ مصری کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور اسمٰعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ یہ نام ترتیب وار ان کی پیدائش کے مطابق ہیں۔ اسمٰعیل کا پہلوٹھا نبایوت تھا۔ پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام۔ اور مشماع اور دومہ اور مسّا حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدمہ۔ یہ اسمٰعیل کے بیٹے ہیں۔ اور انہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ اپنے قبیلہ

کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے۔ ایسا دونگا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں ان کا خدا ہونگا" پیدائش ۱۷/۴ تا ۸

"تب خدا نے فرمایا کہ بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا تو اس کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھونگا" پیدائش ۱۷/۱۹

"اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے سو اس کو ساری نہ پکارنا۔ اسکا نام سارہ ہوگا اور میں اسے برکت دونگا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشونگا یقیناً میں اسے برکت دونگا کہ قومیں اس کی نسل سے ہونگی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ ۱۷/۱۵-۱۶

"لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے باندھونگا جو اگلے سال اسی وقت معیّن پر سارہ سے پیدا ہوگا" پیدائش ۱۷/۲۱

پادری صاحب نے اس مقام کو نقل کرتے وقت اپنی دیانت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ آپ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے کہ "خدا

www.toobaaelibrary.com

کے سردار ہوئے اور اسمٰعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا۔ اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستہ پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں آباد تھی یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے"
پیدائش ۲۵ ۱۲ تا ۱۸

" اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا" پیدائش ۲۱/۲۰

" اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا"۔ پیدائش ۲۱/۱۸

" اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث بُرا نہ لگے جو کچھ تجھ سے سارہ کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کرونگا اس لیے وہ تیری نسل ہے"۔
پیدائش ۲۱ ۱۲ تا ۱۳

نے ابراہیم سے فرمایا میں اپنا عہد صرف اضحاق ہی سے قائم کرونگا"۔
پیدائش ۱۷/۲۱ صـ ۱۱۳

کتاب پیدائش کے الفاظ سے ممبر صاحب کی بد دیانتی صاف ظاہر ہے۔

" اور خداوند نے اس پر ظاہر ہو کر کہا کہ مصر کو نہ جا بلکہ جو ملک میں تجھے بتاؤں اس میں رہ تو اسی ملک میں قیام رکھ اور میں تیرے ساتھ رہونگا اور تجھے برکت بخشونگا کیونکہ میں تجھے اور تیری نسل کو یہ سب ملک دونگا اور میں اس قسم کو جو میں نے تیرے باپ ابرہام سے کھائی پورا کروں گا اور میں تیری اولاد کو بڑھا کر آسمان کے تاروں کی مانند کر دونگا اور یہ سب ملک تیری نسل کو دونگا اور زمین کی سب قومیں تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گی"۔ پیدائش ۲۶ ۲ تا ۴

پادری صاحب نے بعض ایسی باتیں حضرت اسحٰق ع کی بابت تحریر کی ہیں جو حضرت ابراہیم ع اور حضرت یعقوب ع سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہم نے ان کو ترک کر دیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

یاد رہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ان دونوں لڑکوں (حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ) کے علاوہ اور بھی چھ لڑکے تھے۔ آپؑ کے یہ لڑکے آپؑ کی تیسری بیوی حضرت قطورہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ پیدائش ۲۵/ ۱-۲ سے ظاہر ہے۔ "اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جس کا نام قطورہ تھا۔ اور اس سے زمران اور یقسان اور مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔"

ہمارے مخاطب نے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کی برکات کو نقل کر کے ان سے جو نتائج نکالے اور خیالی نکات اخذ کئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

آرچڈیکن صاحب رقمطراز ہیں کہ "خدا نے حضرت اضحاق کی مانند حضرت اسمٰعیل سے یہ وعدہ تو کیا کہ وہ برکت پائیگا اور اس کی نسل فراواں ہو گی مگر صرف حضرت اضحاق سے یہ وعدہ کیا کہ زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پائیں گی۔ پس ان کو دو برکتیں عطا ہوئیں ایک تو یہ کہ وہ خود معہ اپنی نسل کے صاحب برکت ہو۔ دوسری یہ کہ اس کی نسل تمام جہان کی قوموں کے لئے باعث برکت ہو مرکز برکت بن جائے۔ اس وعدہ سے حضرت اسمٰعیل قطعاً محروم رہے۔ اور یہی خاص وعدہ نبوت کی برکت کا وعدہ ہے جس کی بدولت اسرائیل مخصوص ہوا اور جس کے باعث اضحاق کے خاندان میں بنی اسرائیل تمام جہان میں ممتاز ہوا (پیدائش ۲۸/ ۱۳-۱۴) اور تمام دنیا کو اس اضحاقی برکت سے برکت ملی۔" صـ ۱۱۵

مجیب: غور فرمائیے کہ اس مقام پر کتنی جرأت اور دلیری سے حقیقت کو چھپایا گیا ہے۔ جبکہ جناب پطرس اپنی تقریر میں "نبی موعود" یعنی آنحضرتؐ پر ابراہیمی وعدہ کو صادق کر چکے ہیں تو پھر اس جگہ یہ کہنا کہ حضرت اسمٰعیلؑ سے کوئی برکت کا وعدہ نہ تھا صریحاً جناب پطرس کی تقریر اور نظریہ کے خلاف ہے۔ اگر حضرت اسمٰعیلؑ اور اولاد اسمٰعیلؑ سے برکت نبوت کا وعدہ نہ ہوتا۔ تو جناب پطرس کبھی بھی تورات کے خلاف نبی موعود پر اس وعدہ

www.toobaaelibrary.com

کا ذکر نہ فرماتے آپ کے ایسا کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب پطرس کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ اور بنی اسمٰعیل سے برکت نبوت کا وعدہ تھا۔ جناب پطرس اسمٰعیلی اور اسحٰقی برکات کو پادری صاحب سے زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے۔ اس لیئے آپ نے اعمال ۳/۲۵ میں جو فرما دیا وہ بجا اور درست ہے۔

اگر بنی اسمٰعیل سے برکت نبوت کا وعدہ نہ ہوتا تو پھر حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو جمع کرکے آخری دنوں میں مبعوث ہونے والے شیلوہ کو غیر یہود سے کیوں بیان فرمایا؟ جیساکہ چوتھے باب میں گزرا۔

اگر بنی اسمٰعیل سے برکت نبوت کا وعدہ نہ تھا۔ تو پھر حضرت موسےٰؑ نے توراۃ کی کتاب استثنار ۳۳/۲ "دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا" نسخہ ۱۸۸۰ء میں یہ الفاظ کیوں بیان فرمائے جیساکہ پہلے باب میں تفصیل سے گزرا۔

اگر بنی اسمٰعیل سے برکت نبوت کا وعدہ نہ تھا۔ تو پھر حضرت عیسےٰؑ نے اپنی تمثیل میں نبوت بنی اسرائیل سے لیکر بنی اسمٰعیل کو دئے جانا کا کیوں ذکر فرمایا؟ اگر بنی اسمٰعیل سے برکت نبوت کا وعدہ نہ تھا تو پھر حضرت عیسےٰؑ نے اپنے بعد آنیوالے نبی کو "فارقلیط" سے اور "آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے" سے کیوں بشارت دی؟ جیساکہ پہلے باب میں گزرا۔

جبکہ آپ لوگوں کے نزدیک ابراہیمی وعدہ حضرت ابراہیمؑ سے منتقل ہوکر حضرت اسحٰقؑ کو مل چکا اور پھر اس کے بعد حضرت یعقوبؑ میں اور آپؐ کی اولاد میں منتقل ہو چکا تھا۔ تو پھر جناب پطرس نے اس وعدہ کو بیان فرما کر باپ دادا کا ذکر کیا۔ اس ذکر میں حضرت اسحٰقؑ کا نام ضروری اور لازمی لینا چاہیئے تھا مگر جناب پطرس نے ابراہیمی وعدہ کا ذکر کرکے فوراً حضرت ابراہیمؑ کا نام لیا۔ اور حضرت اسحٰقؑ یا حضرت یعقوبؑ کا نام نہ لیا۔ اور وعدہ ابراہیمی کو "نبی موعود" یعنی آنحضرتؐ پر پورا اور تمام کردیا۔ کیا

www.toobaaelibrary.com

جناب پطرس کے اس طرز سے اس حقیقت کا اظہار نہیں ہوتا کہ آپ کے نزدیک وعدہ ابراہیمی کی مصداق حضرت اسحٰقؑ کی اولاد نہ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد تھی۔

آخر جناب پطرس کے راستے میں کونسی رکاوٹ اور کونسی دیوار حائل تھی جس نے حضرت اسحٰقؑ یا حضرت یعقوبؑ کا نام نہ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کا نام لینے دیا۔ عقل سلیم اس سے یہی سمجھتی ہے۔ کہ جناب پطرس کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ اور بنی اسمٰعیل سے برکت نبوت کا وعدہ ضرور اور یقیناً تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں۔

اول۔ حضرت سارہ۔ دوم۔ حضرت ہاجرہ۔ سوم۔ حضرت قطورہ

اللہ تعالےٰ نے آپؑ کی پہلی دونوں بیویوں کی اولاد کے ساتھ برکت کا وعدہ کیا۔ اور آپؑ کی تیسری بیوی حضرت قطورہ کی اولاد کے ساتھ کوئی برکت کا وعدہ نہیں کیا۔ اور نہ اس اولاد پر برکت کا لفظ بولا۔

اب اگر حضرت اسمٰعیلؑ کے وعدہ برکت سے مراد نسل کی فراوانی ہے تو پھر یہ وعدہ کوئی خاص مقام نہیں رکھتا کیونکہ حضرت قطورہ کی اولاد سے کوئی بھی برکت کا وعدہ نہ تھا پھر بھی انکی اولاد کو فراوانی حاصل ہوئی۔ پس بات صاف ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی پہلی دونوں بیویوں کی اولاد کے ساتھ جو برکت کا وعدہ کیا تھا۔ اس سے مراد صرف اولاد کی کثرت اور بہتات نہ تھی۔ بلکہ اس سے مراد نبوت کا وعدہ بھی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی تیسری بیوی کی اولاد کو کثرت اور بہتات عطا فرما کر عقل سلیم پر یہ بات ظاہر فرما دی کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ برکت کے وعدوں سے مراد اولاد کی کثرت نہیں بلکہ نبوت کا وعدہ مراد ہے کیا یہ مقام تعجب خیز نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے وہ چھ لڑکے جو آپؑ کے ہاں بی بی قطورہ کے بطن مبارک

www.toobaaelibrary.com

سے ہوئے تھے ان میں سے کسی ایک پر بھی "برکت" کا لفظ نہیں بولا گیا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ آپؑ کے پہلے دونوں لڑکوں نے نبی بننا تھا اس لئے ان پر برکت کا لفظ بولا گیا دوسرے چھ لڑکوں نے نبی نہیں بننا تھا اس لئے ان پر لفظ برکت نہیں بولا گیا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "لیکن حضرت ابراہیم کی نسل میں بعض ایسے بھی تھے جو اس برکت کے مستحق نہ ہوئے۔ آپ کے ہاں حضرت اسمٰعیل کے علاوہ کئی بیٹے ہوئے۔ (پیدائش ۲۵/۱-۶) ان میں سے صرف حضرت اضحاق کو خدا نے یہ مخصوص برکت نبوت عطا فرمائی چنانچہ لکھا ہے کہ خدا نے حضرت اضحاق سے فرمایا میں اس قسم کو جو میں نے تیرے باپ ابراہیم سے کھائی پورا کرونگا میں تیری اولاد کو بڑھا کر آسمان کے تاروں کی مانند کردونگا اور زمین کی سب قومیں تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گی۔ (پیدائش ۲۶/۳-۴) کیونکہ خدا نے حضرت ابراہیم سے فرمایا تھا کہ اضحاق سے ہی تیری نسل کا نام چلے گا (پیدائش ۲۱/۱۲)" صـ ۱۱۵ و ۱۱۶

مجیب: پادری صاحب نے اس مقام پر یہ فریب کیا کہ "ہی" کو اپنی طرف سے لکھ دیا حالانکہ پیدائش میں "ہی" موجود نہیں۔

دوسرا فریب آپ نے یہ کیا کہ آپ نے پیدائش ۲۱/۱۲ کا ذکر تو کیا مگر افسوس اس سے اگلی آیت کو نہیں لکھا۔ یہ آیت حضرت اسمٰعیلؑ کے حق میں یوں ہے۔

"اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی ایک قوم پیدا کرونگا اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے" ۲۱/۱۳ جو الفاظ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کی بابت پیدائش ۲۱/۱۲-۱۳ میں فرمائے گئے ہیں وہ ایک ہی مفہوم کے حامل اور ایک ہی مطلب کو ظاہر کرتے ہیں یعنی ان دونوں لڑکوں سے حضرت ابراہیمؑ کا نام چلے گا۔

آپ کی دلیل کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کا نام صرف حضرت اسحٰقؑ کی اولاد سے چلتا۔ مگر تاریخ شہادت دیتی اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا نام

www.toobaaelibrary.com

حضرت اسمٰعیلؑ سے بھی چلتا ہے۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد آج تک خصوصی طور پر ملک عرب میں موجود ہے۔ پس پیدائش ۱۲-۱۳/۲۱ سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان دونوں حضرات نے نبی بننا تھا اس لیے ان کی بابت یہ الفاظ استعمال فرمائے گئے حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی سے جو چھ لڑکے پیدا ہوئے تھے ان میں سے کسی نے نبی نہیں بننا تھا اس لیے ان پر یہ الفاظ نہیں بولے گئے۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "ناظرین نے یہ ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہر مقام میں جہاں اس وعدہ کا ذکر ہے لفظ "نسل" صیغہ واحد میں استعمال ہوا ہے یہ امر نہایت معنی خیز ہے۔ اسی واسطے مقدس پولوس رسول بھی استدلال کرتے وقت فرماتے ہیں پس ابراہیمؑ اور اس کی نسل سے وعدے کئے گئے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ نسلوں سے جیسا بہتوں کے واسطے کہا جاتا ہے بلکہ جیسا ایک کے واسطے کہ تیری نسل کو (گلتی ۳/۱۶) پھر فرماتا ہے ابرہام کی پشت میں سے ہونے کے سبب سے سب فرزند نہ ٹھہرے بلکہ یہ لکھا کہ اضحاق ہی سے تیری نسل کہلائے گی یعنی جسمانی فرزند خدا کے فرزند نہیں بلکہ وعدے کے فرزند نسل شمار کئے جاتے ہیں۔ (رومی ۹/۷" صہ ۱۱۶

مجیب :! مندرجہ بالا الفاظ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر زید کے تین بیٹے ہیں تو یہ تینوں بیٹے اس کی "تین نسلیں" شمار کی جائیں گی۔ آپ لوگ جناب پولوس کے اس نرالے استدلال کو تو تسلیم کر لیں مگر تمام عقلمند دنیا ان تینوں لڑکوں کو زید کی ایک "ہی نسل" مانتی ہے۔ اور خود توراۃ بھی جناب پولوس کے اس بہترین اور نرالے استدلال کا ردّ کرتی ہے۔

" پھر خدا نے ابرہام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اسے مانے۔ اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے۔ اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا

www.toobaaelibrary.com

ختنہ کیا جائے۔" پیدائش $\frac{17}{9-10}$

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیے کہ حضرت ابراہیمؑ کی تمام اولاد کو جو قیامت تک پشت در پشت ہوگی اسے حضرت ابراہیمؑ کی "ایک ہی نسل" شمار کیا گیا ہے۔ پس جناب پولوس کا نہایت معنی خیز نکتہ تورات کے سامنے بے معنی اور نہایت مضحکہ خیز نکتہ بن کر رہ جاتا ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "اسمٰعیل شرعاً نسلِ ابراہیم نہیں جو ابدی عہد خدا نے حضرت ابراہیم سے باندھا تھا وہ ان کے بعد صرف حضرت اضحاق سے باندھا گیا حضرت اسمٰعیل اس عہد سے قطعاً محروم کئے گئے۔ ان کو نسل کی فراوانی تو اضحاق کے ساتھ ملی مگر خدا نے صاف فرما دیا لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے ہی باندھونگا۔ میں اس سے اور اس کے بعد اس کی اولاد سے اپنا ابدی عہد باندھونگا۔ پس اسمٰعیل خدا کے عہد سے خارج ہوئے۔ اس عہد کے خارج ہونے کی وجہ سے جیسا مقدس پولوس فرماتا ہے حضرت اسمٰعیل شرعاً ابراہیم کی نسل کہلائے جانے سے بھی خارج ہوئے یہی وجہ ہے کہ خدا نے صرف حضرت اضحاق ہی کو ابراہیم کا اکلوتا بیٹا کہا (پیدائش $\frac{22}{16}$) حقیقت بھی یہی ہے کہ گو اسمٰعیل جسم کے طور پر حضرت ابراہیم سے پیدا ہوئے مگر خدا نے ان کو نسلِ ابراہیمی سے خارج فرمایا"۔ صـ۱۱۸

مجیب!! پادری صاحب کا "ابدی عہد" سے "نبوت" مراد لینا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ پیدائش $\frac{17}{7 \text{ تا } 14}$ سے صاف ظاہر ہے کہ "ختنہ" کو "ابدی عہد" کہا گیا ہے پس آپکا دعوٰی بجا نہیں ہم نے پیدائش $\frac{21}{13}$ کے مقام سے صاف صاف ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیمؑ کو فرماتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ "تیری نسل ہے"۔

اگر اس جگہ سے مراد جسمانی نسل ہے تو یہ بات بہت بودی اور کچی ہے کیونکہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ کے ہاں حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے تو آپؑ اسی وقت سے

www.toobaaelibrary.com

حضرت ابراہیمؑ کی جسمانی اولاد تھے۔ اس بات کا کسی کو انکار نہیں چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کا حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے انکار کیا جاتا تھا اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمادیا کہ " وہ تیری نسل ہے۔"

اگر اب بھی حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی نسل سے خارج ماننا ہے تو تورات میں یہ الفاظ ضرور موجود ہونے چاہیئے کہ " اے ابرہام وہ تیری نسل نہیں ہے۔" مگر تورات میں یہ الفاظ موجود نہیں اور حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت خط کشیدہ الفاظ موجود ہیں پس علم و انصاف کی رو سے فیصلہ انہی الفاظ پر ہوگا جو تورات میں موجود ہیں پس تورات میں خط کشیدہ الفاظ کی موجودگی میں حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

باقی رہا " اکلوتا بیٹا " پیدائش $\frac{22}{16}$ یہ مقام قربانی کے واقعہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا جواب " باب نہم تورات اور ذبیح اللہ " میں آئے گا انشاء اللہ۔ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند تھے۔ اس پر مزید بہترین اور دلچسپ بحث " باب ہفتم ثبوت نبوت اسمٰعیلؑ از روئے تورات " میں آئے گی انشاء اللہ۔

ستم ظریفی:۔ ان لوگوں کی ناانصافی اور ستم ظریفی ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت عیسٰیؑ حضرت مریم صدیقہ کے بطن مبارک سے بغیر باپ پیدا ہوئے تھے اس لئے آپؑ کا کوئی نسب نامہ نہ تھا۔ یہودی لوگ اس بات پر نازیبا الفاظ استعمال کرتے تھے اس لئے ان لوگوں نے حضرت عیسٰیؑ کا جعلی اور من گھڑت نسب نامہ بنا کر آپؑ کو حضرت داوٗدؑ کی شرعی اولاد ثابت کیا۔ تاکہ اس سے یہودیوں کا منہ بند کیا جا سکے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے لخت جگر حضرت اسمٰعیلؑ جن کو حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالےٰ کے دربار عالیہ سے مانگ کر لیا تھا ان کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج کیا جاتا ہے

www.toobaaelibrary.com

حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے کون خارج ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ پادری صاحب اینڈ کمپنی اللہ تعالیٰ کی اُمّت اور حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج ہیں جیساکہ کتاب پیدائش سے ظاہر ہے "لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرِ خرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا۔ اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا" $\frac{17}{13 \text{ تا } 14}$

"ابدی عہد" یعنی ختنہ سے ولول یا ہونٹوں کا ختنہ ہرگز ہرگز مراد نہیں کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے اس حکم پر عمل کرکے یہ دکھا دیا کہ اس "ابدی عہد" سے مراد ختنہ ہی ہے۔ جیساکہ پیدائش سے ظاہر ہے "تب ابرہام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو اور سب خانہ زادوں اور اپنے سب زرِ خریدوں کو یعنی اپنے گھر کے سب مردوں کو لیا۔ اور اسی روز خدا کے حکم کے مطابق ان کا ختنہ کیا۔ ابرہام ننانوے برس کا تھا جب اس کا ختنہ ہوا۔ اور جب اس کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ تو وہ تیرہ برس کا تھا۔ ابرہام اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ایک ہی دن ہوا" $\frac{17}{23 \text{ تا } 26}$ "لفظ ابدی" سے معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ کا حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ اسے کسی حکم کے عوض میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کون لوگ اس "ابدی عہد" پر عمل پیرا ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں تین قومیں ایسی ہیں جو اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد کہتی ہیں۔ اول یہودی دوم۔ عیسائی۔ سوم۔ مسلمان۔ یہودی حضرات انبیاءؑ کے انکار اور اپنے برے افعال و کردار کی وجہ سے بالاتفاق کافر اور حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج ہیں۔ باقی رہی دو قومیں تو ان میں سے عیسائی ختنہ نہیں کراتے۔ صرف مسلمان ہی ختنہ کراتے ہیں۔

پس پیدائش کے خط کشیدہ الفاظ کے پیش نظر یہ ثابت ہوا کہ عیسائی خدا کی اُمّت اور حضرت ابراہیمؑ کی شرعی نسل سے خارج ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

الحمد للہ! صرف ہم مسلمان ہی خدا کی امت اور حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد ہیں۔

آرچڈیکن صاحب فرماتے ہیں کہ "کوئی اپنے آپ کو خدا کے انعامات کا مستحق نہیں سمجھ سکتا اسمٰعیل اپنی حالت پر قانع رہے انہوں نے کبھی کوئی شکایت نہیں کی شکایت کرنے والے زمانہ حال کے مولوی صاحبان ہیں اور ان کی شکایت بیجا ہے"۔ ص ۱۱۸

مجیب:- اول تو یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ سے یہ شکوہ کرے کہ اسے نبی کیوں نہیں بنایا؟ ہم اس بات کو کسی حال میں بھی درست نہیں مانتے چونکہ پادری صاحب کو یہ بات مسلم ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے نبی نہ ہونے کا شکوہ نہیں کیا۔ بلکہ عدم نبوت پر قانع رہے۔ اس لحاظ سے جواب حاضر ہے۔

شکوہ اور شکایت وہی کرتا ہے جس کے پاس وہ چیز نہ ہو جس کی شکایت کی جا رہی ہے اگر ہماری اس بات کا انکار ہے تو پھر حضرت مسیحؑ کی زبان مبارک سے خوب غور سے سنیئے! حضرت عیسےٰؑ کا شکوہ جسے متی میں یوں درج کیا گیا ہے۔

"یسوع نے اس سے کہا کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لیئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں" $\frac{۸}{۲۰}$

پس بات صاف ہو گئی۔ یہ بات ممبر صاحب کو مسلم ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے نبی نہ ہونے کی شکایت نہیں کی۔ **صاحب**! حضرت اسمٰعیلؑ شکایت کیوں کرتے ان کو شکایت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ جبکہ آپؑ حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند اور آپؑ صاحب نبوت تھے۔

حضرت عیسےٰؑ کی شان میں گستاخیاں کرنے والے یہودی ہیں۔ جیسے ان کے نازیبا کلمات سے حضرت عیسےٰؑ کی نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایسے ہی حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت اور آپؑ کے حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد ہونے سے آپؑ پر بھی کوئی حرف نہیں آتا۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ " ا " خدا نے حضرت ابراہیم سے اس وقت وعدہ کیا تھا جبکہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی کہ ملک کنعان میں تیری نسل کو دونگا اب دیکھتے کہ ملک کنعان کس کے ترکہ میں پڑا ؟ جو کنعان کے وارث ہوئے وہی ابراہیم کی نسل ہوئی اسی نسل ابراہیمی کی شناخت خدا نے خود بتلا دی اور فرمایا میں ملک میں تیری نسل کو دونگا ۔ اب ظاہر ہے کہ بنی اسمٰعیل کبھی کنعان کے وارث نہ ہوئے (پید ۲۵ باب) اور جو جو قومیں اس کی وارث نہ ہوئیں خواہ ابراہیم کے صلب سے ہی کیوں نہ ہوں وہ نسل ابراہیمی کے نام سے محروم رہیں ۔ " صـ ۱۱۸ ، ۱۱۹

مجیب :- پادری صاحب کا ہم پر یہ بہت بڑا اور زبردست اعتراض ہے آپ کے خیال میں ہمارے دامن میں اس کا کوئی جواب نہیں ۔

افسوس اس بات کا ہے کہ آپ نے انسانی دیانت کو پامال کر کے یہ سب کچھ لکھا ہے اور آپ نے ملک کنعان کی تاریخ اور اسلامی تاریخ سے بھی چشم پوشی اختیار کی ۔

پادری صاحب کے چار فریب

پہلا فریب یہ کہ اس کو پیدائش باب ۲۵ سے ظاہر کیا حالانکہ جب آپ نے یہ لکھا تھا کہ " خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے اس وقت وعدہ کیا تھا جبکہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی " ۔ تو آپ کی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ اسی مقام سے حوالہ نقل کرتے جس جگہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونے سے قبل یہ وعدہ فرمایا تھا ۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا ۔

دوسرا فریب یہ کہ پیدائش ۲۵ باب کا ذکر کر دیا مگر اس باب کی اس آیت کا نمبر نہیں لکھا جس جگہ یہ وعدہ الہٰی درج ہے ۔ چونکہ اس میں جھوٹ کا جذبہ کارفرما تھا اس لیئے آپ نے آیت نمبر نہیں لکھا ۔

تیسرا فریب : یہ کہ اس وعدہ الہٰی کے پورے الفاظ نہیں لکھے ۔

www.toobaaelibrary.com

چوتھا فریب : یہ کہ اس وعدہ الٰہی کے جو الفاظ نقل کئے وہ بھی صحیح نہیں لکھے۔
ان الفاظ کے بعد اب آپ وعدہ الٰہی کے اصل اور صحیح الفاظ ملاحظہ فرمایئے
وعدہ الٰہی کے الفاظ :۔ "کیونکہ یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دونگا"۔ پیدائش $\frac{13}{15}$
یہ وعدہ اس وقت کا ہے جبکہ آپؑ کے کوئی اولاد نہ تھی۔
"اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے۔ ایسا دونگا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں اُن کا خدا ہونگا"۔ پیدائش $\frac{17}{8}$
یہ وعدہ دوبارہ اس وقت دہرایا گیا ہے۔ جبکہ آپؑ کے ہاں حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہو چکے تھے
تورات کی کتاب پیدائش نے بات صاف کر دی کہ جیسے ملک کنعان حضرت ابراہیمؑ کی نسل کو دینے کا وعدہ تھا۔ ایسے ہی یہ وعدہ بھی تھا کہ آپؑ کی نسل کو ملک کنعان ہمیشہ اور دائمی طور پر دیا جائے گا۔ اس وعدہ الٰہی کو ممبر صاحب نے اس لئے نہیں لکھا کہ آپ کی صداقت کا سکہ جمتا نہ تھا۔ اب اگر ہم اس مقام پر کچھ بھی تحریر نہ کریں تو بھی ہم حق پر ہیں کیونکہ اگر آرچڈیکن صاحب کی بات بنتی ہوتی تو آپ کبھی بھی ان الفاظ کو ترک نہ کرتے مطلع بالکل صاف ہے کہ آپ کی بات تورات سے نہیں بنتی۔
اب ہم نے دو باتوں کو دیکھنا ہے۔ اول یہ کہ حضرت اسحٰقؑ کی اولاد ہمیشہ ہمیشہ اور دائمی طور پر ملک کنعان پر قابض رہی؟ دوم یہ کہ جتنا علاقہ وعدہ میں شامل تھا اس سارے علاقہ پر حضرت اسحٰقؑ کی اولاد قابض ہوئی؟
تو پہلے ہم اپنے مخاطب کی کتاب "صحت کتب مقدسہ" سے چند الفاظ نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد دیگر الفاظ تحریر کریں گے۔
پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "جب اہل اسلام نے ۶۳۷ء میں ارض مقدسہ کو فتح کیا" صہ ۴۷ یاد رہے کہ ارض مقدسہ۔ وعدہ کی زمین اور فلسطین یہ سب نام ایک ہی ملک

www.toobaaelibrary.com

کنعان کے ہیں ۔

پادری یوحنّا خاں صاحب اپنی کتاب "جغرافیہ بائبل" میں لکھتے ہیں۔

"سوم مسلمان جو حضرت اسمٰعیل کی معرفت حضرت ابرہام کی اولاد ہونیکے باعث ملک فلسطین میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ دیگر یہ کہ مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا تھا اور اس پر حکومت کرتے رہے۔" صہ ۲۲۱

پادری صاحبان کے ان الفاظ سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ اہل اسلام ملک کنعان پر قابض ہوئے۔ دنیا کی تاریخ اس بات پر شہادت دیتی ہے کہ مسلمان ملک کنعان پر کئی سو سال تک حکمران رہے ہیں۔ یہ عرصہ بعید اور مدت مدید ابدی وعدہ کیلئے مانع ہے۔

اب صاف ظاہر ہوا کہ چونکہ مسلمان ملک کنعان پر حکمران رہے ہیں لہذا نبی اسمٰعیل حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ نبی اسمٰعیل نے ملک کنعان کو فتح کر کے لیا تھا تو پھر جواباً عرض ہے کہ بزرگان نبی اسرائیل نے بھی ملک کنعان کو **نام مول** لے نہیں لیا

اب دیکھنا یہ ہے کہ وعدہ الہٰی میں جتنا ملک کنعان شامل تھا وہ سارا علاقہ نبی اسرائیل کے ہاتھ آیا یا نہیں؟ تو ملاحظہ فرمائیے۔

"مگر نبی اسرائیل نے یہ وعدہ شدہ ملک سارا فتح نہیں کیا بلکہ داؤد اور سلیمان کے عہد میں بھی جبکہ اسرائیل کی سلطنت اپنے عروج پر تھی اور ملک کو بڑی رونق اور کشادگی حاصل تھی۔ اس ملک کی وسعت وعدہ کی ہوئی زمین کی وسعت تک نہیں پہنچی۔ یہی حال روحانی عالم میں بھی ہے۔ خدا کے ایماندار بندے اپنے ایمان کی کمی اور کوتاہ نظری کے باعث خدا کے اُن وعدوں کی پوری دولت کو حاصل نہیں کر سکتے جو اِن سے کئے گئے تھے" جغرافیہ بائبل صہ ۱۵۔۱۶ ۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ وعدہ الہٰی نبی اسرائیل سے کسی طرح بھی پورا نہیں ہوا ۔

www.toobaaelibrary.com

ے صادق ہوں اپنے قول میں غالبؔ خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

یہ بات قابل غور ہے کہ اہل اسلام تو وعدہ کی زمین پر قابض ہوئے مگر اہل کتاب ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک ملک عرب پر قابض نہیں ہوئے۔ اللہ تعالے اُس بات کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

پس صاف ظاہر ہے کہ بنی اسمٰعیل حضرت ابراہیم کی شرعی نسل ہیں۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "(۲) خدا نے صاف طور پر فرما دیا کہ اے ابراہیم اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا (پید ۲۱/۱۲) پھر کیوں ان کی نسل کسی اور سے کہلائے؟ پس حضرت اضحاق کے سوا ابراہیم کے تمام دیگر بیٹے (مع اسمٰعیل) خارج ہو گئے" ص ۱۱۹

مجیب:- اس بات کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا چاہیئے تھا کہ حضرت اسحٰقؑ کے سوا حضرت ابراہیمؑ کا کوئی لڑکا بھی صاحب اولاد نہ ہوتا کیونکہ اگر آپؑ کا کوئی لڑکا صاحب اولاد ہوتا تو اُس کی اولاد بھی حضرت ابراہیمؑ کی نسل ہی کہلاتی اور آپؑ کا نام اس نسل سے بھی چلتا، مگر دنیا اس حقیقت کو جانتی اور مانتی ہے، کہ حضرت اسمٰعیلؑ عربی قوم کے بانی تھے۔ اور تمام اہل عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی نسل جانتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے یہ اعتراض باطل ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ بنی اسمٰعیلؑ اور بنی اسرائیل کے قبائل بارہ بارہ ہی ہیں۔

کتاب پیدائش ۲۱/۱۳ میں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت یوں فرمایا گیا ہے .... "کہ وہ تیری نسل ہے" پس تورات کے یہ الفاظ پادری صاحب کی دلیل کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اور یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسمٰعیل حضرت ابراہیمؑ کی شرعی نسل ہیں۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "(۳) حضرت ابراہیمؑ کا درحقیقت ایک ہی بیٹا تھا

www.toobaaelibrary.com

یعنی اضحاق (پیدا ۲۲/۱۶) کلام خدا دوسروں کو کنیزک زادے کہتا ہے۔ اور حضرت اسمٰعیل کے حق میں بھی بی بی سارہ کے اس فیصلہ کو کہ اس لونڈی (ہاجرہ) کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔ پیدا ۲۱/۱۰ خدا خود منظور فرماتا ہے (۲۱/۱۲)" ص۱۱۹

مجیب!! مندرجہ بالا الفاظ میں پیدائش ۲۲/۱۶ کا جو حوالہ ہے۔ اس پر" باب نہم تورات اور ذبیح اللہ" میں تحریر کیا جائیگا انشاء اللہ۔ کیونکہ یہ حوالہ پادری صاحب نے واقعہ قربانی کے مقام سے اخذ کیا ہے۔ دوسرے حوالہ جات کی طرف توجہ دی جاتی ہے

" تب اس نے ابرہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا"۔ پیدائش ۲۱/۱۰

یاد رہے کہ ہم اس جگہ اس حوالہ کو اعتراض کی صورت میں تسلیم کر کے جواب لکھتے ہیں دراصل یہ مقام غلط اور غبار آلود ہے۔

ابر میں برق کی تصویر مجھے لینی ہے
رُخ پہ زُلفوں کو ذرا اور پریشاں کر لو!

حضرت سارہ نے بڑے پیارے اور صاف ستھرے الفاظ میں بہترین بات بیان فرمائی ہے۔ کاش کہ اللہ تعالےٰ ان بزرگوں کی باتوں کو صحیح سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پادری صاحب! آپ حضرت سارہ کے کلام مبارک کے صحیح مفہوم کو سمجھے ہی نہیں تو اب سمجھ لو! حضرت سارہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت فرماتی ہیں کہ " **اس لونڈی کا بیٹا**" اور حضرت اسحٰقؑ کی بابت فرماتی ہیں کہ " **میرے بیٹے اضحاق**" حضرت سارہ کے **ان الفاظ** سے حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹے ہونے کی نسبت " **حضرت ہاجرہ** کی طرف اور حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے ہونے کی نسبت " **حضرت سارہ**" کی طرف ثابت اور ظاہر ہوتی ہے بالفاظ دیگر حضرت سارہ نے اپنے مقابلہ میں حضرت ہاجرہ کا ذکر کیا

www.toobaaelibrary.com

پس آپ کے اس کلام سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت سارہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ ان دونوں بزرگوں کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد جانتی اور مانتی تھیں اسی لیئے آپ نے ان الفاظوں اور منا سبتوں سے کلام کیا۔ اگر حضرت سارہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد نہ جانتی ہوتیں تو آپ فرماتیں کہ " اے ابراہیم تیرے بیٹے اضحاق کے ساتھ ہاجرہ کا بیٹا وارث نہ ہوگا۔" چونکہ حضرت سارہ کے یہ الفاظ نہیں ہیں۔ پس روز روشن کیطرح عیاں ہو گیا کہ حضرت سارہ کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند تھے

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بار ہا
میری آہِ آتشیں سے بال عنقا جل گیا

اگر حضرت سارہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج سمجھتی ہوتیں تو پھر آپ کو " میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا" کے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ خود بخود حضرت ابراہیمؑ کی وراثت سے محروم ہو جاتے تھے۔ چونکہ حضرت سارہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند جانتی تھیں اس لیئے آپ نے مذکورہ بالا الفاظ استعمال فرمائے یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کی وراثت حضرت اسحٰقؑ کی وراثت سے جدا اور الگ ہو گی۔ بفرمان حضرت سارہ ان دونوں بھائیوں کی وراثت جدا جدا اور الگ الگ ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ حضرت سارہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج جانتی تھیں؟ جو صحیح بات حضرت سارہ کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند ہیں۔

پادری صاحب نے پیدائش ۲۱/۱۰ کو اپنے من کی بات بنانے کے لیئے تو لکھ دیا مگر اس سے اگلی آیت جس سے آپ کا پول کھلتا اور ساری بحث پر پانی پھرتا تھا اسے ترک کر دیا۔ پادری صاحب کی دیانتداری ظاہر کرنے کیلئے ہم اس مقام کو نقل کرتے ہیں۔

" پر ابرہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی" پیدائش ۲۱/۱۱

www.toobaaelibrary.com

اس مقام سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند ہیں۔ اگر حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند نہ ہوتے تو آپؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم نہ ہوتی۔

غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند قرار دیتے اور حضرت ابراہیمؑ ایسا ہی سمجھتے اور حضرت سارہ کا یہی نظریہ ہے مگر ممبر صاحب نے بے پر کی اُڑانا اور آسمان سر پر اٹھا کر اس حقیقت کے خلاف دہائی دینا شروع کر دیا۔

پادری صاحب کے الفاظ پر دوبارہ نظر ڈالیئے:

"حضرت ابراہیمؑ کا در حقیقت ایک ہی بیٹا تھا" یعنی اضحاق" ص ۱۱۹

اب کلام خدا کو غور سے پڑھیئے!

"پر ابرہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی"

ناظرین کرام! اس مقام پر آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ

"کلامُ اللہ" سچ ہے یا "کلامِ برکت اللہ"

پادری صاحب نے دوسری دلیل یہ لکھی ہے کہ "خدا خود منظور فرماتا ہے ۲۱/۱۲"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب پیدائش ہی سے پادری صاحب کی غلط فہمی کا ازالہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت حضرت ابراہیمؑ کو فرماتا ہے۔ "اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی ایک قوم پیدا کرونگا اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے" پیدائش ۲۱/۱۳

توراۃ کا یہ مقام ببانگِ دہل شہادت دیتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد اور روحانی فرزند ہیں۔

۵ کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

www.toobaaelibrary.com

باب ششم

ثبوت نبوّت حضرت اسمٰعیلؑ از روئے قرآن مجید

ناظرین کرام: آپ یہ بات پڑھ کر ممبر صاحب کی کذب بیانی پر حیران ہونگے کہ آپ نے اپنی کتاب میں ایک مضمون "عدم نبوت اسمٰعیل از روئے قرآن" بھی لکھا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ امر اشد ضروری ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کو قرآن مجید سے ثابت کریں۔

اگر قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کی بابت قرآن مجید کی ایک اور صرف ایک ہی آیت ہوتی تو بھی آپؑ کی نبوت ثابت اور ظاہر ہو جاتی چونکہ قرآن مجید میں آپؑ کی نبوت کو کئی مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے۔ اس لئے ہم سب سے پہلے ایک ہی قرآنی آیت مبارکہ کو نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد دیگر مقامات کا صرف حوالہ درج کریں گے۔

چونکہ ترتیب ہم نے اپنے نظریہ کے مطابق رکھی ہے۔ اس لئے پادری صاحب کی کتاب کے صفحات کی ترتیب میں فرق پڑ گیا ہے۔

نبوّت اسمٰعیلؑ پر قرآنی آیت مبارکہ ملاحظہ ہو

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ ۚ

ترجمہ: تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ کو اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب سے ہم فرق نہیں کرتے

www.toobaaelibrary.com

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ زوَ ایک میں ان سب سے اور ہم اسی کے حکم
نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ہ سورہ بقرہ پر ہیں۔ آیت ۱۳۶

غور فرمائیے کہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیمؑ کے بعد اور حضرت اسحٰقؑ سے پہلے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام روحانی قوت، نورانی طاقت اور آپؑ کی نبوت، کی وجہ سے کیسے چمک اور دمک رہا ہے۔ قرآن مجید میں جس طرح حضرت عیسےٰؑ کی نبوت کا ذکر ہے بالکل اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت، کا بھی ذکر ہے مگر افسوس یہود یوں پر جو ان دونوں بزرگوں کی نبوتوں کا انکار بلا دلیل کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے بعد اور حضرت اسحٰقؑ سے پہلے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام نبوت کی وجہ سے مندرجہ ذیل مقامات میں بھی آتا ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۶۳ اور سورہ آل عمران آیت ۸۴

حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کے بعد اب ہم ان آیات کی طرف توجہ کرتے ہیں جن کو ممبر صاحب نے حضرت اسمٰعیلؑ کی عدم نبوت پر اپنے خیالی اور مفروضہ دعویٰ میں پیش کیا ہے۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ " قرآنی آیات، قرآن مجید بار بار اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ وہ توراتِ شریف کا مصداق ہے۔ اور جب ہم قرآن کا غور و تدبر کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ نبوت اضحاق و اسمٰعیل کے بارے میں وہ بعینہٖ وہی بات کہتا ہے جو تورات کہتی ہے۔ قرآن عدم نبوت اسمٰعیل کی تائید اور تصدیق کرتا ہے۔" صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲

مجیب !! اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کو جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

ممبر صاحب کے نزدیک قرآن و تورات کا حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کے بارے میں

www.toobaaelibrary.com

ایک ہی بیان ہے چونکہ قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات سے حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت صاف طور پر ثابت ہوتی ہے پس آپ کے قول کے مطابق یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ تورات بھی حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کی اسی طرح قائل ہے جس طرح قرآن مجید۔

پادری صاحب کے قرآن شریف پر غور و تدبر کا یہ حال ہے کہ آپ کو قرآن مجید کے پہلے پارہ کی سورہ بقرہ کی آیت ۱۳۶ نظر نہیں آئی جس میں صاف طور پر حضرت اسمٰعیلؑ کا نام لیکر آپؑ کی نبوت کا ذکر ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱:۔ ہم (خدا) نے اس عورت (بی بی سارہ) کو اسحٰق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی (ہود ع ۷ آیت ۷۴)۔

۲:۔ ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب بخشا اور ہم نے سب کو ہدایت دی (سورہ انعام ع ۱۰۔ آیت ۸۴)۔

۳:۔ (اے محمد) ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کر جو ہاتھوں اور آنکھوں والے (یعنی صاحب اعمال و معارف) تھے اور ہم نے ان کو ایک خاص بات کیلئے یعنی ذکر آخرت کیلئے چُنا۔ اور بے شک وہ (سب) ہمارے ہاں برگزیدہ نیک بندوں میں ہیں۔ اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کر اور (ان میں سے) ہر ایک خوبی والا تھا (سورہ ص۔ ع ۴۔ آیت ۴۵ ۔ ۴۸)

۴:۔ جب وہ (ابراہیم) اُن سے اور اللہ کے سوائے اُن کے معبودوں سے جن کو وہ پکارتے تھے الگ ہو گیا تو ہم نے اس کو اسحٰق اور یعقوب بخشا اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا اور ان تینوں (ابراہیم۔ اسحٰق اور یعقوب) کو ہم نے اپنی رحمت سے (سب کچھ) دیا اور ہم نے ان کے لئے اعلیٰ درجہ کا ذکر خیر (باقی) رکھا (سورہ مریم ع ۳ آیت ۴۹)

www.toobaaelibrary.com

۵:۔ ہم نے ابراہیم کو اسحٰق بخشا اور یعقوب انعام میں دیا اور سب کو نیک بخت کیا اور ہم نے ان کو (قوم کا) پیشوا اور امام بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے (سورۃ انبیاء ع ۵ - آیت ۷۲ - ۷۳)" صہ ۱۳۲

مجیب :۔ یاد رہے کہ پہلی آیت سورہ ہود آیت ۱۷ ہے اور دوسری آیت سورہ انعام آیت ۸۵ ہے۔ تیسری آیت میں حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر ہے آپؑ حضرت ابراہیمؑ کے لخت جگر ہیں، ان ہی حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا پادری صاحب کو انکار ہے۔

پادری صاحب نے کل آٹھ آیات لکھی ہیں۔ ہم نے پانچ آیات کو اس لئے اکٹھا نقل کیا ہے تاکہ ان کا جواب بھی اکٹھا ہو جائے۔ اور باقی تین آیات کو جدا جدا لکھا ہے اور ان کے جوابات بھی الگ الگ لکھے جائیں گے۔

پادری صاحب نے اپنے دعوٰی میں جو سب سے پہلی آیت تحریر کی ہے وہ بارہویں پارہ کی سورہ ہود کی آیت ۱۷ ہے۔ ممبر صاحب کی نظر کتنی تیز اور نگاہ کتنی بلند ہے کہ قرآن مجید کے بارہویں پارہ کے ساتویں رکوع سورہ ہود آیت ۱۷ پر فوراً جا پڑی مگر قرآن مجید کے پہلے پارہ سورہ بقرہ کی آیت ۱۳۶ ممبر صاحب کو نظر نہ آئی جس میں صاف طور پر حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ممبر صاحب کو نظر تو سب کچھ آتا ہے مگر سچ بولنا نہیں آتا باقی جن قرآنی آیات کو اپنے دعوٰی کو سچا ثابت کرنے کیلئے لکھا گیا ہے ان میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ و دیگر حضرات انبیاءؑ کی نبوتوں کا ذکر ہے ان میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر نہ ہونے سے یہ کیونکر اور کیسے ثابت ہو گیا کہ سارے قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر نہیں ہے، صرف ان آیات کا نام قرآن مجید نہیں ہے۔ بلکہ الحمد شریف سے لیکر والناس تک سارے کلام اللہ کا نام قرآن مجید ہے۔

اگر آیات مذکورہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر نہیں تو قرآن مجید کی دیگر

www.toobaaelibrary.com

آیات سے تو آپؑ کی نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۳۶ میں گزرا۔ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ سارے قرآن مجید میں آپ کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں پھر ہم اس کے جواب میں آپ کو قرآن مجید سے ایسی آیات دکھا دیں گے جن میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر ہے۔ مگر ممبر صاحب کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ چونکہ مذکورہ بالا آیات میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر نہیں لہٰذا سارے قرآن مجید میں نہیں ایسا کہنا کہاں کا علم۔ کہاں کی شرافت اور صداقت ہے؟ جن آیات کو آپ نے قرآن مجید سے تحریر کیا ہے وہ تمام قرآن مجید کا جزء ہیں کل نہیں۔ جزء اور کل کے بارے میں آپ کی رائے یہ ہے۔

"کیونکہ علم منطق کی رو سے ہم کسی ایک جزو سے قضیہ کلیہ پر نہیں پہنچ سکتے" صد ۱۰۰

آپ کے یہ الفاظ صرف ہمارے لئے ہی ہیں یا آپ بھی ان کے پابند ہیں۔ آیات مذکورہ کا ذکر کرکے سارے قرآن مجید سے دعوٰی کرنا آپ کے ان الفاظ کے پیش نظر بھی آپ کا نظریہ غلط ہے۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "پہلی آیت میں حضرت ابراہیم کی بیوی بی بی سارہ کو حضرت اسحٰق کی بشارت دی جاتی ہے اور حضرت اسحٰق کے بعد یعقوب کی بشارت دی گئی۔ تمام قرآن میں کسی ایک مقام میں بھی حضرت اسمٰعیل کی پیدائش کی بشارت کا ذکر موجود نہیں ہے اور نہ کسی جگہ حضرت یعقوب کے بڑے بھائی عیسو کا ذکر ہے۔ پس قرآن کے مطابق دونوں ابراہیمی وعدہ سے خارج ہوئے حضرت ابراہیم کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی بشارت دی گئی ہے اور یہ عین تورات شریف کے مطابق ہے" صد ۱۳۳

مجیب:- جبکہ ہم نے قرآن پاک کی آیت سے حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت بخوبی ثابت کر دی ہے تو پھر ہم پر کسی بے بنیاد اور مفروضہ اعتراض کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآنی آیات نص قطعی کا حکم رکھتی ہیں۔ چونکہ ممبر صاحب "نئے زاویے اور مغربی علوم کے مطابق لکھتے ہیں اس لئے جواب پھر بھی حاضر ہے۔

www.toobaaelibrary.com

قرآن مجید کے کس مقام پر یہ لکھا ہوا ہے کہ جس انسان کی پیدائش کی بشارت نہ ہو وہ نبی نہیں بن سکتا؟ اگر آپ کو نئے زاویے کے تحت یہ مسلّم ہے تو پھر حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی نبوت کا انکار کر دیجئے کیونکہ ان دونوں انبیاءؑ کی پیدائش کی بشارت قرآن مجید میں کہیں بھی منقول نہیں۔

پادری صاحب آپ۔ ایم۔ اے ہیں۔ آپ کو دلیل بنانا نہیں آئی۔ اس دلیل کو ہم "باب ہفتم میں ثبوت نبوت اسمٰعیلؑ از روئے تورات" میں لکھیں گے اور پُر لطف ہو گی انشاءاللہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش کی بشارت دیتا ہے جب حضرت ابراہیمؑ نے لڑکے کی دُعا یوں کی رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا کو قبول فرما کر جواب دُعا میں ارشاد فرمایا۔ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝ اس دعا کے مصداق صرف حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

کیونکہ آپ کو یہ بات مسلّم ہے کہ حضرت اسحٰقؑ کی بشارت کے ساتھ حضرت یعقوبؑ کی بھی بشارت تھی چونکہ دُعائے خلیلؑ اور جواب رَبّ جلیل میں ان دونوں حضرات کا ذکر نہیں پس آپ کے الفاظ ہی سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بشارت قرآن مجید میں موجود ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے بڑے بھائی حضرت عیسو اور حضرت ابراہیمؑ کے لختِ جگر حضرت اسمٰعیلؑ ان دونوں کا مقام ہرگز ہرگز ایک جیسا نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید حضرت عیسو کا نام ہی نہیں لیتا۔ کیونکہ آپ نبی نہیں اور حضرت اسحٰقؑ کی شرعی اولاد سے خارج تھے۔

قرآن مجید حضرت اسمٰعیلؑ کا نام لیتا اور اُن کی نبوت کو بیان فرماتا ہے۔ کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد ہیں۔ اگر آپؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج ہوتے تو قرآن مجید آپؑ کے ساتھ بھی حضرت عیسو کی طرح سلوک کرتا قرآن مجید کے ایسا کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد ہیں

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "دوسری آیت میں بھی یہی مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب بخشا گیا اور ان تینوں کو خدا کی طرف سے ہدایت دی گئی۔ اس آیت میں بھی ابراہیم کے ساتھ اسمٰعیل کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسمٰعیل خدا کی بخشش میں شامل نہیں تھے۔ ورنہ آیت کے الفاظ یوں ہوتے ہم نے ابراہیم کو اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب بخشا۔ پس اس آیت کے مطابق بھی حضرت اسمٰعیل وعدہ نبوت کی بخشش سے خارج ہیں۔" ص ۱۳۳، ۱۳۴

مجیب:۔ اگر اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر نہیں تو یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ سارے قرآن مجید میں ہی نہیں۔ غور فرمایئے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۱۳۶ میں صاف صاف حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کا نبوت کی وجہ سے اسم مُبارک موجود ہے۔

شکریہ حضرت خلیلؑ بدرگاہِ ربِّ جلیل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○

ترجمہ:۔ شکر ہے اللہ کو جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ۔ بے شک میرا رب سنتا ہے پکار۔

سورہ ابراہیم آیت ۳۹

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ بخشش نہ ہوتے تو پھر شکریہ ادا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اب تو ایک انصاف پسند کے لئے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے ربّ کائنات کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بڑھاپے میں دو لاڈلے اور پیارے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ عطا فرمائے۔ سب سے پہلے آپؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام لیا کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ آپؑ کی دعا کے اصل مصداق تھے۔ اور حضرت اسحٰقؑ دعا کے مصداق نہ بلکہ آپؑ صلہ قربانی تھے۔ اس لئے

www.toobaaelibrary.com

اس جگہ آپؑ کا ذکر بطور نافلہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے ہاں حضرت قطورہ کے بطن مبارک سے جو چھ لڑکے پیدا ہوئے تھے یہ تمام لڑکے آپؑ کو بالکل بڑھاپے اور آخری عمر میں ملے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت ابراہیمؑ کو ان کا بھی نام لینا اور شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا۔ مگر حضرت خلیلؑ نے ان میں سے اپنے کسی لڑکے کا نام تک نہیں لیا۔ آپؑ کے ایسا کرنے میں یہ حکمت تھی کہ ان میں سے کسی نے نبی نہ بننا تھا۔ اس لیئے آپؑ نے ان کے نام نہیں لیئے۔ برعکس اس کے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ ان دونوں نے نبی بننا تھا۔ اس لیئے ان دونوں حضرات کا نام لیکر شکریہ ادا کیا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے لیئے بخشش تھے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " تیسری آیت۔ اس آیت میں بھی اوپر کی دو آیات کی مانند ابراہیم کے بعد اسمٰعیل کا نام نہیں آتا۔ بلکہ اسحٰق اور یعقوب کا نام آتا ہے اور ان ناموں کے ساتھ ان کے تین اوصاف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اوّل کہ وہ صاحب اعمال و معارف تھے۔ دوم کہ وہ خدا کے چُنے ہوئے بندوں میں سے تھے اور سوم کہ خدا نے اُن کو کسی خاص مقصد کی خاطر چُنا تھا جس کی وجہ سے بقول امام رازی انہوں نے دارِ آخرت میں اپنے لیئے ایک بلند اور جلیل ذکر حاصل کیا۔ اگر حضرت اسمٰعیل کو بھی یہی مرتبہ حاصل ہوتا تو واجب تھا۔ کہ ان کا ذکر بھی حضرت ابراہیم کے بعد اور اسحٰق سے پہلے یا کم از کم اسحٰق کے ساتھ کیا جاتا۔ لیکن آیت سے اُن کا نام ایسا خارج کیا گیا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کے کنبے میں ہی نہ تھے۔ اور یہ توراۃ کی آیت کے مطابق ہے۔ کہ ابراہیم کی نسل اضحاق سے کہلائے گی" (" پیدائش $\frac{21}{12}$ و $\frac{22}{2}$) " صـ ۱۳۴

مجیب:- قرآن مجید میں سورہ بقرہ ۱۲۴ تا ۱۲۹ آیات میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ ان دونوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ان آیات میں موجود نہیں۔ اب اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ چونکہ

www.toobaaelibrary.com

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا ان آیات میں اکٹھا ذکر نہیں ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج ہیں۔ تو ہم اس شریف اور عقل مند آدمی کو یوں سمجھائیں گے کہ اگر مذکورہ بالا آیات میں حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا نام نہیں آیا تو قرآن مجید کے دیگر مقامات پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ اکٹھا ان دونوں حضرات کا ذکر موجود ہے۔ پس یہ دونوں حضرات حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد سے خارج نہیں ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر اس آیت میں حضرت اسمٰعیلؑ کا نام حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے ساتھ اکٹھا نہیں ہے۔ تو قرآن مجید کے دیگر مقامات پر ان تمام حضرات کا اکٹھا نام موجود ہے۔ دیکھو سورۂ آل عمران آیت ۸۴۔ سورہ بقرہ آیت ۱۳۶ سورہ نساء آیت ۱۶۳۔ چونکہ ان آیات میں ان تمام حضرات کا نام آتا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد اور حضرت اسحٰقؑ سے پہلے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ نبی تھے۔

پادری صاحب کے خط کشیدہ الفاظ کا تسلی بخش جواب ان آیات میں موجود ہے منہ مانگی دلیل کے جواب کا انکار کرنا عقل مندی نہیں۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "علاوہ ازیں یہ امر حیرت کا موجب ہے کہ خدا اس آیت میں آنحضرت کو یہ حکم تو دیتا ہے کہ وہ ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا ذکر کریں اور ان کے علم و عمل کی فضیلت کا بیان کریں لیکن ان کو اپنے جدّ امجد اسمٰعیل کا ذکر کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ یہ بھی مقام تعجّب ہے کہ حضرت اسمٰعیل کا ذکر ان خاص اشخاص میں نہیں آتا جو صاحب علم و عمل۔ خدا کے برگزیدہ نیک بندے تھے اور جن کو خاص مقصد کے ماتحت مشیتِ الٰہی نے چُنا تھا۔" ص ۱۳۴ و ۱۳۵

مجیب:۔ وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ ترجمہ:۔ اور یاد کر اسمٰعیل کو۔ اور

www.toobaaelibrary.com

وَالْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ط وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ہ — الیسع کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک تھا خوبی والا۔

سورہ ص — آیت ۴۸

غور فرمائیے کہ آیت ۴۵ میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ ان تینوں انبیاءؑ کا ذکر فرمایا گیا۔ اور سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کا نام لیا گیا۔ آیات ۴۶ و ۴۷ میں ان کے فضائل بیان فرمائے گئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آیت ۴۸ میں بھی تین حضرات انبیاءؑ کا نام لیا گیا۔ جس طرح آیت ۴۵ میں وَاذْكُرْ کے فوراً بعد حضرت ابراہیمؑ کا نام لیا گیا۔ بالکل اسی طرح آیت ۴۸ میں بھی وَاذْكُرْ کے فوراً بعد سب سے پہلے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام لیا گیا۔ سارے قرآن مجید میں صرف ایک ہی حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر ہے جو خدا کے نبی حضرت ابراہیمؑ کے فرزند اور حضرت اسحٰقؑ کے بڑے بھائی تھے۔ قرآن پاک ان کے سوا کسی دوسرے اسمٰعیل کا نام لیتا ہی نہیں۔

پہلی قرآنی آیت سے جواب

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ج وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ص وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ہ

ترجمہ:۔ اور مذکور کر کتاب میں اسمٰعیل کا وہ تھا وعدے کا سچا اور تھا رسول نبی اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا اور تھا اپنے رب کے ہاں پسند۔

سورہ مریم — آیات ۵۴ و ۵۵

غور فرمائیے کہ قرآن مجید کیسے صاف ستھرے الفاظ میں آنحضرتؐ کو اپنے جدامجد حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ پادری صاحب کی منہ مانگی دلیل ہے۔ منہ مانگی دلیل کا انکار کرنا کمزوری کی علامت ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کافر

www.toobaaelibrary.com

حضرات انبیاءؑ سے منہ مانگے معجزات طلب کرتے تھے جب ربّ کائنات اپنی قدرت کاملہ سے ان معجزات کو پورا فرما دیتے تھے تو پھر یہ کافر حق کا انکار کر دیتے اور اپنی ضد پر قائم رہتے تھے۔

پادری صاحب فرماتے ھیں کہ "اس قرآنی آیت میں ایک اور امر قابل غور ہے اس میں کسی حضرت اسمٰعیل کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ان کا نام آیت کے آخر میں ابراہیم اسحٰق اور یعقوب سے بالکل الگ کیا گیا ہے۔ اور الیسع اور ذوالکفل جیسے مقابلتاً گمنام اور چھوٹے نبیوں کے ساتھ آیا ہے۔ جو حضرت ابراہیم۔ اسحٰق اور یعقوب کے صدیوں بعد پیدا ہوئے۔ اور جن کو موافق قرآنی آیت ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی (بقرع ۳۳) فقط خوبی والوں میں شمار کیا گیا ہے۔" صد ۱۳۵

مجیب :: آپ کی علمی قابلیت۔ انسانی دیانت۔ اور سیاست ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن مجید کی جن آیات میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کے بعد اور حضرت اسحٰقؑ سے پہلے تھا۔ ان آیات کو اس فصل میں لکھا ہی نہیں کیونکہ آپ کی ساری بحث پر پانی پھر جانا تھا اور آپ کی بات بنتی نہ تھی اور سورہ ص آیت ۴۸ میں صاف صاف آپؑ کا نام اور آپؑ کی نبوت کا ذکر ہے۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے ذکر کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر ہے۔ اس لئے ممبر صاحب نے باطل تاویل کا سہارا لے کر جان چھڑا لی۔

دوسری قرآنی آیت سے جواب

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا ط وَ کُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ہ

سورہ انعام

ترجمہ:۔ اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو ہر ایک کو بزرگی دی ہم نے اوپر عالموں کے۔ آیت ۸۷

www.toobaaelibrary.com

مندرجہ بالا آیت میں حضرت لوطؑ کا نام آتا ہے اور حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجہ اور حضرت ابراہیمؑ کے ہمعصر تھے۔ اب حضرت لوطؑ کے ذکر کے ساتھ حضرت الیسعؑ اور حضرت یونسؑ کے نام ہونے سے حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجہ ہی رہتے ہیں۔ اور اس رشتہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کے ذکر کے ساتھ دیگر حضرات انبیاءؑ کے نام ہونے سے حضرت اسمٰعیلؑ کے حضرت ابراہیمؑ کے شرعی اولاد ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پس ثابت ہوا کہ اس قرآنی آیت میں ان ہی حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے شرعی اولاد اور اللہ تعالٰی کے برگزیدہ نبی اور آنحضرتؐ کے جدّ امجد ہیں۔

تیسری قرآنی آیت سے جواب

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ۝ سورہ نساء

ترجمہ: ہم نے آپکی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جیساکہ نوح کی طرف اور اس کے بعد کے انبیاء پر اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اسکی اولاد اور عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھی وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔ آیت ۱۶۳

اس آیت میں غور فرمایئے کہ حضرت عیسٰیؑ کا ذکر حضرات ایوبؑ۔ یونسؑ ہارونؑ۔ سلیمانؑ اور داؤدؑ سے پہلے آتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام حضرات انبیاءؑ حضرت عیسٰیؑ سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ اب اگر کوئی یہودی اس مقام سے یہ کہے کہ اس آیت میں جن حضرت عیسٰیؑ کا ذکر ہے۔ ان حضرات سے پہلے گزرے ہیں لہذا یہ وہ عیسٰیؑ نہیں

www.toobaaelibrary.com

جو ابن مریم ہیں بلکہ کوئی اور حضرت عیسےؑ ہیں جو کہ غیر معروف ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس بدبخت یہودی کی بات غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ ناموں کے آگے پیچھے ہونے سے شخصیت نہیں بدلا کرتی اسی طرح یہ کہنا بھی غلط اور فریب ہے کہ یہ حضرت اسمٰعیلؑ کوئی اور غیر معروف نبی ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ آپؑ وہی حضرت اسمٰعیلؑ ہیں جو خدا کے نبی اور حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند ہیں۔

بائبل سے جواب

بائبل کی سب سے پرانی کتاب "کتاب ایوب" ہے مگر بائبل میں اس کتاب کو "آستر اور زبور" کے درمیان جگہ دی گئی ہے جس طرح اس ترتیب سے "کتاب ایوب" کی اصلیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر دیگر حضرات انبیاءؑ کے ساتھ ہونے سے آپؑ کے فرزند ابراہیمؑ ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا پس ثابت ہوا کہ یہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے شرعی اولاد وہی ہیں کوئی دوسرے اسمٰعیلؑ نہیں ہیں۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ " ان وجوہ کی بناء پر بعض مفسرین قرآن یہ خیال کرتے ہیں کہ یہاں اور اوپر کی دو آیات میں جس اسمٰعیل کا ذکر آیا ہے وہ ابراہیم اور ہاجرہ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ کوئی غیر مشہور نبی تھے جن کا نام ذوالکفل جیسے غیر مانوس نام کیساتھ اکٹھا کیا گیا ہے۔" ص ۱۳۵

مجیب! جب آپ نے اپنی تحریر میں "بعض مفسرین قرآن" کا ذکر کیا ہے تو آپ کی صداقت و دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ ان "بعض مفسرین قرآن" میں سے دو یا تین نام معہ ان کی تفاسیر کے لکھتے۔ پھر ہم بھی دیکھ لیتے کہ یہ کون سے مسلمان مفسرین قرآن ہیں جو اس مقام پر حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر نہیں بلکہ کسی دوسرے اسمٰعیل کا ذکر سمجھتے ہیں مگر افسوس ممبر صاحب نے کسی مسلمان مفسر قرآن اور اس کی تفسیر کا نام نہیں لکھا

www.toobaaelibrary.com

اس لیے ہم اس بے تکی بات کو کیسے تسلیم کر لیں؟

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "چوتھی آیت طور پر واضح کر دیتی ہے کہ حضرت ابراہیم کو نبوت عطا ہوئی اور اس کے بعد اسحٰق کو اور اس کے بعد یعقوب کو ملی اس مقام میں بھی حضرت ابراہیم اور اضحاق کے ساتھ اسمٰعیل کا ذکر نہیں آتا" ص ۱۳۶

مجیب! سورہ بقرہ ۱۳۶ سورہ آل عمران آیت ۸۴ اور سورہ نساء آیت ۱۶۳ میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کا نام اکٹھا آتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے شرعی اولاد اور نبی برحق تھے۔

پادری صاحب ایک خیالی نکتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ان اسمٰعیل کا ذکر حضرت ابراہیم کے بعد نہیں آتا۔ بلکہ حضرت موسیٰ اور ہارون اور ادریس کے درمیان آتا ہے جو حضرت ابراہیم سے تین صدیاں بعد مبعوث ہوئے تھے۔" ص ۱۳۶

"ان مفسرین کے مطابق اس مقام میں اسمٰعیل بن ابراہیم کا ذکر بے محل ہے کیونکہ حضرت الیسع حضرت ابراہیم کے قریباً سات صدیاں بعد ظاہر ہوئے۔ پس قرآن نے ان اسمٰعیل کو قوم آخرین کے ساتھ شامل کیا ہے جو ابراہیم سے صدیوں بعد دنیا کے کسی گمنام گوشہ میں خدا کے مرسل ہو کر آئے تھے۔" ص ۱۳۵

مجیب! ؎ جب کچھ نہ بن سکا تو قسم کھا کے رہ گئے

تین اسمٰعیل

پہلے حضرت اسمٰعیلؑ: بفرمان قرآن مجید وہ حضرت اسمٰعیلؑ جن کا ذکر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے عین وسط میں آتا ہے۔ سورہ بقرہ آیت ۱۳۶۔ پادری صاحب نے ان حضرت اسمٰعیلؑ کا اپنے مضمون "عدم نبوت اسمٰعیل از روئے قرآن" میں ذکر نہیں کیا آپ کو ان حضرت اسمٰعیلؑ کا انکار ہے۔

www.toobaaelibrary.com

دوسرے اسمٰعیل:۔ بقول پادری صاحب فرضی مفسرین کی زبانی دوسرے اسمٰعیل حضرت ابراہیمؑ کے تین صدیاں بعد ہوئے۔

تیسرے اسمٰعیل:۔ بقول پادری صاحب فرضی مفسرین کی زبانی تیسرے اسمٰعیل حضرت ابراہیمؑ کے سات صدیاں بعد ہوئے۔

جن حضرت اسمٰعیلؑ کا قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ذکر ہے پادری صاحب کو ان کی نبوت تسلیم کرنے سے انکار ہے۔ دوسرے دونوں اسمٰعیل کی نبوتوں کا آپ کو اقرار ہے جن کی بابت آپ کو کچھ بھی پتہ نہیں اگر پتہ ہے تو صرف یہ کہ ایک اسمٰعیل حضرت ابراہیمؑ سے تین صدیاں اور دوسرے اسمٰعیل آپؑ سے سات صدیاں بعد میں گزرے ہیں۔

اے بغض وحسد اور تعصب وضد! تیرا برا ہو کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا انکار کرا کر دو اور فرضی خیالی اور بلا دلیل اسمٰعیل نامی نبی تسلیم کرا لئے جن کی بابت تاریخی طور پر کچھ بھی معلوم نہیں اور جن حضرت اسمٰعیلؑ کا سب کچھ معلوم ہے ان کی نبوت کا انکار کرا دیا۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یہ دونوں فرضی اسمٰعیل نبی یقیناً بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ سے تین اور سات صدیاں کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

صـ ۱۳۵ پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " گمنام اور چھوٹے نبیوں کے ساتھ آیا ہے۔

" جس اسمٰعیل کا ذکر آیا ہے وہ ابراہیم اور ہاجرہ کے بیٹے نہیں تھے" صـ ۱۳۵

مجیب: یہ الفاظ لکھ کر دامن نہیں چھڑایا جا سکتا ان کی بابت مندرجہ ذیل باتیں ضروری معلوم ہونی چاہئیے کہ

۱:۔ ان دونوں اسمٰعیل نامی اسرائیلی انبیاء کا کون سا زمانہ تھا؟

www.toobaaelibrary.com

۲:۔ ان دونوں اسمٰعیل نامی اسرائیلی انبیاء کی ولدیت کیا تھی؟

ع۔ کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیل ع کا روحانی مقام

اور قرآنی آیت مبارکہ کا

اصل مطلب اور صحیح مفہوم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ج وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ص وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ٥

ترجمہ:۔ اور مذکور کر کتاب میں اسمٰعیل کا۔ وہ تھا وعدے کا سچا اور تھا رسول نبی۔ اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا۔ اور تھا اپنے رب کے ہاں پسند۔ سورہ مریم آیات: ۵۴ و ۵۵

اب، ذرا توجہ۔ انصاف اور علم و عقل کی دنیا میں ان دونوں آیات سے پہلی آیات پر نگاہ ڈالئے۔ آیت ۴۹ میں حضرت ابراہیم ع کا ذکر اور اسی آیت میں حضرت اسحٰق ع اور حضرت یعقوب ع کا بھی ذکر ہے۔ اور ان حضرات پر لفظ "نَبِيًّا" بولا گیا ہے آیت ۵۰ میں ان حضرات پر اللہ تعالےٰ کی رحمت کا ذکر ہے۔ آیت ۵۱ میں حضرت موسےٰ ع کا ذکر ہے اور آپ ع پر دو لفظ "رَسُوْلًا نَّبِيًّا" بولے گئے ہیں اور آیت ۵۲ میں بھی آپ ع کا ذکر ہے۔ آیت ۵۳ میں حضرت ہارون ع کا ذکر اور آپ ع پر صرف لفظ "نَبِيًّا" بولا گیا ہے۔

اب۔ ان دونوں آیات کی بابت سُنیئے آیت ۵۴ میں حضرت اسمٰعیل ع کا ذکر اور آپ ع پر دو لفظ "رَسُوْلًا نَّبِيًّا" بولے گئے ہیں۔ آیت ۵۵ میں آپ ع کی تبلیغ صلوٰۃ

www.toobaaelibrary.com

وزکوٰۃ کا بیان ہے۔ اور آخر میں کانَ عِنۡدَ رَبِّہٖ مَرۡضِیًّا کے الفاظ ہیں یہ مبارک الفاظ آپؑ کے اس روحانی مقام کو ظاہر کرتے ہیں جو آپؑ کو اللہ تعالےٰ کے ہاں حاصل تھا۔ آپؑ اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ تھے جس کو اللہ تعالےٰ پسند فرمائے اس کا مرتبہ اعلےٰ وارفع ہوتا ہے۔

اس حقیقت کے سامنے ممبر صاحب کے ص۱۳۵ کے خط کشیدہ کے الفاظ بہت بودے اور مجذوب کی بڑ دکھائی دیتے ہیں۔

غور فرمایئے کہ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ پر صرف لفظ " نَبِیًّا " اور حضرت موسٰےؑ پر دو لفظ " رَسُوۡلًا نَّبِیًّا " بالکل اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ پر بھی دو لفظ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا " بولے گئے۔ پس صاف صاف معلوم ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ گمنام، غیر معروف اور چھوٹے انبیاءؑ میں سے ہرگز ہرگز نہ تھے بلکہ آپؑ " رسول " اور " نبی " تھے۔ اس لحاظ سے آپؑ کا مقام بہت بلند اور اعلیٰ تھا۔ اسی لیئے اللہ تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر بھی خصوصی طور پر علیحدہ بیان فرما دیا۔ یہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی نسل اور اللہ تعالےٰ کے لاڈلے نبی اور محبوب رسول تھے۔ اس مقام پر آپؑ کی نبوت اور رسالت کا انکار کرنا۔ پادری صاحب کی کمزوری۔ بےبسی اور بےکسی کی واضح دلیل ہے۔

باقی رہا یہ فرمان کہ " ان کا نام حضرت ابراہیم کے بعد اور حضرت اسحٰق سے پہلے یا کم از کم ساتھ ہوتا۔ لیکن وحی نے ایسا نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اسمٰعیل کوئی اور نبی تھے " ص۱۳۶

مجیب: صرف اسی ایک آیت کا نام وحی الٰہی نہیں بلکہ سارے قرآن مجید کا نام وحی الٰہی ہے۔ اگر اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کا نام نہیں تو یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ سارے قرآن مجید میں ہی آپؑ کی نبوت کا ذکر نہیں؟ یہ دلیل بالکل بودی اور جہالت سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم نے تین ایسی آیات کا پتہ دیا ہے کہ جن میں حضرت ابراہیمؑ کے بعد

www.toobaaelibrary.com

اور حضرت اسحٰقؑ سے پہلے حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر اور آپ کا نام ہے۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "لیکن اگر مسلم مناظرین بضد ہو کر کسی قرآنی آیت سے حضرت اسمٰعیل کی نبوت ثابت کرنا چاہیں تو ان کو نہ صرف اُن تمام سوالات کا تسلی بخش جواب دینا ہوگا جو ہم نے اِن آیات کی بحث میں پوچھے ہیں"۔ ص ۱۳۶ و ۱۳۷

مجیب ! ان آیات کے بہت سے جوابات لکھے جا چکے ہیں جو ایک انصاف پسند اور شریف النفس انسان کیلئے کافی ہیں۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "بلکہ ان کے علاوہ ان کو یہ بھی بتلانا ہوگا کہ قرآن کے مختلف مقامات میں باہمی تضاد کی وجہ کیا ہے کیونکہ بعض مقامات میں ان مناظرین کے مطابق حضرت اسمٰعیل کی نبوت کا اقرار ہوگا۔ اور بعض مقامات میں جہاں اس کی نبوت کا ذکر لازمی اور ابدی تھا وہاں وہ خاموشی اختیار کر لیتا ہے جو معنی خیز ہو کر انکارِ نبوت کے برابر ہے"۔ ص ۱۳۷

مجیب ! خط کشیدہ الفاظ سے ممبر صاحب کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا کیوں ذکر نہیں؟ اس سوال کا جواب ص ۱۳۶ کے تحت گزر چکا ہے۔

اگر قرآن مجید کسی آیت میں حضرت اسمٰعیلؑ کا نام لیکر آپؑ کی نبوت کا ذکر کرتا ہے اور کسی دوسری آیت میں آپؑ کی نبوت کا ذکر نہیں کرتا تو اس طرزِ بیان کو تضاد سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں تضاد تو تب واقع ہوتا جبکہ قرآن مجید آپؑ کا نام لیکر کسی آیت میں آپؑ کی نبوت کا انکار کرتا اور کسی آیت میں آپؑ کا نام لیکر آپؑ کی نبوت کا اقرار کرتا۔ چونکہ قرآن مجید میں کسی جگہ بھی آپؑ کا نام لیکر آپؑ کی نبوت کا انکار نہیں کیا گیا بلکہ آپؑ کا نام لیکر آپؑ کی نبوت کا اقرار کیا گیا ہے۔ پس یہ ظاہر ہوا کہ قیس معظم آرچڈیکن صاحب کی تضاد والی رام کہانی ایک افسانہ اور وہم ہے جسے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب ایم۔اے ہیں مگر آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تضاد کسے کہتے ہیں؟ تضاد سمجھانے کے لئے ہم بائبل سے تضاد کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

بائبل میں تضاد کی مثالیں

۱:- پیدائش ۱۵/۱۳ میں "چار سو برس" ہے | (۱) خروج ۱۲/۴۰-۴۱ میں دو مرتبہ "چار سو تیس" برس ہے

یہ دونوں کتابیں تورات کی ہیں۔ دونوں میں بنی اسرائیل کی غلامی کی مدت میں تضاد ہے۔

۲:- ۲ سلاطین ۱۵/۳۰ میں ہے کہ "اور ہوسیع بن ایلہ نے فقح بن رملیاہ کے خلاف سازش کی اور اسے مارا اور قتل کیا اور اس کی جگہ عزیاہ کے بیٹے یوتام کے بیسویں برس بادشاہ ہو گیا"۔

(۲) تواریخ ۲ ۲۷/۱ میں ہے کہ "یوتام پچیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اس نے سولہ برس یروشلیم میں سلطنت کی"۔ اس مقام کے مطابق جب یوتام نے کل سولہ برس ہی حکومت کی تو پھر ۲۔سلاطین کے مطابق یوتام کی حکومت کا بیسواں سال کہاں سے آ ٹپکا؟

(۳) عزرا ۲/۱۲ میں ہے کہ "بنی عزجاد ایک ہزار دو سو بائیس"۔

(۳) نحمیاہ ۷/۱۷ میں ہے کہ "بنی عزجاد دو ہزار تین سو بائیس"

ایک ہی واقعہ۔ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی خاندان کی تعداد میں تضاد ظاہر ہے۔

(۴) انجیل متی ۱/۶ میں حضرت عیسٰیؑ کو حضرت سلیمانؑ کی اولاد سے ظاہر کیا گیا ہے۔

(۴) لوقا ۳/۳۱ میں حضرت عیسٰیؑ کو ناتن کی اولاد سے ظاہر کیا گیا ہے۔

حضرت سلیمانؑ اور حضرت ناتن دونوں حقیقی بھائی تھے ۱۔تواریخ ۳/۵ "یہ یروشلیم میں اس سے پیدا ہوئے سمعا اور سوباب اور ناتن اور سلیمان۔ یہ چاروں عمی ایل کی

www.toobaaelibrary.com

بیٹی بنت سوع کے بطن سے تھے۔"

اب تو بائبل کے ان چاروں مقامات سے تضاد کا صحیح صحیح مطلب بخوبی ذہن میں آ اور سما گیا ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بائبل تضاد سے بھرپور ہے۔

معترض کو یہ کہنے کا حق ہے کہ فلاں بات قرآن مجید میں نہیں۔ اسے یہ کہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ فلاں بات کو اس آیت میں ضرور اور لازمی ہونا چاہیئے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ" پانچویں آیت۔ ابن کعب۔ ابن عباس قتادہ۔ الخرا اور زجاج کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے ایک بیٹے کے لئے سوال کیا (اے خدا مجھے ایک نیک بیٹا بخش) تو خدا نے آپ کی دعا قبول کی اور دعا کے جواب میں اسحٰق بخشا اور یعقوب کو بطور زائد انعام عطا کیا اور تینوں کو نبی بنایا جو اپنی قوم کو خدا کی طرف سے ہدایت کا پیغام پہنچایا کرتے تھے۔" ص ۱۳۷

مجیب: پادری صاحب نے اس مقام پر کسی کتاب کا حوالہ درج نہیں کیا، اس کا مفصل جواب، ابھی ابھی آتا ہے۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ" اگر خدا نے اسمٰعیل کو بھی منصب نبوت پر سرفراز فرمایا ہوتا۔ اور اگر اس کی عنایت دونوں کیلئے مساوی ہوتی تو اس کا ذکر اسحٰق کے ذکر سے اگر پہلے نہیں تو کم از کم ساتھ ہوتا اور پوتے کے ذکر سے تو لازمی طور پر پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ اس حالت میں یہ آیت یوں ہوتی" ہم نے ابراہیم کو اسمٰعیل اور اسحٰق بخشا" یا یوں ہوتی" ہم نے ابراہیم کو اسحاق بخشا اور اسمٰعیل کو انعام میں دیا"۔ لیکن وحی الٰہی نے اس طبعی اور عادی امر کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا آخر اس کی کوئی وجہ تو ہونی چاہیئے ص ۱۳۸

مجیب: حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے ساتھ اکٹھا دکھا چکے ہیں سورہ بقرہ آیت ۱۳۶ و دیگر قرآنی آیات

خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے لئے بخشش تھے جیسا کہ

www.toobaaelibrary.com

لفظ "وَهَبَ" کو "شکریہ حضرت خلیلؑ۔ بدرگاہ ربّ جلیل" کے تحت لکھ چکے ہیں۔

اب آپ پادری صاحب کے خط کشیدہ الفاظ کا جواب خوب غور و تدبر سے ملاحظہ فرمایئے۔

سارے قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک لڑکے کی دعا ایک ہی منقول ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ سورہ صافات۔ اور قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کو دو لڑکوں کی دو بشارتیں جدا جدا اور الگ الگ دی گئی ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ آپؑ کی دعا ایک لڑکے کیلئے ایک اور صرف ایک ہی منقول ہے۔ تو پھر ان دونوں لڑکوں کی دونوں بشارتوں میں سے کون سی بشارت اور کون سا لڑکا حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اصل مصداق اور صحیح ثمرہ ہے؟

قرآن مجید اس سوال کا بہترین جواب ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت خلیلؑ کی دعا سورہ صافات آیت ۱۰۰ میں اور اللہ تعالٰی کی طرف سے دعا کی مقبولیت کا جواب اسی سورہ آیت ۱۰۱ میں ہے۔ اور پھر اسی سورہ کی آیت ۱۱۲ میں یہ الفاظ مبارک ہیں۔ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ چونکہ اس آیت میں حضرت اسحٰقؑ کا نام موجود ہے، اور جواب دعا میں "غُلٰمٍ حَلِيْمٍ" کے الفاظ ہیں اور حضرت اسحٰقؑ کے لئے قرآن مجید سورہ حجر آیت ۵۳ میں "غُلٰمٍ عَلِيْمٍ" کے الفاظ آئے ہیں پس صاف ثابت ہوا کہ "غلم حلیم" حضرت اسحٰقؑ کے علاوہ دوسرے لڑکے ہیں۔ نیز قرآن مجید حضرت ابراہیمؑ کے صرف دو لڑکوں کے ہی نام لیتا ہے ایک حضرت اسمٰعیلؑ اور دوسرے حضرت اسحٰقؑ کا۔ سورہ ابراہیم آیت ۳۹ پس نتیجہ خوب روشن ہے کہ دعاءِ خلیلؑ کے اصل مصداق اور صحیح ثمرہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں یاد رہے کہ "غلم حلیم" اور "غلم علیم" یہ دونوں بشارات آپؑ کے دونوں لڑکوں یعنی حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے لئے جدا جدا اور الگ الگ بیان ہوئی ہیں۔

سورہ صافات کی آیت ۱۱۲ سے بھی اسی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ

www.toobaaelibrary.com

ہی دعائے خلیلؑ کے اصل مصداق اور صحیح ثمرہ ہیں کیونکہ اس آیت میں حضرت اسحٰقؑ کا نام ہے اور جواب دعا میں ایک ایسے لڑکے کا ذکر ہے جو حضرت اسحٰقؑ کے علاوہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ جواب دعا میں حضرت اسمٰعیلؑ کا ہی ذکر ہے پس آپؑ ہی حضرت خلیلؑ کی دعا کے مصداق ہیں۔

قرآن شریف سورہ انبیاءؑ، سورہ مریم اور سورہ عنکبوت میں حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کا واقعہ بیان فرماتا ہے اور ہجرت کے واقعہ کے فوراً بعد سورہ انبیاء آیت ۷۲۔ سورہ مریم آیت ۴۹ اور سورہ عنکبوت آیت ۲۷۔ ان مقامات میں حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا اکٹھا نام لیکر ان کی بخشش کا ذکر کرتا ہے۔ مگر ان مقامات میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر نہیں۔

اور سورہ صافات میں ہجرت کے فوراً بعد حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو نقل فرما کر جواب دعا میں حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا اکٹھا ذکر نہیں۔ اور نہ صرف حضرت اسحٰقؑ کا ہی ذکر ہے۔ بلکہ جواب دعا میں "غلٰم حلیم" کا ذکر ہے پس قرآن مجید کے اس طرز بیان سے اس حقیقت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے اصل مصداق اور صحیح ثمرہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

آپ سارے قرآن مجید کی بنظر غور تلاوت کیجئے تو آپ کو سارے قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک لڑکے کی دعا کے فوراً بعد حضرت اسحٰقؑ کا نام یا آپؑ کی کوئی صفت، ہرگز ہرگز نہ ملے گی۔ بلکہ آپ کو سورہ صافات میں یہ ضرور اور یقیناً ملے گا کہ دعائے خلیلؑ کے فوراً بعد جواب دعا " فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ " پس قرآن مجید میں ان الفاظ کے موجود ہونے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت خلیلؑ کی دعا کے اصل مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

آخری سطور کی ہم مزید وضاحت کرتے ہیں کہ

حضرت ابراہیمؑ کی دعا " رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ " جواب دعا فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۔

www.toobaaelibrary.com

یا حضرت ابراہیمؑ کی دعا "رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ" جواب دعا فَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

یا حضرت ابراہیمؑ کی دعا "رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ" جوابِ دُعا "فَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً"۔

قرآن مجید میں ایسا نہ ہونا اور آپؑ کی دُعا کے فوراً بعد جواب دعا میں "غُلٰمٍ حَلِيْمٍ" کا ہونا اس امر کی بیّن اور واضح دلیل ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے اصل مصداق ربِّ کائنات کے نزدیک فقط اور صرف حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

اب آپ سورۃ انبیاء آیت ۷۲ ملاحظہ فرمایئے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ۝

پہلا ترجمہ:- اور ہم نے اسکو اسحٰقؑ و یعقوبؑ انعام میں عطا کئے اور ہر ایک کو ہم نے نیک بخت کیا تھا

دوسرا ترجمہ:- اور دیا ہم نے اس کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ زیادتی اور ہر ایک کو کیا ہم نے صالح"

یاد رہے کہ پہلا ترجمہ "تفسیر حقّانی" اور دوسرا ترجمہ "حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ کا ہے۔" ترجمہ قرآن مجید" مطبوعہ تاج کمپنی لاہور۔

جس طرح حضرت یعقوبؑ حضرت ابراہیمؑ کی دعا نہ تھے بلکہ آپؑ کو بن مانگے زیادتی میں ملے تھے بالکل اسی طرح حضرت اسحٰقؑ بھی حضرت خلیلؑ کی دعا نہ بلکہ آپؑ کو بن مانگے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کے صلہ میں انعام اور بطور نافلہ ملے تھے۔ اسی لیئے اللہ تعالےٰ نے حضرت خلیلؑ کی دعا کے جواب میں حضرت اسحٰقؑ کا نام یا آپؑ کی کسی صفت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ ان دونوں باپ اور بیٹا کو "نافلہ" قرار دیا۔ چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت خلیلؑ کی دعا کے اصل مصداق تھے اس لیئے اللہ تعالےٰ نے آپؑ پر لفظ "نافلہ" استعمال نہیں فرمایا۔ اب تو پادری صاحب کو نافلہ کی وجہ بخوبی سمجھ آگئی ہو گی !!

www.toobaaelibrary.com

غنچوں سے پیار کر کے یہ عزت ملی ہمیں
چومے قدم بہار نے گزرے جدھر سے ہم

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "چھٹی آیت قطعی طور پر اس امر کو ثابت کر دیتی ہے کہ حضرت اسمٰعیل کا ابراہیمی وعدے اور برکت عظمیٰ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق اور واسطہ نہیں تھا۔ اگر اسمٰعیل یا آل اسمٰعیل میں سے کسی فرد کا نبوت و کتاب کے ساتھ واسطہ ہوتا تو اس آیت میں ضرور اس کا نام اس کے چھوٹے بھائی اضحاق اور بھتیجے یعقوب سے پہلے آتا" صـ ۱۳۸ - ۱۳۹

مجیب: قرآن مجید حضرت اسمٰعیل ؑ کی اولاد سے ایک عظیم الشان رسول کی خبر دیتا ہے۔ دیکھو سورہ بقرہ آیت ۱۲۹۔ یہ آیت معہ ترجمہ کے صفحہ ۹۷ کے جواب میں گزر چکی ہے اور حضرت اسمٰعیل ؑ کا ذکر حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت اسحٰق ؑ کے ساتھ اکٹھا آتا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۳۶ ہم دلیل کا جواب بہترین دلائل سے دیتے ہیں۔ مگر پادری صاحب کے جھوٹ و فریب اور بہتان تراشی کا جواب ہماری طرف سے یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ سب کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔

قرآنی آیت مبارکہ کا صحیح مطلب

اور

پادری صاحب کا زبردست فریب

جس چھٹی آیت کو تحریر کیا گیا ہے وہ سورہ عنکبوت کی آیت ۲۷ ہے مگر پادری صاحب نے اسے ۲۶ لکھا ہے۔ آیت ملاحظہ فرمایئے؛

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَ — ترجمہ:۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق ؑ اور یعقوب ؑ

www.toobaaelibrary.com

جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ وَاٰتَیْنٰہُ اَجْرَہٗ فِی الدُّنْیَا ج وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ہ

عطا کیا اور "اس کی نسل" میں نبوت اور کتاب قائم کی اور ہم نے دنیا میں بھی اس کا بدلہ اس کو دیا اور وہ آخرت میں بھی نیک بختوں سے ہونگے۔

پادری صاحب اس آیت کے ترجمہ کو یوں لکھتے ہیں:

"اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحٰق اور یعقوب بخشا اور "اُن کی نسل" میں نبوت اور (نزول) کتاب کو (جاری) رکھا اور ہم نے اس کا اجر اسے دنیا میں دے دیا۔ اور آخرت میں وہ نیکوں میں ہے۔" صـ۱۳۲ و ۱۳۳

پادری صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں یہ زبردست فریب کیا ہے کہ قرآنی الفاظ "فِی ذریتہٖ" کا ترجمہ "ان کی نسل میں" لکھا ہے حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس آیت میں "واحد شخصیّت" یعنی حضرت ابراہیمؑ کی "ذریت" کا ذکر ہے اور اس ذریت میں آپؑ کی تینوں بیویوں کی اولاد شامل ہے۔

یہ دجل اور فریب اس لئے کیا گیا تاکہ ناظرین پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ نبوت و کتاب کا وعدہ حضرت اسحٰقؑ سے منتقل ہو کر صرف حضرت یعقوبؑ کی نسل سے مخصوص ہے اگر پادری صاحب کا یہ نظریہ صحیح ہوتا تو قرآن مجید ان دونوں حضرات کے نام لینے کے بعد پھر خصوصی طور پر حضرت ابراہیمؑ کی دوسری ذریت کا ذکر نہ کرتا دوسری ذریت کا ذکر کرنا اور اس ذریت میں نبوت و کتاب باقی رکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ کی دوسری ذریت بھی اس وعدہ میں شامل ہے۔

اس اصل مطلب اور صحیح مفہوم کے پیش نظر دیانتداری کا تقاضا یہ تھا کہ جس طرح قرآن مجید فرماتا ہے اس کی بات تسلیم کر لی جاتی مگر ممبر صاحب نے یہ کیا کہ قرآنی آیت کے ترجمہ کو اپنی من مرضی کے مطابق لکھا اور پھر اس غلط ترجمہ کو حافظ نذیر احمد مرحوم کے کندھوں

www.toobaaelibrary.com

پر رکھکر چلا دیا۔ ہمیں تلخ تجربہ ہے کہ پادری صاحب نے زا دیے کو بہت استعمال فرماتے ہیں اس لئے ہمیں اعتبار نہیں کہ یہ غلط ترجمہ حافظ نذیر احمد مرحوم کا ہو۔ اگر بالفرض محال ایسا ہو تو بھی ترجمہ غلط ہے۔ چونکہ آپ اندر کی بات کو بخوبی جانتے تھے اس لئے آپ نے یہ الفاظ تحریر فرما دیئے۔

"اگر مرحوم کا ترجمہ قرآن کی عربی آیت کے مفہوم کو صحیح طور پر ادا کرتا ہے تو یہ قرآنی آیت ہماری تفسیر بالا کی تائید کرتی ہے۔" ص ۱۴۰

مجیب: چونکہ یہ ترجمہ غلط اور قرآنی آیت کے صحیح مفہوم کو ادا نہیں کرتا اس لئے قرآنی آیت کی آپ کی من گھڑت اور جعلی تفسیر باطل ہے۔ قرآنی آیت ہم اہل اسلام کی زبردست تائید وتصدیق کرتی ہے۔ اسی آیت کی تائید وتصدیق میں ہم ایک اور قرآنی آیت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ سورہ حدید

ترجمہ: اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوحؑ کو اور ابراہیم کو اور کی ہم نے بیچ اولاد ان دونوں کے پیغمبری اور کتاب پس بعض ان میں سے راہ پانے والے ہیں اور بہت ان میں سے فاسق ہیں۔ آیت ۲۶

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں نبوت کو رکھا گیا ہے۔ پس یہ آیت ہمارے دعویٰ کی تصدیق اور پادری صاحب کے نظریہ کی پرزور تردید کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور آیت ملاحظہ ہو۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ○ سورہ نساء

ترجمہ: کیا لوگوں پر اس بات سے جلے مرتے ہیں کہ خدا نے انکو اپنے فضل سے نعمت دی ہے سو بیشک ہم ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت اور نیز ان کو بڑا ملک عنایت کر چکے ہیں۔ آیت ۵۴

www.toobaaelibrary.com

اس آیت میں حضرت اسحٰقؑ یا حضرت یعقوبؑ یا دیگر انبیاءؑ بنی اسرائیل میں سے کسی کا نام نہیں ہے، اس لیے اس مقام پر "آلِ ابراہیمؑ" کے الفاظ سے مراد آنحضرتؐ کی نبوت ہی ہے۔

قرآن پاک کے ان دونوں مقامات سے ایک بہترین علمی نکتہ ظاہر ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ سورہ عنکبوت آیت ۲۷ میں حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور "فی ذریتہ" سے مراد حضرت ابراہیمؑ کی باقی اولاد کی نبوتیں اور حضرت اسمٰعیلؑ اور آنحضرتؐ کی نبوتیں مراد تھیں اس لیے اس جگہ "النبوۃ والکتاب" اور سورہ نسا، آیت ۵۴ میں آلِ ابراہیمؑ سے مراد بنی اسمٰعیل میں سے صرف آنحضرتؐ کی نبوت مراد تھی اس لیے اس آیت میں "الکتاب و الحکمۃ" کے مبارک الفاظ بیان فرمائے گئے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں آنحضرتؐ کے حق میں دیگر مقامات پر بھی ایسے ہی الفاظ فرمائے گئے ہیں، اس پر ہم قرآن مجید سے پانچ شہادتیں پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

قرآن مجید سے پانچ شہادتیں

۱۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ سورہ بقرہ

ترجمہ: اے رب ہمارے اٹھا ان میں ایک رسول انہی میں کا پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھاوے ان کو کتاب اور پکی باتیں اور ان کو سنوارے تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا آیت ۱۲۹

۲۔ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ سورہ بقرہ

جیسے بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا تمہارے پاس آیتیں ہماری اور تم کو سنوارتا اور سکھاتا کتاب اور تحقیق بات اور سکھاتا تم کو جو تم نہ جانتے تھے۔ آیت ۱۵۱

www.toobaaelibrary.com

٣۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

سورہ آل عمران

ترجمہ: اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور سنوارتا ہے اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی باتیں اور وہ تو تھے پہلے سے صریح گمراہ

آیت ۱۶۴

۴۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ سورہ جمعہ

وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھتا ہے ان پاس اسکی آیتیں اور ان کو سنوارتا اور سکھاتا کتاب اور عقل مندی اور اس سے پہلے تھے وہ صریح بھلاوے میں اور ایک اوروں کے واسطے انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

آیات ۱-۲

۵۔ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

سورہ نساء

اور اللہ تعالیٰ نے نازل کی تجھ پر کتاب اور کام کی بات اور تجھ کو سکھایا جو تو نہ جان سکتا اور اللہ کا فضل ہے تجھ پر بڑا

آیت ۱۱۳

پس قرآن مجید کی اندرونی شہادتوں سے یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ "فی ذریتہ" سے صرف حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی ہی اولاد مراد نہیں بلکہ اس ذریت ابراہیمی میں حضرت اسمٰعیلؑ اور آپؑ کی اولاد بھی شریک ہے۔ اور آپؑ کی اولاد میں سے آنحضرتؐ مبعوث ہوئے۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ " اس قرآنی آیت میں ایک اور امر بھی قابل غور ہے، چونکہ وہ ذریت جس میں نبوت رکھی گئی اضحاق اور یعقوب کی نسل ہے پس لا محالہ لفظ الکتاب سے وہی کتاب مراد ہو سکتی ہے جو اس ذریت کے پاس ہے یعنی بین بدیہ کیونکہ الکتاب اور نبوت باہمی متعلق ہیں پس یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ نبوت تو حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب کی ذریت سے مخصوص ہو لیکن الکتاب مخصوص نہ ہو جو اس سے متعلق ہے پس یہاں الکتاب سے مراد بائیبل شریف ہے عربی لفظ الکتاب یونانی لفظ بائیبل کا لفظی ترجمہ ہے۔ صنا ۱۴

مجیب: خط کشیدہ الفاظ میں ممبر صاحب نے وہی فریب کیا ہے جو پہلے غلط ترجمہ کا کر چکے ہیں۔ اور اسی غلط ترجمہ پر آپ نے الکتاب سے مراد بائیبل کی دلیل گھڑی ہے جب بنیاد ہی غلط ہے تو پھر الکتاب سے جبراً بائبل مراد لینا بھی غلط ہے۔

کیا قرآنی لفظ "الکتاب" سے مراد بائبل ہے؟

ہم نے قرآنی آیت مبارکہ کے صحیح ترجمہ سے آیت کے صحیح مفہوم کو ظاہر کر دیا ہے جس سے ہر ذی علم انسان پر یہ روشن ہو گیا ہے کہ ممبر صاحب کا یہ استدلال بالکل لغو اور بے بنیاد ہے اب قرآنی لفظ " الکتاب " سے مراد بائیبل کے بے بنیاد استدلال کے جواب کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی مگر ہم پھر بھی ممبر صاحب کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کی خاطر اس بے بنیاد استدلال کو صحیح فرض کر کے جوابات تحریر کرتے ہیں۔

فرقہ رومن کیتھولک جو سب سے پرانا فرقہ ہے اس کی کتاب مقدس (بائیبل) میں مندرجہ ذیل کتابیں ہمارے مخاطب کی بائیبل سے زائد ہیں۔

(۱) طوبیاہ (۲) یہودیت (۳) حکمت (۴) یشوع بیسراخ (۵) بارک۔(۶) مکابین اول و دوم اور ہمارے مخاطب کی بائیبل میں ان کتابوں کا نام تک نہیں پایا جاتا

www.toobaaelibrary.com

اب فرقہ رومن کیتھولک قرآنی لفظ "الکتاب" سے اپنی بائبل پر دلیل لاتا ہے اور ممبر صاحب بھی اسی لفظ سے اپنی بائبل کی صداقت پر دلیل لاتے ہیں۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس بائبل میں مذکورہ بالا کتابیں کم ہوں اور جس بائبل میں مذکورہ بالا کتابیں زائد ہوں یہ دونوں کتابیں لفظ "الکتاب" کا مصداق قرار پا جائیں۔ پس اس لحاظ سے بخوبی روشن ہوا کہ قرآنی لفظ "الکتاب" کی مصداق بائبل نہیں اگر صرف تورات کی وجہ سے ایسا ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ بائبل میں اور بھی بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں نیز یہودی لوگ تورات کو مانتے ہیں۔ اور سامری بھی تورات پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر ان دونوں فرقوں کی تورات میں مضامین کا فرق ہے مثلاً

" عورت نے اس سے کہا اے خداوند مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو نبی ہے۔ ہمارے باپ دادا نے اس پہاڑ پر پرستش کی اور تم کہتے ہو کہ وہ جگہ جہاں پرستش کرنا چاہیے یروشلیم میں ہے"۔ انجیل یوحنا $\frac{4}{19 \text{ و } 20}$

یاد رہے کہ گرزیم اور عیبال دو پہاڑ ہیں یہودیوں کی تورات میں عبادت کی جگہ کوہ عیبال اور سامریوں کی تورات میں جائے عبادت کوہ گرزیم ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں فرقوں کی اپنی اپنی تورات میں فرق ہے۔ پس جس طرح یہودیوں اور سامریوں کی بات نہیں بنتی بالکل اسی طرح فرقہ رومن کیتھولک اور ہمارے مخاطب کی بھی بات نہیں بنتی۔

ہم نے ممبر صاحب کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کی خاطر فرض کر کے بھی دیکھا مگر بات نہیں بنتی پس قرآنی لفظ "الکتاب" سے بائبل مراد لینا بالکل غلط ہے۔

پادری صاحب نے قرآنی آیت مبارکہ کا جو غلط ترجمہ (ان کی نسل میں) کیا ہے اس سے بھی آپ کی دال نہیں گلتی۔ کیونکہ حضرت اسحٰق (ع) کی اولاد میں حضرت عیسو بھی شامل ہیں جو حضرت یعقوب عؑ کے بڑے بھائی تھے۔ پس پادری صاحب کے نظریہ کے مطابق حضرت

www.toobaaelibrary.com

عیسو بھی مذکورہ بالا ترجمہ میں شامل ہیں۔ جیسا کہ آپ کے خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے مگر قاضی برکت اللہ صاحب کا فیصلہ حضرت عیسو کی بابت یہ ہے۔

"حضرت عیسو نبوت کی برکت سے خارج ہوئے" صـ ۱۳۱

قاضی جی کا فیصلہ بنی عیسو کی بابت یہ ہے۔

"ابراہیم کی جس نسل میں کتاب اور نبوت رکھی گئی وہ بنی اسرائیل اور صرف بنی اسرائیل ہی تھی۔" صـ ۱۴۲

اب نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ پادری صاحب نے جو غلط ترجمہ اختیار کیا ہے اس کے پیش نظر بھی آپ کا مدعا حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں حضرت اسحٰقؑ کی اولاد حضرت عیسو اور بنی عیسو بھی شامل ہیں۔

غور فرمایئے کہ آیت مبارکہ کے صحیح ترجمہ سے بات نہیں بنتی تھی اس لئے غلط ترجمہ کیا مگر واہ رے نصیب غلط ترجمہ سے گوہر مطلوب بھی ہاتھ نہ لگا اور جگ میں رسوائی بھی ہوئی اسے کہتے ہیں سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔

قرآنی لفظ "الکتاب" کا صحیح مفہوم

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ قرآنی لفظ "الکتاب" کو بائبل سے دور کا بھی تعلق اور واسطہ نہیں ویسے اپنے دل کو بہلانے اور اپنی قوم کو سمجھانے کے لئے ایسا لکھتا ہے تو اس پر کسی کا زور نہیں۔

آخر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآنی لفظ کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ تو جس قرآن مجید میں یہ لفظ موجود ہے وہی قرآن مجید حضرات انبیاءؑ کی کتابوں کی بابت ارشاد فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ — ترجمہ:۔ اور جو یقین کرتے ہیں جو کچھ اترا تجھ پر اور جو اترا تجھ سے پہلے اور آخرت

www.toobaaelibrary.com

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ کو وہ یقین جانتے ہیں۔

سورہ بقرۃ آیت ۴

خط کشیدہ الفاظ سے حضرات انبیاؑ کی آسمانی کتابیں مراد ہیں کیونکہ وہ آسمان سے نازل ہوئی تھیں۔ مگر پادری صاحب کے نزدیک بائبل کی پہلی کتاب سے لیکر بائبل کی آخری کتاب تک۔ ایک کتاب بھی منزل من السماء نہیں۔ پس بات صاف ہے کہ جب خود ان لوگوں کا اپنی کتابوں کی بابت یہ نظریہ ہے کہ وہ تمام آسمانی نہیں ہیں۔ تو پھر قرآنی لفظ "الکتاب" کی مصداق غیر آسمانی بائبل کیونکر بن سکتی ہے؟ جبتک بائبل کی ہر ایک کتاب کا سند کے لحاظ سے آسمانی ہونا ثابت نہ کر لیا جائے تو اس وقت تک قرآنی لفظ کا مصداق بائبل کو قرار دینا ایک فریب کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

بائبل میں غلطیوں کا اقرار

"نوح کا نسب نامہ یہ ہے۔ نوح مرد راست باز اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بے عیب تھا۔ اور نوح خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اور اس سے تین بیٹے سم۔ حام اور یافث پیدا ہوئے" پیدائش $\frac{6}{9-10}$۔ اس مقام پر یہ غلطی ہے کہ اس "نسب نامہ" کے بعد حضرت نوحؑ کے آباؤ اجداد کے نام لکھے جاتے۔ مگر بجائے اس کے حضرت نوحؑ کا "حسب نامہ" لکھ دیا گیا ہے حالانکہ "نسب نامہ" اور "حسب نامہ" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

"حسب نامہ" میں ذاتی خصائل کا ذکر اور "نسب نامہ" میں آباؤ اجداد کا ذکر ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ دسویں آیت میں حضرت نوحؑ کے لڑکوں کے نام ہیں ان کو حضرت نوحؑ کے "نسب نامہ" کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

" اور داؤد کے بہادروں کے نام | "اور داؤد کے سورماؤں کا شمار یہ ہے

www.toobaaelibrary.com

ہیں یعنی تحکمونی یوشیب بشیبت جو سپہ سالاروں کا سردار تھا وہی ایزنی ادینو تھا جس سے آٹھ سو ایک ہی وقت میں مقتول ہوئے۔" ۲ سموئیل $\frac{۲۳}{۸}$

"اور سلیمان کے ہاں اس کے رتھوں کے لئے چالیس ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے" اسلاطین $\frac{۴}{۲۶}$

یسوبعام بن حکمونی جو تیسوں کا سردار تھا اس نے تین سو پر اپنا بھالا چلایا اور ان کو ایک ہی وقت میں قتل کیا" ا تواریخ $\frac{۱۱}{۱۱}$

"اور سلیمان کے پاس گھوڑوں اور رتھوں کیلئے چار ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے جن کو اس نے رتھوں کے شہروں اور یروشلیم میں بادشاہ کے پاس رکھا" ۲ تواریخ $\frac{۹}{۲۵}$

ان مقامات میں سے ایک مقام ضرور اور یقیناً غلط ہے۔

ایک مسیحی عالم کے الفاظ

ان کے علاوہ بائبل میں اور بھی بہت سی غلطیاں اور اختلافات پائے جاتے ہیں اس بات پر ایک مسیحی عالم کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

"اور بعض اوقات ایسے اختلافات بھی پائے جاتے ہیں جن میں باہم تطبیق دینا امکان سے باہر ہے" بائبل کا الہام بار دوم صـ ۱۳۶ از ڈاکٹر پیٹرسن سمائتھ صاحب

یہی مسیحی عالم اسی کتاب میں اناجیل کی بابت یوں لکھتا ہے کہ

"وہ اقرار کرتا ہے کہ اناجیل میں اتنے اختلافات پائے جاتے ہیں کہ اُن سے آدمی کا سر گھومنے لگ جاتا ہے"۔ صـ ۷۶

یاد رہے کہ وہ سے مراد اوریجن ہے یہ اپنے زمانہ کا مسیحی دنیا میں بہت بڑا عالم تھا الحمد للہ! کہ جب ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو ہمارا سر نہیں گھومتا بلکہ روح شاد۔ دماغ مسرور اور دل کو سکون نصیب ہوتا ہے۔ آگے آپ کی مرضی ہے

www.toobaaelibrary.com

کہ آپ اپنے دل و دماغ کو چین و سکون مہیا کرنا چاہتے ہیں یا اپنے سر کو گھمانا چاہتے ہیں؟

" وہ بتیس برس کا تھا جب سلطنت کرنے لگا۔ اور اس نے آٹھ برس یروشلیم میں سلطنت کی اور وہ بغیر ماتم کے رخصت ہوا۔ اور انہوں نے اسے داؤد کے شہر میں دفن کیا پر شاہی قبروں میں نہیں"۔ ۲ تواریخ ۲۱/۲۰

" اور یروشلیم کے باشندوں نے اس کے سب سے چھوٹے بیٹے اخزیاہ کو اس کی جگہ بادشاہ بنایا۔ کیونکہ لوگوں کے اس جتھے نے جو عربوں کے ساتھ چھاؤنی میں آیا تھا سب بڑے بیٹوں کو قتل کر دیا تھا۔ سو شاہ یہوداہ یہورام کا بیٹا اخزیاہ بادشاہ ہوا۔ اخزیاہ بیالیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اس نے یروشلیم میں ایک برس سلطنت کی۔ اس کی ماں کا نام عتلیاہ تھا جو عمری کی بیٹی تھی"۔ ۲ تواریخ ۲۲/۱-۲

الہامی بائیبل کی اس الہامی کتاب سے معلوم ہوا کہ اخزیاہ اپنے باپ یہورام کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ یہورام کی کل عمر چالیس برس کی ہوئی۔ اور جب یہورام کا سب سے چھوٹا بیٹا اپنے باپ کی جگہ بادشاہ بنا تو اس وقت اس کی عمر بیالیس ۴۲ سال تھی۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ اخزیاہ اپنے حقیقی باپ یہورام سے دو سال بڑا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ اس الہامی کتاب نے اس علمی نکتہ کو حل نہیں کیا کہ یہورام کا سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ یہورام سے کتنے برس بڑا تھا۔

یہ بات یاد رہے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہر قسم کے نقائص سے پاک اور غلطیوں سے مبرا ہوتا ہے۔

الہامی بائیبل میں ان غلطیوں کے ہوتے ہوئے عقل سلیم ضرور حیران ہوتی ہے کہ جب ممبر صاحب کے یہ الفاظ پڑھتی ہے۔ کہ قرآنی لفظ "الکتاب" کی مصداق ہے۔ "کتاب مقدس یا بائیبل شریف"۔ ؎

آگیا داغ اس کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

www.toobaaelibrary.com

اب ہم اپنے قول کی تائید میں ممبر صاحب کے ہم مذہب بھائی پادری عمادالدین صاحب کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ تاکہ ممبر صاحب کو اپنی اس غلطی کا احساس اور حقیقت کا اظہار ہو جائے۔

"AUR HAM NE USE IZHAQ AUR YAQUB BOICHSH DIYA AUR "US KI AULAD MEN" NABUUAT AUR KITAB MUQARRAR KI AUR HAM NE US KA AJR USE DUNYA MEN DIYA AUR AKHIRAT MEN WUH NEKON KE DAR MIYAN HAI," URDU QURAN ROMAN URDU.

" اور ہم نے اسے اضحاق اور یعقوب بخش دیا اور " اس کی اولاد میں " نبوت اور کتاب مقرر کی اور ہم نے اس کا اجر اسے دنیا میں دیا اور آخرت میں وہ نیکوں کے درمیان ہے " اردو قرآن ۔ رومن اردو۔

یاد رہے کہ اس ترجمہ میں بھی آیت ۲۶ ہے۔ دراصل سورہ عنکبوت کی آیت ۲۷ ہے۔ پس مسیحی عالم کے ترجمہ سے بھی پادری صاحب کی بات نہیں بنتی۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " ساتویں آیت میں الفاظ انی فضلتکم علی العالمین وارد ہوئے ہیں یعنی اے بنی اسرائیل میں نے تم کو دنیا جہان کے لوگوں پر فوقیت عطا کی ہی ہے۔ ان الفاظ کے بارے میں متکلمین کا قول ہے کہ عالمین سے مراد خدا کے علاوہ کل موجودات ہے۔ یہ قول فضل کے لحاظ سے مطلق ہے اور علم منطق میں مطلق بات کے سچا ہونے کیلئے صرف صورت واحد کافی ہے۔ پس اس آیت سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو کسی ایک امر میں تمام دنیا جہان پر بزرگی بخشی گئی "! صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱

مجیب: خط کشیدہ الفاظ کو پادری صاحب نے اسی طرح لکھا ہے ویسے

www.toobaaelibrary.com

یہ الفاظ "اَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ" ہیں۔

ممبر صاحب کا اپنا یہ حال ہے کہ آپ بائبل پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں بلکہ بے دھڑک بولتے ہیں اور قرآن مجید کی آیات کا غلط ترجمہ کرنے سے بھی ان کے ضمیر پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اور ہمیں متکلمین کا قول تسلیم کراتے ہیں !!

چونکہ پادری صاحب نے متکلمین کو معتبر اور ان کے قول کو حجت تسلیم کیا ہے اس لئے ہم کچھ لکھتے ہیں جس سے پادری صاحب کی منطق دانی کی قلعی کھل جائے گی۔

پادری صاحب حضرت عیسےٰؑ کو خدا مانتے ہیں۔ اور متکلمین کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ عالمین سے مراد خدا کے علاوہ کل موجودات ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ ان متکلمین کے نزدیک موجودات میں حضرت عیسےٰؑ بھی شامل ہیں۔ پس جبکہ موجودات خدا کے علاوہ ہے تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کی خدائی غلط ہے۔ اب ممبر صاحب کو متکلمین کا یہ قول منظور ہے یا نا منظور؟ اگر یہ قول منظور ہے تو پھر حضرت عیسےٰؑ کی خدائی گئی اگر نامنظور ہے تو پھر ہمارے لئے ان کا قول کیونکر اور کیسے حجت بنا لیا گیا ؟

مسیحی کلیسیا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کامل انسان اور کامل خدا ہیں اور تمام اہل منطق اس بات پر متفق ہیں کہ انسان مرکب ہے اور مرکب جز کا محتاج ہے اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کسی کا محتاج نہیں۔ اب پادری صاحب کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ خدا ہیں اہل منطق کے نزدیک باطل ہے۔ کیا اس مقام پر متکلمین کا قول تسلیم ہے؟ یا صرف اپنی قوم کو یہ جتانا مقصود ہے کہ آپ منطق بھی جانتے ہیں اور متکلمین اور اہل منطق کے الفاظ کو استعمال کر کے اپنی قوم پر رعب ڈالنا مقصود ہے

ان الفاظ کے بعد اب ہم آیت مذکورہ کے اصل مطلب کو بیان کرتے ہیں جس سے یہ حقیقت خوب واضح ہو جائیگی کہ پادری صاحب کا یہ استدلال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

www.toobaaelibrary.com

آیت فضیلت بنی اسرائیل کا صحیح مطلب

یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۔ سورہ بقرہ آیت ۴۷

ترجمہ:۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے کیا تم پر اور وہ جو میں نے بڑا کیا جہان کے لوگوں پر۔

اس مقام سے علی العالمین کا مطلب "قیامت تک کا زمانہ مراد لینا غلط ہے کیونکہ اگر قیامت تک کا زمانہ مراد ہوتا ہو علی العالمین کی قید نہ لگائی جاتی۔ یہ قید لگانا اس امر کی بیّن اور واضح دلیل ہے کہ قیامت تک کا زمانہ مراد نہیں بلکہ اس زمانہ کے لحاظ سے بنی اسرائیل کو فضیلت حاصل تھی جب تک ان میں نبوت رہی فضیلت کے حق دار رہے اور جب ان لوگوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی تو پھر اللہ تعالےٰ نے ان سے اس نعمت کو لے لیا اور بنی اسمٰعیل کو دے دیا۔ اور بنی اسمٰعیل میں سے آنحضرتؐ کو آخری نبیؐ بنا کر مبعوث فرما دیا پس اس آیت سے قیامت تک کا زمانہ اور بنی اسرائیل کے لئے نبوت کا مخصوص ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اگر قرآن مجید کے نزدیک بنی اسرائیل میں نبوت مخصوص اور قیامت تک کیلئے ہوتی تو پھر قرآن مجید حضرت ابراہیمؑ کی دعا بنی اسمٰعیل میں سے ایک شاندار رسول ہونے کی سورہ بقرہ آیت ۱۲۹ میں کیوں نقل کرتا؟ پس صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک بنی اسرائیل میں نبوت نہ مخصوص اور نہ ہی قیامت تک کے زمانے کیلئے تھی۔

قرآن مجید نے سورہ صف آیت ۶ میں حضرت عیسےٰؑ کی بشارت "اسمہٗ احمد" کو نقل فرما کر صاف صاف بیان فرما دیا کہ نبوت بنی اسرائیل کے لئے مخصوص نہیں کیونکہ بشارت عیسوی کے مصداق آنحضرتؐ اور آپؐ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔

آنحضرتؐ نے بنی اسمٰعیلؑ میں سے تشریف لا کر ختم نبوت کا اعلان فرما دیا۔ ان

www.toobaaelibrary.com

آخرالزمان نبیؐ کے انکار پر قرآن مجید کی سورہ فاتحہ میں یہود کو "مغضوب" اور نصاریٰ کو "ضالین" قرار دے دیا گیا۔ اور آنحضرتؐ کی امت کو "بہترین امت" قرار دیا گیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ سورہ آل عمران آیت ۱۱۰ میں

ترجمہ: تم اچھی جماعت پیدا کئے گئے ہو لوگوں کو اچھی بات بتایا کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کیا کرتے ہو۔

اور آپؐ کی امت کی فضیلت پر بنی اسرائیل کی فضیلت کی طرح "علی العالمین" کی قید نہ لگائی۔ صرف اس لئے کہ یہ فضیلت آپؐ کی امت میں قیامت تک کے زمانہ کے لئے ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اہل اسلام کے بعد کوئی امت نہیں چودہ سو سال کی طویل مدت اس امر کی بین شہادت دیتی ہے۔

اگر بنی اسرائیل میں نبوت قیامت تک مخصوص ہوتی تو حضرت عیسےٰؑ اپنی بابت ختم نبوت کا دعوٰی فرماتے۔ حالانکہ حضرت عیسےٰؑ نے ختم نبوت کا دعوٰی نہیں فرمایا بلکہ آپؑ نے اپنے بعد بنی اسرائیل سے نبوت کو لئے جانے اور بنی اسمٰعیل کو دئے جانے کا ذکر کیا ہے جیسا کہ تفصیل سے چوتھے باب میں گزرا۔

اس جگہ ہم صرف ایک آیت نقل کر دیتے ہیں۔ " اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی۔ اور اس قوم کو جو اس کا پھل لائے دے دی جائے گی۔" متی ۲۱/۴۳

پس بات صاف ہے کہ بنی اسرائیل میں نبوت مخصوص نہیں اور علی العلمین سے قیامت تک کا زمانہ مراد نہیں۔

جس قرآن مجید میں فضیلت بنی اسرائیل کا ذکر ہے اسی قرآن مجید میں حضرت شعیبؑ اور حضرت ایوبؑ کا بھی ذکر ہے۔ مفسرین قرآن کے نزدیک یہ دونوں حضرات حضرت یعقوبؑ کے بعد تشریف لائے تھے اور یہ دونوں حضرات انبیاءؑ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے

www.toobaaelibrary.com

بلکہ حضرت شعیبؑ حضرت قطورہ کی اولاد سے تھے جیسا کہ تفسیر حقانی میں سورہ اعراف کی آیت ۸۵ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ...... الخ کے تحت یوں ہے۔

" مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جو ملک عرب میں آرہے تھے ان کی نسل کے لوگ اس جگہ رہتے تھے، اس لئے اس بستی یا قبیلہ کو مدین کہتے تھے انہیں میں سے ایک شخص حضرت شعیب بن صیفون بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام کو نبی کر کے ان میں بھیجا "۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی اپنی تفسیر " معارف القرآن " میں سورہ اعراف کی آیات ۸۳ تا ۸۷ کے تحت بھی یہی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی قطورہ کے لڑکے مدیان کی اولاد تھے اور علامہ ابن کثیرؒ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

حضرت ایوبؑ کی بابت سورہ انبیاء آیات ۸۳ و ۸۴ یعنی وَاَیُّوْبَ .... لِلْعٰبِدِیْنَ ۝ کے تحت تفسیر حقانی کے یہ الفاظ ہیں کہ " وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایوبؑ رومی تھے۔ انوص کے بیٹے عیص بن اسحاق کی نسل سے اور ان کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی پوتی تھیں جن کا نام رحمتہ تھا " ظاہر ہے کہ حضرت ایوبؑ حضرت اسحٰقؑ کے بڑے بیٹے حضرت عیسو کی اولاد تھے۔

بہر حال یہ دونوں حضرات انبیاءؑ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے۔ اگر قرآن مجید کے نزدیک بنی اسرائیل میں نبوت مخصوص ہوتی تو قرآن مجید ان حضرات کو غیر بنی اسرائیل سے کیوں بیان فرماتا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ نبوت بنی اسرائیل میں مخصوص نہیں۔

یاد رہے کہ بائبل میں ایک کتاب " ایوب " بھی پائی جاتی ہے۔ یہ ان ہی حضرت ایوبؑ کی طرف منسوب ہے۔ چونکہ حضرت ایوبؑ بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ بنی عیسو سے ہیں، اس لحاظ سے اہل کتاب پر زبردست ضرب پڑتی تھی اس لئے ان لوگوں نے حضرت ایوبؑ

www.toobaaelibrary.com

کا زمانہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے کا قرار دے دیا۔ اور اہل کتاب آج تک حیران و سرگرداں ہیں۔ کہ آپؑ کس زمانے میں گزرے ہیں؟

ہمارے مخاطب نے بار بار لکھا ہے کہ حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ ابدی عہد یعنی آپؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں نبوت قیامت تک کیلئے تھی۔ پادری صاحب "**ابدی عہد**" سے "**نبوت**" مراد لیتے ہیں، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ پیدائش ۱۷: ۱۴ تا ۲۷ میں "ختنہ" کو "**ابدی عہد**" کہا گیا ہے۔ پس بات صاف ہے کہ بنی اسرائیل میں نبوت قیامت تک کے لیے ہرگز ہرگز نہ تھی۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت اسمٰعیل کی ذریت میں نبوت اور کتاب دیکر اس کو دنیا جہاں کی اقوام پر فضیلت بخشی ہوتی" صفحہ ۱۴۲

مجیب: قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیلؑ پر فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَ	ترجمہ: اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط
لُوْطًا ط وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ	کو بھی اور ہر ایک کو ہم نے جہان پر فضیلت دی
وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَ	تھی اور ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کی
اِخْوَانِهِمْ ج وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ	نسل میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ سورہ انعام	برگزیدہ کیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ آیات ۸۷-۸۸

غور فرمائیے کہ اس مقام پر حضرت اسمٰعیلؑ پر بھی "فضلنا علی العالمین" کے الفاظ بولے گئے ہیں۔ اور "ذرّیّٰتِھِمْ" میں بنی اسمٰعیل بھی آجاتے ہیں۔ ان الفاظ سے حضرت اسمٰعیلؑ اور بنی اسمٰعیل کی فضیلت بھی اسی طرح ثابت ہے جس طرح کہ بنی اسرائیل کی۔ آپ کے اعتراض کا جواب۔ ان ہی الفاظ میں آپ کو مل گیا ہے۔

اب متکلمین کے قول کے مطابق "علی العٰلمین" سے اس جگہ بھی وہی مراد لینی چاہیئے جو آیت فضیلت بنی اسرائیل میں لی گئی ہے آخر یہ دونوں مقام قرآن مجید میں ہی

www.toobaaelibrary.com

پائے جاتے ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جب یہ الفاظ بنی اسرائیل کے حق میں ہوں تو قیامت تک کا زمانہ یا کل موجودات مراد لیا جائے اور جب حضرت اسمٰعیلؑ اور بنی اسمٰعیل کے لئے ایسا ہو تو اس کی طرف منہ بھی نہ کیا جائے۔ اب بات صاف ہے کہ اگر اس جگہ " علی العلمین " سے قیامت تک کا زمانہ یا کل موجودات مراد ہے تو پھر بنی اسرائیل میں سے کسی نبوت کا ذکر ہی نہیں ہونا چاہیئے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان الفاظ کے ہوتے ہوئے پھر بھی قرآن مجید میں انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر ہے پس اس طرح ہونے سے نتیجہ ظاہر ہے کہ آیت فضیلت بنی اسرائیل میں قیامت تک کا زمانہ مراد نہیں ہے۔

آنحضرتؐ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ اور آپؐ کے حق میں قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ۝ سورہ نساء	ترجمہ:۔ اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور تم کو وہ باتیں سکھائیں کہ جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ اور (اے نبی) تم پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔ آیت ۱۱۳
اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ۝ سورہ بنی اسرائیل	بے شک اس کا فضل آپ پر بڑا ہے آیت ۸۷ میں

غور فرمایئے کہ آیت فضیلت بنی اسرائیل میں صرف فضیلت کا ذکر ہے۔ اور بنی اسمٰعیل میں سے آخری نبیؐ یعنی آنحضرتؐ کے حق میں صرف لفظ " فضل " نہیں بلکہ اس پر الفاظ "عظیماً" اور "کبیراً" کو زیادہ استعمال فرما کر عقل سلیم کو یہ بتا دیا کہ اللہ تعالےٰ کا آپؐ پر قیامت تک بڑا فضل ہے۔ اسی لئے آپؐ کی فضیلت کے ذکر میں "علی العلمین" کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے۔ ان آیات سے آنحضرتؐ کا تمام انبیائؑ سے اور اہل اسلام کا تمام امتوں سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ یہ فضیلت بنی اسمٰعیل کو بخشی گئی تھی اس لئے ان آیات میں اس حقیقت کا اظہار کر دیا گیا۔ ہم نے پادری صاحب کی منہ مانگی

www.toobaaelibrary.com

دلیل کا جواب احسن طریقہ سے تحریر کر دیا ہے ۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "آٹھویں آیت میں بھی وضاحت کے ساتھ قرآن شریف اس فضیلت اور فوقیت کی تخصیص کر کے کہتا ہے ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرما کر ان کو تمام جہان پر فضیلت اور فوقیت بخشی یہ آیت نہایت محکم طور پر ثابت کرتی ہے ۔ کہ مذکورہ بالا تمام آیات اور بالخصوص چھٹی آیت میں ابراہیم کی جس نسل میں کتاب اور نبوت رکھی گئی وہ بنی اسرائیل اور صرف بنی اسرائیل ہی تھی حضرت اسمٰعیل اور بنی اسمٰعیل کتاب اور نبوت سے خارج ہیں اور نہ ان کو تمام جہان پر فضیلت اور فوقیت حاصل ہے ۔" ص ۱۴۲

مجیب: پادری صاحب نے اس آیت کو صفحہ ۱۳۳ پر سورت جاثیہ ع ۲ آیت ۱۵ لکھا ہے حالانکہ یہ آیت ۱۶ ہے ۔

پادری صاحب کے اس وہم کے ہم نے کئی جوابات تحریر کر دئے ہیں جو کہ ایک انصاف پرست اور شریف النفس انسان کے لئے کافی ہیں ۔

قرآنی آیات مبارکہ کا صحیح مفہوم

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ

ترجمہ:۔ اور البتہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی تھی ۔ اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے روزی بھی دی تھی اور ان کو دنیا پر بزرگی بھی دی تھی اور ان کو دین کے کھلے کھلے احکام بھی دیئے پھر انہوں نے اختلاف بھی کیا تو علم آنے کے بعد صرف آپ کی ضد سے بے شک آپ کا رب ان میں

www.toobaaelibrary.com

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ سورہ جاثیہ

قیامت کے دن فیصلہ کر دیگا جس چیز میں کہ وہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے پھر تجھ کو دین کے راستہ پر قائم کیا پھر آپ اسی پر چلیئے اور نادانوں کی خواہشوں پر نہ چلیئے۔ آیات ۱۶ تا ۱۸

یاد رہے کہ ۱۷ و ۱۸ آیات کو ہم نے اپنی طرف سے لکھا ہے تاکہ بات صاف صاف سمجھ میں آجائے۔

مندرجہ بالا قرآنی الفاظ مبارک سے بات صاف صاف سمجھ میں آتی ہے۔ کہ جب تک بنی اسرائیل نے اس نعمت (نبوت) کی قدر کی تو نبوت ان میں رہی جب ان لوگوں نے اس نعمت کی قدر نہ جانی تو پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت عیلسےؑ کے فرمان کے مطابق ان سے نبوت لیکر بنی اسمٰعیلؑ کو دے دی۔ بنی اسمٰعیل میں سے یہ نعمت آنحضرتؐ کو ملی۔ اس مقام پر ۱۷ و ۱۸ آیات میں آنحضرتؐ کی نبوت کا ہی ذکر ہے۔ یہ آیت سورہ بقرہ آیت ۴۷ کی مانند ہے۔ اس آیت کے اصل مطلب کو تفصیل کے ساتھ لکھدیا گیا ہے۔ اس لیئے اس آیت کی طرف رجوع فرمایئے۔

اس قرآنی آیت کا جو مطلب پادری صاحب نے بیان کیا ہے وہ قرآن مجید کے سراسر خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سورہ بقرہ آیت ۱۲۹ میں بنی اسمٰعیل میں سے ایک عظیم الشان رسولؐ کی تشریف آوری کی خبر دیتا ہے اور اسی رسولؐ کو اس مقام کی اٹھارہویں آیت میں بیان فرماتا ہے۔ چونکہ پادری صاحب کی تمام بحث پر پانی پھر جاتا تھا اور من کی بات بنتی نہ تھی اس لیئے آپ نے ۱۷ و ۱۸ آیات کو ترک کرتے اور نہ لکھنے میں ہی ناکامی کو کامیابی سمجھ لیا۔

ناظرین کرام! پادری صاحب کی عقل کو ملاحظہ فرمایئے کہ جو قرآن مجید بنی اسمٰعیل میں سے آنحضرتؐ پر نازل ہوا۔ اور آپؐ کی صداقت کو بار بار بیان فرماتا

www.toobaaelibrary.com

ہے۔ پادری صاحب اسی قرآن مجید سے "دلیل لاکر ارشاد فرماتے ہیں"۔ کہ بنی اسمٰعیل میں سے کوئی نبی نہیں آسکتا۔!!

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ" تاریخ مذاہب بھی اس صداقت کی تائید کرتی ہے کہ جب سے بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل الگ ہوئے یعنی سن ہجری سے دو ہزار سال پہلے کوئی نبی آل اسمٰعیل سے برپا نہیں ہوا۔ اس طویل عرصہ میں صرف بنی اسرائیل میں ہی انبیاء اللہ کا سلسلہ قائم و برقرار رہا پس تاریخ دنیا بھی یہی بتلاتی ہے کہ کتاب اور نبوت صرف بنی اسرائیل کو ہی دی گئی اور ہر دو امور میں اس قوم کو اقوام عالم پر فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔" صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳

مجیب: ہم نے سابقہ سطور میں پادری صاحب کے اس مفروضہ کے کئی جواب تحریر کر دئے ہیں۔ پادری صاحب بلا دلیل ایک ہی بات کی خواہ مخواہ رٹ لگائے جاتے ہیں ممبر صاحب کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ بنی اسرائیل کے سوا کوئی اور نبی برپا نہیں ہوا غور فرمایئے کہ حضرت ایوبؑ جو کہ بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ بنی عیسو میں سے تھے حضرت شعیبؑ جو کہ بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ بنی قطورہ میں سے تھے۔ پس ان دونوں نبیوں کی تشریف آوری کے پیش نظر آپ کا دعویٰ بالکل غلط اور فریب ہے۔

اگر بنی اسمٰعیل میں سے صرف ایک ہی رسولؐ یعنی آنحضرتؐ تشریف لائے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے بنی اسمٰعیلؑ میں سے صرف ایک ہی عظیم الشان رسولؐ کی دعا فرمائی تھی۔

حضرت یعقوبؑ نے بنی اسمٰعیل میں سے صرف ایک ہی شیلوخ (رسول) کی بشارت بیان فرمائی تھی۔

حضرت موسےٰؑ نے بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ایک ہی نبی کی بشارت دی تھی۔

www.toobaaelibrary.com

حضرت عیسٰےؑ نے اپنے بعد بنی اسمٰعیل میں سے ایک رسولؐ یعنی حضرت احمدؐ کی بشارت دی تھی۔

پس قرآن و بائبل اور مذہبی تاریخ اس امر کی پرزور شہادت دیتی ہے کہ بنی اسمٰعیل میں سے ایک اور صرف ایک ہی رسولؐ نے جلوہ افروز ہونا تھا اسی لیے آنحضرتؐ نے تشریف لاکر نبوت کو ختم فرما دیا۔ کیا یہ مقام غور نہیں کہ آپؐ کی وفات سے لیکر آج تک بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی سچا نبی مبعوث نہیں ہوا۔ چودہ سو سال کی یہ مدت دراز آنحضرتؐ کی صداقت اور آپؐ کے خاتم النبیینؐ ہونے کی شہادت دیتی ہے۔

ع سوچنے کی چیز ہے اسے بار بار سوچ

جس طرح ممبر صاحب کہتے ہیں اسی طرح یہودی لوگ بھی حضرت عیسٰےؑ کی بابت کہتے ہیں کہ "جب سے بنی اسرائیل میں نبوت کا آغاز ہوا ہے اس وقت سے لیکر ملاکی نبی تک جتنے بھی حضرات انبیاءؑ تشریف لائے ہیں وہ تمام انسان اور با باپ پیدا ہوئے تھے تاریخ مذہب اور اقوام عالم کی تاریخ اس حقیقت کی پرزور شہادت دیتی ہے۔ پس ایک انسان بلا باپ پیدا ہوا۔ خدائی اور پیغمبری کا دعوٰی کرے ہم اسے کیونکر سچا تسلیم کرلیں؟"

ے آئینہ ہاتھ میں لے اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب! کو دل نہ دینے میں کتنا غرور تھا

پادری صاحب کا مفصّل تبصرہ

آرچڈیکن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم نے اس فصل میں چند قرآنی آیات پر مفصل تبصرہ کیا ہے۔ جن میں حضرت ابراہیم، حضرت اضحاق اور حضرت یعقوب کی نبوت کا ذکر ہے اور ثابت کردیا ہے کہ ان آیات میں حضرت اسمٰعیل اور آل اسمٰعیل کو ابراہیمی وعدہ اور نبوت کی برکت عظمٰی سے خارج کیا گیا ہے۔ صد ۱۴۳

www.toobaaelibrary.com

مجیب : ؏ مجھے یاد ہے ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ممبر صاحب آپ نے صفحہ ۱۳۱ پر فصل دوم کے تحت یہ الفاظ لکھے تھے کہ :-

عدمِ نبوّت اسمٰعیل از روئے قرآن

آخر میں آپ نے چند قرآنی آیات پر تبصرہ کر کے یہ نتیجہ کیونکر نکالا اور یہ کیسے ثابت کر دیا کہ سارے قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں اور آلِ اسمٰعیل ابراہیمی وعدے اور برکتِ نبوت عظمٰی سے خارج ہے؟

جن قرآنی آیات پر آپ نے تبصرہ کیا ہے قرآن مجید صرف انہی آیات کا نام نہیں جس طرح آپ نے اپنے دعوٰی کو ثابت کرنے کے لئے عنوان قائم کیا تھا۔ آپ کا اخلاقی فرض تھا کہ اپنے لکھے ہوئے الفاظ کی لاج رکھتے اور اسی طرح اپنے دعوٰی کو نبھاتے۔ آپ اس دعوٰی کو کیونکر اور کیسے نبھا سکتے تھے جبکہ آپ کا دامن صداقت سے خالی اور جھوٹ و فریب سے بھرپور رہا ہے۔

؏ جب دل ہی ہو نہ سینے میں پھر منہ میں زبان کیوں ہو

آپ نے اس فصل میں ان آیات کو تحریر کیا جن میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا ذکر حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے علاوہ دیگر مقامات پر تھا پھر آپ نے اپنی فطری چالبازی اور ہوشیاری کو بروئے کار لا کر ان میں باطل تاویلات کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند نہیں بلکہ کوئی اور غیر مشہور نبی اور حضرت ابراہیمؑ سے صدیوں بعد ہوئے ہیں۔ اور جن قرآنی آیات میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے عین وسط میں حضرت اسمٰعیلؑ کا نام نبوت کی وجہ سے موجود روشن اور منوّر تھا۔ ان آیات سے آپ کا دل دھڑکتا اور دماغ پگھلتا تھا۔ اس بے بسی اور بے کسی کی حالت میں آپ نے فصل دوم کے مندرجہ بالا عنوان کے تحت ان آیات کا

www.toobaaelibrary.com

ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ ایک دیانت دار مصنف کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ فریقِ ثانی کے تمام دلائل کو نقل کرے اور پھر انہیں اپنے مضبوط اور ٹھوس دلائل سے غلط ثابت کرے ایسا تو وہی کر سکتا ہے جس کے دامن میں صداقت ہو۔ جب دامن اس سے خالی اور کذب و افترا سے بھرپور ہوگا تو پھر "نئے زاویے اور مغربی علوم کے نئے معیار صداقت" پر عمل پیرا نہیں ہوگا تو کیا کرے گا۔؟

احبـاب کیا کارہائے نمایاں کر گئے
بی۔اے کیا نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

ہم نے قرآن پاک کی کئی آیات سے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد اور آپؑ نبی و رسول تھے۔ اور آپؑ کی اولاد میں سے ایک اور صرف ایک ہی نبی رسول اور آخر الزّمان پیغمبر نے مبعوث ہونا تھا وہ ذات قدسی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

اب ہم اس بات پر کہ قرآن مجید حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا قائل ہے۔ پادری صاحب کی دو شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

پادری صاحب کی دو شہادتیں

۱:۔ پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "اے محمد ہم نے تیری طرف ایسی وحی بھیجی جیسی ہم نے نوح اور اس کے بعد اور نبیوں اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسٰے اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی "۔ صـ۳۲ (سورہ نساء)

۲:۔ پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " قرآن شریف اس نکتہ کو بایں الفاظ ادا کرتا ہے قولو اٰمنّا باللہِ وَمَا انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم و

www.toobaaelibrary.com

اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب....... الخ

یعنی تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل

اور اسحاق اور یعقوب...... الخ ص ۱۰۲

پس ہمارا یہ دعویٰ پادری صاحب کی دو شہادتوں سے بھی احسن طریقہ سے ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا قائل اور آپؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد کی حیثیت سے بیان فرماتا ہے۔

؎ کتنے ناداں ہیں تیری بستی کے لوگ
پھول سے خوشبو جدا کرتے رہے

www.toobaaelibrary.com

باب ہفتم

ثبوت نبوّت اسمٰعیلؑ از روئے تورات

ہم اس باب میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت پر تورات سے ثبوت مہیا کریں گے جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگا۔ کہ جس طرح قرآن مجید آپؑ کی نبوت کو بیان فرماتا ہے اسی طرح تورات بھی آپؑ کی نبوت کی پر زور شہادت دیتی ہے۔ ان دلائل پر پادری صاحب کے بچنے بھی اعتراضات ہونگے۔ ان کے جوابات بھی تحریر کریں گے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوّت پر تورات سے پہلا ثبوت

"تب خدا نے فرمایا کہ بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا۔ تو اس کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھونگا" پیدائش $\frac{17}{19}$۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتہ کی معرفت حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل حضرت ابراہیمؑ کو آپؑ کی بشارت اور ساتھ ہی آپؑ کا نام اسحٰقؑ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت اسحٰقؑ نبی تھے۔

اب ذرا حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت بھی سماعت فرمائیے۔

"اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تُو حاملہ ہے۔ اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سُن لیا"۔ پیدائش $\frac{16}{11}$

جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسحٰقؑ کی بابت کلام کیا گیا۔ اسی طرح حضرت ہاجرہ کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت خدا کے فرشتہ نے کلام کیا اور آپ کو حضرت

www.toobaaelibrary.com

اسمٰعیلؑ کی پیدائش سے قبل آپؑ کی بشارت اور آپؑ کا نام اسمٰعیلؑ رکھنے کا حکم فرمایا چونکہ حضرت اسحٰقؑ نبی تھے اس لئے آپؑ کی بابت یہ واقعہ رونما ہوا۔ بالکل اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ بھی نبی تھے۔ اسی لئے آپؑ کی بابت بھی یہی واقعہ پیش آیا۔

یہ واقعہ صرف تورات میں ہی منقول نہیں بلکہ بائبل کی بعض کتابوں میں بھی اس جیسے واقعات بعض دیگر مقدس اور متبرک ہستیوں کے ساتھ بھی پیش آئے ہیں ہم اس پر بائبل سے تین شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

بائبل سے تین شہادتیں

بائبل سے پہلی شہادت: "اور دانیوں کے گھرانے میں صُرعہ کا ایک شخص تھا جس کا نام منوحہ تھا۔ اس کی بیوی بانجھ تھی۔ سو اس کے کوئی بچّہ نہ ہوا۔ اور خداوند کے فرشتہ نے اس عورت کو دکھائی دیکر اس سے کہا دیکھ تو بانجھ ہے اور تیرے بچّہ نہیں ہوتا پر تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ سو خبردار رہ یا نشہ کی چیز نہ پینا اور نہ کوئی ناپاک چیز کھانا۔ کیونکہ دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کے سر پر کبھی استرہ نہ پھرے اس لئے کہ وہ لڑکا پیٹ ہی میں خدا کا نذیر ہوگا۔ اور وہ اسرائیلیوں کو فلستیوں کے ہاتھ سے رہائی دینا شروع کرے گا"۔ قضات $\frac{13}{2 \text{ تا } 5}$۔

بائبل سے دوسری شہادت: "اس کے بیٹا ہوگا اور تُو اس کا نام یسوع رکھنا۔ کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دیگا"۔ متّی $\frac{1}{21}$

بائبل سے تیسری شہادت: "مگر فرشتہ نے اس سے کہا اے زکریاہ! خوف نہ کر تیری دعا سن لی گئی اور تیرے لئے تیری بیوی الیشبع کے بیٹا ہوگا۔ تُو اس کا نام یوحنّا رکھنا"۔ لوقا $\frac{1}{13}$۔

ان تینوں حضرات کی بابت اتفاق ہے کہ یہ حضرات نبی تھے۔ پس یہ بات روز

www.toobaaelibrary.com

روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت بھی ایسے ہی ہوا ہے۔ اس لئے آپؑ بھی نبی تھے۔ دیکھو تورات حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا کیسا بہترین ثبوت دیتی ہے

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیمؑ نبی تھے اس لئے حضرت اسحٰقؑ کی بابت حضرت خلیلؑ کو جو خبر دی تھی وہ نبوت کے لحاظ سے تھی۔ مگر حضرت ہاجرہ نبیّہ نہ تھیں اس لئے حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت جو خبر آپ کو دی گئی تھی وہ غیر نبی کی حیثیت سے تھی۔

اس پر ہم کہیں گے کہ "پہلی شہادت" میں جو عورت کو خبر دی گئی ہے وہ بھی نبیّہ نہ تھی اور "دوسری شہادت" میں جو جناب یوسف کو خبر دی گئی ہے جناب یوسف بھی نبی نہ تھے۔ پس یہ قول قابل سماعت نہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر نبی کے لئے اس کی پیدائش سے قبل اس کا نام ضرور بتایا جاتا ہے مگر یہ ضرور ہوتا ہے کہ جب کسی مرد یا عورت کو بیٹے کی بشارت اور ساتھ ہی اس کا نام رکھنے کا حکم ہوتا ہے تو یہ متبرک ہستی ضرور ہی نبی ہوتی ہے۔

غور فرمایئے کہ حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی حضرت قطورہ کے بطن مبارک سے جو چھ لڑکے حضرت ابراہیمؑ کے ہاں ہوئے تھے۔ ان میں سے نہ تو کسی لڑکے کی پیدائش سے قبل حضرت ابراہیمؑ یا حضرت قطورہ کو بشارت ملی نہ ان کے نام رکھنے کا حکم ملا اللہ تعالےٰ نے عملی طور پر ایسا کر کے یہ دکھا دیا۔ کہ چونکہ حضرت ابراہیمؑ کے دو ہی لڑکوں یعنی حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ نے نبی بننا تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کے نام خود رکھے اور آپؑ کے باقی چھ لڑکوں میں سے کسی نے نبی نہیں بننا تھا۔ اس لئے اُن کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا!! پس یہ بات احسن طریقہ سے ثابت ہوگئی کہ جس طرح حضرت اسحٰقؑ۔ حضرت مسیحؑ اور حضرت یوحنّاؑ نبی تھے اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ بھی نبی تھے۔

چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش کی بشارت سورہ صافات آیت ۱۰۱۔ اور تورات کی کتاب پیدائش ۱۶/۱۱ میں موجود ہے۔ اس لئے ان دونوں مقامات میں پادری صاحب کے

www.toobaaelibrary.com

اس اعتراض کا بہترین جواب موجود ہے جو آپ نے صفحہ ۱۳۳ پر لکھا ہے۔
ناظرین کرام! ہم نے صفحہ ۱۳۳ کے جواب میں پر لطف دلیل لکھنے کا جو وعدہ کیا تھا۔ وہ یہی دلیل تھی۔

پادری صاحب ایم۔اے ہیں مگر اس مقام پر خاموش اور بالکل خاموش ہیں۔ آپ خاموش رہنے والے نہ تھے۔ بہر حال آپ کی یہ خاموشی معنی خیز ہے۔

بھاتی نہیں نگاہ کو یہ تیز روشنی ؎
اے چاند ڈوب جا کہ طبیعت اُداس ہے

نہایت غور کا مقام

حضرت ابراہیمؑ کا نام بائبل میں "ابرہام" ہے۔ یہ دو لفظوں سے مرکب ہے "ابر" اور "ہام" جس کا ترجمہ "قوموں کا باپ" ہے۔ پیدائش ۱۷/۵ کا حاشیہ
حضرت اسمٰعیلؑ کا نام بھی اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کی طرح دو لفظوں سے مرکب ہے: "اسمع" اور "ایل" جس کا ترجمہ "خدا سنتا ہے"۔ پیدائش ۱۶/۱۱ کا حاشیہ
حضرت اسحٰقؑ کا نام بائبل میں "اضحاقؑ" ہے۔ یہ لفظ مفرد ہے۔ جس کا ترجمہ "ہنسنا"۔ پیدائش ۱۷/۱۹ کا حاشیہ
اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے یہ نام رکھ کر عقل سلیم کے لئے ان دونوں یعنی حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے مبارک ناموں میں کیسی پیاری اور بہترین بات بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان تینوں مقدس ہستیوں کے ناموں کی مناسبت

حضرت ابراہیمؑ (بنی اسمٰعیل۔ بنی اسرائیل۔ بنی قطورہ اور بنی عیسو) کئی قوموں کے باپ۔

www.toobaaelibrary.com

تھے اس لئے اس مناسبت کی وجہ سے آپؑ کا نام "ابرہامؑ" رکھا گیا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے نام میں دو وجہ پائی جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ آپؑ کی امی جان حضرت ہاجرہ کے دکھ کو اللہ تعالےٰ نے سن لیا تھا اس مناسبت کی وجہ سے آپؑ کا نام حضرت "اسمٰعیلؑ" ہوا۔ دوم یہ کہ آپؑ کے ابّا جان حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالےٰ کے دربار عالیہ میں اپنے لئے ایک لڑکے کی دعا کی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے آپؑ کی اس دعا کو قبول فرما کر حضرت اسمٰعیلؑ کو پیدا فرمایا تھا۔ اس لئے آپؑ نے اسی مناسبت کی وجہ سے اپنے اکلوتے بیٹے کا نام حضرت "اسمٰعیلؑ" رکھا۔ بہرحال آپؑ اپنے والدین کے لئے حضرت "اسمٰعیلؑ" ہی تھے۔ یہ نام حضرت ہاجرہ نے نہیں بلکہ حضرت ابراہیمؑ نے رکھا تھا۔ جیسا کہ کتاب پیدائش سے ظاہر ہے۔

"اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا۔ اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا"۔ ۱۶/۱۵۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ کو جب حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کی بشارت سنائی گئی۔ تو دونوں ہی ہنسے تھے۔ پیدائش ۱۷/۱۷ نیز پیدائش ۱۸/۱۲۔ تو اس ہنسنے کی مناسبت کی وجہ سے حضرت اسحٰقؑ کا نام "اضحاقؑ" رکھا گیا۔ بہرحال حضرت اسحٰقؑ اپنے والدین کیلئے حضرت "اضحاقؑ" ہی تھے۔ مندرجہ بالا الفاظ سے یہ تو خوب ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جن لڑکے کو دعا کے ذریعہ سے حاصل کیا تھا۔ وہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی تھے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اصل مصداق حضرت اسمٰعیلؑ کو ہی قرار دیتا ہے۔ سورہ صافات آیات ۱۰۰ و ۱۰۱

حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوّت پر تورات سے دوسرا ثبوت

"تب ابرہام نے دم چھوڑ دیا اور خوب بڑھاپے میں نہایت ضعیف اور پوری عمر کا ہو کر وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا"۔ پیدائش ۲۵/۸۔

www.toobaaelibrary.com

"تب اضحاق نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور بوڑھا اور پوری عمر کا ہو کر اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کے بیٹوں عیسو اور یعقوب نے اسے دفن کیا"۔ پیدائش ۳۵/۲۹

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ نبی تھے۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کی نبوت کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر ان دونوں حضرات پر" اپنے لوگوں میں جا ملا "کے الفاظ استعمال کئے گئے۔

اب ذرا حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت بھی توراۃ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"اور اسمٰعیلؑ کی کل عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی۔ تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا"۔ پیدائش ۲۵/۱۷

جس طرح پہلے دونوں حضرات انبیاءؑ پر زیر بحث الفاظ بولے گئے ہیں۔ چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ بھی اپنی زندگی میں نبی تھے۔ اسی نبوت کے مقام و مرتبہ کے ادب و احترام کی وجہ سے آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ پر بھی" اپنے لوگوں میں جا ملا "کے الفاظ بولے گئے۔ پس صاف صاف ظاہر ہوا کہ توراۃ کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ اسی طرح نبی تھے جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ۔

اس ثبوت پر ہمارے مخاطب کو اعتراض ہے۔ اب آپ اس اعتراض کو ملاحظہ فرمائیے۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ" مولوی صاحب غضب کرتے ہیں جو جملہ اپنے لوگوں میں جا ملا۔ سے کسی شخص کی نبوت کا خیال اخذ کرتے ہیں! عبرانی محاورہ کیمطابق یہ جملہ وہی زور رکھتا ہے جیسا ہمارے محاورہ میں جنت نصیب ہونا یا غریق مغفرت ہونا اس عبرانی محاورہ کی بنیاد یہ ہے کہ ہر مرنے والا وہیں جاتا ہے جہاں اس کے آباؤ اجداد گئے ہیں۔ اگر مولوی صاحب کی دلیل کو مان لیا جائے اور یہ درست و صحیح ہو کہ مرنے کے بعد اپنے لوگوں میں مل جانے سے اسمٰعیل نبی ہو گئے۔ تو آپ کے مطابق دعویٰ نبوت

www.toobaaelibrary.com

کی اصلیت یہ ہوئی کہ حضرت اسمٰعیل جیتے جی تو نبی نہ ہوئے (اور ہم بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہتے) مگر موت کے بعد نبی ہو گئے !! پر اگر کوئی شخص مرنے کے بعد کسی نبی سے جا ملے تو وہ نبی نہیں ہو جاتا ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ عیسائیوں کا دعوٰی کہ اسمٰعیل کی نبوت توراۃ شریف سے ثابت نہیں ہوتی کس پایہ کا ہے اور مسلمانوں کا ان کے دعوٰی سے انکار کرنا کس قسم کے مضحکہ خیز دلائل پر مبنی ہے" صہ ۱۲۳ و ۱۲۴

مجیب: ہم نے پادری صاحب کے اعتراض کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا اور نمبر اپنی طرف سے لگائے ہیں تاکہ آپ کو جوابات سمجھنے میں آسانی رہے۔ اب آپ ترتیب وار جوابات ملاحظہ فرمائیے۔

پہلے نمبر کا جواب: جب قیس معظم آرچڈیکن صاحب کو کچھ سوجھائی نہیں دیتا اور ہماری دلیل کا کوئی بھی صحیح جواب نہیں بن پڑتا تو پھر آپ کبھی مولوی صاحب غضب کرتے ہیں کبھی مولوی صاحب آیت کا مطلب نہیں سمجھے۔ کبھی حیرانی کا اظہار۔ کبھی عبرانی محاورہ کی گردان لگانا۔ اور کبھی غلط ترجمہ کا راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سب حربے اور بہانے ممبر صاحب کی بے بسی اور بے کسی کا برملا اظہار کرتے ہیں۔

دوسرے نمبر کا جواب: اگر زیر بحث جملہ کا یہی مطلب ہے جو آپ نے لکھا ہے تو پھر کیا حضرت سارہ جنتی اور غریق مغفرت نہ تھیں؟ کیونکہ ان کی وفات پر یہ الفاظ نہیں بولے گئے؟

"اور سارہ کی عمر ایک سو ستائیس برس کی ہوئی۔ سارہ کی زندگی کے اتنے ہی سال تھے۔ اور سارہ نے قریت اربع میں وفات پائی یہ کنعان میں ہے اور حبرون بھی کہلاتا ہے اور ابرہام سارہ کے لیئے ماتم اور نوحہ کرنے کو وہاں گیا" پیدائش ۲۳ / ۱ و ۲

"اور اضحاق ربقہ نے اپنی ماں کے ڈیرے میں لے گیا۔ تب اس نے ربقہ سے بیاہ کر لیا اور اس سے محبت کی اور اضحاق نے اپنی ماں کے مرنے کے بعد تسلی پائی" پیدائش ۲۴ / ۶۷

www.toobaaelibrary.com

پیدائش کے ان دونوں مقامات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب نے "اپنے لوگوں میں جا ملا" کا جو مطلب اور مفہوم تحریر کیا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ حضرت سارہ یقیناً جنتی اور غریق مغفرت ہیں مگر آپ پر یہ الفاظ نہیں بولے گئے پس یہ بات بخوبی ظاہر ہوئی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ اپنی اپنی زندگیوں میں نبی تھے اور ان کی نبوتوں کے ادب و احترام کے پیش نظر ان کی وفات کے بعد زیر بحث جملہ بولا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ بھی اپنی زندگی میں نبی تھے اور مقام نبوت کے لحاظ سے ان کی وفات کے بعد ان پر بھی یہی جملہ بولا گیا ہے۔

تیسرے نمبر کا جواب: یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ مثلاً زید کا لڑکا اختر ہے۔ زید ایماندار نیک ہے تو زید اپنی وفات کے بعد جنت میں جائے گا۔ زید کا لڑکا اختر بے ایمان اور بدکار ہے تو اختر اپنی موت کے بعد اپنے باپ سے نہیں جا ملے گا۔ بلکہ جہنم میں جائے گا۔ پس اس لحاظ سے آپ کی بات کچی اور بودی ہے۔

چوتھے نمبر کا جواب: آپ نے یہ الفاظ لکھ کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کہ آپ کے دل میں حضرت اسمٰعیلؑ کا ادب و احترام موجود ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ آپ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی شان میں ایسے گستاخانہ اور نازیبا الفاظ لکھے ہیں جن کو ایک گنوار اور تہذیب و تمدن سے محروم انسان بھی نہیں کہہ سکتا آپ تو ایم۔ اے ہیں۔ اس کے آگے اور آپ اپنے "حسنِ اخلاق" کا کیا مظاہرہ کر سکتے تھے! شاید آپ ان الفاظ کو فراموش کر چکے ہوں تو یاد دہانی کے لئے آپ اپنی کتاب کا صفحہ ۱۲۲ کی ستارہویں سطر سے لیکر صفحہ ۱۲۳۔ کی دوسری سطر "یہی حال حضرت اسمٰعیل کا تھا" تک۔ پر نگاہ ڈالیئے۔ اس مقام کو پڑھ کر انسانی شرافت سر پٹا اٹھتی ہے۔ یاد رہے کہ اس مقام کو کتاب کے آغاز میں "کتاب میں طرزِ بیان اور پادری صاحب کے انسانی اخلاق کا نمونہ" کے تحت نقل کیا گیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

پانچویں نمبر کا جواب :؛ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ اپنی اپنی زندگیوں میں نبی تھے۔ ان کے اس مرتبہ اور علوشان کے پیش نظر زیر بحث جملہ ان کی وفات کے بعد ان حضراتؑ پر بولا گیا۔ بالکل اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ بھی اپنی زندگی میں نبی تھے۔ اسی مقام اور علوشان کے پیش نظر آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ پر بھی یہ جملہ بولا گیا ہے۔ آپ سے اس بات کا کوئی معقول اور صحیح جواب بن نہیں پڑا۔ اس لئے آپ نے موت کے بعد کا افسانہ شروع کر دیا :؛

چھٹے نمبر کا جواب :؛ جب آپ کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ نبی ہی نہیں ہیں تو پھر آپ اپنی وفات کے بعد اپنے ابّا جان حضرت ابراہیمؑ نبی کے ساتھ جنت میں کیسے مل گئے؟ جبکہ نبی اور غیر نبی ایماندار اور بے ایمان انسان میں فرق ہے اسی طرح نبی کی جنت اور غیر نبی ایماندار اور نیک آدمی کی جنت میں بھی فرق ہے۔ بالفاظ دیگر دونوں وجود اپنے روحانی مراتب کے لحاظ سے جدا جدا اور الگ الگ جنت میں ہونگے۔ چونکہ آپ کی تحریر میں یہ ہے کہ "پر اگر کوئی شخص مرنے کے بعد کسی نبی سے جا ملے تو وہ نبی نہیں ہو جاتا" آپ کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ اپنی وفات کے بعد اپنے ابّا جان حضرت ابراہیمؑ نبی سے جا ملے تھے۔ پس ممبر صاحب کے اپنے الفاظ ہی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت اسمٰعیلؑ نبی ہیں تبھی تو آپؑ حضرت ابراہیمؑ سے جا ملے تھے۔

ساتویں نمبر کا جواب :؛ ناظرین کرام! غور فرمایئے کہ ہم نے اپنے ثبوت کی شہادت میں تورات سے حضرت سارہ کی وفات کے لفظ کو پیش کیا ہم نے جو ثبوت تورات سے مہیّا کئے۔ یہ مضحکہ خیز ٹھہرے مگر پادری صاحب اپنے الفاظوں سے کھیلتے۔ بے پر کی اڑاتے اور زیر بحث الفاظ کی تردید اندرون تورات سے بھی نہ دکھاتے ہوئے گزر گئے۔ تو بھی ان سے پادری صاحب ایم۔ اے کا "کس پایہ" کا ثبوت ثابت ہوگیا :؛

www.toobaaelibrary.com

ے اک پیشہ عشق تھا سو عوض مانگ کر
رسوا اسے بھی کر گئی سوداگروں کی ذات

آٹھویں نمبر کا جواب: "مضحکہ خیز دلائل پر مبنی ہے" پادری صاحب کے یہ الفاظ آپ کو کسی حال میں بھی زیب نہیں دیتے کیونکہ ہم نے اپنے دعویٰ میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کی صداقت پر تورات کی کتاب۔ کتاب پیدائش ۲۵/۹ ۔ ۳۵/۲۱ اور ۲۵/۱۷ ان میں سے "اپنے لوگوں میں جاملا" کے الفاظوں کو نقل کیا۔ مگر قسیس معظم آرچڈیکن اپنی علمی قابلیت کی بنا پر تورات کی ان آیات کو "مضحکہ خیز دلائل" قرار دیتے ہیں۔ اب ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے کہ تورات کے ان مقامات کو "مضحکہ خیز دلائل" قرار دینے سے زبردست ضرب اور خطرناک چوٹ کس کتاب پر پڑتی ہے؟

ے اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

بہر حال ہمارا یہ دعویٰ بخوبی ثابت ہو گیا کہ تورات حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کی قائل ہے۔

ناظرین کرام: آپ پر یہ بات خوب روشن ہو گئی ہوگی کہ تورات سے ہمارے دلائل کتنے قوی اور ٹھوس ہیں۔ اور پادری صاحب کی خیالی اور فرضی باتیں کتنی بودی، کچی اور مضحکہ خیز ہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوّت پر تورات سے تیسرا ثبوت

"تُو اسی ملک میں قیام رکھ اور میں تیرے ساتھ رہوں گا اور تجھے برکت بخشونگا کیونکہ میں تجھے اور تیری نسل کو یہ سب ملک دونگا اور میں اس قسم کو جو میں نے تیرے باپ ابرہام سے کھائی پورا کرونگا۔" پیدائش ۲۶/۳

www.toobaaelibrary.com

حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ خدا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ آپؑ نبی تھے اور اس بات پر اتفاق ہے۔

اب حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت بھی توراۃ کے الفاظ سماعت فرمائیے۔

"اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا"۔ پیدائش ۲۱/۲۰

جس طرح حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ خدا تھا آپؑ نبی تھے اور اس بات پر اتفاق ہے اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ بھی خدا تھا پس ثابت ہوا کہ آپؑ بھی نبی تھے۔ توراۃ کے ان الفاظ کے پیش نظر اس بات پر بھی اتفاق ہونا چاہیئے۔

اس ثبوت پر پادری صاحب کو اعتراض ہے اس لیئے آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اچھا صاحب! اگر آپ کی دلیل کے موافق خدا کا کسی کے ساتھ ہونا (اور خدا کس کے ساتھ نہیں؟) اس کو نبی بنا دیتا ہے تو ہم اور نبیوں کا بھی پتہ آپ کو بتائے دیتے ہیں! دیکھئے۔ خداوند خدا ساتھ ہے۔ اسرائیل کے تمام جنگی مردوں کے (استثنا ۱/۲۰ ۲/۱۴/۶ - ۲ تواریخ ۳/۱۳/۱۲ و ۴/۳۲/۸ وغیرہ) خداوند تمام قوم اسرائیل کے ساتھ ہے (گنتی ۵/۱۴/۹ استثنار ۶/۲۰/۴ وغیرہ) خداوند ساتھ ہے۔ آسا بادشاہ کے اور نبی یہوداہ کے تین لاکھ آدمیوں کے اور بنیمین کے دو لاکھ اسّی ہزار آدمیوں کے (۲ تواریخ ۷/۱۵/۲ و ۸/۱۴/۸) اب اگر ہمارے مخاطب چاہیں تو ان لاکھوں جنگی مردوں۔ سورماؤں اور کل قوم بنی اسرائیل کو نبی مان لیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ نبی نہ تھے"۔ صفحہ ۱۲۲

مجیب: خط کشیدہ الفاظ کی بابت جواباً عرض ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے اور اس بات پر اتفاق ہے۔ اور پھر خود اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (میں تیرے ساتھ ہوں) ایک بے معنی بات ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی بات بے معنی نہیں ہوتی۔ پس اس کا یہ مطلب ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ الفاظ فرمائے وہ دیگر لوگوں سے روحانی طور

www.toobaaelibrary.com

پر ممتاز اور تورات کے نزدیک نبی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ
کی بابت ان الفاظوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

آپ نے جن حوالہ جات کو ہمارے ثبوت کو باطل کرنے کیلئے تحریر کیا ہے۔ وہ آپ
کو بہت مہنگے پڑیں گے نہ معلوم کہ آپ نے ایم۔ اے ہوکر ان حوالہ جات کو کیونکر نقل
کر دیا؟ ان حوالہ جات سے ہمارے ثبوت کو ہزار دقت سے بھی غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا
بہرحال ان حوالہ جات کی کل تعداد آٹھ ہے۔ ان حوالہ جات پر نمبر ہم نے لگائے ہیں ہم پہلے
ان حوالہ جات کو بائبل سے نقل کرتے ہیں اور بعد میں ان کے جوابات کی طرف توجہ دیں گے

۱:۔ "جب تُو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو جائے اور گھوڑوں اور رتھوں اور
اپنے سے بڑی فوج کو دیکھے تُو اُن سے ڈر نہ جانا۔ کیونکہ خداوند تیرا خدا جو تجھ کو
ملک مصر سے نکال لایا تیرے ساتھ ہے۔" استثنار ۲۰/۱

۲:۔ "۵۔ اور خداوند ان کو تم سے شکست دلائیگا اور تم اُن سے اُن سب حکموں
کے مطابق پیش آنا جو میں نے تم کو دئے ہیں۔ ۶۔ تو مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ
مت ڈر اور نہ اُن سے خوف کھا کیونکہ خداوند تیرا خدا خود ہی تیرے ساتھ جاتا
ہے۔ وہ تجھ سے دست بردار نہیں ہوگا اور نہ تجھ کو چھوڑے گا۔" استثنا ۳۱/۵ و ۶
یاد رہے کہ آیت ۵ کو مطلب سمجھانے کیلئے ہم نے اپنی طرف سے لکھا ہے۔

۳:۔ "۱۲۔ اور دیکھو خدا ہمارے ساتھ ہمارا پیشوا ہے۔ اور اس کے کاہن تمہارے
خلاف سانس باندھ کر زور سے پھونکنے کو نرسنگے لئے ہوئے ہیں۔ اے بنی اسرائیل
خداوند اپنے باپ دادا کے خدا سے مت لڑو کیونکہ تم کامیاب نہ ہوگے۔ ۱۳۔ پر
یربعام نے ان کے پیچھے کمین لگوادی سو وہ بنی یہوداہ کے آگے رہے اور کمین پیچھے
تھی۔ ۱۴۔ جب بنی یہوداہ نے پیچھے نظر کی تو کیا دیکھا کہ لڑائی اُن کے آگے اور پیچھے
دونوں طرف سے ہے اور انہوں نے خداوند سے فریاد کی اور کاہنوں نے نرسنگے

www.toobaaelibrary.com

پھونکے۔ ۱۵۔ تب یہوداہ کے لوگوں نے للکارا اور جب انہوں نے للکارا تو ایسا ہوا کہ خدا نے ابیاہ اور یہوداہ کے آگے یربعام کو سارے اسرائیل کو مارا"۔ ۲ تواریخ ۱۳/۱۲ تا ۱۵ یاد رہے کہ اس مقام پر ۱۳ تا ۱۵ آیات کو ہم نے اپنی طرف سے لکھا ہے خط کشیدہ الفاظ بادشاہ ابیاہ کے ہیں جیسا کہ اسی کتاب اور اسی باب آیت ۴ میں یوں ہے کہ " اور ابیاہ صمریم کے پہاڑ پر جو افرائیم کے کوہستانی ملک میں ہے کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا اے یربعام اور سب اسرائیلیو! میری سنو"۔

یاد رہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ لوگوں نے باغی ہو کر ایک سردار یربعام کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا۔ اس سلطنت کا نام " اسرائیلی سلطنت " تھا۔ اور دوسرے اسرائیلیوں نے حضرت سلیمانؑ کے لڑکے رحبعام کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا تھا اور اس سلطنت کا نام " یہوداہ کی سلطنت " تھا۔ مذکورہ بالا آیات میں ان دونوں سلطنتوں کی لڑائی کا ذکر ہے۔

۴: " ۷۔ ہمت باندھو اور حوصلہ رکھو اور اسور کے بادشاہ اور اس کے سارے انبوہ کے سبب سے نہ ڈرو نہ ہراسان ہو کیونکہ وہ جو ہمارے ساتھ ہے اس سے بڑا ہے جو اس کے ساتھ ہے۔ ۸۔ اس کے ساتھ بشر کا ہاتھ ہے۔ لیکن ہمارے ساتھ خداوند ہمارا خدا ہے کہ ہماری مدد کرے اور ہماری لڑائیاں لڑے۔ سو لوگوں نے شاہ یہوداہ حزقیاہ کی باتوں پر تکیہ کیا"۔ ۲ تواریخ ۳۲/۷ و ۸۔ آیت ۷ کو ہم نے اپنی طرف سے مطلب سمجھانے کے لئے لکھا ہے اور خط کشیدہ الفاظ شاہ یہوداہ حزقیاہ کے ہیں۔

۵: " ۶۔ اور نون کا بیٹا یشوع اور یفنّہ کا بیٹا کالب جو اس ملک کا حال دریافت کرنے والوں میں سے تھے۔ اپنے اپنے کپڑے پھاڑ کر۔ ۷۔ بنی اسرائیل کی ساری جماعت سے کہنے لگے کہ وہ ملک جس کا حال دریافت کرنے کو ہم اس میں سے گذرے

www.toobaaelibrary.com

نہایت اچھا ملک ہے۔ ۸۔ اگر خدا ہم سے راضی رہے تو وہ ہم کو اس ملک میں پہنچائیگا اور وہی ملک جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے ہم کو دے گا۔ ۹۔ فقط اتنا ہو کہ تم خداوند سے بغاوت نہ کرو اور نہ اس ملک کے لوگوں سے ڈرو۔ وہ تو ہماری خوراک ہیں۔ ان کی پناہ ان کے سر پر سے جاتی رہی ہے۔ اور ہمارے ساتھ خداوند ہے۔ سو ان کا خوف نہ کرو۔ ۱۰۔ تب ساری جماعت بول اٹھی کہ ان کو سنگسار کرو۔ اس وقت خیمۂ اجتماع میں سب بنی اسرائیل کے سامنے خداوند کا جلال نمایاں ہوا"۔ گنتی ۱۴/۶ تا ۱۰

خط کشیدہ الفاظ حضرت یشوعؑ اور جناب کالب کے ہیں یاد رہے کہ ہم نے ۶ تا ۱۰ آیات کو صرف اس لئے نقل کیا ہے تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔

۶:۔ "کیونکہ خداوند تمہارا خدا تمہارے ساتھ ساتھ چلتا ہے تاکہ تم کو بچانے کو تمہاری طرف سے تمہارے دشمنوں سے جنگ کرے"۔ استثناء ۲۰/۴

۷:۔ "۱۔ اور خدا کی روح عزریاہ بن عودد پر نازل ہوئی۔ ۲۔ اور وہ آسا سے ملنے کو گیا اور اس سے کہا اے آسا اور سارے یہوداہ اور بنیمین میری سنو۔ خداوند تمہارے ساتھ ہے جب تک تم اس کے ساتھ ہو۔ اور اگر تم اس کے طالب ہو تو وہ تم کو ملیگا پر اگر تم اسے ترک کرو تو وہ تم کو ترک کریگا"۔ ۲ تواریخ ۱۵/۱ و ۲

اس مقام پر پہلی آیت کو ہم نے نقل کیا ہے۔ اس جگہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عزریاہ اپنی قوم کو تبلیغ کر رہے ہیں اور اس جگہ "خدا تمہارے ساتھ"، ان الفاظ کا صاف صاف مطلب اللہ تعالےٰ کی شریعت پر عمل کرنا ہے۔ یعنی اس جگہ زیر بحث الفاظ روحانی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

۸:۔ " اور آسا کے پاس بنی یہوداہ کے تین لاکھ آدمیوں کا لشکر تھا جو ڈھال اور بھالا اٹھاتے تھے اور بنیمین کے دو لاکھ اسّی ہزار تھے۔ جو ڈھال اٹھاتے اور تیر چلانے

www.toobaaelibrary.com

تھے یہ سب زبردست سورما تھے"۔ ۲ تواریخ ۱۴/۸

پادری صاحب نے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "خداوند ساتھ ہے آسا بادشاہ کے اور بنی یہوداہ کے تین لاکھ آدمیوں کے اور بنیمین کے دو لاکھ اسّی ہزار آدمیوں کے (۲ تواریخ ۱۵/۲ و ۱۴/۸)" صد ۱۲۲

مگر ۲ تواریخ ۱۴/۸ میں پادری صاحب کے خط کشیدہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ قسیس معظم آرچڈیکن صاحب جھوٹ فرماتے ہیں۔ ساتویں حوالہ کا جواب گزر چکا ہے۔ باقی چھ حوالہ جات کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔

یہ بات یاد رہے کہ ان میں سے بعض مقامات میں زیر بحث الفاظ اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمائے بلکہ بادشاہوں، حضرت یشوع بن نون ؑ اور جناب کالب کے ہیں۔

ان تمام حوالہ جات میں لڑائیوں اور جنگوں کا ذکر ہے۔ لڑائیوں اور جنگوں کے قرائن کی وجہ سے ان تمام مقامات میں "خدا کے ساتھ" ہونے کا صاف صاف مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ بنی اسرائیل کو فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔"

لڑائیوں اور جنگوں کے ایّام میں ایسا ہوتا ہی ہے کہ بادشاہ لوگ اپنی اپنی فوج کے حوصلے اور ہمت بلند کرنے کے لیے کہا کرتے ہیں (خدا تمہارے ساتھ ہے یا خدا تمہارا حامی و ناصر ہے) ان الفاظ کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہیں جنگ میں فتح و نصرت عطا فرمائے۔ مگر جس مقام کو ہم نے حضرت اسمٰعیل ؑ کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اس میں زیر بحث الفاظ یعنی" اور خدا اُس لڑکے کے ساتھ تھا" میں جنگ اور لڑائی کا کوئی قرینہ موجود نہیں جو اس مقام پر زیر بحث الفاظ کے نبوت کے معنوں اور مفہوم کو ردّ کر سکے پس یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ جس طرح حضرت اسحٰق ؑ کے ساتھ خدا تھا۔ اور آپ ؑ نبی تھے۔ بالکل اسی طرح حضرت اسمٰعیل ؑ کے ساتھ خدا تھا۔ لہذا آپ ؑ بھی نبی تھے۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ " عبرانی محاورہ کے مطابق خدا کا کسی کے ساتھ

www.toobaaelibrary.com

ہونا سے مراد خدا کی مدد اور یاوری کا اس کے شامل حال ہونا ہے۔ اس سے کسی شخص کا عہدۂ نبوت پر سرفراز کیا جانا مراد نہیں ہو سکتا"۔ ص ۱۲۲

مجیب: لیکن یہ بات قرائن کے موجود ہونے سے معلوم ہو گی کہ زیرِ بحث الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مدد و یاوری کس طرح کی مراد ہے؟ مادی یا روحانی؟

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "آپ یہ کہئے کہ خدا اسمٰعیل کے ساتھ تھا اور وہ تیراندازی میں ماہر ہو گیا۔ نہ یہ کہ خدا اسمٰعیل کے ساتھ تھا اور وہ نبی ہو گیا"۔ ص ۱۲۳

مجیب: گویا ممبر صاحب کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ خدا ہونے کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ آپؑ تیراندازی میں "ماہر ہو گئے تھے"۔ پادری صاحب غلط فرماتے ہیں کیونکہ اگر ان الفاظ کا یہی مطلب ہوتا تو پھر حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت "ماہر ہونے" کے الفاظ ہونے چاہیئے تھے۔ مگر تورات حضرت اسمٰعیلؑ کے حق میں صرف "تیرانداز بنا" کے الفاظ بولتی ہے اور "ماہر ہونے کا ذکر تک" نہیں کرتی۔ پس تورات کے ایسا کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ خدا ہونے کا صحیح مطلب اور واضح مفہوم صرف یہی ہے کہ آپؑ نبی تھے اور نبوت کی وجہ سے آپؑ پر یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے حق میں زیرِ بحث الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ آپؑ جوان ہو گئے تو جواباً عرض ہے کہ یہ بات بالکل بودی ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی وہ اولاد جو آپؑ کے ہاں حضرت قطورہ سے ہوئی ان میں سے کسی ایک پر یہ الفاظ نہیں بولے گئے تو بھی یہ حضرات جوان ہوئے۔ نیز حضرت عیسو کی بابت بھی یہ الفاظ نہیں پھر بھی حضرت عیسو جوان ہوئے۔ پس معلوم ہوا یہ بات بھی غلط ہے۔

www.toobaaelibrary.com

تورات کی ایک بہترین اور ٹھوس شہادت

اب ہم اس مقام پر تورات کی ایک بہترین اور ٹھوس شہادت اپنے دعویٰ کی صداقت پر پیش کرتے ہیں۔

" اور وہ لڑکے بڑھے اور عیسو شکار میں ماہر ہو گیا اور جنگل میں رہنے لگا۔ اور یعقوب سادہ مزاج ڈیروں میں رہنے والا آدمی تھا"۔ پیدائش ۲۵/۲۷

غور فرمائیے! کہ حضرت عیسو (جو کہ حضرت اسحٰقؑ کے لڑکے اور نبی نہ تھے) کیساتھ خدا بھی نہ ہو۔ اور آپ شکار میں "ماہر ہو جائیں" اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ خدا بھی ہو مگر آپؑ صرف "تیرانداز ہی بنیں"، اور تیراندازی میں "ماہر" نہ ہو سکیں۔ عقل سلیم کو تورات کے ان دونوں مقامات سے بنظر غور فرق دیکھنا چاہیئے۔

مذکورہ بالا مقام کے علاوہ تورات کسی مقام پر بھی حضرت عیسو پر زیر بحث الفاظ نہیں بولتی اگر حضرت ابراہیمؑ کے بڑے لڑکے حضرت اسمٰعیلؑ پر تورات یہ الفاظ بولتی ہے تو حضرت اسحٰقؑ کے بڑے لڑکے حضرت عیسو پر یہ الفاظ کیوں نہیں بولتی؟ حالانکہ حضرت اسحٰقؑ کو حضرت عیسو حضرت یعقوبؑ سے زیادہ پیارے تھے۔ جیسا کہ پیدائش سے ظاہر ہے " اور اضحاق عیسو کو پیار کرتا تھا کیونکہ وہ اس کے شکار کا گوشت کھاتا تھا۔ اور ربقہ یعقوب کو پیار کرتی تھی" ۲۵/۲۸

آخر تورات نے یہ طرز بیان کیوں اختیار کیا ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نبی تھے۔ اس لئے آپؑ پر زیر بحث الفاظ بولے گئے۔ اور حضرت عیسو نبی نہ تھے اس لئے آپ کی بابت یہ الفاظ استعمال نہیں کئے گئے۔

ہم نے ممبر صاحب کے اس اعتراض کا معقول جواب لکھ دیا ہے جو آپ نے صفحات ۱۳۱-۱۳۳ پر لکھا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

اگر پیدائش ۲۵/۲۷ کے مقام سے یہ کہا جائے کہ اس مقام پر حضرت یعقوبؑ کا بھی ذکر ہے اور آپؑ پر بھی زیر بحث الفاظ نہیں بولے گئے۔ حالانکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت یعقوبؑ نبی تھے۔ پس اس لحاظ سے زیر بحث الفاظ سے نبوت کا مطلب مراد نہیں لیا جا سکتا؟

جواباً عرض ہے کہ اگر تورات کے اس مقام پر حضرت یعقوبؑ پر یہ الفاظ نہیں بولے گئے۔ تو تورات کے دوسرے مقام پر حضرت یعقوبؑ پر یہ الفاظ بولے گئے ہیں ملاحظہ فرمایئے "اور خداوند نے یعقوب سے کہا تو اپنے باپ دادا کے ملک کو اور اپنے رشتہ داروں کے پاس لوٹ جا اور میں تیرے ساتھ رہونگا"۔ پیدائش ۳۱/۳۔ خط کشیدہ الفاظ ہمارے دعویٰ کی صداقت کے لئے اور ایک انصاف پسند کے لئے کافی ہیں۔

اب یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ حضرت عیسوؑ نبی نہ تھے اس لئے تورات نے آپ کے حق میں یہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔ چونکہ تورات کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ نبی تھے اس لئے تورات نے ان حضراتؑ پر زیر بحث الفاظ استعمال کئے۔ تورات نے عقل سلیم کے لئے اس بہترین مقام کے فرق کو بیان کرکے یہ ظاہر کر دیا کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ خدا ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؑ تیر اندازی میں "ماہر" تھے بلکہ ان الفاظ کا اصل اور صحیح مطلب یہی ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ نبی تھے۔ پس ہمارا دعویٰ بخوبی ثابت ہوگیا کہ تورات حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کی گواہی دیتی ہے۔

احساس نہ مر جائے تو انسان کے لئے
کافی ہے ایک راہ کی ٹھوکر لگی ہوئی؟

پادری صاحب کی شہادت

اب ہم اپنے دعویٰ کی صداقت پر پادری صاحب کی شہادت پیش کرتے ہیں جس میں

www.toobaaelibrary.com

آپ نے صاف صاف اقرار کیا ہے کہ زیر بحث الفاظ نبوت کیلئے بولے جاتے ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "چنانچہ حضرت موسیٰ کے بعد جب بنی اسرائیل بغیر کسی لیڈر کے رہ گئی تو خدا نے حضرت یشوع کو برپا کیا اور فرمایا" **جیسے میں موسیٰ کے ساتھ تھا ویسے ہی میں تیرے ساتھ رہوں گا** " صہ ۵۷

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ جب پادری صاحب نے حضرت موسےٰؑ کی وفات کے بعد حضرت یشوعؑ کی نبوت ثابت کی تو آپ نے کتاب یشوع سے زیر بحث الفاظ نقل کئے اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہوگی؟

ہم بالکل سچے ہیں کہ تورات نے حضرت اسمٰعیلؑ کے حق میں "اور خدا اس لڑکے کیساتھ تھا" کے ہی الفاظ استعمال کئے ہیں پس تورات کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ غور فرمائیے! کہ قرآن و تورات دونوں ہی یک زبان ہو کر حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کی ببانگ دہل شہادت دیتے ہیں۔

ے
ہم باوفا تھے اس لئے نظروں سے گر گئے
شاید تمہیں تلاش کسی بے وفا کی تھی

www.toobaaelibrary.com

باب ہشتم

قرآن مجید اور ذبیح اللہ

ہم اس باب میں یہ ثابت کریں گے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ع ہی ہیں چنانچہ قرآن مجید واقعہ قربانی کو سورہ صافات میں یوں بیان فرماتا ہے۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ

ترجمہ:۔ اور بولا میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دیگا۔ اے رب بخش مجھکو کوئی نیک بیٹا۔ پھر خوشخبری دی ہم نے اسکو ایک لڑکے کی جو ہو گا تحمل والا۔ پھر جب پہنچا اسکے ساتھ دوڑنے کو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھکو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے۔ بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے تو مجھ کو پائے گا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا۔ پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل۔ اور ہم نے اس کو پکارا کہ اے ابراہیم۔ تو نے سچ کر دکھایا خواب ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنیوالوں کو بیشک یہی ہے صریح جانچنا۔ اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنیکے واسطے بڑا اور باقی رکھا ہم نے

www.toobaaelibrary.com

بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ (۱۰۷) وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ (۱۰۸) سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ (۱۰۹) كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ (۱۱۰) اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (۱۱۱) وَبَشَّرۡنٰهُ بِاِسۡحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ (۱۱۲) وَبٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ وَعَلٰٓى اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحۡسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ (۱۱۳) سورہ صافات

اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے ابراہیم پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو۔ وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں۔ اور خوشخبری دی ہم نے اس کو اسحٰق کی جو نبی ہوگا نیک بختوں میں اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحٰق پر اور دونوں کی اولاد میں نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح۔

ہمارے نزدیک ان قرآنی آیات میں پہلا مرکزی نکتہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کا جو فرزند آپؑ کی دعا کا مصداق ہوگا۔ وہی ذبیح اللہ قرار پائیگا کیونکہ انہی لڑکے پر قربانی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات ہمارے مخاطب کو بھی مسلم ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"(۲) جب حضرت ابراہیم نے دعا کی کہ اے رَبّ مجھ کو کوئی نیک بیٹا بخش (جس کو بعد کو قرآن کے مطابق انہوں نے نذر گذرانا)" صفحہ ۱۴۸

اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا مصداق کون ہے؟

قرآن مجید سے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اصل مصداق کون ہے؟

گو ہم حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اصل مصداق حضرت اسمٰعیلؑ کو پہلے ثابت کر چکے ہیں جیسا کہ صفحہ ۱۳۸ کے جواب میں گزرا اس جگہ بھی چند الفاظ تحریر کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے فوراً بعد جواب دعا میں "غلٰم حلیم" کا فرمان موجود ہے۔ اور انہی لڑکے پر قربانی کا واقعہ تمام فرمانے کے بعد پھر آیت ۱۱۲ میں حضرت اسحٰقؑ

www.toobaaelibrary.com

کی بشارت کا ذکر موجود ہے۔ پس یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ "غلٰم حلیم" حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں کیونکہ قرآن مجید حضرت ابراہیمؑ کے تمام لڑکوں میں سے صرف دو لڑکوں کے ہی نام لیتا ہے۔ اول۔ حضرت اسمٰعیلؑ اور دوم۔ حضرت اسحٰقؑ۔ دیکھو سورہ ابراہیم آیت ۳۹

حضرت ابراہیمؑ کی دعا سورہ صافات آیت ۱۰۰ میں ہے۔ اور اس دعا کی قبولیت کا اظہار آیت ۱۰۱ میں ہے۔ پس قرآن مجید کی اندرونی شہادتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ "غلٰم حلیم" کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے جواب دعا میں قبولیت دعا کی وجہ سے جو الفاظ آیت ۱۰۱ میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ان کو ترک۔ فراموش اور نظر انداز کر کے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا مصداق آیت ۱۱۲ کو اپنی طرف سے ماننا۔ یہ قرآنی علم نہیں بلکہ انسانی ظلم ہے۔

توارت سے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کا اصل مصداق کون ہے؟

تورات سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اولاد کی دعا اور تمنا کی تو اللہ تعالےٰ نے آپؑ کی دعا کو قبول فرما کر آپؑ کے ہاں حضرت اسمٰعیلؑ کو پیدا فرمایا نیز تورات بھی حضرت ابراہیمؑ کی "ایک لڑکے کی دعا" ایک اور صرف ایک ہی نقل کرتی ہے ملاحظہ فرمایئے۔

"ابرام نے کہا اے خداوند خدا تو مجھے کیا دے گا؟ کیونکہ میں بے اولاد جاتا ہوں اور میرے گھر کا مختار دمشقی الیعزر ہے۔ پھر ابرام نے کہا دیکھ تو نے مجھے کوئی اولاد نہیں دی اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارث ہوگا۔ تب خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا۔ اور اس نے فرمایا یہ تیرا وارث نہ ہوگا بلکہ وہ جو تیرے صُلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا"۔ پیدائش $\frac{۱۵}{۲ \text{ تا } ۴}$

اس مقام سے حضرت ابراہیمؑ کا لڑکے کے لیئے دعا کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک

www.toobaaelibrary.com

ہی لڑکے کی دُعا ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ مسیحی علمار اس دعا کو حضرت اسحٰق ؑ پر صادق کرتے ہیں۔ مگر تورات نہیں مانتی اور خط کشیدہ الفاظ کسی انسانی ہاتھ کا کرشمہ ہیں۔

چونکہ حضرت خلیل ؑ کی دعا قبول ہو چکی تھی۔ اب اس کے عملی طور پر ظاہر ہونے کے اسباب ملاحظہ فرمایئے۔

" اور ابرام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور ساری نے ابرام سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تُو میری لونڈی کے پاس جا شاید اس سے میرا گھر آباد ہو اور ابرام نے ساری کی بات مانی۔ اور ابرام کو ملک کنعان میں رہتے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے۔ اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہو گئی تو اپنی بی بی کو حقیر جاننے لگی۔ تب ساری نے ابرام سے کہا کہ جو ظلم مجھ پر ہوا وہ تیری گردن پر ہے۔ میں نے اپنی لونڈی تیرے آغوش میں دی اور اب جو اس نے آپ کو حاملہ دیکھا تو میں اس کی نظروں میں حقیر ہو گئی۔ سو خداوند میرے اور تیرے درمیان انصاف کرے۔ ابرام نے ساری سے کہا کہ تیری لونڈی تیرے ہاتھ میں ہے جو تجھے بھلا دکھائی دے سو اس کے ساتھ کر۔ تب ساری اس پر سختی کرنے لگی اور وہ اس کے پاس سے بھاگ گئی اور وہ خداوند کے فرشتہ کو بیابان میں پانی کے ایک چشمہ کے پاس ملی۔ یہ وہی چشمہ ہے جو شور کی راہ پر ہے اور اس نے کہا اے ساری کی لونڈی ہاجرہ تو کہاں سے آئی اور کدھر جاتی ہے؟ اس نے کہا میں اپنی بی بی ساری کے پاس سے بھاگ آئی ہوں۔ خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تُو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا اور اپنے کو اس کے قبضہ میں کر دے۔ اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔ اور خداوند کے

www.toobaaelibrary.com

فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔ اور ہاجرہ نے خداوند کا جس نے اس سے باتیں کیں اَنا ئیل روئی نام رکھا یعنی اے خدا تو بصیر ہے کیونکہ اس نے کہا کیا میں نے یہاں بھی اپنے دیکھنے والے کو جاتے ہوئے دیکھا۔ اسی سبب سے اس کوئیں کا نام بیرلحی روئی پڑ گیا۔ وہ قادس اور برد کے بیچ درمیان ہے۔ اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا۔ اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔" پیدائش ۱۶: ۱۶

تورات کے اس مقام سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو اولاد کی دعا اور تمنا کی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اس دعا کو حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ اس دعا کے بعد آپؑ کے ہاں حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے نیز آپؑ کے نام کے ترجمہ ہی سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ حضرت خلیلؑ کی دعا کے اصل مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں اسی لئے حضرت خلیلؑ نے اپنی دعا کی مقبولیت کی وجہ سے آپؑ کا نام حضرت "اسمٰعیلؑ" رکھا

قرآن و تورات میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک ہی دعا منقول ہے۔ اس کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ اور آپؑ کی پیدائش کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے دوسری دعا نہیں کی۔ اگر حضرت ابراہیمؑ نے دوسری دعا کی ہوتی تو قرآن و تورات اسے ضرور نقل کرتے یا دونوں میں سے ایک کتاب میں اس دعا کا ضرور ذکر ہوتا۔ دوسری دعا کا ذکر نہ ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ کی دعا کے اصل مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ تورات کے مندرجہ ذیل الفاظ بھی یہی شہادت دیتے ہیں۔

"تب ابرام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہوگا۔ اور کیا سارہ کے جو نوّے برس کی ہے اولاد ہوگی؟ اور ابرام نے خدا

www.toobaaelibrary.com

سے کہا کہ کاش اسمٰعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے" پیدائش ۱۷/۱۷ و ۱۸

اگر حضرت ابراہیمؑ کی پہلی دعا کے مصداق حضرت اسحٰقؑ ہوتے یا آپؑ نے دوبارہ دعا کی ہوتی اور اس دعا کے مصداق حضرت اسحٰقؑ ہوتے تو آپ کبھی بھی خط کشیدہ الفاظ نہ فرماتے۔

آپ کے یہ الفاظ کہ کاش اسمٰعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے" اس امر کی بیّن اور واضح دلیل ہے کہ آپؑ کی دعا کے اصل مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں اور حضرت خلیلؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو پا لینے کے بعد اولاد کے لئے دوسری دعا نہیں کی۔

اس کے علاوہ دو اور مقام بھی ملاحظہ فرمائیے۔

۱:- "اور ابرہام اور سارہ ضعیف اور بڑی عمر کے تھے اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہے۔ تب سارہ نے اپنے دل میں ہنس کر کہا کیا اس قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لئے شادمانی ہو سکتی ہے حالانکہ میرا خاوند بھی ضعیف ہے پھر خداوند نے ابرہام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہہ کر ہنسی کہ کیا میرے جو ایسی بڑھیا ہو گئی ہوں واقعی بیٹا ہوگا؟ کیا خداوند کے نزدیک کوئی بات مشکل ہے؟ موسم بہار میں معین وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤنگا اور سارہ کے بیٹا ہوگا۔ تب سارہ انکار کر گئی کہ میں نہیں ہنسی کیونکہ وہ ڈرتی تھی۔ پر اس نے کہا نہیں تو ضرور ہنسی تھی۔" پیدائش ۱۸/۱۱ تا ۱۵

۲:- "اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا تو ابرہام سو برس کا تھا۔ اور سارہ نے کہا کہ خدا نے مجھے ہنسایا اور سب سننے والے میرے ساتھ ہنسیں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ بھلا کوئی ابرہام سے کہہ سکتا تھا کہ سارہ لڑکوں کو دودھ پلائے گی؟ کیونکہ اُس سے اُس کے بڑھاپے میں میرے ایک بیٹا ہوا۔" پیدائش ۲۱/۵ تا ۷

علم وعقل، انصاف و دیانت سے غور فرمائیے کہ کیا توراۃ کے خط کشیدہ الفاظ سے یہ

www.toobaaelibrary.com

بات ظاہر نہیں ہوتی کہ حضرت ابراہیمؑ ضعیف اور حضرت سارہ اتنی ضعیف کہ آپ سے اولاد کے آثار بالکل ختم اور ناپید ہو چکے تھے؟ ان حالات کے پیشِ نظر حضرت خلیلؑ کا دوسرے لڑکے کی دعا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور یہ تمام الفاظ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ آپؑ نے صرف ایک لڑکے کی دعا کی تھی اور اس کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت اسحٰقؑ کے نام "اضحاقؑ" کے ترجمہ ہی سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آپؑ کی بابت دعا نہ تھی۔ چونکہ آپؑ کی بشارت سن کر حضرت خلیلؑ اور حضرت سارہ ہنسے تھے اس لیے آپؑ کا یہ نام رکھا گیا۔

غور فرمایئے کہ جب حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی برس کی تھی۔ اور جب حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے تو حضرت خلیلؑ کی عمر سو برس کی تھی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ سے چودہ برس بڑے تھے۔ جب حضرت خلیلؑ نے حاران سے ہجرت فرمائی تو آپؑ کی عمر پچھتر برس کی تھی۔ پیدائش ۱۲/۴۔ جب آپؑ نے دعا کی تو آپؑ کو کنعان میں رہتے ہوئے دس سال ہو گئے تھے پیدائش ۱۶/۳ جب آپؑ کی عمر چھیاسی سال کی تھی تو حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ پس نتیجہ ظاہر ہے کہ آپؑ کی دعا کے ایک سال بعد حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے اور دعا کے پندرہ سال بعد حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔ اب عقل سلیم یہ بات کیونکر تسلیم کرے گی کہ جو لڑکا آپؑ کی دعا کے پندرہ سال بعد پیدا ہو وہ تو دعا کا مصداق ہو اور جو لڑکا دعا کے ایک سال بعد پیدا ہو وہ دعا کا مصداق نہ ہو۔ پس دعائے خلیلؑ کے اصل مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں جو الفاظ خط کشیدہ ہیں ان میں انسانی ہاتھ کا دخل ہے کیونکہ اگر اس دعا کا مصداق حضرت اسحٰقؑ ہوتے تو یقیناً آپؑ پہلے پیدا ہوتے بہرحال قرآن و توارات سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی دعائے خلیلؑ کے اصل مصداق ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر دلائل

پہلی دلیل: چونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جو لڑکا دعا کے ذریعہ سے ملا تھا وہی ذبیح اللہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں انہی پر قربانی کا واقعہ پورا کیا گیا ہے جب ہم نے قرآن مجید کی اندرونی شہادتوں سے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ پس اس سے یہ بات بخوبی روشن ہو گئی کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

دوسری دلیل: سورہ صافات آیت ۱۰۱ میں جو بشارت حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۔ اور اسی سورہ کی آیت ۱۱۲ میں جو بشارت حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ غور فرمایئے کہ پہلی بشارت میں نام کا ذکر نہیں مگر اس پر قربانی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور قربانی کا واقعہ پورا بیان فرمانے کے بعد آیت ۱۱۲ میں حضرت اسحٰقؑ کا نام لے کر حضرت ابراہیمؑ کو بشارت دی گئی ہے۔ قرآن مجید کے اس طرز بیان سے صاف ظاہر ہے کہ "غلٰم حلیم" حضرت اسحٰقؑ کے علاوہ ہیں۔ وہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں کیونکہ قرآن مجید حضرت ابراہیمؑ کے صرف دو ہی لڑکوں کے نام لیتا ہے سورہ ابراہیم آیت ۳۹ میں۔ پس یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ قرآن مجید کے نزدیک "غلم حلیم" حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں اور آپؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

تیسری دلیل: سورہ صافات آیت ۱۰۱ میں جو بشارت موجود ہے اسے حرف "ف" سے بیان کیا گیا ہے۔ اور آیت ۱۱۲ میں جو بشارت موجود ہے اسے حرف "و" سے بیان کیا گیا ہے جس طرح حروف "ف" اور "و" دونوں ایک نہیں بلکہ جدا جدا اور الگ الگ ہیں بالکل اسی طرح حرف "ف" اور حرف "و" والی

www.toobaaelibrary.com

بشارات بھی الگ الگ اور جدا جدا ہیں چونکہ حرف "ف" والی بشارت پر قربانی کا واقعہ پورا بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد حرف "و" سے جو بشارت بیان کی گئی ہے اس میں حضرت اسحٰقؑ کا نام اور آپؑ کی نبوت کی بشارت موجود ہے۔ پس اس لحاظ سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حرف "ف" والی بشارت کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں پس آپؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

چوتھی دلیل! فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ ط وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ٥ ترجمہ:- پس جی میں گھبرایا ان کے خوف سے بولے تو مت ڈر۔ اور بشارت دی اس کو ایک علم والے لڑکے کی

سورہ ذاریات آیت ۲۸

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ۔ بولے مت ڈر ہم تجھ کو بشارت سناتے ہیں ایک علیم لڑکے کی۔ سورہ حجر آیت ۵۳

یہ دونوں مقامات حضرت اسحٰقؑ کی بابت ہیں۔ ان میں حضرت اسحٰقؑ کو "غلٰمٍ علیم" کہا گیا ہے۔ اور واقعہ قربانی حضرت ابراہیمؑ کے جن لڑکے کی بابت بیان ہوا ہے اُن کو "غلٰمٍ حلیم" کہا گیا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ یہ صفت حضرت اسحٰقؑ کی نہیں بلکہ آپؑ کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے لڑکے کی ہے۔ آپؑ کے دوسرے لڑکے حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن پاک کے نزدیک ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

پانچویں دلیل! قرآن مجید میں جو بشارات حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل دی گئی ہیں ان میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ "غلٰمٍ علیم"۔ "نبیا من الصّٰلحین" حضرت ابراہیمؑ کی موجودگی میں جو بشارت حضرت سارہ کو دی گئی اس کے الفاظ یہ ہیں فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ٥ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ٥ سورہ ھود۔ یہ تمام الفاظ حضرت اسحٰقؑ کی آئندہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں بالفاظ دیگر کہ حضرت اسحٰقؑ بالغ ہونگے

www.toobaaelibrary.com

نبی بنیں گے اور ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جن کا نام حضرت "یعقوبؑ" ہوگا۔ یہ تمام باتیں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی بابت معلوم ہیں اور یہ باتیں یقیناً ظہور میں آئی ہیں تو پھر ان باتوں کی موجودگی میں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی قربانی کا حکم دینا۔ اور پھر ساتھ ہی واقعہ قربانی کو حضرت ابراہیمؑ کی "آزمائش" قرار دینا ایک بے معنی بات ہے کسی حال میں بھی یہ واقعہ حضرت ابراہیمؑ کی "آزمائش" نہیں بنے گا بلکہ ایک تماشہ، دل لگی اور ڈرامہ ہوگا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰقؑ ذبیح اللہ نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی "آزمائش" اس حال میں بنے گی کہ آپؑ کو اس لڑکے کی بابت اس کے آئندہ دور کے لیئے کوئی بھی خبر اور بات معلوم نہ ہو حضرت خلیلؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت آئندہ دور کی کوئی بھی بشارت اور خبر نہ تھی۔ اس لحاظ سے حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کرنے سے حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش ہوگی۔ پس قربانی حضرت اسمٰعیلؑ کی اور آزمائش حضرت خلیلؑ کی ہوئی۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی شان میں یہ الفاظ کیوں ہیں؟

چھٹی دلیل! ۱:- سورہ صافات آیت ۱۰۱ میں "حلیم"

۲:- سورہ صافات آیت ۱۰۲ میں "اِن شاء اللّٰہ من الصبرین"

۳:- سورہ مریم آیت ۵۴ میں "صادق الوعد"

۴:- سورہ مریم آیت ۵۵ میں "عند ربہ مرضیا"

اس سے زیادہ حلم اور کیا ہوگا؟ کہ آپؑ نے اپنے ابا جان حضرت ابراہیمؑ کے فرمان مبارک پر اللہ تعالےٰ کے راستے میں اپنے آپ کو قربانی کے لیئے پیش فرما دیا۔

حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے ابّا جان حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہوجائے "میں ذبح کے وقت "صابر" رہونگا"۔ اس وعدہ کو عملی طور پر پورا کرنے کی وجہ

www.toobaaelibrary.com

سے حضرت اسمٰعیلؑ "صادق الوعد" اور "صابر" قرار دئے گئے۔

چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے آپؑ کو خندہ پیشانی اور مسرت وشادمانی سے قربانی کے لئے پیش کر دیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپؑ کی اس قربانی کو پسند فرماکر آپؑ کی شان میں "وَکَانَ عِنْدَ رَبِّہٖ مَرْضِیًّا" کے مبارک الفاظ بیان فرمادیئے (دیکھو فوائد عثمانی رح")

نہایت غور کا مقام ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ ایک ہی باپ کے بیٹے اور نبی ہیں یہ دونوں متبرک اور مقدس ہستیاں ایک ہی وقت میں گزری ہیں قرآن مجید مندرجہ بالا الفاظ حضرت اسحٰقؑ کی شان میں کیوں نہیں استعمال کرتا؟ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی شان میں کیوں استعمال کرتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان دونوں حضراتؑ کے درمیان یہ امتیاز اس لئے رکھا تاکہ یہ ثابت اور ظاہر ہو جائے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

ساتویں دلیل: سورہ صافات آیت ۱۱۲ میں حضرت اسحٰقؑ کا ذکر اس بات کو خوب ظاہر کرتا ہے۔ کہ قربانی کا عظیم الشان واقعہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل رونما ہو چکا تھا۔ اور حضرت [illegible] اپنی بے نظیر اور لاثانی قربانی کے پیش نظر اللہ تعالےٰ کے ہاں پسند ہو چکے تھے۔

آٹھویں دلیل: وَبٰرَکْنَا عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ط وَمِنْ ذُرِّیَّتِہِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ مُبِیْنٌ ؕ

سورہ صافات آیت ۱۱۳

ترجمہ:۔ اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحٰق پر اور دونوں کی اولاد میں نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رح اپنی تفسیر "موضح القرآن" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

"یہ دونوں کہا دونوں بیٹوں کو دونوں سے بہت اولاد پھیلی اسحٰقؑ کی اولاد میں نبی گزرے بنی اسرائیل کے اور اسمٰعیلؑ کی اولاد میں عرب جن میں ہمارے پیغمبر ہوئے"
حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ "فوائد عثمانی" میں اسی آیت کے تحت حضرت شاہ صاحبؒ کی تائید و تصدیق میں تحریر فرماتے ہیں۔
"حضرت شاہ صاحبؒ نے "اسمٰعیلؑ" و "اسحٰقؑ" کی طرف راجع کر کے مضمون میں زیادہ وسعت پیدا کر دی"

یاد رہے کہ اس آیت میں علیہ کی ضمیر کا اصل مرجع حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ اس بات کی تصدیق خود اسی سورہ سے بھی ہوتی ہے۔ قرآن مجید اسی سورہ کی آیت ۱۱۱ میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ختم فرما دیتا ہے اور بعد میں اس سے اگلی آیت ۱۱۲ میں دوسری شخصیت یعنی حضرت اسحٰقؑ کا ذکر فرمانا ہے اس لحاظ سے آیت ۱۱۳ میں علیہ کی ضمیر اسی بشارت کی طرف پھرتی ہے جس کو حرف "ف" سے پہلے بیان کیا گیا ہے اس بشارت کے مصداق حضرت اسمٰعیل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس ضمیر کے صحیح اور اصل مصداق بھی حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

چونکہ حرف "ف" والی بشارت حضرت اسمٰعیلؑ کے حق میں تھی اس لئے حضرت خلیلؑ کی دعا کے فوراً بعد اسی کا ذکر فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ اس کے مصداق حضرت اسمٰعیل ہی ہیں۔ اور حرف "و" والی بشارت جو قربانی کے واقعہ کے بعد بیان کی گئی ہے اس میں حضرت اسحٰقؑ کا نام ہے چونکہ حضرت اسحٰقؑ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے اصل مصداق نہ تھے بلکہ آپ حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کے صلہ میں بطور انعام ملے تھے اس لئے حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش معہ نبوت کی بشارت کا ذکر فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ حضرت اسحٰقؑ قربان نہیں ہوئے۔ بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی قربان ہوئے۔
حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کی بشارت کے ساتھ آپؑ کی نبوت کی بھی خبر تھی

www.toobaaelibrary.com

اور حضرت ابراہیمؑ کو جو بشارت "غلم حلیم" یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کی دی گئی تھی اس میں آپؑ کی نبوت کی خبر نہ تھی۔ چونکہ واقعہ قربانی کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت کا بھی اظہار کرنا تھا۔ اس لئے اس مقام پر حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر ہے۔ پس علیہ کی ضمیر کا مرجع حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت ابراہیمؑ قربانی کرنے والے تھے اس حیثیت سے آپؑ کا نام موجود ہے۔ اور حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کی خبر معہ نبوت واقعہ قربانی کے بعد درج ہے اس حیثیت سے آپؑ کا نام بھی موجود ہے۔ اور واقعہ قربانی میں "غلم حلیم" یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر ہے اور اس جگہ آپؑ کا نام موجود نہیں۔ اب جبکہ حضرت ابراہیمؑ کے ذکر کو ختم فرما دیا گیا اور اس کے بعد "علیہ و علیٰ اسحٰق" کے الفاظ استعمال فرمائے گئے۔ پس ان الفاظ سے یہ بات روشن ہو گئی کہ حضرت ابراہیمؑ کے جن لڑکے کا نام واقعہ قربانی میں نہیں لیا گیا بلکہ "غلم حلیم" ہی کہا گیا۔ اب آپؑ کے ان ہی لڑکے کو علیہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چونکہ ان الفاظ میں حضرت اسحٰقؑ کا نام موجود ہے۔ اس لئے علیہ کے مصداق حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے لڑکے حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ پس علیہ کی ضمیر کا مرجع بھی حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں

قرآن مجید سے تین شہادتیں

پہلی شہادت:۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور باقی رکھا اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے نوحؑ پر سارے جہان والوں میں ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو۔ وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں۔ پھر ڈوبا دیا ہم نے دوسروں کو۔ اور

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ
دوسری شہادت:۔ وَتَرَكْنَا
عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ سَلٰمٌ
عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝
اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
تیسری شہادت:۔ وَتَرَكْنَا
عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ سَلٰمٌ عَلٰٓى
اِلْ يَاسِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ لُوْطًا
لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اسی کی راہ والوں سے ابراہیم۔ آیات ۷۸ تا ۸۳
اور باقی رکھا اُن پر پچھلے لوگوں میں کہ
سلام ہے موسٰے اور ہارون پر ہم یوں
دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں
کو۔ تحقیق وہ دونوں ہیں ہمارے
ایماندار بندوں میں اور تحقیق الیاس
ہے رسولوں میں۔ آیات ۱۱۹ تا ۱۲۳
اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے
لوگوں میں کہ سلام ہے الیاس پر ہم یوں
دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو وہ
ہے ہمارے ایماندار بندوں میں
اور تحقیق لوط ہے رسولوں میں
سے۔ آیات ۱۲۹ تا ۱۳۳

سورہ صافات کی ان آیات پر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی بابت اسی سورہ میں آیات ۱۰۸ تا ۱۱۱ میں الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بالکل اسی طرح کے الفاظ ان تینوں مقامات پر استعمال کئے گئے ہیں۔ جس طرح ان مقامات پر ان الفاظ کے استعمال کے بعد دوسری شخصیت کا ذکر آتا ہے۔ جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے بالکل اسی طرح اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر فرمانے کے بعد دوسری شخصیت کا ذکر آتا ہے اس لئے آیت ۱۱۳ میں علیہ کی ضمیر کا مرجع حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ میں حضرت ابراہیمؑ کے دونوں لڑکوں

www.toobaaelibrary.com

کا ذکر ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح قرآن مجید میں برکت کا اظہار حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے لئے کیا گیا ہے بالکل اسی طرح تورات میں بھی ان دونوں حضراتؑ پر اس لفظ کا اظہار ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی برکت کا اظہار پیدائش ۱۷/۲۰ اور حضرت اسحٰقؑ کی برکت کا اظہار پیدائش ۱۷/۱۶ میں موجود ہے۔

جبکہ اہل کتاب کے نزدیک وعدۂ ابراہیمیؑ آپؑ سے منتقل ہو کر حضرت اسحٰقؑ کو مل چکا تھا تو پھر عَلَیْہِ کی ضمیر کا مرجع حضرت ابراہیمؑ نہیں ہو سکتے نیز حضرت خلیلؑ واقعہ قربانی سے قبل مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمائے جا چکے تھے۔ لہٰذا اس مقام پر آپؑ کے دونوں لڑکوں یعنی حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کا ہی ذکر ہے۔ اسی لئے حضرت شاہ صاحبؒ "ذُرِّیَّتِہِمَا" میں "ھما" کی ضمیر کو حضرت خلیلؑ کے دونوں لڑکوں کے لئے مانتے ہیں۔ پس صاف صاف ثابت ہوا کہ "عَلَیْہِ" کی ضمیر کا مرجع حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

مقامِ قربانی کی بابت ایک حدیث شریف

"سیرۃ النبیؐ" جلد اوّل میں واقعہ قربانی کے تحت مقام قربانی کی بابت ایک حدیث شریف نقل کی گئی ہے۔ اس حدیث شریف کے بعض الفاظ یہ ہیں:۔

قالؐ فی العمرۃ ھٰذا المنحر یعنی المروۃ (موطا امام مالکؒ)

آنحضرتؐ نے مروہ کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا کہ قربان گاہ یہ ہے۔ اسی حدیث سے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے بھی مروہ کی بابت استدلال فرمایا ہے چنانچہ آپ اپنی تفسیر "فوائد عثمانیؒ" میں سورہ صافات، آیت ۱۰۱ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

" موطا امام مالکؒ کی ایک روایت میں نبی کریم صلعم نے "مروہ" کی طرف اشارہ

www.toobaaelibrary.com

کرکے فرمایا کہ قربان گاہ یہ ہے رفا دہ اسی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی قربان گاہ کی طرف اشارہ ہوتا۔ ورنہ آپؐ کے زمانہ میں لوگ عموماً مکہ سے تین میل "منیٰ" میں قربانی کرتے تھے جیسے آج تک کی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ کا اصل قربان گاہ "مروہ" تھا۔ پھر حجاج اور ذبائح کی کثرت دیکھ کر منیٰ تک وسعت دے دی گئی۔ قرآن کریم میں بھی " هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ " اور " ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ " فرمایا ہے جس سے کعبہ کا قرب ظاہر ہوتا ہے۔"

اس سے صاف معلوم ہوا کہ قربانی کی جگہ "مروہ" تھی۔ اور یہ جگہ خانہ کعبہ کے پاس ہے۔ پس یہ بات بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کا مسکن مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے پاس ہی تھا۔

ان دونوں کتابوں میں صرف "موطا امام مالکؒ" کا حوالہ درج ہے مگر باب کا نام نہیں۔ یاد رہے کہ یہ حدیث موطا میں "باب کل منی منحر" میں آتی ہے۔

حضرت ذبیح اللہ کی بابت مفسرین قرآن مجید کا نظریہ

اس جگہ ہم ان مفسرین کرام کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اپنی اپنی تفاسیر میں سورہ صافات، آیات ۱۰۱ تا ۱۱۲ میں حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبیح اللہ قرار دیا ہے۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر ۲۔ تفسیر معالم التنزیل ۳۔ تفسیر روح المعانی
۴۔ تفسیر جلالین ۵۔ تفسیر کبیر ۶۔ تفسیر مدارک
۷۔ تفسیر خازن ۸۔ تفسیر ابی السعود ۹۔ تفسیر مظہری
۱۰۔ بیان القرآن ۱۱۔ تفسیر حقانی ۱۲۔ تفسیر موضح القرآن
۱۳۔ تفسیر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ
۱۴۔ تفسیر "فوائد عثمانیؒ" ۱۵۔ تفسیر معارف القرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

www.toobaaelibrary.com

و دیگر بے شمار مفسّرین کرام ۔

ناظرین کرام: ہم نے قرآن مجید، حدیث اور مفسرین کرام کی بہت سی تفاسیر سے یہ بات، بہترین دلائل سے ثابت کر دی ہے۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں ۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
نہ جانے تو گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

اب ہم ان باتوں کی طرف توجہ کرتے ہیں جن کو پادری صاحب نے اپنے نظریہ کے مطابق لکھا ہے ۔

ممبر صاحب کی خطرناک سیاست

ممبر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۳ پر "باب ششم" کا آغاز کیا ہے۔ اس باب کے تحت **ذبیح اللہ۔ اضحاق یا اسمٰعیل ؟**

اس عنوان کے تحت آپ نے قرآن و تورات سے واقعہ قربانی کو جدا جدا فصل میں نہیں لکھا۔ حالانکہ جب آپ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی عدم نبوت کو قرآن و تورات سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تو آپ نے صفحہ ۱۲۰ پر "باب پنجم" "عدم نبوت اسمٰعیل فصل اول عدم نبوت اسمٰعیل از روئے تورات" کے الفاظ سپرد قلم کئے پھر اسی باب میں صفحہ ۱۳۱ پر "فصل دوم عدم نبوت اسمٰعیل از روئے قرآن" کا عنوان قائم کیا۔ یعنی آپ نے اپنے ان دونوں مضامین کو قرآن و تورات سے جدا جدا اور الگ الگ فصلوں میں لکھا۔ مگر جب آپ واقعہ قربانی پر اپنے خیالات کا اظہار فرمانے لگے تو آپ نے ممبر صاحب کی حیثیت سے نیا پہلو اور نرالا طرز اختیار کر کے اپنی دیانت کی قربانی دے دی کہ صفحہ ۱۴۳ پر مذکورہ بالا الفاظ سے عنوان قائم کیا پھر اسی

www.toobaaelibrary.com

عنوان کے تحت قرآن و تورات سے واقعہ قربانی لکھ کر اور اپنے خیالات کا اظہار فرما کر اپنے اس نامکمل مضمون کو مکمل کر دیا۔ حالانکہ آپ کی علمی قابلیت اور دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ جس طرح آپ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی عدم نبوت پر دو فصلیں جدا جدا اور الگ الگ لکھی تھیں اسی طرح اس مقام پر بھی ضرور اور یقیناً ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ واقعہ قربانی قرآن و تورات ان دونوں کتابوں میں پایا جاتا ہے اور علمی دنیا میں بھی یہ بات بالکل درست اور صحیح ہے۔ چونکہ آپ اندر کی بات بخوبی جانتے اور سمجھتے تھے۔ اس لئے مصلحت اور خیر اسی میں سمجھی گئی کہ ان دونوں کتابوں کے واقعہ کو اپنی قطری چال بازی کے پیش نظر ایک ہی باب میں آمیزش اور ملاوٹ کر کے اپنا وقت پورا کر لیا جائے اور اپنی جان بچالی جائے۔

اگر تم سے کوئی پوچھے تمہاری زندگی کیا ہے
ہتھیلی پر ذرا سی خاک رکھنا اور اڑا دینا

آپ قرآن و تورات سے واقعہ قربانی کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "ناظرین نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ قرآن کا بیان ہر بات میں تورات شریف کی مذکورہ بالا آیات کی تصدیق کرتا ہے لیکن چونکہ اس بیان کے شروع میں اضحاق کا نام نہیں ہے۔ لہذا بعض مسلم مناظرین کہ یہاں قرآن مجید کا مطلب حضرت اسمٰعیل سے ہے اور یہ نہیں دیکھتے کہ اگر قرانی بیان تورات کے مطابق نہیں ہے تو اسی کا نقصان ہے"۔ صفحہ ۱۴۵

مجیب: آپ نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ واقعہ قربانی کے شروع میں حضرت اسحٰقؑ کا نام نہیں۔ اب غور فرمایئے کہ قرآن مجید واقعہ قربانی کو پورا بیان فرمانے کے بعد حضرت اسحٰقؑ کی بشارت معہ آپؑ کی نبوت کے بیان فرماتا ہے پس آپ ہی کے قول سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرآن مجید کے اس واقعہ کی ابتدا میں حضرت اسمٰعیلؑ کا ہی ذکر ہے اور آپؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

قرآن مجید کے نزدیک واقعہ قربانی حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل رونما ہو چکا تھا۔ اور اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے ہاں آپؑ کے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ ہی تھے اور قربانی کا جو حکم حضرت خلیلؑ کو ملا تھا۔ تورات اس حکم کو یوں بیان کرتی ہے کہ "جو تیرا اکلوتا ہے" پس بات صاف ہے کہ قرآن و تورات کے نزدیک ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

تورات میں جو حضرت اسحٰقؑ کا نام لکھا ہوا ہے وہ اس مقام پر چسپاں نہیں ہوتا کیونکہ "اکلوتا" اسے کہا جاتا ہے جس کا کوئی بھائی نہ ہو۔ اور یہ بات حضرت اسحٰقؑ پر نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ پر صادق آتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ اور حضرت اسحٰقؑ کا نام لکھا جانا انسانی ہاتھ کا کرشمہ ہے

پادری صاحب کی دلیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ "غلٰم حلیم" کے مصداق حضرت اسحٰقؑ ہیں۔ اور حضرت اسحٰقؑ کی قربانی کے بعد پھر حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش اور نبوت کی خبر حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی مگر اس مضحکہ خیز دلیل کو قرآن مجید تسلیم نہیں کرتا اور نہ عقل سلیم ہی اسے صحیح مانتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت اسحٰقؑ کی قربانی کے بعد آپؑ کی نبوت کی خبر حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی۔ تو یہ بات صریحاً غلط ہے۔ کیونکہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل آپؑ کی نبوت کی بھی خبر تھی جیسا کہ قرآنی الفاظ "غلٰم علیم" اور "نبیا من الصّٰلحین" سے صاف ظاہر ہے۔ پس صاف ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے نزدیک حضرت اسحٰقؑ ذبیح اللہ نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

آپ کی اس دلیل کو تورات بھی غلط قرار دیتی ہے کیونکہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے ایک سال قبل جو بشارت حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی تھی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں، "تب خدا نے فرمایا کہ بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا

www.toobaaelibrary.com

تو اس کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھونگا"۔ پیدائش ۱۷/۱۹ اور قرآن مجید بھی آپؑ کی نبوت اور آپؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کی خبر حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل بیان فرماتا ہے۔ اور یہ باتیں حضرت اسحٰقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کے لیئے زبردست رکاوٹ بنتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ تورات کے نزدیک بھی حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

غور فرمایئے کہ قرآن و تورات یک زبان ہو کر حضرت اسمٰعیلؑ کو ہی ذبیح اللہ قرار دیتے ہیں۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "ہمارے مخاطبوں کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ قرآن کسی مقام میں بھی حضرت اسمٰعیل کا نام لیکر یہ نہیں کہتا کہ وہ قربان ہونے والے تھے۔ اگر فی الواقعہ حضرت اسمٰعیل از روئے قرآن ذبیح اللہ ہوتے تو قرآن ان کا نام ضرور لیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ قرآن نے ذبیح اللہ کے نام کی تخصیص اس واسطے نہیں کی کیونکہ جملہ یہود و نصارٰی تورات شریف کی بنا پر یہ جانتے اور مانتے تھے کہ حضرت اضحاق ہی ذبیح اللہ ہیں اس معہود ذہنی کی وجہ سے قرآن مجید کو نام لینے کی ضرورت ہی لاحق نہ ہوئی"۔ ص ۱۴۶

مجیب! جب قرآن مجید "غلام حلیم" پر قربانی کا پورا واقعہ بیان فرماتا ہے اور اس کے بعد پھر حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کی بشارت بیان کرتا ہے تو پھر قرآن مجید کے اس طرز بیان سے صاف صاف یہ سمجھ میں کیونکر نہیں آتا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

آپ کا یہ کہنا کہ یہود و نصارٰی حضرت اسحٰقؑ کو ذبیح اللہ مانتے ہیں۔ لیکن یہود و نصارٰی کے اس نظریہ کی تائید تورات کے واقعہ قربانی سے ہرگز ہرگز نہیں ہوتی یہ حقیقت باب نہم "تورات اور ذبیح اللہ" میں صاف صاف ظاہر ہو جائیگی۔ انشاء اللہ

www.toobaaelibrary.com

باقی رہا نصاریٰ کا یہ خیال کہ قربانی حضرت اسحٰقؑ کی ہوئی تھی۔ تو اس کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ انجیل برنباس فصل ۱۳ - آیت ۱۴

"پس فرشتہ جبریل نے جواب دیا کہ اے یسوع اُٹھ بیٹھ اور ابراہیم کو یاد کر جس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنا اکلوتا بیٹا اسمٰعیل خدا کی جناب میں قربانی کے طور پر پیش کرے تاکہ خدا کا فرمان پورا ہوا"

غور فرمایئے کہ اس انجیل میں حضرت اسمٰعیلؑ کا نام ذبیح اللہ کی حیثیت سے درج ہے۔

یاد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی کے بعد جس طرح بہت سی اناجیل لکھی گئی تھیں اسی طرح انجیل برنباس بھی لکھی گئی تھی۔ اس انجیل کو جعلی کہنا کمزوری کی بیّن دلیل ہے۔

یاد رہے کہ جناب برنباس اور جناب پولوس ہمعصر تھے۔ ان دونوں کا بعض مسائل میں اختلاف تھا اس اختلاف کی نوبت جہاں تک پہنچی کہ ان دونوں کی قطع کلامی ہو گئی۔ جناب برنباس پولوس پر گمراہی کا فتویٰ صادر کرتے تھے۔ اور جناب پولوس جناب برنباس کے حق میں بھی اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ جناب برنباس نے جو انجیل لکھی حضرت پولوس نے اس کی زبردست مخالفت کی چنانچہ آپ کے الفاظ درپردہ انجیل برنباس کی بابت یہ ہیں کہ

"میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اس سے تم اس قدر جلد پھر کر کسی اور طرح کی خوشخبری کی طرف مائل ہونے لگے۔ مگر وہ دوسری نہیں البتہ بعض ایسے ہیں جو تمہیں گھبرا دیتے اور مسیح کی خوشخبری کو بگاڑنا چاہتے ہیں لیکن اگر ہم یا آسمان کا کوئی فرشتہ بھی اس خوشخبری کے سوا جو ہم نے تمہیں سنائی کوئی اور خوشخبری تمہیں سنائے تو ملعون ہو۔ جیسا ہم پیشتر کہہ چکے ہیں۔ ویسا ہی

www.toobaaelibrary.com

اب پھر کہتا ہوں کہ اس خوشخبری کے سوا جو تم نے قبول کی تھی اگر کوئی تمہیں اور خوشخبری سنائے تو ملعون ہو"۔ گلتیوں ۱/۶ تا ۹ جناب پولوس کا یہ فتویٰ اور یہ پالیسی بہت کامیاب رہی۔ حقیقت کو نہ دیکھا نہ سمجھا گیا اور اس خطرناک فتوے کے خوف سے انجیل برنباس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اور اسے جعلی اور غیر الہامی انجیل کا مقام دے دیا گیا۔

انجیل برنباس پر اور بھی بہت سی باتیں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر اس جگہ صرف ایک بات اور لکھی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انجیل برنباس اسلام سے قبل کی ہے۔ دلیل اس بات کی یہ ہے کہ مسیحی دنیا میں جو اناجیل کی فہرست موجود ہے اس میں انجیل برنباس کا نام موجود ہے۔

جناب پروفیسر سید نواب علی صاحب اپنی کتاب "تاریخ صحف سماوی" مطبوعہ مکتبہ افکار رابسن روڈ کراچی کے صفحات ۱۱۴ و ۱۱۵ پر لکھتے ہیں۔

" جمع و ترتیب عہد جدید :۔ پہلی صدی عیسوی کے آخر تک عیسائی چونکہ حضرت مسیح کے دوبارہ آسمان سے جلد تشریف لانے کے منتظر تھے۔ اس لئے ان میں تصنیف و تالیف کا مطلق رواج نہ تھا۔ البتہ حضرت مسیح اور حواریوں کے اقوال و افعال بطور حدیث روایت کئے جاتے تھے۔ دوسری صدی میں جبکہ یہود اور جنٹائلز کے دو متضاد عناصر کی کشمکش شروع ہوئی۔ اور فرقہ بندیاں عمل میں آنے لگیں تو ہر فرقہ نے اپنی انجیلیں مرتب کر لیں۔ ذیل میں ہم ایک فہرست[1] درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ فرقوں کی تعداد کے ساتھ اناجیل کا شمار بھی کس قدر زائد تھا۔

---

[1] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا تحت " اپوکریفل لٹریچر"
یاد رہے کہ یہ حاشیہ مؤلف کا ہی ہے۔ بشیر احمد جالندھری

www.toobaaelibrary.com

اناجیل کی فہرست

۱۔ انجیل طفولیت، جو متی نے لکھی ۲۔ انجیل پطرس ۳۔ انجیل یوحنا
۴۔ انجیل دوم یوحنا ۵۔ انجیل اندریاہ ۶۔ انجیل فلپ
۷۔ انجیل مار تھا لوجی ۸۔ انجیل توما
۹۔ انجیل اول و دوم طفولیت نوشتہ توما ۱۰۔ انجیل یعقوب
۱۱۔ انجیل نیقودیما ۱۲۔ انجیل مقفی آنہ ۱۳۔ انجیل مرقس مصریوں کی
۱۴۔ انجیل مرقس مردجہ ۱۵۔ انجیل برنباس ۱۶۔ انجیل لوقا
۱۷۔ انجیل متی ۱۸۔ انجیل تھفی ڈس ۱۹۔ انجیل پال
۲۰۔ انجیل بسی لیڈس ۲۱۔ انجیل سرنتھس ۲۲۔ انجیل ابیانی
۲۳۔ انجیل یہودیہ ۲۴۔ انجیل جوڈ

ہم نے صرف ۲۴۔ اناجیل تک نقل کیا ہے۔ مؤلف موصوف نے کل ۴۳۔ اناجیل لکھی ہیں۔ پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ انجیل برنباس اسلام سے قبل کی ہے اور اس وقت بھی یہی آواز تھی کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

اب یہ کہنا کہ قرآن مجید نے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام صرف اس لئے نہیں لیا کہ یہود و نصارٰی حضرت اسحٰقؑ کی قربانی کے قائل تھے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔

قرآن مجید آنحضرتؐ کی ہجرت کو بیان فرماتا ہے اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی ذکر ہے۔ مگر اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام نہیں (سورہ توبہ) حالانکہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہی ذکر ہے

www.toobaaelibrary.com

اناجیل کی فہرست

۱۔ انجیل طفولیت، جو متی نے لکھی	۲۔ انجیل پطرس	۳۔ انجیل یوحنّا
۴۔ انجیل دوم یوحنّا	۵۔ انجیل اندریاہ	۶۔ انجیل فلپ
۷۔ انجیل ماربخقا لوحی	۸۔ انجیل توما	
۹۔ انجیل اول و دوم طفولیت نوشتہ توما		۱۰۔ انجیل یعقوب
۱۱۔ انجیل نیقودیما	۱۲۔ انجیل مفنی آنہ	۱۳۔ انجیل مرقس مصریوں کی
۱۴۔ انجیل مرقس مردجہ	۱۵۔ انجیل برنباس	۱۶۔ انجیل لوقا
۱۷۔ انجیل متی	۱۸۔ انجیل بخفی ڈیس	۱۹۔ انجیل پال
۲۰۔ انجیل بسی لیڈس	۲۱۔ انجیل سرنتھس	۲۲۔ انجیل ابیانی
۲۳۔ انجیل یہودیہ	۲۴۔ انجیل جوڈ	

ہم نے صرف ۲۴۔ اناجیل تک نقل کیا ہے۔ مؤلف موصوف نے کل ۴۳۔ اناجیل لکھی ہیں۔ پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ انجیل برنباس اسلام سے قبل کی ہے اور اس وقت بھی یہی آواز تھی کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

اب یہ کہنا کہ قرآن مجید نے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام صرف اس لئے نہیں لیا کہ یہود و نصارٰی حضرت اسحٰقؑ کی قربانی کے قائل تھے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔

قرآن مجید آنحضرتؐ کی ہجرت کو بیان فرماتا ہے اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی ذکر ہے۔ مگر اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام نہیں (سورہ توبہ) حالانکہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہی ذکر ہے

www.toobaaelibrary.com

اناجیل کی فہرست

۱۔ انجیل طفولیت، جو متی نے لکھی ۲۔ انجیل پطرس ۳۔ انجیل یوحنّا
۴۔ انجیل دوم یوحنّا ۵۔ انجیل اندریاہ ۶۔ انجیل فلپ
۷۔ انجیل مارتفا لوحی ۸۔ انجیل توما
۹۔ انجیل اول و دوم طفولیت نوشتہ توما ۱۰۔ انجیل یعقوب
۱۱۔ انجیل نیقودیما ۱۲۔ انجیل مقفی آنہ ۱۳۔ انجیل مرقس مصریوں کی
۱۴۔ انجیل مرقس مردجہ ۱۵۔ انجیل برنباس ۱۶۔ انجیل لوقا
۱۷۔ انجیل متی ۱۸۔ انجیل مخفی ڈِس ۱۹۔ انجیل پال
۲۰۔ انجیل لسی لیڈس ۲۱۔ انجیل سرنتھس ۲۲۔ انجیل ابیانی
۲۳۔ انجیل یہودیہ ۲۴۔ انجیل جوڈ

ہم نے صرف ۲۴ ۔ اناجیل تک نقل کیا ہے ۔ مؤلف موصوف نے کل ۴۴ ۔ اناجیل لکھی ہیں ۔ پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ انجیل برنباس اسلام سے قبل کی ہے اور اس وقت بھی یہی آواز تھی کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں ۔

اب یہ کہنا کہ قرآن مجید نے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام صرف اس لئے نہیں لیا کہ یہود و نصاریٰ حضرت اسحٰقؑ کی قربانی کے قائل تھے ۔ یہ بات بالکل غلط ہے ۔
قرآن مجید آنحضرتؐ کی ہجرت کو بیان فرماتا ہے اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی ذکر ہے ۔ مگر اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام نہیں (سورہ توبہ) حالانکہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہی ذکر ہے

www.toobaaelibrary.com

نیز جس طرح بدبخت انسانوں نے حضرت مریم صدیقہ پر بہتان لگایا تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی پر بھی بہتان لگایا تھا۔ قرآن مجید نے حضرت عائشہ صدیقہ رض کی برءیت بیان فرمائی ہے مگر آپ رض کا نام نہیں لیا (سورہ نور) اہل اسلام ان آیات سے حضرت عائشہ صدیقہ رض کا ہی نام سمجھتے ہیں۔ کیا ان دونوں واقعات میں قرآن مجید نے اس لئے نام نہیں لئے کہ اہل کتاب ان دونوں بزرگوں کے قائل تھے، جس طرح یہ دونوں باتیں اہل کتاب ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بالکل اسی طرح واقعہ قربانی میں بھی حضرت اسمٰعیل ع کا نام نہ ہونے سے یہ بات بھی نہیں بنتی کہ اہل کتاب کی وجہ سے آپ ع کا نام نہیں لیا گیا۔ اصل اور صحیح بات یہ ہے کہ قرآن مجید بعض اوقات واقعہ بیان فرما دیتا ہے۔ اور جن اشخاص کا واقعہ سے تعلق ہوتا ہے ان کا نام نہیں لیتا اہل اسلام آنحضرت ؐ کی زبان مبارک یا واقعہ کے ظہور سے ان اشخاص کا نام خود بخود سمجھ لیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح واقعہ قربانی سے ہم اہل اسلام قرآنی آیات اور اسلامی تعلیمات سے یہی سمجھتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ع ہی ہیں نیز یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ واقعہ قربانی کے بعد حضرت اسحٰق ع کی بشارت کا ذکر ہے۔ اور جن کے ساتھ واقعہ قربانی پیش آیا وہ حضرت اسمٰعیل ع ہی ہیں۔ اور تورات بھی اسی حقیقت کا اظہار کرتی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "مفسرین کی دلیل۔ قرآن کے بیان کا سطحی مطالعہ بھی یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ اس میں اور تورات کے بیان میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن یہ چند مفسرین گمان کرتے ہیں کہ اس بیان کی آخری آیت (اور ہم نے اس کو اصحاق کی خوشخبری دی جو نیک بختوں میں نبی ہوگا۔) حضرت اصحاق کی پیدائش کی خبر ہے جو قربانی گزارنے کے بعد ملی۔ پس ان مفسرین کی رائے میں قربانی حضرت اصحاق کی ولادت سے پہلے واقع ہوئی اور اسمٰعیل قربان ہونے والے تھے کیونکہ وہ اصحاق

www.toobaaelibrary.com

سے پہلے تھے۔ لیکن یہ قیاس، بالکل باطل ہے۔ کیونکہ اوّل تو قرآنی بیان ہی سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس بشارت کے وقت اضحاق موجود تھے اور دوم تورات اور قرآن دونوں میں صاف ذکر پایا جاتا ہے کہ ابراہیم کو ولایت اضحاق کی خوشخبری قربانی کے بعد نہیں ملی تھی بلکہ امت لوط کی ہلاکت کے قبل ملی تھی (پیدائش ۱۸ باب ۱) قرآن میں بھی یہ قصہ سورہ ہود اور حجر اور ذاریات میں مرقوم ہے کہ فرشتے قوم لوط کو ہلاک کرنے جا رہے تھے اثنائے راہ میں انہوں نے ابراہیم کی مہمانی قبول کی اور کہا ہم تجھ کو ایک ہوشیار لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جب اس نے اور اس کی بیوی نے اپنی ضعیفی کا خیال کر کے یقین نہ کیا اور بہت متعجب ہوئے تو فرشتے نے دونوں کا اطمینان کیا (حجر ع ۳۔ ذاریات ع ۲) پس ان مفسرین کا یہ خیال کہ ولادت اضحاق کی خبر قربانی کے بعد دی گئی تورات و قرآن کے متفقہ بیان کے خلاف ہے اور باطل ہے یہ خوشخبری تو ان کو مدتوں پہلے مل چکی تھی۔" صفحہ ۱۴۶ و ۱۴۷۔

مجیب: حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل قربانی کا واقعہ رونما ہو چکا تھا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ قرار پا چکے تھے۔ یہ چند مسلمان مناظرین یا چند مفسرین کی ذاتی رائے نہیں بلکہ یہ قرآنی اور اسلامی نظریہ ہے۔ جسے ہم بہترین انداز اور احسن دلائل سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ اور تورات کا بھی یہی نظریہ ہے جسے ہم "باب نہم تورات اور ذبیح اللہ" میں تحریر کریں گے۔ انشاء اللہ"

پادری صاحب نے اس مقام پر یہ چالاکی کی ہے کہ حضرت اسحٰقؑ کی صرف ولادت کی خبر کو قربانی سے قبل ظاہر کیا ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ واقعہ قربانی کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی خبر بمعہ نبوت دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت اسحٰقؑ حضرت ابراہیمؑ کو بلا دعا اور قربانی کے انعام

www.toobaaelibrary.com

ہیں ملے تھے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی خبر کس زمانے میں ملی؟ سو آپ اس بات کو قرآن و تورات کے پیش نظر ملتے ہیں کہ حضرت لوطؑ کی قوم کی بربادی کے وقت جب فرشتے آئے تو اس وقت حضرت خلیلؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی خبر دی گئی۔ اور اس خبر کے ایک سال بعد حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے جیسا کہ پیدائش ۲۱/۱۷ سے ظاہر ہے۔

"لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے باندھونگا جو اگلے سال اسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہوگا"۔ چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ سے چودہ سال بڑے تھے اور قرآن مجید کے نزدیک "غلٰم حلیم" قربان ہونے کے وقت "دوڑنے کی عمر کو پہنچ گیا تھا"۔ بقول مفسرین قرآن "غلٰم حلیم" کی عمر ۱۳ برس کی تھی (جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں انہی آیات کے تحت لکھا ہے) پس اس نظریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے ایک سال قبل واقعہ قربانی رونما ہوچکا تھا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ اپنی اس بے نظیر اور لاثانی قربانی کے پیش نظر ذبیح اللہ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں پسندیدہ قرار پائے جاچکے تھے۔

علاوہ ازیں جو قوم لوطؑ کی ہلاکت سے قبل حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی خبر دی گئی تھی۔ اس کے یہ الفاظ (غلٰم علیم) ہیں یعنی صاحب نبوت لڑکے کی۔ اور قربانی کے بعد سورہ صافات آیت ۱۱۲ میں یہ (وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ) الفاظ ہیں۔ پس ان دونوں مقامات سے حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی خبر کے ساتھ ہی آپؑ کی نبوت کی بھی خبر موجود ہے۔ پس صاف صاف ظاہر ہوا کہ حضرت اسحٰقؑ کی ولادت اور قوم لوطؑ کی ہلاکت سے قبل واقعہ قربانی رونما ہوچکا تھا۔ اور

www.toobaaelibrary.com

حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

پادری صاحب! آپ دیس بھارت کے باسی معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ آپ کی کتاب "محمد عربی" بار دوم کے صفحہ ۳۱ پر یہ الفاظ ہیں کہ "بٹالہ یکم اکتوبر ۱۹۸۱ء" نیز آپ کی کتاب "صحت کتب مقدسہ" بار دوم صفحہ ۶ پر یہ الفاظ ہیں کہ "انار کلی بٹالہ یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء" اس لئے ہمیں معلوم نہیں کہ آپ کے ہاں کوئی لڑکا ہے یا نہیں؟ آپ، اپنے پڑوس میں توجہ سے غور فرمالیں کہ لڑکا کتنی عمر میں اپنے باپ کے ساتھ دوڑنے لگ جاتا ہے۔ بات سمجھ میں آجائے گی بشرطیکہ نیت صاف ہو۔

ناظرین کرام: غور فرمایئے کہ ہم نے کس احسن انداز اور صاف ستھرے الفاظ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قربانی کے واقعہ کے بعد حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے اور سورہ صافات میں واقعہ قربانی کے بعد حضرت اسحٰقؑ کی جو بشارت بیان کی گئی ہے وہ بھی اسی حقیقت کا اظہار کرتی ہے۔ پس یہ بات خوب روشن ہو گئی کہ قرآن مجید کے نزدیک ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ اور یہی قرآنی اور اسلامی نظریہ ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "قرآنی بیان سے استدلال۔ سورہ صافات کے بیان سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اضحاق ذبیح اللہ تھے۔

۱:- ذبیح اللہ وہی تھے جو حضرت ابراہیم کے فرزند موعود تھے اس فرزند کے تولد کی بشارت ان کی دعا کے جواب میں ان کو دی گئی قرآن میں تولد اضحاق کا وعدہ صاف اور واضح الفاظ میں موجود ہے۔ مگر قرآن کے کسی مقام میں بھی تولد اسمٰعیل کی کوئی بشارت نہیں پائی جاتی حضرت ابراہیم نے اسی فرزند کو نذر کیا تھا جس کی بشارت ان کو دی گئی تھی۔ پس یہ فرزند حضرت اسمٰعیل نہیں تھے بلکہ حضرت اضحاق تھے۔" ص ۱۴۷ و ۱۴۸

مجیب: پادری صاحب کے اس اعتراض کا جواب ہم نے "باب ششم" میں تفصیل سے لکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے اصل مصداق حضرت

www.toobaaelibrary.com

اسمٰعیلؑ ہی ہیں نیز اسی باب میں " قرآن مجید سے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اصل مصداق کون ہے ؟ " کے تحت بھی کچھ لکھا ہے ان کے علاوہ " شکریہ خلیلؑ بدرگاہ ربّ جلیل " میں بھی یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت خلیلؑ کی دعا کے اصل مصداق ہیں ۔

پس جبکہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہیں تو ذبیح اللہ بھی آپؑ ہی ہیں کیونکہ جو دعا کا مصداق ہے وہی ذبیح اللہ ہے ۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " (۲) جب حضرت ابراہیم نے دعا کی کہ اے ربّ مجھ کو کوئی نیک بیٹا بخش (جس کو بعدہٗ قرآن کے مطابق انہوں نے نذر گذارنا) تو وہ ضرور اپنی حقیقی بی بی سارہ کے بطن سے کوئی بیٹا چاہتے تھے ۔ کیونکہ یوں تو اُن کے کئی بیٹے تھے ایک ہاجرہ سے چھ قطورہ سے تھے مگر یہ سب حرموں کے بطن سے تھے جن کو وہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے ۔ جو اضحاق کو حاصل تھا " صـ ۱۴۸

مجیب : ایک طرف تو پادری صاحب خط کشیدہ الفاظ لکھتے ہیں مگر آپ دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں ۔

" لونڈی غلام ہونا فی نفسہٖ کسی کی ذاتی تحقیر نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ یہ ظاہری اور عارضی امور ہیں جن کا تعلق کسی انسان کی حقیقی روحانیت اور باطنی شرافت سے نہیں ہوتا " صـ ۱۵۶

ایک عقل مند انسان ممبر صاحب کی کس بات کو تسلیم کرے اور کس کا انکار کرے ؟ قسیس معظم آرچڈیکن کے دیگر الفاظ ملاحظہ فرمایئے ۔

" اثنائے راہ میں انہوں نے ابراہیم کی مہمانی قبول کی اور کہا ہم تجھ کو ایک ہوشیار لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں ۔ جب اس نے اور اس کی بیوی نے اپنی ضعیفی کا خیال کر کے یقین نہ کیا اور بہت متعجب ہوئے تو فرشتے نے دونوں کا اطمینان کیا (حجر ع ۳ ذاریات ع ۲) " صـ ۱۴۷

www.toobaaelibrary.com

مجیب: غور فرمائیے! کہ اگر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو پالینے کے بعد کوئی اور دعا لڑکے کے لئے کی ہوتی تو پھر اپنی ضعیفی کی وجہ سے بہت متعجب کا کیا مطلب؟ نیز فرشتے کا اطمینان کرانے کا کیا مطلب؟ پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو پالینے کے بعد دوسرے لڑکے کے لئے کوئی دعا نہیں کی یاد رہے کہ حضرت زکریاؑ کے اولاد کے واقعہ کو پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہاں پر دعا کا ذکر ہے اور بعد میں حیرانگی کا اظہار ہے (سورۃ آل عمران) مگر حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ میں صرف حیرانگی کا اظہار ہے اور دعا کا ذکر بالکل نہیں۔

پادری صاحب کے الفاظوں پر غور فرمائیے!

"تو وہ ضرور اپنی حقیقی بی بی سارہ کے بطن سے کوئی بیٹا چاہتے تھے کیونکہ یوں تو ان کے کئی بیٹے تھے" خط کشیدہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو ذبیح اللہ کی پیدائش سے قبل واقعہ قربانی کا علم تھا۔

حالانکہ قرآن پاک کے الفاظ فلما بلغ .... ماذا تری سے اسبات کی تردید ہوتی ہے۔

اور توزات کی کتاب پیدائش ۲۲/۱ "ان باتوں کے بعد........ حاضر ہوں" کے الفاظ پادری صاحب کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں۔

آپ کے یہ الفاظ بھی صداقت سے خالی ہیں "کیونکہ یوں تو ان کے کئی بیٹے تھے ایک ہاجرہ سے چھ قطورہ سے تھے۔"

اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ سے چودہ سال بڑے تھے گویا حضرت اسحٰقؑ سے پہلے حضرت اسمٰعیلؑ موجود تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے وہ چھ لڑکے جو حضرت قطورہ سے تھے وہ بھی حضرت اسحٰقؑ سے قبل موجود تھے یا نہیں

www.toobaaelibrary.com

تر دیکھو پیدائش ۲۴/۶۷ نیز ۲۳/۱ تا ۲ ان مقامات پر حضرت سارہ کی وفات کا ذکر ہے اور آپ کی وفات کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے حضرت قطورہ سے شادی کی تھی۔ پیدائش ۲۵/۱ تورات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہ کی وفات کے بعد تیسری بیوی کی تھی۔ اور قربانی کا واقعہ حضرت سارہ کی حیات میں رونما ہوا تھا ان حالات میں یہ بات کیسے تسلیم کر لی جائے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ہاں دو سرے چھ لڑکے حضرت اسحٰقؑ سے قبل موجود تھے۔ افسوس کہ پادری صاحب نے تورات کے خلاف جھوٹ لکھنے سے بھی پرہیز نہیں کیا۔

عاشق ہوں معشوق فریبی ہے میرا کام
مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیلےٰ میرے آگے

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت ابراہیم نے سارہ کے بطن سے بیٹا حاصل کرنے کیلئے دعا کی تھی کیونکہ یہود میں عورت کے رحم کا بند ہو جانا رسوائی اور خدا کی ناراضگی کا موجب سمجھا جاتا تھا" ص ۱۴۸

مجیب: آپ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر تو کیا مگر قرآن و تورات سے وہ مقام نقل نہیں کیا جس جگہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا حضرت اسحٰقؑ کے لئے منقول ہے۔ آپ کا مقام دعا نقل نہ کرنا اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ ان دونوں کتابوں میں کہیں بھی یہ دعا منقول نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمایئے۔ پادری صاحب مذہبی راہ نما کئی کتابوں کے مصنف۔ ممبر صاحب۔ اور ایم۔ اے ہیں مگر قسیس معظم آرچ ڈیکن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں "یہود" نہ تھے اور یقیناً نہ تھے۔ کاش کہ: خط کشیدہ الفاظ کو لکھتے وقت سوچ لیا ہوتا تو کم از کم اس جگہ جگ ہنسائی سے بچ جاتے۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت ابراہیم دل سے چاہتے تھے کہ ان کی بیوی

www.toobaaelibrary.com

کی یہ رسوائی دور رہو۔ پس انہوں نے دعا کی جو خدا نے منظور فرمائی اور ان کو ایک ہوشیار تحمل والے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دی ؛ صد ۱۴۱

مجیب : پادری صاحب کے دامن میں ہے تو کچھ بھی نہیں آپ خالی جگہ کو پر ضرور فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا (ایک ہوشیار تحمل والے بیٹے کی) قرآن و توراۃ میں کہیں بھی منقول نہیں۔

یہ یاد رہے کہ قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے بعد "غلٰم حلیم" کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں آپؑ کی دعا کے بعد حضرت اسحٰقؑ کا نام یا آپؑ کی کسی صفت کا کوئی ذکر نہیں۔ پادری صاحب اپنے فن کی وجہ سے آپؑ کے دونوں لڑکوں حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کی بالترتیب صفات "غلٰم حلیم" اور "غلٰم علیم" کو بلا دلیل حضرت ابراہیمؑ کی دعا قرار دیتے ہیں اور پھر انہیں خواہ مخواہ حضرت اسحٰقؑ پر چسپاں کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن مجید کے صریحاً خلاف ہے۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "جب حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے سے اپنے خواب کا ذکر کیا تو اس نے بڑی خوشی سے اپنی جان کو خدا کی راہ میں نثار کرنے پر مستعدی ظاہر کی اور کہا اے باپ جو تجھ کو حکم ہوا ہے کر ڈال ؛ صد ۱۴۸

"جس سے ظاہر ہے کہ یہ ذبیح اللہ وہی ہوشیار لڑکا ہے جس کی ولادت کی خبر دی گئی تھی ؛ صد ۱۴۹

مجیب : گویا آپ کے نزدیک حضرت اسحٰقؑ ذبیح اللہ ہیں۔ مگر جس قرآن مجید سے آپ اپنے من کی بات کہتے ہیں وہ قرآن مجید اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ واقعہ قربانی میں "غلٰم حلیم" کا ذکر ہے۔ "غلٰم علیم" کا نہیں اور "غلٰم علیم" حضرت اسحٰقؑ کی صفت ہے پس قرآن مجید اور پادری صاحب کے قول سے بھی یہی ثابت ہوا کہ قربانی حضرت اسمٰعیلؑ کی ہوئی تھی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اسی حقیقت کے ہم

www.toobaaelibrary.com

اہل اسلام قائل ہیں۔

خلاکشیدہ الفاظ کی بابت عرض یہ ہے کہ حضرت اسحٰق ان الفاظ کے مصداق نہیں تھے کیونکہ تورات یہ ادا دا بیان کرتی ہے۔

"تب اضحاق نے اپنے باپ ابرہام سے کہا اے باپ! اس نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے میں حاضر ہوں۔ اس نے کہا دیکھ آگ اور لکڑیاں تو ہیں پر سوختنی قربانی کے لیئے برّہ کہاں ہے"۔ پیدائش ۲۲ یہ الفاظ حضرت اسحٰق کی عدم تیاری کی خبر دیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ہی ہیں جنہوں نے ان شاء اللہ من الصٰبرین کہہ کر اپنی مکمل تیاری کا اظہار فرما دیا تھا۔

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "علاوہ ازیں ایک اور صفت بھی ذبیح اللہ کی بتلائی گئی ہے کہ وہ تحمل والا ہوگا اور یہی صفت اضحاق میں ملتی ہے"۔ ص ۱۴۹

مجیب: قرآن مجید میں جو ذبیح اللہ کی صفت بتائی گئی ہے اسی پر قربانی کا سارا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد حضرت اسحٰق کی بشارت بمعہ نبوت دی گئی ہے اور دوسرے مقام پر حضرت اسحٰق کی صفت "غلٰم علیم" کی ہے۔ پس صاف ظاہر ہوا کہ قربانی ان کے علاوہ دوسرے لڑکے کی ہوئی ہے وہ حضرت اسمٰعیل ہی ہیں۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "حضرت اسمٰعیل تو گورخر کی طرح آزاد مرد تھے جن کے ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ ان کے خلاف تھے"۔ ص ۱۴۹

مجیب: جو قرآن پاک "غلٰم حلیم" کی بشارت دیتا ہے۔ وہی قرآن پاک قربانی کے واقعہ کو اسی بشارت پر پورا کرتا ہے۔ اور "غلٰم حلیم" کے مصداق حضرت اسمٰعیل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ذبیح اللہ بھی حضرت اسمٰعیل ہی ہیں۔

پادری صاحب آپ ایم۔ اے ہیں۔ مگر آپ کی دلیل میں جان نہیں ہوتی جو الفاظ آپ نے حضرت اسمٰعیل کی عدم قربانی کے لیئے تحریر کئے ہیں یہی الفاظ ہماری طرف سے

www.toobaaelibrary.com

جواب ہیں۔

یعنی جس صفت کی وجہ سے حضرت اسمٰعیلؑ آپ کے نزدیک ذبیح اللہ قرار نہیں پاتے اسی صفت کی وجہ سے حضرت اسحٰقؑ بھی ذبیح اللہ قرار نہیں پاتے۔ کیونکہ اگر حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاتھ سب کے خلاف تھے تو لفظ "سب" میں حضرت اسحٰقؑ بھی شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت اسحٰقؑ کے ہاتھ بھی حضرت اسمٰعیلؑ کے خلاف تھے پس اس لحاظ سے آپ کی دلیل کچی بودی اور بیکار رہی۔

پادری صاحب کی علمی قابلیت ملاحظہ فرمائیے کہ آپ لفظ "آزاد" کو لفظ "حلیم" کی ضد خیال فرماتے ہیں۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "پس ذبیح اللہ اضحاق ہی تھے جو نیک بھی تھے ہوشیار بھی تھے۔ اور تحمل والے بھی تھے۔ اور ان تمام اوصاف کا بوقت قربانی اظہار ہو گیا حضرت اسمٰعیل کے "تحمل والے" اور "ہوشیار" ہونے کی خبر کسی مقام میں بھی حضرت ابراہیم کو نہیں دی گئی"۔ صـ ۱۴۹

مجیب: یاد رہے کہ جس طرح قرآن مجید "تحمّل والے" اور "ہوشیار" ان دونوں صفتوں کو حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت حضرت ابراہیمؑ کو خبر نہیں دیتا۔ بالکل اسی طرح قرآن مجید "تحمّل والے" اور "ہوشیار" ان دونوں صفتوں کو حضرت اسحٰقؑ کی بابت بھی حضرت ابراہیمؑ کو خبر نہیں دیتا۔

آپ سارے قرآن مجید کی تلاوت بنظر غور کریں تو آپ کو یہ دونوں صفات ان دونوں حضرات کی بابت قرآن پاک میں ہرگز ہرگز نہ ملیں گی۔ بلکہ آپ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت "غلم حلیم" اور حضرت اسحٰقؑ کی بابت "غلم علیم"۔ یہ دونوں صفات جدا جدا دونوں حضراتؑ کے حق میں ملیں گی۔ چونکہ واقعہ قربانی میں "غلم حلیم" کا ذکر ہے۔ پس یہ حقیقت خوب ظاہر ہو گئی کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے بعد "غلام حلیم" کا ذکر ہے۔ اور بغیر دعا کے حضرت ابراہیمؑ کو "غلام علیم" کی بشارت ہے اور یہ بشارت حضرت اسحٰقؑ کی بابت ہے اور قربانی میں "غلام حلیم" کا ذکر ہے پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ "غلام حلیم" اور آپؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

پادری صاحب لفظ "علیم" کا ترجمہ بار بار لفظ "ہوشیار" سے کرتے ہیں اور پھر اسے اپنی من کی بات پر صادق کرتے ہیں۔ "علیم" کا ترجمہ "جاننے والا" اور "علم والا" بھی ہے۔ آپ نے "ہوشیار" کا ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ کی تفسیر "موضح القرآن" سے لیا ہے۔ مگر ان ہی شاہ صاحبؒ کے نزدیک "غلام حلیم" کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

لفظ "علیم" کا ترجمہ "ہوشیار" جو پادری صاحب کو بہت پسند ہے۔ ان کی تورات یہ ترجمہ تسلیم نہیں کرتی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

"تب اضحاق نے یعقوب سے کہا اے میرے بیٹے ذرا نزدیک آ کہ میں تجھے ٹٹولوں کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے یا نہیں۔ اور یعقوب اپنے باپ اضحاق کے نزدیک گیا اور اس نے ٹٹول کر کہا کہ آواز تو یعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں اور اس نے نہ پہچانا اس لئے کہ اس کے ہاتھوں پر اس کے بھائی عیسو کے ہاتھوں کی طرح بال تھے سو اس نے اسے دعا دی اور اس نے پوچھا کہ کیا تو میرا بیٹا عیسو ہی ہے اس نے کہا میں وہی ہوں پیدائش $\frac{۲۷}{۲۱ \text{ تا } ۲۴}$

غور فرمائیے کہ اس مقام سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اب جو معنی پادری صاحب نے پسند فرما کر لکھے ہیں۔ اس کے پیش نظر یہ مقام اس معنی کی تائید نہیں کرتا۔ کیونکہ جو کسی سے دھوکہ کھا جائے اسے "ہوشیار" نہیں بلکہ "سادہ لوح" کہتے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنی الفاظ "غلم علیم" کا اصل مفہوم کیا ہے تو قرآن مجید کے نزدیک اصل مفہوم یہ ہے کہ "علم والے لڑکے کی" یعنی "صاحب نبوت لڑکے کی" اور اس مفہوم کی تصدیق قرآن پاک کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ "نبیاً من الصلحین" گویا یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ پس علیم کا مطلب حضرت اسحٰقؑ کا نبی ہونا ہی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نیک تھے۔ صابر تھے۔ رب کے ہاں پسند تھے اور وعدہ کے پکے تھے۔ یہ تمام باتیں بوقت ذبح آپؑ میں پوری ہو گئی تھیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "(۴) قرآنی بیان میں ہے کہ جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے کو پہنچا یہ آیت اس بات کی مقتضی ہے کہ ذبیح اللہ سے مراد وہی ابن ابراہیمؑ مراد ہو جو اس کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا اور یہ وہی بیٹا ہے جو اس کو ملک شام میں حاصل ہوا تھا۔ حضرت اسمٰعیل تو اس سے بہت پہلے ہاجرہ کے ساتھ گھر سے نکال دیئے گئے تھے اور وہ فاران کے بیابان میں رہتے تھے۔ (پیدائش ۲۱ باب) پس اضحاق ہی نذر گزارنے گئے تھے۔" ص ۱۴۹

مجیب: پادری صاحب یہ کہتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ ملک شام میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ آپؑ بھی ملک شام میں پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ پیدائش ۱۶/۱ تا ۱۶ سے ظاہر ہے یہ مقام "تورات سے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اصل مصداق کون ہے" کے تحت گزر چکا ہے۔ یاد رہے کہ پہلے وقتوں میں کنعان کو شام بھی کہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت اسمٰعیلؑ کی رخصتی کو پیدائش ۲۱/۹ تا ۲۱ میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں حضرت اسحٰقؑ کے دودھ چھڑانے کے اگلے دن رخصتی کا بیان ہے۔ اور پادری صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت اسحٰقؑ ملک شام میں پیدا ہوئے تھے۔ پس جس ملک میں حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے تھے اسی ملک میں حضرت اسمٰعیلؑ پیدا اور اسی

www.toobaaelibrary.com

ملک سے رخصت ہوئے تھے ۔ نیز ۸۶ سال کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ ملک شام میں تھے اور اسی عمر میں آپؑ کے اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ شام میں پیدا ہوئے تھے ۔

پادری صاحب کے خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اس عمر سے بہت پہلے گھر سے رخصت کر دیئے گئے تھے ۔ مگر ہم اسباط کے قائل ہیں کہ قربانی کے وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر تیرہ برس کی تھی ۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ اسی عمر میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ دونوں باپ بیٹا ملک شام کے علاوہ کسی دوسرے ملک میں اکھٹے نظر آتے ہیں جیسا کہ پیدائش کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے ۔

" اور جب اس کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرہ برس کا تھا ۔ ابرہام اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ایک ہی دن ہوا " ۔ $\frac{17}{25 \text{ و } 26}$

پادری صاحب کے قول کے مطابق اس عمر سے قبل حضرت اسمٰعیلؑ گھر سے رخصت ہو چکے تھے ۔ پس بخوبی ثابت ہوا کہ قربانی مکہ معظمہ کے پہاڑ مروہ پر ہوئی کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کا مسکن یہی تھا ۔ پس حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں ۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " (۵) اگرچہ حضرت ابراہیم حکم خدا کے مطابق بیٹے کو نذر کرنے پر مستعد ہوئے مگر ان کے بیٹے نے ان سے بھی زیادہ جاں نثاری دکھلائی کہ راہ خدا میں ذبح ہونے سے مطلق ملال نہ کیا " ۔ ص ۱۴۹ و ۱۵۰

مجیب : توراۃ میں ہے کہ حضرت اسحٰقؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا تھا کہ قربانی کے لیے برہ کہاں ہے ؟ پیدائش $\frac{22}{7}$

توراۃ کے یہ الفاظ اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ حضرت اسحٰقؑ کی تیاری اور جاں نثاری تو در کنار بلکہ آپؑ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آپؑ نے قربان ہونا ہے ۔ پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰقؑ ذبیح اللہ نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں جنہوں نے

www.toobaaelibrary.com

اپنی تیاری کا ثبوت دے دیا تھا۔ سورہ صافات آیت ۱۰۲

توراۃ کہتی ہے کہ حضرت اسحٰقؑ قربانی سے لاعلم تھے۔ اور پادری صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے نے ان سے بھی زیادہ جاں نثاری دکھائی تھی۔ پس پادری صاحب اور توراۃ کے الفاظ سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ جن لڑکے نے تیاری دکھائی وہ حضرت اسحٰقؑ نہ تھے بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے پس ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "پس قرآن میں ان دونوں کے اس بے نظیر کام کا صلہ ملتا ہے۔ ابراہیمؑ سے تو قربانی کے بعد کہا گیا" ہم نے پچھلے خلق میں یہ باقی رکھا کہ سلام ہے ابراہیم پر ہم نیکی کرنے والوں کو یوں بدلہ دیتے ہیں یہ صلہ ابراہیم کو ملا" صفحہ ۱۵۰

مجیب: پادری صاحب اگر اسی سورہ صافات پر توجہ اور غور فرما لیتے تو آپ کبھی بھی حضرت ابراہیمؑ کے لئے یہ صلہ تسلیم نہ کرتے۔ اگر آپ اس مقام سے حضرت ابراہیمؑ کے لئے یہی صلہ سمجھے ہیں تو پھر آپ یقیناً غلط سمجھے ہیں۔ کیونکہ جن الفاظوں کو آپ نے اسی سورہ میں سے حضرت ابراہیمؑ کے لئے قربانی کے صلہ میں لکھا ہے۔ ہم آپ کو اسی سورہ سے یہی الفاظ دیگر حضرات انبیاءؑ کی بابت بھی بتلا اور دکھا دیتے ہیں اور اس پر تین شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

سورہ صافات سے تین شہادتیں

- ۱:۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ .. .. آیات ۷۸ تا ۸۳
- ۲:۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا .. .. آیات ۱۱۹ تا ۱۲۳
- ۳:۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ .. .. آیات ۱۲۹ تا ۱۳۳

یاد رہے کہ یہ تینوں شہادتیں "قرآن مجید سے تین شہادتیں" کے تحت بمعہ ترجمہ گذر چکی ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب نے حضرت ابراہیمؑ کے لیئے قربانی کے صلہ میں جو الفاظ لکھے ہیں وہ تو حضرت نوحؑ ۔حضرت موسےٰؑ ۔حضرت ہارونؑ اور حضرت الیاسؑ کے لیئے بھی ثابت ہیں ۔حالانکہ اس بات پر اتفاق ہے ۔کہ ان حضراتِ انبیاءؑ نے اپنے کسی لڑکے کی کوئی قربانی نہیں دی تھی ۔پس معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے بزعم خود جن الفاظ کو حضرت ابراہیمؑ کے لیئے قربانی کا صلہ لکھا ہے ۔درحقیقت یہ صلہ نہیں ہے ۔

اب غور فرمایئے کہ حضرت ابراہیمؑ کے لیئے کیا صلہ ہے ؟ تو قرآن مجید واقعہ قربانی کے بعد آیت ۱۱۲ میں فرماتا ہے ۔ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ
پس قرآن مجید کے اس طرز بیان سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کے صلہ اور انعام میں حضرت اسحٰقؑ کی بشارت سنائی گئی ہے ۔اس سے یہ بات تو خوب روشن ہو گئی کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں ۔

چونکہ حضرت اسحٰقؑ حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کے انعام میں ملے تھے اس لیئے سورہ انبیاءؑ میں فرمایا گیا ۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ

ترجمہ :۔ اور ہم نے اس کو اسحٰقؑ و یعقوبؑ انعام میں عطا کیئے

اب دلائل و براہین کی روشنی میں یہ بات مزید کھل کر سامنے آ گئی کہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ ہیں ۔اور قربانی کے بعد جو صلہ اور انعام حضرت ابراہیمؑ کو ملا ۔وہ حضرت اسحٰقؑ تھے اور آپؑ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مصداق نہ تھے ۔پادری صاحب نے جن الفاظ کو فخر کے ساتھ صلہ قرار دیا ہے وہ الفاظ کسی حال میں بھی صلہ قربانی نہیں بنتے ۔

پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی
یہ نہ سمجھا تھا تبسّم موت کا پیغام ہے

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "اب ذبیح کو اس کی لاثانی فرمانبرداری کا کیا اجر ملا؟ اگر یہ ذبیح اللہ اسمٰعیل تھے تو اس کو مطلق کوئی صلہ نہیں ملا۔ اسمٰعیل کی کوئی تعریف نہیں کی گئی بلکہ اس کے نام تک کا ذکر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ لکھا ہے کہ ابرہام اور ذبیح اللہ دونوں نے حکم مانا" صٓ ۱۵۰

مجیب: اس کا جواب "بٰرکنا علیہ" اور "ذریتھما" کے تحت گزر چکا ہے۔

پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "لیکن قرآنی بیان کے مطابق ابراہیم اور ذبیح اللہ دونوں کو اجر ملا پس یہ ذبیح اللہ اسمٰعیل نہیں تھے بلکہ اضحاق تھے۔ جن کے حق میں دوسرا اجر لکھا موجود ہے چنانچہ کہا گیا ہم نے اس کو اضحاق کی بابت خوشخبری دی کہ وہ نبی ہوگا نیک بختوں میں اور ہم نے ابراہیم اور اضحاق پر برکت دی۔ پس ابراہیم کو ایک انعام ملا اور اضحاق ذبیح اللہ کو انعام نبوت عطا ہوا۔ اور اس کے علاوہ ابراہیم اور اضحاق کو فرمانبرداری کے صلہ میں برکت ملی" صٓ ۱۵۰

مجیب: پادری صاحب نے اس جگہ ذبیح اللہ کے لئے نبوت کو انعام تسلیم کیا ہے۔ اب جبکہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل آپؑ کی نبوت کی بھی خبر تھی۔ پس اگر حضرت اسحٰقؑ ذبیح اللہ ہوں تو آپؑ کے لئے نبوت انعام نہیں بنتی۔ چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش سے قبل آپؑ کی نبوت کی خبر نہ تھی۔ اس لئے آپؑ کو قربان ہونے کے انعام میں نبوت ملی اور حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کرنے کے انعام میں حضرت اسحٰقؑ کی بشارت ملی۔ مطلع بالکل صاف ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

پادری صاحب نے سورہ صافات آیت ۱۱۲ کا ترجمہ خط کشیدہ الفاظ میں کیا ہے۔ اس میں آپ نے لفظ "بابت" کو اپنی طرف سے لکھ کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ حضرت اسحٰقؑ واقعہ قربانی سے قبل موجود تھے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط

www.toobaaelibrary.com

ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی ولادت اور نبوت کی دونوں خبریں واقعہ قربانی کے بعد ایک ہی آیت اور ایک ہی وقت میں دی گئی ہیں۔ سورہ صافات آیت ۱۱۲۔
پادری صاحب کے نزدیک "ابدی عہد" سے مراد نبوت ہے۔ اس لحاظ سے حضرت اسحٰقؑ کی ولادت اور نبوت کی خبریں بیک وقت اکھٹی بیان ہوئی ہیں۔ پیدائش ۱۷/۱۹ پس آپ کا قول قرآن و تورات کے خلاف ہے

پادری صاحب کا فریب

پادری صاحب نے سورہ صافات آیت ۱۱۲ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ "(اور ہم نے اس کو اضحاق کی خوشخبری دی جو نیک بختوں میں نبی ہوگا" ص ۱۴۶
اب آپ نے اسی آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ "ہم نے اس کو اضحاق کی بابت خوشخبری دی کہ وہ نبی ہوگا نیک بختوں میں" ص ۱۵۰
دوسرے ترجمہ میں آپ نے لفظ "بابت" کا اضافہ اپنی طرف سے جس خاص مقصد کی خاطر کیا ہے، ہم اس مقصد کو ظاہر کر چکے ہیں۔ ویسے یہ لفظ لکھنا پادری صاحب کا فریب ہے کیونکہ آیت مذکورہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا ترجمہ "بابت" ہو سکے

ایسا نہ ہو کہ حشر میں تکرار کی ٹھہرے
تو اپنی خطا پہ کبھی قائل نہیں ہوتا

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت اضحاق میں ذبیح اللہ کی ایک اور صفت پائی جاتی ہے حضرت ابراہیم نے یہ دعا کی تھی۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اے رب مجھے کوئی نیک بیٹا عطا فرما) اس دعا کے جواب میں ان کو فرزند عطا ہؤا جیسے انہوں نے بعد میں نذر گزرانا" ص ۱۵۱

مجیب؟ اس اعتراض کے کئی جواب گزر چکے ہیں۔
پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "قربانی کے بعد اضحاق کی یہی صفت قرآن

www.toobaaelibrary.com

میں بیان ہوئی ہے۔ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ وہ نبی ہوگا نیکوں میں اور یہ صریح مطابقت ہے جس سے اضحاق کا ذبیح اللہ ہونا پورے طور پر ثابت ہے۔" صفحہ ۱۵۱

مجیب: پادری صاحب کے خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کو یہ بات مسلم ہے کہ واقعہ قربانی کے بعد حضرت اسحٰق ع کی صفت بیان ہوئی ہے اور جس آیت میں یہ صفت بیان ہوئی ہے اسی آیت میں واقعہ قربانی کے بعد آپ ع کی پیدائش کی بشارت بھی موجود ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت اسحٰق ع کی پیدائش اور آپ ع کی نبوت کی بشارات واقعہ قربانی کے بعد اکھٹی بیان ہوئی ہیں۔ اور پادری صاحب صرف صفت کو تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ پس جبکہ آپ ع کی پیدائش اور آپ ع کی نبوت کی خبر قربانی کے بعد اکھٹی بیان ہوئی ہیں تو اس سے صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ع ہی ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " ایک اور امر غور طلب ہے۔ قرآن قربانی کے بعد ابراہیم کو کہتا ہے کہ بے شک یہ تیری صریح آزمائش ہے۔ توراۃ بھی کہتی ہے کہ خدا نے ابرہام کو آزمایا (پیدائش ۲۲/۱) اگر یہ قربانی اضحاق کی تھی تو یہ بیشک صریح آزمائش تھی ورنہ نہیں۔ کیونکہ اضحاق حضرت ابراہیم اور بی بی سارہ کا اکلوتا بیٹا تھا جسے وہ پیار کرتا تھا (۲۲/۲) جب وہ دونوں ضعیف ہو گئے تھے۔ جس عمر میں اولاد کی امید نہیں کی جا سکتی تھی اس وقت وہ ناامیدی کی حالت میں وہ پیدا ہوا تھا اور ابھی جوان بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس کی قربانی کا حکم ہوا۔" صفحہ ۱۵۱ و ۱۵۲

مجیب: خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیے کہ ان میں دبی زبان سے یہ اقرار کیا گیا ہے کہ دراصل حضرت اسمٰعیل ع ہی حضرت ابراہیم ع کے اکلوتے بیٹے تھے۔ چونکہ حقیقت بھی یہی تھی اس لئے پادری صاحب نے حضرت سارہ کا نام بھی تحریر کیا تاکہ حضرت اسحٰق ع کو حضرت سارہ کے اکلوتے بیٹے ہونے کی حیثیت سے پیش کیا جا سکے۔ یہ بہت

www.toobaaelibrary.com

بڑا فریب اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ قربانی کا جو حکم حضرت ابراہیمؑ کو ملا تھا۔ اس میں "جو تیرا اکلوتا ہے" کے الفاظ ہیں۔ پس ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ جو لڑکے حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے تھے ان کی قربانی کا حکم تھا۔ حضرت اسحٰقؑ حضرت سارہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ نہ کہ حضرت ابراہیمؑ کے، حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ ہی تھے۔ پس آپؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "جس کی نسبت خدا نے فرمایا تھا کہ ابراہیم کی نسل اس سے چلے گی۔ اور وہ اور اس کی نسل ارضِ مقدس کے وارث ہونگے اور زمین کی سب قومیں اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گی۔ اب ایسے لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا اور اپنے ہاتھوں شجرِ امید کی جڑ کاٹنا بے شک یہ صریح آزمائش تھی حرم کے بیٹے اسمٰعیل کو قربان کرنا جس کی ذات سے نہ کوئی وعدہ اور نہ کوئی امید وابستہ تھی۔ صریح آزمائش نہیں ہو سکتی" ص ۱۵۲

مجیب: پادری صاحب کی عبارت سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت اسحٰقؑ قربان نہیں ہوئے۔ اور حضرت اسحٰقؑ کی قربانی حضرت ابراہیمؑ کی "آزمائش" نہیں بن سکتی۔ کیونکہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل ہی حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہے کہ حضرت اسحٰقؑ اور آپؑ کی اولاد نے ارضِ مقدس کا وارث بننا ہے۔ پس ان باتوں سے قبل حضرت اسحٰقؑ کی قربانی کا حکم ایک دل لگی اور ڈرامہ ہے۔ آزمائش نہیں کیونکہ حضرت خلیلؑ کو اس بات کا پختہ یقین ہے کہ حضرت اسحٰقؑ ذبح نہیں ہو سکتے۔ اب عقلِ سلیم کو دھکہ دیکر کیونکر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ حضرت اسحٰقؑ قربان ہوئے جبکہ حضرت ابراہیمؑ کو بخوبی معلوم تھا کہ اس شجرِ امید کی جڑ کٹے گی نہیں بلکہ پھل آور ہو گی۔ خوب پھولیگی بڑھے گی اور ملک کنعان کی وارث ہو گی۔ پس اس لحاظ سے حضرت اسحٰقؑ کی قربانی حضرت ابراہیمؑ کی "صریح آزمائش" نہیں بن سکتی

www.toobaaelibrary.com

پس صاف ظاہر ہوا کہ حضرت اسحٰق قربان نہیں ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش اس وقت ہوگی جبکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی ہو۔ کیونکہ آئندہ دور کے لئے کچھ بھی پتہ نہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبح ہوجائیں گے یا بچ رہیں گے؟ پس اس لحاظ سے قرآن مجید۔ تورات اور عقل سلیم کے نزدیک ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی صریح آزمائش بھی یہی ہے۔

پادری صاحب آپ ایم۔اے ہیں مگر آپ اس بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے کہ "آزمائش" کسے کہتے ہیں؟

ے دکھا کر منہ چھپا لینا حیا اس کو نہیں کہتے
لگا کر دل ہٹا لینا وفا اس کو نہیں کہتے

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "ہم نے قرآن شریف سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت اضحاق ہی نذر گذرانے گئے تھے۔ اگر کوئی مولوی صاحب قرآن سے اس قسم کے دلائل اسمٰعیل کے ذبیح اللہ ہونے کے پیش کر سکتے ہیں تو ہم بخوشی ان کو سنیں گے اور ان پر غور کریں گے"۔ ص ۱۵۲

مجیب: خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں کہ آپ نے حقائق کو اخفا کر کے قرآن مجید کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ہم نے قرآن مجید۔ حدیث اور مفسرین کرام کی تفاسیر سے بغیر کھینچا تانی اور بغیر ہیر پھیر کے بالکل صاف ستھرے اور نکھرے ہوئے دلائل کو تحریر کیا ہے۔ اور عقل سلیم ان کو پڑھ لینے کے بعد فوراً اس حقیقت کو پالیتی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ ان دلائل کے پیش نظر ہم اپنے دعوٰی میں سچے اور حق پر ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "بعض مفسرین نے دو حدیثوں سے استدلال کیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ تھے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی حدیث قرآن کے مخالف

www.toobaaelibrary.com

ہو تو وہ جھوٹی ہے۔ خواہ اس کا راوی کوئی ہو پس اگر کسی حدیث میں یہ لکھا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ تھے تو اس کے صحیح اصول کے مطابق وہ حدیث سرے سے غلط ہے۔ اور قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ یہ دو حدیثیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ایک میں لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں ابن ذبیحین ہوں۔

۲۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت کو یہ کہہ کر پکارا کہ "اے ابن ذبیحین" آپ اس خطاب پر مسکرا دیئے۔ جب اعرابی سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ جب عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھودا تو اس نے نذر مانی کہ اگر یہ کام اس کے لئے آسان ہو جائے تو وہ اپنے ایک بیٹے کو قربان کر دے گا قرعہ عبداللہ کے نام نکلا مگر اس کے ماموں نے اس کو اس بات سے منع کیا اور صلاح دی کہ اپنے بیٹے کے عوض سو اونٹ قربان کر دے۔ پس اس نے ایک سو اونٹ قربان کر دیئے۔ پس ایک ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ہے اور دوسرا حضرت کا باپ عبداللہ ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ باتیں ارباب سیر کی کہانیاں ہیں جو امر واقعہ نہیں ہیں۔ لہذا وہ ایک محقق کی نظروں میں وقعت نہیں رکھتیں جبھی سرسید مرحوم فرماتے ہیں ابن الذبیحین کی روایت نہایت غلط ہے اسمٰعیل کبھی قربان نہیں ہوئے" ص ۱۵۲ و ۱۵۳

مجیب: آپ کی یہ دلیل اور تحقیق نرالی ہے کہ آپ نے "بعض مفسرین" کے قول کو فقط اور صرف "جناب سرسید" کے قول سے رد کر دیا۔ ان مفسرین کرام کے سامنے "جناب سرسید" کی حیثیت منفرد کی ہے۔ اس کے علاوہ جناب سرسید محدث نہ تھے یہ فن علیحدہ ہے نیز آج تک جناب سرسید کو محدثین کے مقدس گروہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ صرف جناب سرسید کے لکھنے سے حدیث کو غلط قرار دینا کافی نہیں۔ خط کشیدہ الفاظ سے جو معیار آپ نے مقرر کیا ہے اس لحاظ سے یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید

www.toobaaelibrary.com

حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبیح اللہ قرار دیتا ہے۔
اس کے علاوہ توجہ فرمائیے کہ "ابن ذالذبیحین" کی حدیث کی صحت میں مندرجہ ذیل تفاسیر پر زور شہادت دیتی ہے۔

۱:۔ تفسیر ابی السعود میں سورہ صافات آیات قربانی کے تحت اس حدیث کو صحیح قرار دے کر حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر نقل کیا گیا ہے۔

۲:۔ تفسیر مدارک میں اسی سورہ کے تحت واقعہ قربانی میں اس حدیث کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اس سے حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔

۳:۔ تفسیر کبیر میں اسی سورہ کے تحت واقعہ قربانی میں اسے صحیح تسلیم کیا گیا ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر اس سے استدلال کیا گیا ہے۔

۴:۔ تفسیر روح المعانی میں اسی سورہ کے تحت واقعہ قربانی میں اس حدیث کو حضرت امیر معاویہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ ہیں۔

اب علمی دلائل کے لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت امیر معاویہؓ و دیگر مفسرین کرام کے سامنے جناب سر سید کے قول کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی۔ پس صاف صاف ظاہر ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "روضۃ الاحباب میں لکھا ہے" اختلاف است علماء را کہ ذبیح اللہ اسمٰعیل بود یا اسحاق قاضی۔ بیضاوی در تفسیر خویش او امام نوادی در کتاب تہذیب الاسماء واللغات وغیرہ ہما آوردہ اند کہ اکثر برآنند کہ اسمٰعیل بودہ و جمع کثیر برآنند کہ اسحاق بودہ۔ دلیل ایشاں ایں است کہ حق تعالےٰ در قرآن مجید مے فرمائید فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ

www.toobaaelibrary.com

اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ چہ ظاہر آیہ دلالت میکند بر آنکہ آں پسر کہ ابراہیم با او مبشر شدہ اوست کہ در خواب مامور گشتہ مذبح او و در قرآن ہیچ جا نیست کہ کسے مبشرہ شدہ باشد بغیر از اسحاق۔ ہمچنانکہ در سورہ ہود فَبَشَّرْنَاھَا بِاِسْحٰقَ وارد سورہ صافات میفرمائید وَبَشَّرْنَاہُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ و دیگر حدیث کہ در ذکر نسبت یوسف وارد شدہ کہ یوسف نبی اللہ ابن یعقوب اسرائیل اللہ ابن اسحاق ذبیح اللہ"۔

ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ حدیث جس کا صاحب روضۃ الاحباب ذکر کرتا ہے۔ قرآن اور صحف سماوی کے مطابق ہے لہذا یہ حدیث سچی ہے۔ اور ایک محقق کی نظروں میں مذکورہ بالا معیار کے مطابق قابل وقعت ہے۔ اس کے برعکس ابن ذبیحین کی دونوں حدیثیں صحف سماوی کے خلاف بیان کرتی ہیں پس وہ روایات جھوٹی اور موضوعہ ہیں"۔ ص ۱۵۳ و ۱۵۴

عجیب! پادری صاحب کی اس عبارت میں غلطیاں ہیں چونکہ ہم نے حرف بحرف آپ کی عبارت کو نقل کیا ہے اس لئے ہم غلطیوں سے بری ہیں۔

پادری صاحب نے "روضۃ الاحباب" سے جتنے دلائل تحریر کئے ہیں ان سب کے جوابات تفصیل کے ساتھ اسی باب میں گزر چکے ہیں نیز خط کشیدہ الفاظ کا جواب "شکریہ خلیل علیہ السلام بدرگاہ رب جلیل" میں گزر چکا ہے۔ باقی جو حدیث نقل کی گئی ہے اس کا جواب آگے آتا ہے۔

پادری صاحب کا زبردست فریب

پادری صاحب نے زبردست فریب کا یہ مظاہرہ کیا کہ اس کتاب سے ذبیح اللہ کے بارے میں اختلاف نقل کر کے صاحب روضۃ الاحباب کا فیصلہ اس بات پر ظاہر

www.toobaaelibrary.com

کر دیا کہ مصنف موصوف حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دیتے ہیں حالانکہ مصنف موصوف کا یہ نظریہ بالکل نہیں بلکہ آپ اس عبارت کو نقل کر کے آگے اس نظریہ کی تردید کرتے ہیں۔ جس جگہ پادری صاحب نے عبارت کو نقل کر کے چھوڑا ہے بالکل اسی کے آگے میر جمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے پر لکھتے ہیں۔

" است وجماعتی میگویند کہ اسمٰعیل بودہ دلیل ایشان آنست کہ حق تعالےٰ در قرآن مجید چوں قصہ ذبح بیان فرمودہ وبعد ازاں میگوید وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ۔ وآنکہ پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ انا ابن الذبیحین مراد از یک ذبیح اسمٰعیل است واز دیگرہ عبداللہ است" ص ۴۶ و ۴۷

یاد رہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے پر مصنف موصوف کا کلام جاری ہے۔

غور فرمایئے کہ " صاحب روضۃ الاحباب " کس طرح بہترین دلائل سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے پر کلام کرتے ہیں۔ اور پادری صاحب جس حدیث کا انکار کرتے ہیں، مصنف موصوف " پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم " کے الفاظ سے اسی حدیث سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبیح اللہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اس سے پادری صاحب کا فریب بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔

باقی رہا پادری صاحب کا یہ نظریہ کہ مسلمانوں کی اکثریت اسی بات کی قائل ہے کہ قربانی حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ہوئی تھی۔ پادری صاحب کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے پادری صاحب کو چاہیئے کہ عید الاضحیٰ کے دن اس راستہ پر کھڑے ہو جائیں جس راستہ سے مسلمان عیدگاہ کو نماز عید ادا کرنے کے لئے جاتے ہیں، تو ان سے سوال کریں کہ قربانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہوئی تھی یا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ؟ یقیناً آپ کو ایک مسلمان بھی ایسا نہ ملے گا جو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی قربانی کا قائل ہو۔ تمام مسلمان یک زبان ہو کر یہی کہیں گے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

www.toobaaelibrary.com

ہی قربان ہوئے تھے۔ پس اس سے آپ کا وہم کافور ہو جائے گا بشرطیکہ نیت صاف ہو۔

بہر حال یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ روضۃ الاحباب کے نزدیک بھی حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "جو اصحاب ان دو حدیثوں کی بنا پر اسمٰعیل کو ذبیح اللہ مانتے ہیں ان میں۔ ابن عباس۔ ابن عمر۔ سعید بن مسیّب۔ حسن شبعی۔ مجاہد اور قلبی شامل ہیں۔ اب ذرا حضرت اضحاق کو ذبیح اللہ ماننے والوں کے نام ملاحظہ ہوں۔ ان میں حضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت عباس بن عبد المطلب۔ حضرت ابن مسعود۔ حضرت کعب حضرت احبار۔ اور قتادہ اور سعید بن جبیر۔ مسروق۔ عکرمہ۔ زہری۔ سدی اور مقاتل جیسے حضرات ذی نشان اور اکابر اسلام شامل ہیں۔ وہ نہ صرف آنحضرت کے مکرم صحابیوں میں سے ہیں بلکہ قرآن کے حافظ اور حسن رائے علم اور نیکی کے لئے دنیائے اسلام میں مشہور اور ممتاز ہیں۔ کون ذی ہوش شخص ابن عباس اور ابن عمر کی رائے کو حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت عمر پر ترجیح دے گا۔" ؟ صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵

پادری صاحب کے فریب اور غلطیاں

مجیب: پادری صاحب نے مندرجہ بالا عبارت کو تحریر کرتے وقت فریب اور غلطیاں کی ہیں۔ یہ مکروہ کام صرف اس لئے کیا گیا تاکہ اپنی علمی قابلیت اور صداقت کا سکہ جمایا جا سکے جو کچھ آپ نے مندرجہ بالا عبارت میں کیا ہے ہم اس کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱:۔ اسلامی دنیا میں حضرت "کعب احبارؒ" ایک ہی ہستی کا نام ہے۔ مگر آپ نے دو نام الگ الگ لکھے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

"حضرت کعب" اور "حضرت احبار"

۲:۔ اس عبارت میں حضرت "عطاؒ" کا نام بھی ہے مگر آپ نے نہیں لکھا۔

۳:۔ "سعید بن خبیرؒ" نہیں بلکہ "سعید بن جُبیرؒ" ہے۔

۴:۔ پادری صاحب نے ان تمام بزرگوں کو آنحضرتﷺ کے "مکرم صحابیوںؓ" میں سے ظاہر کیا ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ ان حضرات میں سے صرف چار حضرات صحابہؓ میں سے ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب (۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ باقی تمام حضرات تابعین میں سے ہیں۔

۵:۔ آپ کا اخلاقی فریضہ اور دیانتداری کا تقاضا یہ تھا کہ آپ نے جس اسلامی کتاب سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اس کتاب کا نام بھی تحریر کرتے مگر افسوس آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ کے اس فعل سے ظاہر اور ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے دعوٰی میں سچے نہیں ہیں۔

روایت مذکورہ کی حقیقت

ان الفاظ کے بعد اب ہم روایت مذکورہ کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس سے یہ بات خوب روشن ہو جائے گی کہ اسلامی دنیا میں اس روایت کی حقیقت اور قدر و منزلت کچھ بھی نہیں۔ یہ روایت "تفسیر ابن کثیر" میں سورہ صافات واقعہ قربانی کی آیات کے تحت نقل کی گئی ہے۔ اور اسی جگہ پہلے چار حضرات کو "حضرات صحابہؓ" میں سے اور باقی تمام حضرات کو "حضرات تابعینؒ" میں ظاہر کیا گیا ہے علامہ ابن کثیرؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ

وَقَدْ وَرَدَ فِيْ ذٰلِكَ حَدِيْثٌ — اور تحقیق حضرت اسحٰقؑ کی قربانی میں جو

www.toobaaelibrary.com

لَوْ ثَبَتَ لَقُلْنَا بِہٖ عَلَی الرَّأْسِ وَالْعَیْنِ وَلٰکِنْ لَمْ یَصِحَّ سَنَدُہٗ۔ حدیث وارد ہوئی ہے اگر ثابت ہو جائے تو البتہ ہم کہیں گے ہماری سر آنکھوں پر اور لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔

اس کے آگے علامہ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب سے جو حدیث حضرت اسحٰقؑ کے ذبیح اللہ ہونے میں بیان ہوئی ہے اس میں دو راوی معتبر نہیں

۱:- حسن بن دینار البصری جو "متروک الحدیث" تھا۔

۲:- علی بن زید بن جدعان جو "منکر الحدیث" تھا

یاد رہے کہ یہ وہی حدیث ہے جو روضۃ الاحباب میں حضرت اسحٰقؑ کی بابت ہے چونکہ ممبر صاحب حقیقت کو بخوبی جانتے اور سمجھتے تھے اس لئے آپ نے اپنی صداقت اور دیانت کی قربانی دے کر اور "نئے زاویے" پر عمل پیرا ہو کر تفسیر "ابن کثیر" کا نام ہی نہ لکھا۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

پس صاف صاف ثابت اور ظاہر ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ" سر سید مرحوم بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ذی علم مسلمان عالموں کا صاف بیان ہے کہ حضرت اضحاق کی نسبت قربانی کا حکم ہوا تھا نہ کہ حضرت اسمٰعیل کی نسبت اور یہی امر مندرجہ ذیل حدیث میں بھی پایا جاتا ہے۔ عن محمد ابن المنتشر قال ان رجلا نذر ان ینحر نفسہ...... (فقال لہ مسروق) لا تنحر........ واشتر کبشا فاذبہ للمساکین فان اسحاق خیر منک۔ وفدی بکبش (رواہ ابن رزین مشکوۃ) اس حدیث میں مسروق کا قول صاف ہے کہ حضرت اضحاق قربان ہونے والے تھے"! ص ۱۵۵

مجیب ! یہ پادری صاحب کا آخری تیر ہے اس میں بھی آپ نے فریب کیا ہے حالانکہ یہ عبارت آنحضرتؐ کی حدیث نہیں بلکہ آثار میں سے ہے۔

www.toobaaelibrary.com

"حدیث" اور "آثار" میں فرق ہے۔ آنحضرتؐ کے قول اور فعل کو حدیث اور حضرات صحابہؓ اور حضرات تابعینؒ کے اقوال کو "آثار" کہا جاتا ہے۔ مگر پادری صاحب نے اس "آثار" کو دو مرتبہ حدیث لکھا ہے"۔

یہ مقام "مشکوٰۃ باب فی النذور فصل ثالث" کے بالکل آخر میں ہے۔ یاد رہے کہ پادری صاحب نے "ابن رزین" لکھا ہے حالانکہ مشکوٰۃ میں صرف "رزین" ہے

رزین کی بابت علماء اسلام کی رائے

"قال الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ لقد ادخل رزین بن معاویۃ العبدری فی کتابہ الذی جمع بین دواوین الاسلام بلایاء وموضوعات لا تعرف ولا یدری من این جاء بہا وذلک خیانۃ المسلمین" مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص۱۴

خلاصہ یہ کہ رزین کی روایتیں من گھڑت اور جعلی ہیں۔ لہٰذا اہل اسلام کیلئے سند نہیں۔

اصل روایت ملاحظہ فرمائیے

اس کے بعد اب آپ اصل روایت ملاحظہ فرمائیے:

محمد قال اخبرنا ابوحنیفۃ	امام محمدؒ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے
قال حدثنا سماک بن حرب	پاس امام ابوحنیفہؒ نے بیان کیا انہوں
عن محمد بن المنتشر قال	نے فرمایا کہ ہمارے پاس سماک بن حرب
اتی رجل ابن عباس قال انی	نے بیان کیا وہ محمد بن المنتشر سے
جعلت ابنی نحیرا او مسرد ق	روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد ابن عباس

www.toobaaelibrary.com

بن الاجداع جالس فی المسجد فقال لہ ابن عباس اذھب الی ذالک الشیخ فاسالہ ثم تعال فاخبرنی بما یقول فاتاہ فسالہ فقال مسروق ان کانت نفس مومنۃ تعجلت الی الجنۃ وان کانت کافرۃ عجلت الی النار اذبح کبشا فانہ یجزیك فاتی ابن عباس فحدثہ بما قال مسروق قال وانا امرك بما امرك بہ مسروق" کتاب الآثار امام محمدؒ

کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے اور مسروق بن الاجداع مسجد میں بیٹھے تھے تو ابن عباس نے اس کو کہا کہ اس شیخ کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھ پھر آ اور خبر دے مجھ کو اس کی جو وہ کہے سو وہ مرد مسروق کے پاس آیا اور اس سے پوچھا سو مسروق نے کہا کہ اگر مسلمان جان ہے تو اس نے بہشت کی طرف جلدی کی اور اگر جان کافر ہے تو تو نے اس کو دوزخ میں جلدی بھیجا ایک دنبہ ذبح کرے کہ وہ تجھ کو کافی ہے۔ وہ ابن عباس کے پاس آیا اور جو کچھ مسروق نے کہا تھا ان سے بیان کیا تو ابن عباس نے فرمایا کہ جو تجھ کو مسروق نے حکم کیا وہ میں کرتا ہوں"

صفحات ۲۷۳ و ۲۷۴

یہ بات خوب یاد رہے کہ حضرت امام محمدؒ کی "کتاب الآثار" رزین سے بہت عرصہ پہلے کی ہے۔ حضرت امام محمد صاحبؒ متوفی ۱۸۹ھ اور رزین متوفی ۵۲۰ھ کے بعد۔

اسلامی دنیا میں حضرت امام محمد صاحبؒ کی کتاب کے سامنے رزین کی روایت کا کوئی مقام نہیں۔ امام صاحبؒ کی اصل اور صحیح روایت میں حضرت اسحٰق اعمیٰ کا نام نہیں ہے چونکہ

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب کی پیش کردہ روایت صحت کے معیار سے گری ہوئی ہے اس لیے قابل قبول نہیں۔

ناظرین کرام! ہم نے اس باب میں بہترین دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

دلِ ناکام میں اب شورشیں برپا نہیں ہوتیں
امیدیں اس قدر ٹوٹیں کہ اب پیدا نہیں ہوتیں

www.toobaaelibrary.com

باب نہم

تورات اور ذبیح اللہ

ہمارے مخاطب نے "تورات اور ذبیح اللہ" کا علیحدہ باب نہیں لکھا۔ آپ کو یہی طرز کامیاب اور روشن نظر آیا۔ ہم یہ باب الگ تحریر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ثابت کریں گے کہ تورات بھی حضرت اسمٰعیلؑ کو ہی ذبیح اللہ قرار دیتی ہے۔ تورات میں قربانی کا واقعہ باب ۲۲ پیدائش میں یوں مرقوم ہے۔

۱۔ "ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابرہام! اُس نے کہا میں حاضر ہوں۔ ۲۔ تب اس نے کہا تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔ ۳۔ تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر اپنے گدھے پر چار جامہ کسا اور اپنے ساتھ دو جوانوں اور اپنے بیٹے اضحاق کو لیا اور سوختنی قربانی کے لئے لکڑیاں چیریں اور اُٹھ کر اس جگہ کو جو خدا نے اسے بتائی تھی روانہ ہوا۔ ۴۔ تیسرے دن ابرہام نے نگاہ کی اور اس جگہ کو دور سے دیکھا۔ ۵۔ تب ابرہام نے اپنے جوانوں سے کہا تم یہیں گدھے کے پاس ٹھہرو میں اور یہ لڑکا دونوں ذرا وہاں تک جاتے ہیں اور سجدہ کر کے پھر تمہارے پاس لوٹ آئیں گے۔ ۶۔ اور ابرہام نے سوختنی قربانی کی لکڑیاں لے کر اپنے بیٹے اضحاق پر رکھیں اور آگ اور چھری اپنے ہاتھ میں لی اور دونوں اکٹھے روانہ ہوئے۔ ۷۔ تب اضحاق نے اپنے باپ ابرہام سے کہا اے باپ! اس نے جواب دیا کہ اے میرے

www.toobaaelibrary.com

بیٹے میں حاضر ہوں۔ اس نے کہا دیکھ آگ اور لکڑیاں تو ہیں پر سوختنی قربانی کے لئے
برّہ کہاں ہے ؟ ۔ ۸ ۔ ابرہام نے کہا اے میرے بیٹے خدا آپ ہی اپنے واسطے سوختنی
قربانی کے لئے برّہ مہیا کرے گا۔ سو وہ دونوں آگے چلتے گئے ۔ ۹ ۔ اور اس جگہ پہنچے
جو خدا نے بتائی تھی۔ وہاں ابرہام نے قربان گاہ بنائی اور اس پر لکڑیاں چنیں اور اپنے
بیٹے اضحاق کو باندھا اور اسے قربان گاہ پر لکڑیوں کے اوپر رکھا ۔ ۱۰۔ اور ابرہام نے
ہاتھ بڑھا کر چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے ۔ ۱۱۔ تب خداوند کے فرشتہ نے اسے
آسمان سے پکارا کہ اے ابرہام اے ابرہام ! اس نے کہا میں حاضر ہوں ۔ ۱۲۔ پھر اس
نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا اور نہ اس سے کچھ کر کیونکہ میں اب جان گیا کہ تو خدا
سے ڈرتا ہے اس لئے کہ تو نے اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے مجھ سے دریغ نہ کیا ۔ ۱۳۔ اور
ابرہام نے نگاہ کی اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے تھے
تب ابرہام نے جا کر اس مینڈھے کو پکڑا اور اپنے بیٹے کے بدلے سوختنی قربانی کے طور
پر چڑھایا ۔ ۱۴۔ اور ابرہام نے اس مقام کا نام یہوواہ یری رکھا ۔ چنانچہ آج تک یہ
کہاوت ہے کہ خداوند کے پہاڑ پر مہیا کیا جائیگا۔ ۱۵۔ اور خداوند کے فرشتہ نے
آسمان سے دوبارہ ابرہام کو پکارا اور کہا کہ ۔ ۱۶۔ خداوند فرماتا ہے چونکہ تو نے یہ کام
کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا اس لئے میں نے بھی اپنی ذات کی
قسم کھائی ہے کہ ۔ ۱۷۔ میں تجھے برکت پر برکت دونگا اور تیری نسل کو بڑھاتے
بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کر دونگا اور تیری
اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہو گی ۔ ۱۸ ۔ اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین
کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات مانی ۔ ۱۹۔ تب ابرہام اپنے جوانوں
کے پاس لوٹ گیا اور وہ اٹھے اور اکٹھے بیر سبع کو گئے اور ابرہام بیر سبع میں رہا ۔"
چونکہ تورات کے واقعہ قربانی میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کا نام ہے ۔ اس لئے اہل کتاب

www.toobaaelibrary.com

یہی خیال کرتے ہیں کہ آپؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔ حالانکہ تورات کے واقعہ قربانی کے دیگر مقامات اس حقیقت کو بالکل واضح کر دیتے ہیں کہ اس جگہ حضرت اسحٰقؑ کا نام لکھنے میں انسانی ہاتھ کا دخل ہے۔

جس طرح ہم نے قرآن مجید سے یہ ثابت کیا ہے کہ واقعہ قربانی حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل رونما ہو چکا اور حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ قرار پا چکے تھے۔ بالکل اسی طرح تورات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

تورات سے حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر دلائل

پہلی دلیل:- اللہ تعالےٰ نے حضرت اسحٰقؑ کی بابت آپؑ کے پیدا ہونے سے ایک سال قبل جو بشارت حضرت ابراہیمؑ کو دی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

" اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے سو اس کو ساری نہ پکارنا۔ اس کا نام سارہ ہو گا۔ اور میں اسے برکت دونگا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا۔ یقیناً میں اسے برکت دونگا کہ قومیں اس کی نسل سے ہونگی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا۔ اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہو گا اور کیا سارہ کے جو نوّے برس کی ہے اولاد ہو گی؟ اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسمٰعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔ تب خدا نے فرمایا کہ بے شک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہو گا تو اس کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھونگا۔ اور اسمٰعیل کے حق میں بھی تیری دعا سُنی۔ دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤنگا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے باندھونگا جو اگلے سال اسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہو گا" پیدائش ۱۷ / ۱۵ تا ۲۱

www.toobaaelibrary.com

جب حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی یہ آخری بشارت ملی تو آپؑ نے (اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسمٰعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے) حضرت اسمٰعیلؑ کے حق میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ان الفاظ میں "تیرے حضور" کے الفاظ معنی خیز ہیں اور اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ قربانی حضرت اسمٰعیلؑ کی ہوئی تھی کیونکہ یہ الفاظ نذر۔ منت اور قربانی کے لئے بھی استعمال کئے جاتے ہیں خواہ قربانی کسی قسم کی ہو۔ ہم اس بات پر تورات سے چار شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

تورات کی کتابوں سے چار شہادتیں

اوّل :۔ "اگر اس کا چڑھاوا گائے بیل کی سوختنی قربانی ہو تو وہ بے عیب نر کو لاکر اسے خیمۂ اجتماع کے دروازہ پر چڑھائے تاکہ وہ خود خداوند کے حضور مقبول ٹھہرے" احبار ۱/۳۔

دوم :۔ "اور اگر اس کا چڑھاوا سلامتی کا ذبیحہ ہو اور وہ گائے بیل میں سے کسی کو چڑھائے تو خواہ وہ نر ہو یا مادہ پر جو بے عیب ہو۔ اسی کو وہ خداوند کے حضور چڑھائے" احبار ۱/۳

سوم :۔ "سب سے پاک چیزوں میں سے جو کچھ آگ سے بچا یا جائے وہ تیرا ہوگا ان کے سب چڑھاوے یعنی نذر کی قربانی اور خطا کی قربانی اور جرم کی قربانی جن کو وہ میرے حضور گذرانیں وہ تیرے اور تیرے بیٹوں کے لئے نہایت مقدس ٹھہریں" گنتی ۱۸/۹۔

چہارم :۔ "ان جانداروں میں سے جن کو وہ خداوند کے حضور گذرانتے ہیں جتنے پہلوٹھی کے بچے ہیں خواہ وہ انسان کے ہوں خواہ حیوان کے وہ سب تیرے ہوں گے پر انسان کے پہلوٹھوں کا فدیہ لیکر ان کو ضرور چھوڑ دینا اور ناپاک جانوروں کے پہلوٹھے بھی فدیہ سے چھوڑ دئے جائیں"۔ گنتی ۱۸/۱۵۔

www.toobaaelibrary.com

تورات کی مندرجہ بالا شہادتوں سے بخوبی ثابت ہوا کہ زیرِ بحث الفاظ کے پیش نظر حضرت ابراہیمؑ نے "تیرے حضور" کے الفاظ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف نسبت فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ قربانی کا واقعہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل رونما ہوا اور حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ قرار پا چکے تھے۔ اور قرآن پاک بھی اسی حقیقت کو بیان فرماتا ہے۔

غور فرمائیے! کہ تورات میں زیرِ بحث الفاظ نہ حضرت اسحٰقؑ کے ذکر میں اور نہ آپؑ کی طرف ان کی نسبت کی گئی۔ اگر حضرت اسحٰقؑ ذبیح اللہ ہوتے تو حضرت ابراہیمؑ ان الفاظ کو حضرت اسحٰقؑ کے حق میں ضرور بالضرور استعمال فرماتے۔ حالانکہ آپؑ کو موقعہ بھی ملا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت قطورہ کے بطن مبارک سے جو چھ لڑکے حضرت ابراہیمؑ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان میں سے کسی لڑکے کی پیدائش کے وقت آپؑ نے یہ الفاظ حضرت اسحٰقؑ کی بابت نہیں فرمائیے۔ پس صاف صاف ظاہر ہوا کہ تورات کے نزدیک بھی واقعہ قربانی حضرت اسحٰقؑ کی ولادت سے قبل رونما ہو چکا تھا اور حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ قرار پا چکے تھے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ تورات کے واقعہ قربانی میں حضرت اسحٰقؑ کا نام لکھنے میں یقیناً انسانی ہاتھ کا دخل ہے اور ان لوگوں میں یہ عادت اب تک موجود ہے۔ جیسا کہ صفحہ ۳۷ کے جواب میں "جناب سرسید کے الفاظ کا اصل مطلب" کے تحت تفصیل سے گزرا۔

اس مقام پر پادری صاحب نے چپ سادھ لی اور خاموشی اختیار کر لی ہے اس دلیل کا جواب تو درکنار بلکہ آپ نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ آخر آپ ایم۔ اے ہیں۔ اتنا تو ضرور سمجھتے ہیں کہ خاموشی بہتر ہے۔

ے
تن میں لہو کا نام نہیں زرد رنگ ہے
گویا بشر نہیں تصویر سنگ ہے

www.toobaaelibrary.com

دوسری دلیل:- پیدائش ۲۲/۱ تا ۲ اس مقام سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ قربانی حضرت ابراہیمؑ کی "آزمائش" تھا۔ اور دوسری طرف پیدائش ۱۷/۱۵ تا ۲۱ میں حضرت اسحٰقؑ کی بابت آپؑ کی پیدائش سے قبل مندرجہ ذیل باتیں موجود ہیں۔

(۱) قومیں آپؑ کی نسل سے ہوں گی (۲) عالم کے بادشاہ آپؑ سے پیدا ہوں گے (۳) آپؑ سے ابدی عہد باندھا جائیگا۔ (۴) اور پھر آپؑ کی اولاد سے ابدی عہد باندھا جائے گا اس لحاظ سے عقل سلیم کے نزدیک اس لڑکے کی قربانی کا حکم دینا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ یہ واقعہ حضرت ابراہیمؑ کی "آزمائش" بنتا ہے۔ کیونکہ ان تمام باتوں کو حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل ہی حضرت ابراہیمؑ کو بتا دیا گیا ہے۔ اور یہ باتیں حضرت اسحٰقؑ کی قربانی اور حضرت ابراہیمؑ کی "آزمائش" بننے کے راستے میں ایک آہنی دیوار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پس ان باتوں سے معلوم یہی ہوتا ہے۔ کہ قربانی اس لڑکے کی ہوئی جس کی بابت حضرت ابراہیمؑ کو اس کے مستقبل کے لئے کوئی بشارت اور خبر نہیں دی گئی تھی اور وہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ پس صاف صاف ثابت ہوا کہ تورات کے نزدیک بھی ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ہاجرہ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت فرشتہ نے یہ الفاظ کہے تھے۔

"اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔" پیدائش ۱۶/۱۰۔

تو جواباً عرض ہے کہ قربانی کا حکم حضرت ہاجرہ کو نہیں بلکہ حضرت ابراہیمؑ کو ہوا تھا۔ نیز یہ باتیں حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہی نہ تھیں کیونکہ معلوم تو تب ہوتیں جب حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیمؑ کو بتاتیں۔ مگر تورات سے کوئی مقام ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ حضرت ہاجرہ نے یہ تمام باتیں حضرت ابراہیمؑ کو بتا دی

www.toobaaelibrary.com

تھیں۔ لہذا ہم پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت آپؑ سے نسل بڑھنے کا علم تھا۔" پیدائش ۲۱/۱۳۔

تو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ یہ الفاظ اس وقت کے ہیں جبکہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو گھر سے رخصت کیا گیا تھا۔ اور تورات کے نزدیک آپؑ کی رخصتی حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کے بعد رونما ہوئی تھی۔ پیدائش ۲۱/۸تا۱۵ اور ہم اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے پہلے ہو چکی تھی۔ پس پیدائش کا یہ مقام ہمارے مخالف نہیں اور نہ ہم پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔

تیسری دلیل:۔ حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کرنے کا حکم جو ملا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں "اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے"۔ یہ بات ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ اس جگہ حضرت اسحٰقؑ کا نام انسانی ہاتھ کا کرشمہ ہے۔

اب زیر بحث "جو تیرا اکلوتا ہے" کے الفاظ ہیں "اکلوتا بیٹا" اسے کہا جاتا ہے جس کا کوئی بھائی نہ ہو اور وہ اپنے باپ کا اکیلا بیٹا ہو۔ پس اس لحاظ سے حضرت ابراہیمؑ کے "اکلوتے" بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ جو کہ حضرت اسحٰقؑ سے چودہ سال بڑے تھے۔ تو یہ حکم بھی حضرت اسمٰعیلؑ پر صادق آتا ہے۔ پس حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں "(۵) خدا تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ اور دیگر کنیزک زادوں کے باوجود اضحاق کو ابراہیم کا اکلوتا بیٹا کہا۔ پیدائش ۲۲/۲و۱۶۔

مجیب: یہ وہی اعتراض ہے جس کو ہم نے صف ۱۲۰ پر چھوڑ دیا تھا اور اس باب میں جواب لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔

www.toobaaelibrary.com

حضرت اسحٰقؑ حضرت سارہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ ہی تھے۔ اور قربانی کا حکم حضرت ابراہیمؑ کو اپنے اکلوتے بیٹے کا ہوا تھا۔ حضرت سارہ کو قربانی کرنے کا حکم نہ تھا۔ پس بات صاف ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے ہونے کی معقول وجہ سے ذبیح اللہ ٹھہرے

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے "جسمانی" اکلوتے تھے "شرعی اکلوتے" نہ تھے۔ تو یہ بات بالکل بودی اور مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ حکم قربانی میں "جسمانی یا شرعی" کے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ صرف "اکلوتا" کا ذکر ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

اگر اب بھی "شرعی اکلوتے" کے الفاظ پر ضد ہے تو پھر ہم تورات سے حضرت اسمٰعیلؑ کی نبوت ثابت کر آئے ہیں۔ اس لحاظ سے آپؑ ہی شرعی اکلوتے بیٹے بنتے ہیں۔ پس آپؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

اب تفصیل سے سنیئے! کہ تورات حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ پر ایک جیسے الفاظ استعمال کرتی ہے۔

حضرت اسمٰعیلؑ پر تورات کے الفاظ

اوّل:۔ فرشتہ نے آپؑ کی پیدائش کی خبر دی اور آپؑ کا نام "اسمٰعیلؑ" رکھا۔ پیدائش ۱۶/۱۱

دوم:۔ آپؑ کے ساتھ خدا تھا۔ پیدائش ۲۱/۲۰

سوم:۔ آپؑ پر برکت کا لفظ بولا گیا۔ پیدائش ۱۷/۲۰

چہارم:۔ آپ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں

حضرت اسحٰقؑ پر تورات کے الفاظ

فرشتہ نے آپؑ کی پیدائش کی خبر دی اور آپؑ کا نام "اضحاق" رکھا۔ پیدائش ۱۷/۱۹

آپؑ کے ساتھ خدا تھا۔ پیدائش ۲۶/۳

آپؑ پر برکت کا لفظ بولا گیا پیدائش ۱۷/۱۶

آپؑ حضرت ابراہیمؑ کی نسل

www.toobaaelibrary.com

پیدائش ۲۱/۱۳ ۔
پنجم :۔ آپؑ سے ایک قوم پیدا ہوگی ۔
پیدائش ۲۱/۱۳ ۔

ہیں ۔ پیدائش ۲۱/۱۲ ۔
آپؑ سے حضرت ابراہیمؑ کا نام
چلے گا ۔ پیدائش ۲۱/۱۲ ۔

یاد رہے کہ یہ دونوں مقام ایک ہی مفہوم کے حامل اور ایک ہی مطلب رکھتے ہیں

ششم :۔ آپؑ حضرت ابراہیمؑ کے
کفن دفن میں برابر شریک رہے ۔ پیدائش ۲۵/۹
ہفتم :۔ بنی اسمٰعیلؑ کے بارہ قبیلے
تھے ۔ پیدائش ۲۵/۱۳ تا ۱۶ ۔

آپؑ حضرت ابراہیمؑ کے کفن دفن میں
برابر شریک رہے ۔ پیدائش ۲۵/۹
بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے
خروج ۱/۱ تا ۵ ۔

ناظرین کرام : غور فرمایئے کہ اگر حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد نہ تھے تو تورات نے ان تمام مقامات پر حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ پر ایک جیسے الفاظ کیوں استعمال کئے ؟ اور حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی حضرت قطورہ کی اولاد جنہیں بنی قطورہ کہتے ہیں ان پر مندرجہ بالا الفاظ کیوں استعمال نہ کئے ؟

تورات کے اس طرز بیان سے عقل سلیم پر یہ بات خوب روشن ہوتی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد تھے ۔ پس حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے ہر لحاظ سے حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں ۔ چونکہ حضرت خلیل اللہؑ کو اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ہوا تھا ۔ اس لئے تورات کے نزدیک حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں ۔ غور فرمایئے ! کہ قرآن و تورات دونوں ہی اتفاق و اتحاد سے یک زبان ہوکر اسی حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہیں ۔

آتش رشک سے پتھر بھی نہیں ہے خالی
جل گیا طور جو موسےٰ سے ہوئی پیار کی بات

www.toobaaelibrary.com

حضرت ابراہیمؑ سے قبل کی قربانی

چوتھی دلیل : " اور آدم اپنی بیوی حوّا کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور اس کے قائن پیدا ہوا۔ تب اس نے کہا مجھے خداوند سے ایک مرد ملا۔ پھر قائن کا بھائی ہابل پیدا ہوا۔ اور ہابل بھیڑ بکریوں کا پرواہا اور قائن کسان تھا۔ چند روز کے بعد یوں ہوا کہ قائن اپنے کھیت کے پھل کا ہدیہ خداوند کے واسطے لایا۔ اور ہابل بھی اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچوں کا اور کچھ ان کی چربی کا ہدیہ لایا۔ اور خداوند نے ہابل کو اور اس کے ہدیہ کو منظور کیا۔ پر قائن کو اور اس کے ہدیہ کو منظور نہ کیا اس لئے قائن نہایت غضبناک ہوا۔ اور اس کا منہ بگڑا۔ اور خداوند نے قائن سے کہا تو کیوں غضبناک ہوا؟ اور تیرا منہ کیوں بگڑا ہوا ہے۔ اگر تو بھلا کرے تو کیا مقبول نہ ہو گا. اور اگر تو بھلا نہ کرے تو گناہ دروازہ پر دبکا بیٹھا ہے اور تیرا مشتاق ہے پر تو اس پر غالب آ" پیدائش ۴/ ۱ تا ۷۔

اس مقام سے صاف ظاہر ہے کہ قائن کی قربانی اس لئے قبول نہ ہوئی کہ اس نے جانوروں کے پہلوٹھے قربانی کے لئے نہ دئے تھے۔ اور ہابل کی قربانی کی قبول ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس نے اپنی بھیڑ بکریوں کے پہلوٹھے قربانی دئے تھے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں وہی قربانی قبول ہو گی جو پہلی اولاد ہو گی۔ اس لحاظ سے قبول قربانی حضرت اسمٰعیلؑ کی ہی بنتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد قربانی کا حکم

اوّل، پانچویں دلیل : " اس لئے کہ وہ سب کے سب بنی اسرائیل میں سے مجھے بالکل دے دئے گئے ہیں کیونکہ میں نے لاویوں کو ان سبھوں کے بدلے جو اسرائیلیوں میں

www.toobaaelibrary.com

پہلوٹھی کے بچے ہیں اپنے واسطے لیا" گنتی $\frac{8}{16}$ ۔

دوم:۔ "پر فقط چوپایوں کے پہلوٹھوں کو جو پہلوٹھے ہونے کی وجہ سے خداوند کے ٹھہر چکے ہیں کوئی شخص مقدس قرار نہ دے خواہ وہ بیل ہو یا بھیڑ بکری۔ وہ تو خداوند ہی کا ہے۔" احبار $\frac{27}{26}$ ۔

سوم:۔ "اور خداوند نے موسیٰ کو فرمایا سب پہلوٹھوں کو یعنی جو بنی اسرائیل میں خواہ انسان ہو خواہ حیوان پہلوٹھی کے بچے ہوں ان کو میرے لئے مقدس ٹھہرا"۔ خروج $\frac{13}{1، 2}$ ۔

چہارم:۔ "جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ جو فرشتہ نے اس کے پیٹ میں پڑنے سے پہلے رکھا تھا۔ پھر جب موسیٰ کی شریعت کے موافق ان کے پاک ہونے کے دن پورے ہو گئے تو وہ اس کو یروشلیم میں لائے تاکہ خداوند کے آگے حاضر کریں۔ (جیسا کہ خداوند کی شریعت میں لکھا ہے کہ ہر ایک پہلوٹھا خداوند کے لئے مقدس ٹھہرے گا) اور خداوند کے اس قول کے موافق قربانی کریں کہ قمریوں کا ایک جوڑا یا کبوتر کے دو بچے لاؤ"۔ لوقا $\frac{2}{21 \text{ تا } 24}$

غور فرمایئے کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت مریم صدیقہ کے اکلوتے بیٹے تھے اس لئے آپؑ پر قربانی کے حکم کا اطلاق ہوا۔

پنجم:۔ "اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو اور محبوبہ اور غیر محبوبہ دونوں سے لڑکے ہوں اور پہلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو تو جب وہ اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پہلوٹھا ہے فوقیت دے کر پہلوٹھا نہ ٹھہرائے بلکہ وہ غیر محبوبہ کے بیٹے کو اپنے سب مال کا دونا حصہ دے کر اسے پہلوٹھا مانے

www.toobaaelibrary.com

کیونکہ وہ اس کی قوت کی ابتدا ہے اور پہلوٹھے کا حق اسی کا ہے۔" استثنا ۲۱ ۱۵تا۱۷

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات سے یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ اللہ تعالے کے ہاں پہلوٹھا کی قدر و منزلت ہے۔ اور پہلوٹھا کی فضیلت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔ اور کسی حال میں بھی زائل نہیں ہوتی۔ الحاصل یہ کہ حضرت ابراہیمؑ سے قبل جو قربانی قبول ہوئی وہ بھی پہلوٹھا کی تھی۔ اور آپؑ کے بعد بھی یہی حکم ہے۔ اور جو قربانی کا حکم آپؑ کو دیا گیا تھا اس میں بھی " اکلوتا بیٹا " کے الفاظ ہیں پس ان تمام حوالہ جات کے پیش نظر عقل سلیم یہ کیونکر تسلیم کرے گی کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے نہ تھے۔ حالانکہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ سے چودہ سال بڑے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ " اکلوتا بیٹا " کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں لہٰذا حضرت اسمٰعیلؑ ہی تورات کے نزدیک ذبیح اللہ ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں "(۴) حضرت ابراہیم کا تمام ترکہ صرف حضرت اضحاق کو ہی ملا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ ابراہیم نے اپنا سب کچھ اضحاق کو دیا پیدائش $\frac{۲۵}{۵}$ کیوں؟ اگر اسمٰعیل بھی شرعاً ابراہیم کے بیٹے تھے تو ان کو کیوں کچھ نہ ملا؟ حقیقت میں بحکم خدا حضرت ابراہیم کے تمام دیگر بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوئے بلکہ حضرت نے اپنے جیتے جی ان کو اپنے بیٹے اضحاق کے پاس سے بہت کچھ انعام دے کر مشرق کی طرف بھیج دیا۔ پید $\frac{۲۵}{۶}$ اور اسمٰعیل کو روٹی اور پانی کی ایک مشک دے کر رخصت کر دیا۔ ($\frac{۲۱}{۱۴}$) پس ابراہیم نے عملی طور پہ صرف اضحاق کو ہی اپنا بیٹا گردانا اور اسی کو اکیلا بلا شرکت غیر اپنا وارث بنایا صہ ۱۱۹ و ۱۲۰

مجیب ؟ یاد رہے کہ یہ وہی اعتراض ہے جس کو ہم نے صہ ۱۱۹ و ۱۲۰ کے جواب میں چھوڑ دیا تھا۔ اب اس کا جواب حاضر ہے۔

www.toobaaelibrary.com

چھٹی دلیل! پادری صاحب کہتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی وراثت صرف "روٹی اور پانی کی ایک مشک" تھی۔ آپ کے یہ الفاظ پڑھ کر عقل سلیم آپ پر مسکراتی ہے کیونکہ یہ حضرت اسمٰعیلؑ کی وراثت نہ تھی بلکہ یہ دونوں چیزیں حضرت ہاجرہ کے لئے خوراک تھیں۔

اب ہم ممبر صاحب کی بات کو تورات میں دیکھتے ہیں کہ اس بات میں کوئی صداقت اور برکت ہے۔

"تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اس کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالہ کر کے اسے رخصت کر دیا سو وہ چلی گئی اور بیر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی"۔ پیدائش ۲۱/۱۴

تورات کے خط کشیدہ الفاظ کے پیش نظر ممبر صاحب کی بات صداقت اور برکت سے بالکل خالی نظر آتی ہے۔ اور ثابت یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو کچھ بھی نہیں دیا۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے بنی قطورہ کو بہت کچھ انعام دے کر ان کو مشرق کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر حضرت اسمٰعیلؑ کو کچھ بھی نہیں دیا۔ اس مقام پر جو بات ہمارے مخاطب نے لکھی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ دوسرے کنیزک زادوں کی طرح تھے۔ اگر بالفرض محال اس بات کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی حضرت اسمٰعیلؑ کو اس حیثیت کے مطابق بھی کچھ نہیں ملا۔ اس جگہ بات کچھ عجیب سی ہے۔ کہ حضرت اسحٰقؑ کو سب کچھ دیا گیا۔ اور بنی قطورہ کو بہت سا انعام دیا گیا مگر حضرت اسمٰعیلؑ کو کچھ بھی نہیں دیا گیا۔ ان الفاظ سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی حیثیت، حضرت اسحٰقؑ اور بنی قطورہ سے بالکل جداگانہ ہے۔

ہم اس بات پر خوش و خرم ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنا سب کچھ حضرت اسحٰقؑ

www.toobaaelibrary.com

کو دیا۔ ہمیں یہ پڑھ کر بھی بڑی مسرت ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ نے بنی قطورہ کو بہت سا انعام دیا۔ اس بات پر ہماری روح شاد اور دل باغ باغ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو کچھ بھی نہیں دیا۔

حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور جد الانبیاءؑ ہیں۔ آپؑ نے جو فیصلہ فرمایا وہ بالکل صحیح و درست تھا بالفاظ دیگر جو جس اولاد کا حق بنتا تھا۔ آپؑ نے وہی اسے دیا حضرت اسحٰقؑ کو سب کچھ۔ اور بنی قطورہ کو بہت سا انعام۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو کچھ بھی نہیں دیا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس سوال کا جواب تورات یہ دیتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ پر "تیرے حضور" کے الفاظ بول کر یہ ظاہر فرما چکے تھے کہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ ہیں۔ اس لحاظ سے آپؑ کی حیثیت حضرت اسحٰقؑ اور بنی قطورہ سے جداگانہ تھی اس لئے حضرت خلیل اللہ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو وراثت نہیں دی۔ تورات یہ بھی کہتی ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کی نذر ہو جائے اسے کوئی وراثت نہیں ملتی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اوّل:۔ "اسی موقعہ پر خداوند نے لاوی کے قبیلہ کو اس غرض سے الگ کیا وہ خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھایا کرے اور خداوند کے حضور کھڑا ہو کر اس کی خدمت انجام دے اور اس کے نام سے برکت دیا کرے۔ جیسا آج تک ہوتا ہے اسی لئے لاوی کو کوئی حصہ یا میراث اس کے بھائیوں کے ساتھ نہیں ملی کیونکہ خداوند اس کی میراث ہے جیسا خود خداوند تیرے خدا نے اس سے کہا ہے"۔ استثنا ۱۰: ۸ و ۹۔

دوم:۔ اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ ان کے ملک میں تجھے کوئی میراث نہیں ملے گی۔ اور نہ ان کے درمیان تیرا کوئی حصہ ہوگا کیونکہ بنی اسرائیل میں تیرا حصہ اور تیری میراث میں ہوں"۔ گنتی ۱۸/۲۰۔ اگر گنتی ۱۸: ۸ تا ۲۰ تک کی تمام آیات کو پڑھ لیا جائے

www.toobaaelibrary.com

تو بات بالکل واضح اور روشن ہو جاتی ہے۔

بہرحال یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ جو خدا کے لیئے مخصوص اور خدا کی نذر ہو جائے اس کو وراثت نہیں ملتی چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ تھے اسی لیئے حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو کوئی وراثت نہیں دی۔

ع ہے دل و دماغ میں کشمکش مجھے سوچنا بھی محال ہے

اگر بالفرض محال حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ نہیں ہیں۔ تو پھر جب حضرت ابراہیمؑ نے بی بی قطورہ کو بہت سا انعام دیا۔ اور حضرت اسحٰقؑ کو سب کچھ دیا۔ اور آپؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو کچھ بھی نہیں دیا۔ اس سے حضرت ابراہیمؑ کی مقدس ذات پر ایک ایسا زبردست دھبہ لگتا ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔

غور فرمایئے! کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے کے انکار نے حضرت ابراہیمؑ کو کس خطرناک اور نازک مقام پر پہنچا دیا ہے۔ اور حضرت خلیلؑ اللہ پر معقول اعتراض وارد ہوا۔ بس خیر اسی میں ہے کہ جو تقسیم حضرت خلیلؑ اللہ نے فرمائی وہ صحیح تسلیم کی جائے چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ نذر گزارنے گئے تھے۔ اس لیئے آپؑ کو کچھ بھی نہیں ملا۔ اور جو خدا کی نذر ہو جائے اس کی میراث خود اللہ تعالےٰ ہے۔

ناظرین کرام! ہم نے اپنے مخاطب کے اس اعتراض کا معقول جواب لکھ دیا ہے جس پر آپ کو بہت ناز اور فخر تھا۔

www.toobaaelibrary.com

مُبارک باد

بنی قطورہ بہت سا انعام لے کر خوش ہو گئے ہم ان کو ان کی اس خوشی میں مبارک باد دیتے ہیں حضرت اسحٰق علیہ السلام کو سب کچھ ملا۔ اس سے پادری صاحب بھی خوش ہیں۔ اس لیے ہم آپ کی اس خوشی میں آپ کو بھی مبارکباد دیتے ہیں۔

ہم اہل اسلام اس بات پر بہت خوش ہیں کہ حضرت اسمٰعیل ؑ ذبیح اللہ کو دنیا کی مادی اور فانی چیزیں میراث میں نہیں ملیں۔ بلکہ آپ ؑ کو میراث میں اللہ تعالیٰ ملا۔

اللہ تعالیٰ ذات کبریا ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط

حضرت اسمٰعیل ؑ ذبیح اللہ کی میراث خود "اللہ تعالیٰ"

ہم نے بنی قطورہ کی خوشی میں ان کو مبارک باد دی ہے۔ پادری صاحب! ہم نے آپ کی خوشی کے پیشِ نظر آپ کو بھی مبارکباد دیکر اپنے خلق کا مظاہرہ کر دیا ہے

؎ قیامت تک تیرا انتظار کر لیں گے
مگر یہ رنج رہے گا کہ زندگی کم ہے

www.toobaaelibrary.com

ساتویں دلیل: قربانی کے حکم میں "جسے تو پیار کرتا ہے" کے الفاظ بھی ہیں یہ الفاظ صرف حضرت اسمٰعیلؑ پر ہی صادق آتے ہیں۔

اوّل: حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو دربارِ الٰہی سے مانگ لیا تھا۔ اسی لئے آپؑ نے اپنے نورِ نظر کا نام "اسمٰعیلؑ" رکھا تھا۔

دوم: جب خدا تعالیٰ فرشتہ نے آپؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی آخری خوشخبری دی تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ ..... کاش اسمٰعیلؑ ہی تیرے حضور جیتا رہے" پیدائش ۱۸/۱۷۔ ان الفاظ سے حضرت اسمٰعیلؑ کا ذبیح اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے نیز ان الفاظ سے حضرت ابراہیمؑ کا پیار و محبت حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ باقی اولاد سے زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

سوم: "اور اسمٰعیلؑ کے حق میں بھی تیری دعا سُنی ...... پیدائش ۱۷/۲۰

چہارم: ..... پر ابرہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی۔ پیدائش ۲۱/۱۰ و ۱۱

خط کشیدہ الفاظ ببانگِ دہل شہادت دیتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو جتنا پیار محبت اور تعلق حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ تھا۔ اتنا کسی لڑکے کے ساتھ ہرگز نہ تھا پس زیرِ بحث الفاظ بھی حضرت اسمٰعیلؑ پر صادق آتے ہیں۔ لہٰذا حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

یہ بات یاد رہے کہ ہم اپنا نظریہ دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ واقعہ قربانی حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل رونما ہو چکا تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اگر آپؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ سے محبت زیادہ تھی تو پھر آپؑ اور حضرت ہاجرہ کو گھر سے کیوں رخصت کیا تھا؟ تو ہمارے اسلامی نظریہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو کئی باتوں میں آزمایا تھا۔ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴!

www.toobaaelibrary.com

ان میں سے آپؑ کی ایک آزمائش یہ بھی تھی۔

آٹھویں دلیل:۔ قربانی کے حکم میں "موریاہ کے ملک میں جا" یہ الفاظ بھی ہیں۔ موریاہ کے ساتھ لفظ پہاڑ بھی موجود ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ موریاہ کہاں واقع ہے؟ تو قضات کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"تب یربعل یعنی جدعون اور سب لوگ جو اس کے ساتھ تھے سویرے ہی اٹھے اور حرود کے چشمہ کے پاس ڈیرا کیا اور مدیانیوں کی لشکرگاہ ان کے شمال کی طرف کوہ مورہ کے متصل وادی میں تھی"۔ ۷/۱۔

مدیانی کون تھے؟ "اور وہ کھانا کھانے بیٹھے اور آنکھ اٹھائی تو دیکھا اسمٰعیلیوں کا ایک قافلہ جلعاد سے آرہا ہے اور گرم مصالحہ اور روغنِ بلسان اور مُرّ اونٹوں پر لادے ہوئے مصر کو لیے جارہا ہے"۔ پیدائش ۳۷/۲۵۔

"آؤ اسے اسمٰعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں کہ ہمارا ہاتھ اس پر نہ اٹھے کیونکہ وہ ہمارا بھائی اور ہمارا خون ہے۔ اس کے بھائیوں نے اس کی بات مان لی۔ پھر وہ مدیانی سوداگر ادھر سے گزرے۔ تب انہوں نے یوسف کو کھینچ کر گڑھے سے باہر نکالا اور اسمٰعیلیوں کے ہاتھ بیس روپے کو بیچ ڈالا اور وہ یوسف کو مصر میں لے گئے۔ پیدائش ۳۷/۲۷ و ۲۸۔

"اور مدیانیوں نے اسے مصر میں فوطیفار کے ہاتھ جو فرعون کا ایک حاکم اور جلوداروں کا سردار تھا بیچا"۔ پیدائش ۳۷/۳۶۔

یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ مدیانی بنی اسمٰعیل ہی تھے۔ اور قضات کے مطابق اسمٰعیلیوں کی لشکرگاہ ان کے اپنے ملک میں تھی۔ اور یہ ملک عرب تھا۔ اور مورہ پہاڑ بھی عرب میں ہی تھا۔ یہ وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کرنے کا حکم ہوا تھا۔ دراصل مروہ کو بگاڑ کر موریاہ اور مورہ لکھا گیا ہے

www.toobaaelibrary.com

اور عرب میں واقع ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ مکہ میں رہتے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ قربانی مکہ معظمہ میں مروہ کے پہاڑ پر ہوئی تھی۔ اور ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

نویں دلیل:۔ "اور خداوند کے فرشتہ نے آسمان سے دوبارہ ابرہام کو پکارا اور کہا کہ خداوند فرماتا ہے۔ چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا اس لئے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دونگا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کر دونگا۔ اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہو گی" پیدائش ۲۲ / ۱۵ تا ۱۷

یہ الفاظ ببانگ دہل شہادت دیتے ہیں کہ قربانی حضرت اسحٰقؑ کی نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی ہوئی تھی۔ کیونکہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل یہ سب باتیں بلکہ اس سے بھی زیادہ حضرت ابراہیمؑ کو آپؑ کی بابت معلوم تھیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل باتوں سے ظاہر ہے۔

اوّل:۔ "اور لوط کے جدا ہونے کے بعد خداوند نے ابرام سے کہا کہ اپنی آنکھ اٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب۔ اور مشرق اور مغرب کی طرف نظر دوڑا۔ کیونکہ یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے۔ میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دونگا۔ اور میں تیری نسل کو خاک کے ذرّوں کی مانند بناؤنگا ایسا کہ اگر کوئی شخص خاک کے ذرّوں کو گن سکے تو تیری نسل بھی گن لی جائے گی۔" پیدائش ۱۳ / ۱۴ تا ۱۶

دوم:۔ "تب خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا اور اس نے فرمایا یہ تیرا وارث نہ ہوگا۔ بلکہ جو تیرے صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا۔ اور وہ اس کو باہر لے گیا اور کہا اب آسمان کی طرف نگاہ کر اور اگر تو ستاروں کو گن سکتا ہے تو گن۔ اور اس سے کہا کہ تیری اولاد ایسی ہی ہو گی۔" پیدائش ۱۵ / ۴ و ۵

www.toobaaelibrary.com

سوم:۔ "اور تیرا نام پھر ابرام نہیں کہلا یئگا۔ بلکہ تیرا نام ابراہام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرا دیا ہے۔ اور میں تجھے بہت برومند کرونگا اور قومیں تیری نسل سے ہونگی اور بادشاہ تیری اولاد میں سے برپا ہونگے اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی سب پشتوں کے لیئے اپنا عہد جو ابدی عہد ہوگا۔ باندھونگا تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں۔ اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے ایسا دونگا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں ان کا خدا ہوں گا۔" پیدائش $\frac{۱۷}{۵ تا ۸}$

اب جبکہ یہ تمام بشارات حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی ولادت سے قبل ہی معلوم تھیں تو پھر واقعہ قربانی کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو "برکت پر برکت" کیا دی؟ اور قربانی کا صلہ حضرت ابراہیمؑ کو اور ذبح ہونے کا صلہ حضرت اسحٰقؑ کو کیا دیا؟ ہمارے مخاطب نے ص ۱۵۰ پر حضرت اسحٰقؑ کے لیئے "دوسرا اجر" کے الفاظ لکھے ہیں۔ مگر تورات کے واقعہ قربانی سے آپؑ کے لیئے ایک اجر بھی ثابت نہیں ہوتا نیز حضرت ابراہیمؑ کے لیئے بھی کوئی صلہ نہیں بنتا۔ اس سے یہ بات خوب روشن ہو گئی کہ زیر بحث الفاظ حضرت اسحٰقؑ پر صادق نہیں آتے بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ پر ہی صادق آتے ہیں۔ کیونکہ حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش سے قبل ایسی کوئی بشارت آپؑ کی بابت حضرت ابراہیمؑ کو نہ دی گئی تھی۔ اب اللہ تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کے قربان ہونے کے بعد یہ بشارات بطور انعام اور صلہ میں حضرت ابراہیمؑ کو سنائیں۔ پس صاف صاف معلوم ہوا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

دسویں دلیل:۔ تورات میں واقعہ قربانی کے بعد یہ بھی کہا گیا ہے "اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات مانی" پیدائش $\frac{۲۲}{۱۸}$

www.toobaaelibrary.com

یہ الفاظ اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ قربانی حضرت اسحٰقؑ کی نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی ہوئی تھی "کیونکہ تو نے میری بات مانی" یہ الفاظ حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کے صلہ میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ اب جبکہ زیر بحث الفاظ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل ہی آپؑ کی بابت معلوم ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل مقام سے معلوم ہوتا ہے۔

"جو تجھے مبارک کہیں ان کو میں برکت دونگا اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کرونگا۔ اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔" پیدائش ۱۲

خط کشیدہ الفاظ کے ہوتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کو واقعہ قربانی کے بعد پھر انہی الفاظ کو قربانی کے صلہ میں بیان کرنا کسی حال میں بھی زیب نہیں دیتا اور نہ یہ الفاظ قربانی میں صلہ اور انعام بنتے ہیں پس نتیجہ ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی قربان ہوئے تھے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کو آپؑ کی بابت کوئی بشارت نہ تھی۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کیا تو پھر اللہ تعالےٰ نے اس قربانی کو قبول فرما کر اور خوش ہو کر حضرت اسمٰعیلؑ کے حق میں یہ الفاظ بیان فرمائے۔ اس لحاظ سے یہ الفاظ حضرت ابراہیمؑ کے لئے صلہ اور انعام بنتے ہیں۔ اور خوب زیب دیتے ہیں۔ پس صاف صاف معلوم ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

قرآن و تورات میں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل آپؑ کی بابت کئی بشارات آئندہ دور کے لئے دی گئی تھیں۔ یہ تمام بشارات اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھیں کیونکہ حضرت اسحٰقؑ نے ذبیح اللہ نہیں بننا تھا۔ ان دونوں کتابوں میں حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش سے قبل آئندہ دور کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو کوئی خبر نہیں دی گئی تھی۔ کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ نے ذبیح اللہ بننا تھا۔ پس قرآن و تورات کے اس طرز بیان سے یہی حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں

www.toobaaelibrary.com

اگر زیر بحث الفاظ حضرت اسحٰقؑ پر صادق ہوتے تو جناب پطرس اپنی تقریر میں "بنی موعود" پر استعمال نہ فرماتے نیز آپ نے اس مقام پر حضرت اسحٰقؑ کا نام بھی نہیں لیا۔ گو جناب پطرس ہمارے مخاطب کی طرح ایم۔ اے تو نہ تھے مگر آپ کی علمی نظر تورات پر ضرور تھی۔ اسی لئے آپ نے ان الفاظوں کو بنی "موعود" پر استعمال کر کے اور حضرت ابراہیمؑ کا نام لے کر دو باتیں واضح طور پر بیان فرما دیں۔ اوّل یہ کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔ دوم۔ یہ کہ "بنی موعود" نے بنی اسمٰعیلؑ سے ہی مبعوث ہونا ہے۔ پس جناب پطرس کے نزدیک بھی ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ یہی بات حق اور صحیح ہے "برکت پر برکت" کے الفاظ کا مطلب ہے۔ کہ ایک تو آپؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل کی فراوانی کی برکت دی گئی۔ جو کہ آپؑ کو پہلے حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت نہیں دی گئی تھی۔ اور دوسرے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ ان ہی اسمٰعیلؑ کی اولاد سے دنیا کی تمام قومیں برکت پائیں گی۔ اسی لئے قرآن مجید آنحضرتؐ کی بعثت کو یوں بیان فرماتا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ	ترجمہ: تو کہہ میں رسول ہوں اللہ کا تم
اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ط سورۃ اعراف	سب کی طرف۔ آیت ۷۵
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً	اور تجھ کو ہم نے بھیجا سارے لوگوں
لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ	کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ه	لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔
سورۃ سبا	آیت ۲۸

اگر زیر بحث الفاظ کے مصداق بنی اسرائیل ہوتے تو حضرت عیسٰےؑ اپنی بعثت کی بابت یہ اعلان نہ فرماتے "اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" متی $\frac{15}{24}$

www.toobaaelibrary.com

پس یہ بات صاف صاف ظاہر ہو گئی کہ ان الفاظ کے مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں اور آپؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

"تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہو گی" واقعہ قربانی کے بعد کے یہ الفاظ بانگ دہل شہادت دیتے ہیں کہ یہ الفاظ بنی اسرائیل پر صادق نہیں آتے بلکہ ان الفاظ کے مصداق بنی اسمٰعیل ہی ہیں۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے ملک کنعان پر بارہا مرتبہ غیر بنی اسرائیل نے حکومت کی۔ اس سے زیر بحث الفاظ کا مطلب بالکل فوت ہو جاتا ہے۔

اہل کتاب نے آج تک وعدہ شدہ ملک کنعان بھی پورا حاصل نہیں کیا اور بنی اسمٰعیل کا ملک عرب ہمیشہ فاتح اقوام کے ہاتھ سے محفوظ رہا اور بنی اسمٰعیل نے مصر، شام و دیگر ممالک کو فتح کیا۔ پس بنی اسمٰعیل ہی ان الفاظ کے مصداق ہیں۔ جبکہ ایسا ہے تو پھر یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ ہیں۔

دسویں دلیل:۔ واقعہ قربانی کے بعد تورات حضرت ابراہیمؑ کی واپسی کا ذکر یوں کرتی ہے "تب ابرہام اپنے جوانوں کے پاس لوٹ گیا اور وہ اٹھے اور اکٹھے بیر سبع کو گئے اور ابرہام بیر سبع میں رہا"۔ پیدائش ۲۲/۱۹۔

اس جگہ زیر بحث "بیر سبع" ہے۔ کہ یہ کس جگہ ہے؟ تو غور فرمائیے۔ کہ جب تورات حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کی رخصتی بیان کرتی ہے تو یہ الفاظ کہتی ہے۔

"تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اسے اس کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالہ کر کے اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی اور بیر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی" پیدائش ۲۱/۱۴

اسی باب کی ۲۱ آیت یوں ہے کہ "اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس

www.toobaaelibrary.com

کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لیئے بیوی لی۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کی سکونت کہاں تھی؟ تو جناب پولوس گلیتوں ۲۵/۴ میں لکھتے ہیں کہ "اور ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے اور موجودہ یروشلیم اس کا جواب ہے کیونکہ وہ اپنے لڑکوں سمیت غلامی میں ہے"۔

پس یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ ملک عرب میں رہتے تھے۔ ان کی اصل رہائش گاہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے پاس تھی۔ پس یہ بات خوب روشن ہو گئی کہ قربانی مکہ معظمہ کے پہاڑ مروہ پر ہوئی۔ اور ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ ابھی شیر خوار بچے ہی تھے کہ آپؑ اپنی والدہ کے ساتھ گھر سے رخصت کیئے گئے۔ اور تیرہ برس کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ ختنہ کے وقت اکھٹے ہیں پیدائش ۲۶/۱۷ پس یہ مقام بھی نہایت صفائی سے گواہی دیتا ہے۔ کہ قربانی کے وقت حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس تھے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ قربانی مکہ معظمہ میں مروہ پہاڑ پر حضرت اسمٰعیلؑ کی ہی ہوئی تھی۔

ہم اہل اسلام اس یادگار کو ہر سال انہی ایام میں مناتے ہیں اور اہل کتاب میں اس کے منانے کا نام و نشان نہیں ملتا۔

توراۃ واقعہ قربانی سے قبل یہ بات کہتی ہے "سو انہوں نے بیر سبع میں عہد کیا۔ تب ابی ملک اور اس کے لشکر کا سردار فیکل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور فلستیوں کے ملک کو لوٹ گئے۔ تب ابرہام نے بیر سبع میں جھاؤ کا ایک درخت لگایا۔ اور وہاں اس نے خداوند سے جو ابدی خدا ہے دعا کی" پیدائش ۲۱/۳۲ و ۳۳

توراۃ کے یہ الفاظ بڑی صراحت کے ساتھ یہ بات بتاتے ہیں کہ بیر سبع ملک فلستین میں نہ تھا بلکہ اس کے علاوہ کسی دوسرے ملک میں تھا۔ کیونکہ اگر اسی ملک میں واقع

www.toobaaelibrary.com

ہوتا تو پھر تورات کے خط کشیدہ الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ پس ان الفاظ سے یہی حقیقت سامنے آتی ہے۔ کہ بیر سبع فلسطین میں) نہ بلکہ ملک عرب میں تھا حضرت ہاجرہ کی رہائش کی بابت جناب پولوس کا بھی یہی نظریہ ہے گلتیوں ۴/۲۵ اور تورات کی کتاب پیدائش ۲۱/۲۱ میں جو لفظ " فاران " موجود ہے وہ بھی اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ " فاران " مکہ معظمہ کا ہی نام ہے۔

اور یہ جگہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا مسکن تھی۔ حضرت سارہؓ اور حضرت اسحٰقؑ کا مسکن قریت اربعہ (جس کا دوسرا نام حبرون ہے) میں تھا۔ اور یہ جگہ ملک کنعان میں ہے۔ اور مکہ معظمہ سے بہت دور واقع ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہ کے پاس نہیں رہتے تھے۔ اس بات کی شہادت تورات یوں دیتی ہے۔" اور سارہ نے قریت اربع میں وفات پائی یہ کنعان میں ہے اور حبرون بھی کہلاتا ہے۔ اور ابرہام سارہ کے لیئے ماتم اور نوحہ کرنے کو وہاں گیا"۔ پیدائش ۲۳/۲ خط کشیدہ الفاظ ہماری تصدیق کرتے ہیں۔ نیز " اور اضحاق ربقہ کو اپنی ماں سارہ کے ڈیرے میں لے گیا ...... الخ" پیدائش ۲۴/۶۷ اگر حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہ اور حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ اسی جگہ اور اسی ڈیرے میں سکونت رکھتے ہوتے تو تورات ڈیرے کی نسبت حضرت سارہ کی طرف نہ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف کرتی۔ پس یہ مقام بھی پرزور شہادت دیتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ان کے پاس نہ رہتے تھے۔ پادری صاحب اپنی فطرت کے مطابق اس حقیقت کا انکار کردیں گے۔ اس لیئے ہم پادری جے علی بخش صاحب کے الفاظ نقل کردیتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب "تفسیر قرآن حصہ اوّل" میں لکھتے ہیں

" ابرہام کی بیوی سارہ قریت اربع میں رہتی تھی جو کنعان میں واقع ہے اور اس کا دوسرا نام حبرون تھا۔ لیکن ابراہیم خود بیر سبع میں رہتا تھا"۔ ص ۲۴۹

واقعہ قربانی سے قبل اور اس کے بعد تورات میں جو الفاظ موجود ہیں ان سے

www.toobaaelibrary.com

ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بیر سبع سے قربانی کو گئے اور قربانی کرنے کے بعد اس جگہ تشریف لائے اور بیر سبع حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا مسکن تھا۔

پس یہ حقیقت نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہو گئی کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے پاس مروہ پہاڑ پر حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی دی تھی۔

اہل کتاب کی نظر میں قربانی کی جگہ

اول:۔ یہودیوں کے نزدیک جس جگہ یروشلیم ہے۔ یہی قربانی کی جگہ ہے۔

دوم:۔ سامریوں کے نزدیک، کوہ گرازیم قربانی کی جگہ ہے۔

سوم:۔ مسیحی علماء میں اختلاف ہے۔ کچھ علماء یہودیوں کی روایت کو تسلیم کرتے ہیں اور بعض علماء سامریوں کے نظریہ کی تصدیق کرتے ہیں بہر حال ان فرقوں میں قربانی کی جگہ کے بارے میں اختلاف موجود ہے۔

سامری کون تھے؟ "سامری۔ سامری لوگ دراصل سامریہ کے رہنے والوں کا نام تھا۔ جن میں منسّی کا آدھا فرقہ اور افرائیم کے لوگ شامل تھے پر نئے عہد نامہ کے وقت یہ ایک علیحدہ قوم کا نام تھا۔ جن کا یہودیوں سے بہت کم واسطہ تھا بلکہ یہودی ان کو نفرت سے دیکھتے تھے ان کی تاریخ یہ ہے کہ اسور کا بادشاہ جب بنی اسرائیل کو قید کر کے اسیری میں لے گیا تو سامریہ میں اس نے لاکر اپنے لوگوں کو بسایا سامریہ میں کچھ بنی اسرائیل کے لوگ بھی رہ گئے تھے۔ انہوں نے اسور کے لوگوں کے ساتھ بیاہ شادی کی اور مخلوط نسل ہو گئے۔ (۲ سلاطین $\frac{۱۷}{۲۴}$) بابل کی اسیری کے بعد جب یہودیوں نے ہیکل کی دوبارہ تعمیر شروع کی تو ان لوگوں نے زاد بابل سے درخواست کی کہ ہمیں بھی اپنے میں شامل کر لو۔ مگر زادَ بابل نے منظور نہ کیا کیونکہ وہ اپنے آپ کو خالص اسرائیلی نسل ثابت نہ کر سکے (عزرا $\frac{۴}{۱-۳}$)

www.toobaaelibrary.com

چنانچہ تب سے یہ لوگ علیحدہ ہیں انہوں نے کوہ گرازیم پر اپنی ہیکل بنالی۔ توریت کی ایک جلد ان کے پاس ہے "۔ جغرافیہ بائبل بار سوم صہ ۲۲ و ۲۳

یاد رہے کہ "زادو بابل" کاتب کی غلطی ہے اصل نام "زرّ بابل" ہے۔

۱۔ تواریخ ۳/۱۹ ۔

ان الفاظ کے بعد اب آپ قربانی کی جگہ کی بابت اسی مسیحی عالم کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے

" ابرہام کو جب حکم ہوا تھا کہ موریہ کی سرزمین میں ایک پہاڑ پر اضحاق کو قربان کرے تو عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ وہی پہاڑ تھا جس پر بعد ازاں یروشلیم آباد ہوا تھا۔ مقابلہ کرو۔ پیدائش ۲۲ باب و ۲ تواریخ ۳ : ۱ "۔ جغرافیہ بائبل صہ ۶۹

اس مقام سے صاف ظاہر ہے کہ یروشلیم کو کوہ موریہ پر تعمیر کیا گیا تھا یہی قربانی کی جگہ ہے۔ اب آپ اسی عالم کے دیگر الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ آگے چل کر یہوداہ کے قبیلے نے اس کا ایک حصہ فتح کیا مگر صیحون کی پہاڑی جس میں یبوسی رہتے تھے فتح نہ ہوئی (یشوع ۱۵/۶۳ قاضی ۱/۲۰) بلکہ اسے یبوس کا شہر کہا گیا ہے۔ (قاضیوں ۱۹/۱۲) یہ تقریباً چار سو برس تک ایسا ہی رہا جب داؤد بادشاہ کو خدا نے سارے بنی اسرائیل کی سلطنت عطا کی تو داؤد نے حبرون کو چھوڑ کر یروشلیم کو اپنا دارالسلطنت بنایا! یبوسیوں کو وہاں سے نکال دیا اور اس شہر کا نام داؤد کا شہر رکھا (۲ سلاطین ۵/۹-۱ ۔ ۱۔ تواریخ ۱۱/۷-۱) تب ہی سے یروشلیم بنی اسرائیل کی سلطنت کا دارالخلافہ ہے بلکہ داؤد نے بنی اسرائیل کی دینی ترقی کے لئے اسی پہاڑ پر عہد کا صندوق رکھنے کے لئے خیمہ بنایا۔ (۲ سموئیل ۶/۱۹-۱) اور اسی جگہ پر سلیمان نے ہیکل بنائی (۱۔ تواریخ ۲۹/۵-۱ و ۲۱/۳۰-۱۴ ۔ ۲ تواریخ ۳/۱) اور یہی جگہ بنی اسرائیل کے لئے عبادت،

www.toobaaelibrary.com

اور مذہبی رسومات کا مرکز رہی"۔ جغرافیہ بائبل ص ۶۹ و ۷۰

یاد رہے کہ "۲۔ سلاطین ۱-۵/۹" کا حوالہ غلط ہے۔ اصل حوالہ "۲ سموئیل ۵/۱ تا ۹" ہے۔

اس جگہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یروشلیم کو "کوہ صیحون" پر تعمیر کیا گیا تھا۔ نہ کہ کوہ موریہ پر کیونکہ کوہ موریہ تو عرب میں ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ یہ بات تو اس حقیقت کو خوب روشن کر دیتی ہے کہ "یروشلیم" کی تعمیر "کوہ صیحون" پر ہی ہوئی تھی۔ کیونکہ یروشلیم کی تعمیر کے بعد جتنی بھی کتابیں بائبل میں پائی جاتی ہیں ان سب میں "کوہ صیحون" کا ہی نام آتا ہے۔ مثلاً

" وہ آج کے دن نوب میں خیمہ زن ہوگا تب وہ دختر صیّون کے پہاڑ یعنی کوہ یروشلیم پر ہاتھ اٹھا کر دھمکائیگا" یسعیاہ ۱۰/۳۲ نیز دیکھو یسعیاہ ۱/۸ - ۲/۳ - ۴/۴ - ۸/۱۸ - ۱۴/۳۲ - ۱۶/۱ - ۱۸/۷ - ۳۳/۵ اس کتاب کے بعد بائبل کی دیگر کتابوں میں بھی اسی طرح ہے اس لحاظ سے اگر یروشلیم کوہ موریاہ پر تعمیر کیا گیا ہوتا تو یقیناً کوہ موریاہ کا نام آتا کیونکہ ہر لحاظ سے اس کا نام لینا زیادہ مناسب موزوں اور متبرک تھا کیونکہ اہل کتاب کے نظریہ کے مطابق "قربان گاہ" یہی تھی۔ اس کا نام نہ آنا اور "کوہ صیحون" کا نام آنا اس امر کی بیّن دلیل ہے۔ کہ یروشلیم کو کوہ موریاہ پر تعمیر نہیں کیا گیا۔ بلکہ یروشلیم کی تعمیر "کوہ صیحون" پر ہی ہوئی ہے۔ در اصل کوہ موریہ اس جگہ نہ تھا

ایک اور مقام ملاحظہ فرمایئے۔

" بعض علماء اس بات پر متفق ہیں کہ وہ پہاڑ جس پر ابراہام اپنے بیٹے اضحاق کو قربان کرنے کے لیئے لے گیا گرازیم ہے" جغرافیہ بائبل ص ۵۱

اس مقام سے صاف ظاہر ہے کہ یروشلیم "کوہ صیحون" پر ہی تعمیر کیا گیا تھا اور قربانی کی جگہ "کوہ گرازیم" ہے۔ نیز ان لوگوں کو قربانی کی صحیح جگہ کسی کو بھی معلوم

www.toobaaelibrary.com

نہیں، کبھی یہ لوگ کوہ گرازیم ۔ اور کبھی یروشلیم کو قرار دیتے ہیں ۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جغرافیہ بائبل کے صفحہ ۶۹ پر "خیال کیا جاتا ہے" کے الفاظ ہیں ۔ اور مندرجہ بالا مقام میں " بعض علماء متفق ہیں" کے الفاظ درج ہیں۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک قوی اور معتبر قول کوہ گرازیم ہی قربانی کی جگہ ہے ۔ اسی بات کے سامری قائل ہیں ۔ مگر یہودی لوگ اس بات کی تردید کرتے ہیں ۔ اس روایت کے مطابق یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عبادت کی جگہ بھی کوہ گرازیم ہے ۔ مگر یہ لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اس اختلاف کو نقل کرنے سے ہماری غرض و غایت صرف یہ تھی کہ یہود و نصاریٰ کو قربانی کی اصل اور صحیح جگہ معلوم نہیں اور ہمارے ہاں یہ جگہ مکہ معظّمہ میں بیت اللہ کے پاس مروہ پہاڑ ہے ۔

چونکہ یہود و نصاریٰ اپنے خیال کے مطابق حضرت اسحٰق ؑ کی قربانی کے قائل ہیں اس لئے قربانی کی بابت حضرت اسحاق ؑ کے جو الفاظ قربانی سے قبل ہیں ۔ ان کو نقل کر کے ہم یہ بات دکھاتے ہیں کہ قربانی کے لئے کون تیار اور مستعد تھا ۔ اور کس کی قربانی قبول ہوئی ؟

بقول اہلِ کتاب قربانی سے قبل حضرت اسحٰق ؑ کے الفاظ

"تب اضحاق نے اپنے باپ ابرہام سے کہا اے باپ ! اس نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے میں حاضر ہوں ، اس نے کہا دیکھ آگ اور لکڑیاں تو ہیں پر سوختنی قربانی کے لئے برّہ کہاں ہے ؟ پیدائش ۲۲/۷ ۔

حضرت مسیح ؑ کے قربانی کے وقت الفاظ

چونکہ مسیحی دنیا اس بات کی قائل ہے کہ حضرت مسیح ؑ نے اپنا جان کو قربانی

www.toobaaelibrary.com

میں دے دیا تھا۔ اس لئے آپ حضرت عیسےٰؑ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

" اور تیسرے پہر کو بڑی آواز سے یسوعؑ چلایا کہ الوہی الوہی لما شبقتنی؟ جس کا ترجمہ ہے۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" مرقس ۱۵/۳۴

بقول اہل اسلام قربانی سے قبل حضرت اسمٰعیلؑ کے الفاظ

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

ترجمہ: پھر جب پہنچا اس کے ساتھ دوڑنے کو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو۔ تو کیا دیکھتا ہے؟ بولا باپ! کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے۔ تو مجھ کو پاوے گا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا۔

سورہ صافات — آیت ۱۰۲

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

ناظرین کرام! ہم نے تورات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تورات بھی حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبیح اللہ قرار دیتی ہے۔ اور قرآن و تورات دونوں ہی ایک بات پر متفق اور یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل واقعہ قربانی رونما ہو چکا تھا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو اللہ تعالےٰ کے دربار عالیہ سے ذبیح اللہ کا خطاب مل چکا تھا۔

www.toobaaelibrary.com

باب دہم

حضرت ہاجرہ اور تورات

پادری صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۶ پر باب ہفتم میں ایک عنوان "(ڈ) بی ہاجرہ کنیز کہ حضرت سارہ" کے الفاظ سے قائم کیا ہے اور اس کے تحت آپ نے تورات سے حضرت ہاجرہ کو لونڈی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہ بلکہ آپ آزاد تھیں۔ جو دلائل تورات سے نقل کئے گئے ہیں ان سے ہزار دقت سے بھی پادری صاحب کا نظریہ ثابت نہیں ہوتا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "تورات شریف کا بیان۔ مگر حقیقت میں واقعہ یہی ہے کہ بی بی ہاجرہ حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کی لونڈی تھیں۔ چنانچہ تورات شریف میں لکھا ہے۔ خداوند کا کلام رویا میں ابراہیم پر نازل ہوا اور اس نے فرمایا اے ابرام تو مت ڈر میں تیری سپر اور تیرا بہت بڑا اجر ہوں۔ ابرام نے کہا اے خداوند اے خداوند تو مجھے کیا دیگا کیونکہ میں تو بے اولاد جاتا ہوں ۔۔۔ اور ابرام کی بیوی سارہ کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا۔ اور سارہ نے ابرام سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تو میری لونڈی کے پاس جا شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔ اور ابرام نے سارہ کی بات مانی اور ابرام کو ملک کنعان میں رہتے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی سارہ نے اپنی مصری لونڈی اُسے دی کہ اس کی بیوی بنے۔ اور

www.toobaaelibrary.com

وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہو گئی ہے تو اپنی بی بی کو حقیر جاننے لگی۔ تب سارہ نے ابرام سے کہا کہ جو ظلم مجھ پر ہوا وہ تیری گردن پر ہے۔ میں نے اپنی لونڈی تیری آغوش میں دی اور اب جو اس نے آپ کو حاملہ دیکھا تو میں اس کی نظروں میں حقیر ہو گئی۔ سو خداوند میرے اور تیرے درمیان انصاف کرے۔ ابرام نے ساری سے کہا کہ تیری لونڈی تیرے ہاتھ میں ہے جو تجھے بھلا دکھائی دے تُو اس کے ساتھ کر۔ تب ساری اس پر سختی کرنے لگی۔ اور وہ اس کے پاس سے بھاگ گئی۔ اور وہ خداوند کے فرشتے کو بیابان میں پانی کے ایک چشمہ کے پاس ملی۔ اور اس نے کہا اے سارہ کی لونڈی ہاجرہ تو کہاں سے آئی اور کدھر جاتی ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنی بی بی سارہ کے پاس سے بھاگ آئی ہوں۔ خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تُو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا۔ اور اپنے آپ کو اس کے قبضہ میں کر دے اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا کیونکہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا ہے۔ وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہو گا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہونگے۔ اور جب ابراہام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔ جب وہ ننانوے برس کا ہوا تب خداوند ابرام کو نظر آیا۔ اور اس نے فرمایا کہ میں سارہ سے تجھے ایک بیٹا بخشونگا اور خداوند نے جیسا اس نے فرمایا تھا سارہ پر نظر کی سارہ حاملہ ہوئی اور ابراہام کے لئے اس کے بڑھاپے میں اس کے بیٹا ہوا۔ اور ابرام نے اپنے بیٹے کا نام جو اس سے سارہ کے پیدا ہوا اضحاق رکھا۔ اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا تو ابرام سو برس کا تھا۔ اور وہ لڑکا بڑھا اور اس کا دودھ چھڑایا گیا اور اضحاق کے دودھ چھڑانے کے دن ابراہام نے بڑی ضیافت کی اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا ٹھٹھے مارتا ہے۔ تب اس نے ابراہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے

www.toobaaelibrary.com

بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا پر ابراہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی۔ اور خدا نے ابراہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کرونگا۔ تب ابراہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اسے اس کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالے کر کے اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی اور بیر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی۔ اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا۔ اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور لڑکے کو پلایا اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لئے بیوی لی۔" پیدائش باب ۱۵ تا ۲۱ - ص ۱۵۶ تا ۱۵۹!

مجیب: یاد رہے کہ ہم نے پادری صاحب کی عبارت کو حرف بحرف نقل کیا ہے اس عبارت میں کئی غلطیاں ہیں۔ ہم ان غلطیوں سے بری ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی گھر سے رخصتی
اور
تورات کی گول مول باتیں

خط کشیدہ الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت اسحٰقؑ کے دودھ چھڑانے کے بعد اگلے دن گھر سے رخصت کیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر چودہ سال سے زائد بنتی ہے۔ اور مندرجہ ذیل آیات کے بعض الفاظ سے کچھ اور ہی بات ثابت ہوتی ہے۔

آیت ۱۴ "لڑکے کو بھی اس کے حوالہ کر کے اُسے رخصت کر دیا"۔

آیت ۱۵۔ "اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا"۔

آیت ۱۶۔ "اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں"۔

آیت ۱۷۔ "اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سُنی"

خط کشیدہ الفاظ سے تین آوازیں مراد ہو سکتی ہیں۔

اوّل:۔ بولنے کی آواز۔ دوم۔ ہنسنے کی آواز۔ سوم۔ رونے کی آواز

اس مقام کے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی رونے کی آواز کو خدا نے سنا تھا۔

آیت ۱۷ "اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے"۔

آیت ۱۸ "اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال"۔

آیت ۱۹، اور لڑکے کو پلایا"۔ پیدائش ۲۱/ ۸ تا ۲۱

تورات کے ان تمام الفاظ سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ

www.toobaaelibrary.com

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو جب گھر سے رخصت کیا گیا تھا تو اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ ابھی شیر خوار بچہ ہی تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اسی حقیقت کا اعتراف ہمارے مخاطب کو بھی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"(۴) قرآنی بیان میں ہے کہ "جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے کو پہنچا" یہ آیت اس بات کی مقتضی ہے کہ ذبیح اللہ سے وہی ابنِ ابراہیم مراد ہو جو اس کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا اور یہ وہی بیٹا ہے جو اس کو ملک شام میں حاصل ہوا تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ تو اس سے بہت پہلے ہاجرہ کے ساتھ گھر سے نکال دیئے گئے تھے اور وہ فاران کے بیابان میں رہتے تھے۔ پیدائش ۲۱ باب" ص ۱۴۹

"ہم کو بی بی صاحبہ اور ان کے بے گناہ بچہ کی ذلتوں" ص ۱۶۱

چہارم :- "حضرت ابراہیم نے اسمٰعیل اور ان کی ماں کو گھر سے نکال دیا تھا اور اسمٰعیلؑ کی صغر سنی میں بھی اس کی پرواہ نہ کی تھی کہ بھوکا مرتا ہے یا زندہ رہتا ہے تو اب وہ جوان ہو کر" ص ۱۷۲ و ۱۷۳

اب تورات کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

" اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابرہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے۔" پیدائش ۲۱/۹۔ تورات کے یہ الفاظ انسانی ہاتھ کا کرشمہ دکھائی دیتے ہیں جبکہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل ہی گھر سے رخصت کئے گئے تھے۔ تو پھر یہ الفاظ حضرت سارہ پر بہتان اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ بغض و حسد کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے نیز " پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔" پیدائش ۲۱/۱۹

تورات کے یہ الفاظ بھی صداقت پر مبنی نہیں ہیں کیونکہ جس مقام پر حضرت ہاجرہ تشریف فرما تھیں وہاں پر پہلے کوئی کنواں دکھائی نہیں دیتا۔ اسی جگہ کنواں کا سوال

www.toobaaelibrary.com

ہی پیدا نہیں ہوتا جبکہ یہ جگہ ویران اور سنسان تھی۔ اور اس جگہ کوئی آبادی ہرگز ہرگز نہ تھی۔ یہ کنوآں کس نے کھدوایا؟ اور پھر حضرت ہاجرہ نے اس کنوآں سے مشک کو پانی سے کیسے بھر لیا؟ جبکہ آپ کے پاس ڈول اور رسّی ہرگز ہرگز نہ تھی؟ یہ سب باتیں بتلاتی ہیں کہ تورات اس واقعہ کی ایک دھندلی سی تصویر پیش کرتی ہے جس سے اصل واقعہ کھلتا نہیں۔ اسلامی دنیا اس واقعہ کو یوں بیان کرتی ہے۔ کہ حضرت جبرائیلؑ نے اپنی ایڑھی زمین پر رگڑی وہیں زمین میں سے ایک چشمہ پانی کا ابلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ نے اپنے ہاتھوں سے اس چشمہ کے پانی سے اپنی مشک کو بھر لیا۔ پھر اس خیال سے کہ پانی اِدھر اُدھر بہہ کر نکل نہ جائے اس کے آس پاس پاڑ باندھ دی چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ سورہ بقرہ ۱۲۵ تا ۱۲۸ آیات کے تحت اسی حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں! اب ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جس مقام (پیدائش ۲۱/۱ تا ۲۱) کو پادری صاحب نے اپنے دعویٰ میں پیش کیا ہے۔ جبکہ اس میں جھوٹ کی آمیزش اور انسانی ہاتھ کا دخل صاف ظاہر ہے۔ اور یہ مقام کسی حال میں بھی کلام اللہ ثابت نہیں ہوتا اور ہمارے مخاطب کو بھی اس بات کا اقرار ہے تو پھر ایسے دھندلے محرف اور غیر معتبر مقام کو اپنے دعوے میں پیش کرکے حضرت ہاجرہ کا لونڈی ہونا ثابت کرنا صاحب علم اور عقل سلیم کو زیب نہیں دیتا۔ اس لئے اس مقام سے دلیل لانا بے فائدہ اور بے کار ہے۔

باقی رہے تورات کی کتاب پیدائش کے دیگر مقامات۔ تو ان کی بابت عرض یہ ہے کہ جب اس کتاب کے باب ۲۱ میں انسانی ہاتھ کا دخل ثابت اور ظاہر ہو گیا تو پھر دیگر مقامات کون سے طاق میں محفوظ پڑے رہے کہ ان مقامات میں انسانی ہاتھ کا دخل اور گزر نہ ہو سکا؟ ان مقامات کی کلام اللہ ہونے کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ لہٰذا ہمارے نزدیک یہ مقامات بھی قابل اعتبار نہیں ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "کتاب مقدس کے مذکورہ بالا بیان میں کم از کم نو دفعہ بی بی ہاجرہ کو لونڈی کہا گیا ہے اور حضرت سارہ کو آٹھ مرتبہ اس کی مالکہ کہا گیا ہے۔ بی بی سارہ اس کو میری لونڈی کہتی ہے ہاجرہ اس کو اپنی مالکہ تسلیم کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم سارہ سے مخاطب ہو کر اس کو تیری لونڈی کہتے ہیں۔ خداوند کا فرشتہ اس کو لے سارہ کی لونڈی ہاجرہ کہہ کر بلاتا ہے۔ خود خدا بی بی ہاجرہ کو لونڈی اور حضرت اسمٰعیل کو لونڈی کا بیٹا کہتا ہے۔ لیکن ہمارے مخاطب اصرار کر کے کہتے ہیں ہاجرہ لونڈی نہیں ہو سکتیں۔" صفحہ ۱۶۰

مجیب: تورات میں حضرت ہاجرہ کی بابت لونڈی کی جو گردان سنائی دیتی ہے۔ یہ صرف آپ پر کیوں ہے؟ جبکہ پادری صاحب کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی حضرت قطورہ بھی لونڈی تھیں۔ ان کی بابت یہ گردان کیوں نہیں لگائی جاتی؟

حق بات یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کے ساتھ اسی طرح بغض و حسد ہے جس طرح یہودیوں کو حضرت عیسٰےؑ اور حضرت مریم کے ساتھ ہے۔

اس کے بعد ہم غلام یا لونڈی کی شرائط تحریر کرتے ہیں۔ جس مرد یا عورت میں ان شرائط میں سے ایک بھی شرط موجود ہو گی وہ غلام یا لونڈی قرار پائیگا۔

تین شرائط

اول:۔ جو مرد یا عورت بطور غنیمت ملتے ہیں انہیں غلام یا لونڈی کہتے ہیں۔

دوم:۔ جو مرد یا عورت دولت سے خریدے جاتے ہیں انہیں غلام یا لونڈی کہتے ہیں۔

سوم:۔ ایسے بچے جو غلام اور لونڈی سے پیدا ہوتے ہیں انہیں غلام یا لونڈی کہتے ہیں

ان تینوں شرائط میں سے تورات سے ایک شرط بھی حضرت ہاجرہ کے لئے ثابت نہیں ہوتی۔ پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہ کو لفظ لونڈی سے کوئی تعلق اور

www.toobaaelibrary.com

واسطہ نہیں ۔اب خواہ مخواہ بلا دلیل لفظ لونڈی کی رٹ لگا نا موروثی جذبہ کا اظہار ہے حضرت ہاجرہ کے آزاد ہونے کا انکار کرنا ایسا ہی ہے ۔جیسے آپ کے عورت ہونے کا انکار کرنا ہے ۔

پادری صاحب ، لکھتے ہیں کہ " مولوی صاحب ، خدا تعالیٰ کے کلام کو بھی اس معاملہ میں تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں ۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے بی بی ہاجرہ کو صرف اس واسطے لونڈی کہا کہ وہ بنی اسمٰعیل کو اور مسلمانوں کو چڑاتے ؟ خدا نے ہاجرہ کو لونڈی کہا کیونکہ وہ لونڈی تھیں ۔آپ عیسائیوں کے قول کو شوق سے تکذیب کرلیں ۔لیکن خدا کے قول کو تو قبول کریں ۔" ص ۱۶۱

مجیب : پادری صاحب نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ گھر سے رخصتی کے وقت شیر خوار بچہ تھے ۔اور یہ بات توراۃ کے صریحاً خلاف ہے ۔ اور آپ نے توراۃ کے مقام کو کلام اللہ تسلیم نہیں کیا ۔تو پھر ہم ایسے محرف اور دھندلے مقام کو بلا دلیل کیونکر کلام اللہ تسلیم کرلیں ؟ اس الجھن کے موجود ہونے کے باوجود ہم نے جواب پھر بھی تحریر کر دیا ہے کہ لونڈی کی ایک شرط بھی حضرت ہاجرہ میں پائی نہیں جاتی پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہ آزاد تھیں ۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ (۱) " سارہ کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اس نے اپنی مصری لونڈی ابراہیم کو دی (پیدا ۱۶ و ۳) دیکھئے حضرت موسےٰ جو لونڈی غلام ہونے کی شرائط سے واقف تھے بی بی ہاجرہ کو حضرت سارہ کی مصری لونڈی کہہ رہے ہیں ۔اور حضرت موسےٰ کی مخالفت کرنے کا کس کو زہرہ ہے ؟" ص ۱۶۲

مجیب : حضرت موسےٰؑ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ جب گھر سے رخصت کئے گئے تو اس وقت آپؑ کی عمر چودہ سال سے زیادہ اور حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کے بعد یہ واقعہ رونما ہوا ۔اور اسی باب کی کئی آیات میں حضرت موسےٰؑ کچھ اور

www.toobaaelibrary.com

بھی فرماتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ " لڑکے کو جھاڑی کے نیچے ڈال دیا " (جیسا کہ پہلے تفصیل سے گزرا) عقل سلیم ان متضاد باتوں کو کیونکر کلام اللہ مان لے گی ؟ آپ اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ رخصتی کے وقت شیرخوار بچہ تھے۔ اس لحاظ سے خدا کے فرمان اور حضرت موسےٰؑ کی مخالفت کا زہرہ آپ کے حصہ میں آتا ہے۔

حضرت موسےٰؑ تورات میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ " اور اس نے ابرام سے کہا یقین جان کہ تیری نسل کے لوگ ایسے ملک میں جو ان کا نہیں پردیسی ہونگے اور وہاں کے لوگوں کی غلامی کریں گے اور وہ چار سو برس تک ان کو دکھ دیں گے"۔ پیدائش ۱۵/۱۳

اور دوسرے مقام پر حضرت موسےٰؑ تورات میں فرماتے ہیں کہ " اور بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے چار سو تیس برس ہوئے تھے اور ان چار سو تیس برسوں کے گزر جانے پر ٹھیک اسی روز خداوند کا سارا لشکر ملک مصر سے نکل گیا " خروج ۱۲/۴۰ و ۴۱

حضرت موسےٰؑ اپنی تورات کی ایک کتاب میں بنی اسرائیل کی غلامی کی مدت چار سو سال اور تورات کی دوسری کتاب میں چار سو تیس سال لکھتے ہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں مدتیں ہی غلط ہیں۔ یہ بات صرف ہم ہی نہیں کہتے بلکہ مسیحی علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ " ہماری کتب مقدسہ" از پادری جی ٹی مینل صاحب ایم۔ اے۔ مترجمین پروفیسر جے ایس امام الدین صاحب ایم۔ اے۔ او۔ ایل۔ مسز کے۔ ایل۔ ناصر بی۔ اے بار چہارم دسمبر ۱۹۷۲ء کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

تاریخی پس منظر

سن قبل از مسیح	بنی اسرائیل
۱۷۸۵ تخمیناً	یعقوب مصر کو جاتا ہے
....	....
....	....

www.toobaaelibrary.com

خروج اسرائیل " صـ ۱۵۱	۱۴۴۰ "

۱۷۸۵ میں سے ۱۴۴۰ کو تفریق کرنے سے = ۳۴۵ سال مسیحی علماء کے نزدیک بنی اسرائیل مصر میں کل ۳۴۵ سال غلامی میں رہے ہے۔ اس قول کے مطابق بھی تورات کی پہلی دونوں مدتیں غلط ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل ملک مصر میں ۲۱۵ سال ہی غلام رہے پس عقل سلیم تورات میں ایسی متضاد باتوں کے ہوتے ہوئے ان مقامات کو کیسے کلام اللہ مان لے گی؟ ان محرف مقامات سے ہمارے سامنے دلیل لانا بیکار اور بے فائدہ ہے۔

پادری صاحب اسی صفحہ پہ ۲ تا ۵ نمبر تک۔ بار بار لفظ لونڈی سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت ہاجرہ میں لونڈی کی شرائط میں سے ایک بھی شرط نہیں پائی جاتی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ آزاد تھیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ (۶) بی بی ہاجرہ حضرت سارہ کو خود اپنی مالکہ تسلیم کرتی ہے۔ ۱۶/۸ صـ ۱۶۲

مجیب: پیدائش ۱۶/۸ کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

" اور اس نے کہا اے ساری کی لونڈی ہاجرہ تو کہاں سے آئی اور کدھر جاتی ہے؟ اس نے کہا میں اپنی بی بی ساری کے پاس سے بھاگ آئی ہوں "

دونوں مقامات کے خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمایئے کہ ان دونوں مقامات میں کتنا فرق ہے۔ کہاں تورات میں " بی بی " کا الفاظ اور کہاں پادری صاحب کا خود ساختہ لفظ " مالکہ "۔ پادری صاحب کو حضرت ہاجرہ کو لونڈی ثابت کرنے کا ایسا شوق چرایا ہے اور آپ پر ایسا بھوت سوار ہے کہ آپ نے اپنی الہامی کتاب پر جھوٹ بول کر اپنا ایمان بھی کھو دیا اور بات بھی نہیں بنی۔ ایسی باتوں سے آپ کے ضمیر اور سینہ میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

www.toobaaelibrary.com

ے ہم نئے ہیں آج اے صیّاد ! کیا پکڑے گئے
بار ہا چھوٹے قفس سے بار ہا پکڑے گئے

لفظ "بی بی" کا صحیح مفہوم

اب لفظ "بی بی" کا صحیح مفہوم سماعت فرمائیے

اوّل :۔ بچے اپنی حقیقی والدہ کو "بی بی" سے پکارتے ہیں۔

دوم :۔ امیر گھرانوں میں گھر کے کام کاج کے لئے جو عورتیں تنخواہ پر رکھی جاتی ہیں۔ یہ عورتیں گھر کی بڑی عورت کو "بی بی" سے پکارتی ہیں۔

سوم :۔ چھوٹی عمر کے بچے بڑھیا عورتوں کو "بی بی" سے پکارتے ہیں۔

چہارم :۔ اگر ایک مرد کی دو بیویاں ہوں تو دوسری بیوی اپنے مرد کی پہلی بیوی کو ادب واحترام کے پیش نظر "بی بی" سے پکارتی ہے۔

پنجم :۔ گھروں میں بچہ کی پیدائش کے وقت جس عورت کو بلایا جاتا ہے اسے دایہ کہتے ہیں۔ یہ دایہ گھر کی عورتوں کو "بی بی" پکارتی ہے۔

ششم :۔ بڑھیا عورتوں کو ادب واحترام کے پیش نظر "بی بی" پکارا جاتا ہے۔

ان تمام صورتوں میں صرف دو ہی ایسی صورتیں ہیں جن کے پیش نظر حضرت ہاجرہ نے حضرت سارہ کو "بی بی" سے پکارا ہے۔ وہ دونوں صورتیں چہارم اور ششم ہی ہیں باقی تمام صورتوں میں سے ایک صورت بھی آپ پر صادق نہیں آتی۔ پس حضرت ہاجرہ نے اگر حضرت سارہ کو بی بی کہا ہے۔ تو آپ کا مطلب ان دونوں صورتوں میں ہے نہ یہ کہ آپ اپنے آپ کو لونڈی ہونے کا مصداق قرار دیتی ہیں۔ حضرت ہاجرہ کے ایسا پکارنے سے یہ مطلب اور مفہوم جبراً مراد لینا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں بالکل اور یقیناً غلط ہے کیونکہ آپ میں لونڈی کی ایک شرط بھی پائی نہیں جاتی۔

ایک عجیب بات :۔ پادری صاحب نے حضرت ہاجرہ کو بارہا مرتبہ "بی بی"

www.toobaaelibrary.com

سے پکارا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

صفحہ ۱۵۶ پر چار مرتبہ "بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۵۹ پر تین مرتبہ "بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۶۰ پر تین مرتبہ" بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۶۱ پر دو مرتبہ" بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۶۲ پر چار مرتبہ" بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۶۳ پر چار مرتبہ" بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۶۴ پر دو مرتبہ "بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۶۵ پر تین مرتبہ" بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۶۶ پر ایک مرتبہ" بی بی ہاجرہ" صفحہ ۱۶۸ پر ایک مرتبہ" بی بی ہاجرہ"

ان صفحات پر پادری صاحب نے اپنے قلم سے کل ستائیس بار حضرت ہاجرہ کو "بی بی" سے پکارا اور لکھا ہے۔ اتنی بار تو حضرت ہاجرہ نے بھی حضرت سارہ کو نہیں پکارا۔ اب ہمارے مخاطب ایم۔اے اور ممبر صاحب کی دلیل کے پیش نظر نتیجہ یہ نکلا کہ پادری صاحب حضرت ہاجرہ کے غلام تھے۔ پادری صاحب کیا ثابت کرنے بیٹھے تھے اور کیا ثابت ہو گئے؟

مگر عقل سلیم اس بات کو ہر گز ہر گز تسلیم نہیں کرتی بس اگر حضرت ہاجرہ نے حضرت سارہ کو بی بی پکارا ہے۔ تو اس لفظ کی وجہ سے حضرت ہاجرہ کا بھی لونڈی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اُمید قوی ہے کہ اب لفظ "بی بی" کا صحیح مفہوم سمجھ میں آ گیا ہو گا؟!!

ہم دفا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطہ نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ" (۷) بی بی ہاجرہ پر لونڈیوں کی مانند سختی ہوئی چنانچہ لکھا ہے کہ سارہ اس پر سختی کرنے لگی اور وہ اس کے پاس سے بھاگ گئی (۱۶/۶) (۸) حضرت ابراہیم نے اس پر سختی کرنے دی ۱۶/۶ اور خدا نے بھی اس سختی سے چشم پوشی کی ۱۲/۱۲۔ (۹) اس سختی کی وجہ سے بی بی ہاجرہ اپنے آقا کے مکان سے غلاموں کی طرح بھاگ گئی۔ ۱۶/۱۲۔ اس نے بعد میں فرشتے سے کلام کرتے وقت یہ قبول کر لیا

www.toobaaelibrary.com

کہ میں اپنی بی بی سارہ کے پاس سے بھاگ آئی ہوں ۱۶/۸ اب مولوی صاحب فرمائیں کہ لونڈی کی کون سی شرط ہے جو بی بی ہاجرہ میں باقی رہ گئی ہے؟" صـ ۱۶۳

مجیب: ذرا غور فرمایئے! بقول پادری صاحب ایک طرف تو اللہ تعالےٰ یہ سب سختیاں حضرت ہاجرہ پر دیکھ کر چشم پوشی اور گوارا کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف جب حضرت ہاجرہ کے پاس سے پانی ختم ہو جاتا ہے۔ اور آپ بے بسی اور بیکسی کی حالت میں چلا چلا کر رونے لگتی ہیں۔ تو پھر خدا تعالےٰ کا فرشتہ آسمان سے حضرت ہاجرہ کو خطاب کرتا ہے اور آپ کی ڈھارس اور حوصلہ بڑھاتا ہے۔ اور پانی کا کنواں ظاہر کرتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کو آپ کی سختی گوارا تھی تو پھر فرشتہ کے خطاب اور کنواں کو ظاہر کرنے کا کیا مطلب؟ اس مقام سے پہلے مقام کا غلط ہونا صاف دکھائی دیتا ہے پادری صاحب کے نظریہ کے مطابق گھر میں جس فرد پر سختی ہو اور پھر وہ فرد سختی سے تنگ آ کر گھر سے بھاگ جائے تو وہ فرد غلام یا لونڈی بن جاتا ہے۔ یہ ہے ہمارے مخاطب ایم۔ اے اور ممبر صاحب کی نرالی دلیل حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے پر۔ آرچڈیکن صاحب کی اس دلیل کے پیشِ نظر جو لڑکے سختی کی وجہ سے اپنے والدین کے گھر سے بھاگ جاتے یا جو ملازم اور نوکر سختی کی وجہ سے اپنے مالک کے گھر سے بھاگ جاتے یا جو لڑکیاں سسرال کی سختی کی وجہ سے اپنے سسرال کے گھر سے بھاگ کر اپنے والدین کے گھر یا کسی دوسری جگہ چلی جاتی ہیں، ممبر صاحب کی عقل کے نزدیک یہ تمام افراد غلام اور لونڈی بن جاتے ہیں، مگر دنیا کے تمام انسان جو سر میں دماغ اور دماغ میں تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ شرط کسی کے غلام یا لونڈی ثابت کرنے کے لیئے بالکل غلط ہے۔

کیونکہ غلام یا لونڈی کی یہ شرائط نہیں ہیں۔ جن شرائط کو ہم نے پہلے لکھا ہے

www.toobaaelibrary.com

وہی شرائط غلام اور لونڈی کے لئے ہیں، ان میں سے ایک شرط بھی حضرت ہاجرہ میں پائی نہیں جاتی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ آزاد تھیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "ہمارے مخاطب کہتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ میں لونڈی ہونے کی شرائط پائی نہیں جاتیں۔ ہاں زلفا اور بلہا (حضرت یعقوب کی حرمیں) میں لونڈی ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ (۱) گو ہاجرہ اور زلفا اور بلہا سب شریعت موسوی سے قبل لونڈیاں تھیں۔ لیکن مولوی صاحب زلفا اور بلہا کے لونڈی ہونے کے اتنے ثبوت، کتاب مقدس سے نہیں لا سکتے جتنے ہم نے بی بی ہاجرہ کے دیئے ہیں۔" صـ ۱۶۳

مجیب: مندرجہ بالا شرائط میں سے ایک شرط بھی حضرت ہاجرہ میں نہیں پائی جاتی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہ تھیں باقی آپ کا یہ کہنا کہ آپ نے زیادہ ثبوت دئے ہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ دلیل ایک ہی کافی ہوتی ہے بلا دلیل باتیں بے شک ہزار ہوں ناکافی ہوتی ہیں۔

کسی کے ایک آنسو سے تڑپ جاتی ہے سب دنیا
کسی کا عمر بھر رونا یونہی بیکار جاتا ہے

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "(۲) حضرت یعقوب نے بھی زلفا اور بلہا کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جس سے ان کے لونڈی ہونے کی ذلت معلوم ہو۔" صـ ۱۶۳، ۱۶۴

مجیب: یاد رہے کہ اچھا یا برا سلوک ہونا غلام یا لونڈی کی شرط نہیں ہے۔ یہ شرط پادری صاحب کی خود ساختہ اور نرالی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "(۳) گو یہ دونوں ابتدا میں لونڈیاں تھیں تاہم ان کے بیٹوں کو برخلاف ہاجرہ کے بیٹے اسمٰعیل کے حضرت یعقوب کے دوسرے بیٹوں کے ساتھ مساوی حقوق ملے اور وہ اسرائیل کے حقیقی فرزند ہوئے اور ان

www.toobaaelibrary.com

کا شمار اور ان کی اولاد کا شمار بنی اسرائیل میں کیا گیا۔ لیکن اسمٰعیل (اور ابراہیم کے دوسرے لڑکے جو لونڈیوں سے پیدا ہوئے) وراثتِ ابراہیمی اور وعدہ اور نبوت کی برکت عظمیٰ سے خارج کئے گئے جیسا کہ ہم گذشتہ فصلوں میں ثابت کر چکے ہیں"۔ صد ۱۶۴

مجیب: خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمایئے اور پادری صاحب کے علم و عقل کی داد دیجئے، حالانکہ جو لونڈی ہو اور اسے آزاد نہ کیا جائے تو وہ مرتے دم تک لونڈی ہی رہتی ہے۔ چونکہ زلفا اور بلہا آزاد نہ کی گئی تھیں اس لئے آپ دونوں آخری دم تک اسی مقام پر رہیں۔

ہم حضرت اسمٰعیلؑ کا نبی ہونا۔ اور آپؑ کا حضرت ابراہیمؑ کی شرعی اولاد ہونا بہترین دلائل سے گذشتہ ابواب میں ثابت کر چکے ہیں۔ پس ان سے ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہ آزاد تھیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ چونکہ ذبیح اللہ تھے۔ اس لئے آپؑ کو حضرت ابراہیمؑ نے کوئی وراثت نہیں دی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت ہاجرہ آزاد تھیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " (۴) مولوی صاحب ہی ہم کو بتلائیں کہ زلفا اور بلہا میں لونڈی ہونے کی کون سی شرائط موجود ہیں جو ہاجرہ میں نہیں ملتیں؟ بلکہ زلفا اور بلہا پر سختی نہ کی گئی نہ وہ اپنے مالک کے مکان سے بھاگیں۔ نہ وہ اور ان کی اولاد آقا کے گھر سے نکال دی گئی اور نہ بمقابلہ دیگر اولاد ان کے بیٹے میراث پدر اور دیگر برکتوں سے محروم کئے گئے۔ لامحالہ اگر کسی عورت کی نسبت لونڈی ہونے کی شرائط پوری ہوتیں تو وہ لونڈی ہے اور بی بی ہاجرہ لونڈی تھیں اور ان کی نسبت لونڈی ہونے کی تمام شرائط بھی پوری ہو چکیں"۔ صد ۱۶۴

مجیب: تمام دنیا سے علیحدہ اور جدا ہو کر آپ نے جو شرائط لونڈی کی تحریر کی ہیں۔ یہ شرائط غلام اور لونڈی کے لئے قطعًا اور ہرگز نہیں۔

www.toobaaelibrary.com

آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ زلفا اور بلہا لونڈیاں تھیں۔ ہم اس سے ایک قدم اور آگے چلتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ کی دونوں بیویاں لیاہ اور راخل خود اقرار کرتی ہیں کہ وہ لونڈیاں تھیں۔ آپ کی الہامی تورات میں ان کے الفاظ یوں ہیں۔

"تب راخل اور لیاہ نے اسے جواب دیا کیا اب بھی ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا بخرہ یا میراث ہے؟ کیا وہ ہم کو اجنبی کے برابر نہیں سمجھتا؟ کیونکہ اس نے ہم کو بھی بیچ ڈالا اور ہمارے روپے بھی کھا بیٹھا" پیدائش ۳۱ / ۱۴ و ۱۵ ساری تورات کو چھان مارو آپ کو یہ اور دیگر شرائط حضرت ہاجرہ میں ہرگز ہرگز نہ ملیں گی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت ہاجرہ آزاد تھیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا اضحاق پر ٹھٹھے مارتا ہے۔ تب اس نے ابرہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا خدا نے ابرہام سے کہا جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا۔ تب ابراہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اسے اس کے کندھے پر رکھ دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالے کر کے اسے رخصت کر دیا سو ہاجرہ چلی گئی اور بیر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی (پید ۲۱ باب) ص ۱۶۴ و ۱۶۵

مجیب: ہم اسی باب میں "حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی گھر سے رخصتی" کے تحت مندرجہ بالا مقام کی قلعی کھول اور پول ظاہر کر چکے ہیں۔ چونکہ اس مقام میں جھوٹ کی آمیزش ہے۔ لہذا ہمارے لئے یہ مقام قابل حجت نہیں۔ یاد رہے کہ ہم نے جوابات پھر بھی تحریر کر دیئے ہیں۔

پادری صاحب مولوی صاحب کی عبارت کو تحریر کر کے فرماتے ہیں کہ

www.toobaaelibrary.com

"مبالغہ کی راہ نہایت کشادہ اور پھسلنی ہوتی ہے۔ چنانچہ بہ سند اپنے ایک دوست سلیمان یہودی آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حکیم، ہنرمند ذکی الطبع جو اکثر علوم و فنون میں کمال رکھتا تھا اس کا نام رقیون تھا اس نے وطن میں رہنا نامناسب سمجھ کر مصر کی راہ لی اور رفتہ رفتہ مصر کا بادشاہ ہو گیا جس کا لقب فرعون ہوا۔ جب ابراہیم مصر میں پہنچے اس نے سائرہ سے شادی کرنا چاہی جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابراہیم کی بیوی ہیں۔ تو اسی وقت فرعون نے ان کو حضرت ابراہیم کے پاس بھیج دیا اور اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ کو ان کے سپرد کر دیا یہ صحیح حال حضرت ہاجرہ کا ہے جو ہم نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا" صہ ۱۸ و ۱۹ اسی فرضی داستان کو سرسید مرحوم نے بھی مولوی عنایت رسول چڑیا کوٹی (جن کی عبرانی دانی کی قلعی ہم باب سوم میں کھول چکے ہیں) زبانی دہرایا ہے خطبات صفحہ ۱۶۳ - ۱۷۰۔ ہمیں کچھ ضرور نہیں کہ ہم اس فرضی قصّہ کے کھوج کرنے میں تضیع اوقات کریں۔ تعجّب ہے کہ مولوی صاحب کے دوست سلیمان یہودی بی بی ہاجرہ کی مرقومہ بالا داستان کو معتبر تاریخ کہے اور آپ اس کی تائید کریں اور محقق ہونے کا دعویٰ کریں! آپ نے اس یہودی سے پوچھا ہوتا کیا تم توراتِ شریف کو مانتے ہو؟ اور اس مقدس کتاب سے بھی کسی زیادہ معتبر کتاب کے قائل ہو؟" صہ ۱۶۶ و ۱۶۷

عجیب! "جن کی عبرانی ..... کھول چکے ہیں" پادری صاحب کے یہ الفاظ نہایت بودے اور کچے ہیں کیونکہ آپ نے مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹی رح کی بابت اپنی کتاب میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں۔

"اس معاملہ میں سیّد مرحوم نے جناب مولانا بالفضل اولیٰنا جناب مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی کی کورانہ تقلید کی ہے کیونکہ مرحوم کے خیال میں یہ مولوی صاحب عبرانی زبان اور توریت مقدس کے بہت بڑے عالم تھے صہ ۶۰۵ حالانکہ یہ صاحب (جیسا کہ ہم انشاء اللہ آگے چل کر دکھلا دیں گے) عبرانی میں محض کورے تھے" صہ ۳۶

www.toobaaelibrary.com

اس کے بعد پادری صاحب نے صفحہ ۶۷ کے حاشیہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"سرسید احمد مرحوم عبرانی زبان سے ناواقف تھے۔ لہٰذا ان آیات کے عبرانی الفاظ کو عربی رسم الخط میں نقل کرتے وقت اُن سے غلطیاں ہوگئی ہیں۔ خطبات ص ۵۹۸ کیونکہ ان کی عبرانی زبان کے ماخذ کوئی مولوی عنایت رسول چڑیا کوٹی تھے ص ۱۶۳ و ص ۶۰۵ جن کی عبرانی دانی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وہ توریت شریف کی آیات کو صحیح طور پر لکھ پڑھ بھی نہیں سکتے تھے۔ برکت اللہ"

ناظرین کرام: پادری صاحب نے صفحہ ۳۶ پر مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹی کی عبرانی زبان کی غلطیاں دکھانے کا جو وعدہ کیا تھا۔ آپ نے صفحہ ۶۷ کے حاشیہ پر مولانا موصوف کی عبرانی زبان کی غلطیاں نہ دکھا کر اپنا "وعدہ وفا" کر دیا۔

تیرے وعدہ پہ جئے یہ جان جھوٹ جاناں
خوشی سے مر نہ جاتے گر اعتبار ہوتا

ہم منتظر تھے کہ قسیس معظم آرچ ڈیکن صاحب اپنے وعدہ کے مطابق مولانا موصوف کی عبرانی زبان کی غلطیاں دکھلائیں گے۔ اور اپنی عبرانی دانی کی علمی قابلیت کا لوہا منوائیں گے۔ مگر

تھی گرم خبر کہ غالبؔ کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے پر تماشہ نہ ہوا

چونکہ پادری صاحب سے اس حقیقت کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا تھا اس لئے ممبر صاحب نے سیاسی چال یہ چلی کہ خط کشیدہ الفاظ کو لکھ کر اپنی جان چھڑا لی

پادری صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہ کی حیات میں تیسری بیوی کی تھی۔ جیسا کہ آپ کی کتاب صفحہ ۱۴۸ کے دوسرے نمبر سے ظاہر ہے

www.toobaaelibrary.com

پادری صاحب نے " مالکہ " کا لفظ لکھا ہے پیدائش ۱۶/۸ حالانکہ اس مقام پر یہ لفظ نہیں بلکہ " بی بی " کا لفظ ہے۔

پادری صاحب نے " اگر تمہارے درمیان " استثنا ۱۵/۷ سے لکھے ہیں حالانکہ اس مقام پر یہ الفاظ نہیں ہیں۔

پادری صاحب نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا لکھا ہے۔ حالانکہ توراۃ سے ثابت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام سے چودہ سال بڑے تھے۔ اور اس لحاظ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے تایا جان تھے۔

پادری صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گھر سے رخصتی کے وقت شیر خوار بچہ اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش سے قبل گھر سے رخصت کئے گئے۔ حالانکہ توراۃ سے یہ ثابت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی رخصتی کے وقت عمر چودہ سال سے زائد اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کے بعد آپ علیہ السلام گھر سے رخصت کئے گئے۔ یاد رہے کہ یہ تمام باتیں گزر چکی ہیں۔

جب پادری صاحب نے مندرجہ بالا مقامات کو توراۃ کے خلاف لکھا تو آپ کو توراۃ سے زیادہ معتبر وہ کون سی کتاب مل گئی تھی۔ جس سے آپ نے یہ سب کچھ لکھا؟ آپ توراۃ شریف کے خلاف لکھ کر اپنی بات کو سچی مانتے ہیں۔ کیا یہ باتیں توراۃ کے خلاف لکھتے وقت آپ کے ایمان پر کوئی حرف نہیں آیا؟ اگر ان باتوں سے آپ کے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑا تو پھر یقین جانیئے کہ (مسلمان نے توراۃ کی حدود میں رہ کر یہ لکھا ہے کہ حضرت ہاجرہ شاہ رقیون کی بیٹی تھیں کیونکہ جو لونڈی کی شرائط ہیں توراۃ میں سے ایک شرط بھی حضرت ہاجرہ میں موجود نہیں) اس کے ایمان پر بھی کوئی حرف نہیں آتا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " اور کچھ نہیں تو آپ نے یہی سوچا ہوتا کہ ہاجرہ

www.toobaaelibrary.com

کا یہ فرضی باپ کیسا حکیم ہنرمند۔ ذکی الطبع، علوم و فنون میں کمال رکھنے والا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کو ایک اجنبی عورت کے سپرد کر دیا اور اس کی آئندہ زندگی کا کوئی لحاظ نہ کیا؟ اور وہ کیسا دانش مند بادشاہ تھا جس نے اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ درجن دو درجن سہیلیاں اور لونڈیاں خدمت کے لیئے نہ دیں؟ اور نہ کوئی مال و اسباب اور زر ہی دیا؟ صـ ۱۶۷

مجیب: حضرت ہاجرہ کا یہ حقیقی باپ، حکیم، ہنرمند۔ ذکی الطبع، علوم و فنون میں کمال رکھنے والا اور دانشمند تھا۔ جس کی حکمت۔ دانائی اور دانشمندی کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس نے حضرت ابراہیمؑ کے روحانی مقام اور علو شان اور حضرت سارہ کی عظمت و بزرگی کو جان اور پہچان کر اپنی حقیقی بیٹی کو ان مقدس بزرگوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اس کی حکمت نے یہی مناسب سمجھا کہ حضرت ہاجرہ کا شاہی محلات میں بسنے کی بجائے حضرت خلیل اللہؑ کے مبارک قدموں میں زندگی گذارنا بہترین زندگی ہے۔

شاہ رقیون نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو مال و اسباب تو بہت دیا تھا

"اور ابرام مصر سے اپنی بیوی اور اپنے سب مال اور لوط کو ساتھ لے کر کنعان کے جنوب کی طرف چلا اور ابرام کے پاس چوپائے اور سونا چاندی بکثرت تھا"۔ پیدائش ۱۳ ۱ و ۲ مگر کسی خاص جذبہ کے تحت انسانی ہاتھ نے غلط رنگ میں درج کر دیا۔

شاہ رقیون نے اپنی بیٹی کو نبوت کی خدمت کے لیئے دیا تھا نہ کہ اس گھر میں خدمت کرانے کے لیئے اس لیئے لونڈیوں اور سہیلیوں کو ساتھ بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حتیٰ کہ جب ابراہیم نے اس کو گھر سے نکالا تو فقط ایک مشک پانی اور روٹی کا اس بیچاری کو مستحق گردانا؟ کیا حضرت ابراہیم ایسے ہی نادان شخص تھے کہ وہ ایک عالی نسب شاہزادی سے اس قسم کا سلوک روا رکھتے؟

www.toobaaelibrary.com

اور یہ عالی خاندان کی شاہزادی کیسی تھی جو گھر سے نکال دیئیے جانے کے بعد چلی گئی اور بیر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی؟ آپ نے اس یہودی دوست سے پوچھا ہوتا کہ ہاجرہ کو سائرہ کے "سپرد" کرنے کا کیا مطلب ہے"۔ ص ۱۶۷

مجیب: پادری صاحب کا عجیب حال ہے۔ آپ نے صفحہ ۱۲۰ پر یہ لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو روٹی اور پانی کی ایک مشک دے کر رخصت کر دیا۔ اور اس جگہ آپ ان دونوں چیزوں کو حضرت ہاجرہ کو مستحق قرار دیتے ہیں۔ ایک عقل مند انسان ان دو رنگی باتوں سے کیا سمجھے گا؟

پادری صاحب کے نزدیک خط کشیدہ الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں۔ گو عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی مگر پادری صاحب کے نزدیک ان الفاظ کا یہی مطلب ہے۔ اب غور فرمایئے کہ اسی مفہوم میں یہ الفاظ بائبل میں دیگر افراد کی بابت بھی بولے گئے ہیں۔ جن کو پادری صاحب غلام نہیں مانتے۔

" **سپرد کرنا** "۔ **حوالے کرنا** " اور " **سونپ دینا** " یہ تمام الفاظ ایک ہی مفہوم کے حامل اور ایک ہی مطلب کو بیان کرتے ہیں۔ غور فرمایئے۔

" تب روبن نے اپنے باپ سے کہا اگر میں اسے تیرے پاس نہ لے آؤں تو میرے دونوں بیٹوں کو قتل کر ڈالنا اسے میرے ہاتھ میں سونپ دے اور میں اسے پھر تیرے پاس پہنچا دوں گا" پیدائش ۴۲/۳۷ اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت بنیامین کو اپنے لڑکوں کے سپرد کر دیا تھا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکل آیا کہ حضرت بنیمین اپنے بھائیوں کے "سپرد" یا "سونپ دینے" سے غلام بن گئے تھے؟ حالانکہ کوئی بھی حضرت بنیمین کو اس کے بھائیوں کا غلام نہیں مانتا۔

پیدائش ۲۱/۱۴ کے بعض الفاظ یوں ہیں۔

" اور لڑکے کو بھی اس کے حوالہ کر کے اسے رخصت کر دیا " کیا اس سے یہ ثابت

www.toobaaelibrary.com

ہوگیا کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ہاجرہؑ کے لڑکے نہیں بلکہ غلام تھے؟ ان الفاظ کے پیش نظر ہر ایک عقل مند انسان یہی سمجھتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ہاجرہ کے لڑکے تھے اور غلام نہ تھے۔

"وہ مردہ اٹھ بیٹھا اور بولنے لگا اور اس نے اسے اس کی ماں کو سونپ دیا" لوقا ۷/۱۵ حضرت مسیحؑ نے جس مردہ کو زندہ کیا تھا بعد میں آپؑ نے اسے اس کی اماں کے سپرد کر دیا۔ اس سے کون صاحب عقل یہ سمجھتا ہے کہ یہ لڑکا اپنی والدہ کا غلام بن گیا تھا۔

"اس پر اس نے برابا کو ان کی خاطر چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کیا تاکہ صلیب دی جائے" متی ۲۷/۲۶ چونکہ حاکم نے حضرت عیسیٰؑ کو سپاہیوں کے سپرد کر دیا تھا اس سے کون عقل مند یہ سمجھے گا کہ حضرت مسیحؑ سپاہیوں کے غلام بن گئے تھے؟

بہرحال ان الفاظ سے ہزار دقت سے بھی حضرت ہاجرہ کا لونڈی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ پادری صاحب چونکہ ایم۔ اے ہیں، اس لئے آپ کی دلیل بھی اسی طرح کی ہوتی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "کیونکہ سارہ نے تو ہاجرہ کو لونڈی بنائے رکھا۔ لونڈی کرکے ابراہیم کو دیا۔ لونڈی کا سا سلوک کیا اور لونڈی کی طرح گھر سے نکال باہر کیا؟ کیا حضرت سارہ ایک شاہزادی کو لونڈی بنا کر اس قسم کا ظالمانہ سلوک کر سکتی تھے" صفحہ ۱۶۷

مجیب: گھر سے رخصت کرنے کا کوئی قصور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا تورات سے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے حضرت اسحٰقؑ کو ٹھٹھے مارے تھے تو یہ بات بے بنیاد ہے کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش

www.toobaaelibrary.com

سے قبل ہی گھر سے رخصت ہو چکے تھے۔ لہذا ٹھٹھے مارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ حضرت ابراہیمؑ کے گھر میں حضرت ہاجرہ نے اپنی زندگی کے کئی سال بسر کئے تھے۔ تورات کے نزدیک جب حضرت ابراہیمؑ نے آپ کو گھر سے رخصت کیا تو کیا رخصتی کے وقت حضرت ہاجرہ نے اپنی زبان مبارک سے اپنے خاوند کی جدائی کے غم میں ایک حرف بھی نہیں کہا ؟ باقی مقامات پر تو تورات "بی بی" اور "لونڈی" کے الفاظ کی گردان لگاتی ہے۔ مگر اس مقام پر تورات حضرت ہاجرہ کا ایک حرف تک نقل نہیں کرتی بلکہ حضرت اسحٰقؑ کے سامنے حضرت اسمٰعیلؑ کا ٹھٹھے مارنے کا جھوٹا بہانہ بیان کرتی ہے۔ اس مقام سے صاف ظاہر ہے کہ انسانی ہاتھوں نے اس مقام پر کیسے کیسے کرتب دکھائے ہیں۔

باقی رہا یہ کہ اگر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا کوئی قصور نہ تھا، تو پھر ان کو گھر سے کیوں رخصت کیا گیا ؟ تو ہم اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو کئی باتوں میں آزمایا تھا۔ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴۔ ان میں سے آپؑ کی ایک آزمائش یہ بھی تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ اور اپنے ننھے منھے لخت جگر اور نور نظر حضرت اسمٰعیلؑ کو ربّ کائنات کے حکم کے مطابق خود ایک ویران اور غیر آباد علاقے میں چھوڑ کر آئے تھے (بعد میں اسی جگہ کا نام مکہ مشہور ہوا) جب حضرت ابراہیمؑ ان دونوں حضرات کو چھوڑ کر واپس ہوئے تو حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ آپؑ ہمیں کس کے پاس چھوڑ چلے ہیں ؟ تو حضرت ابراہیمؑ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے پاس۔ پھر حضرت ہاجرہ نے کہا کہ " میں اللہ تعالےٰ پر راضی ہوں" حضرت ہاجرہ اسی جگہ پر تشریف فرما رہیں۔ جس جگہ حضرت ابراہیمؑ آپؑ کو بٹھا کر گئے تھے یہ آپ کے فرمانبردار ہونے کی علامت ہے۔

ہم اہل اسلام حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ اور جد الانبیاءؑ مانتے ہیں اس کے ساتھ

www.toobaaelibrary.com

ہی حضرت سارہ بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار تھیں۔ ان دونوں بزرگ اور مقدس ہستیوں کے اپنے اپنے مراتب کے پیش نظر ان کے اخلاق و کردار عام انسانوں سے بہت بلند اور اعلیٰ تھے۔ لہٰذا ان حضرات سے ایسے سلوک کا مظاہرہ ہرگز ہرگز نہیں کیا گیا۔ ان حضرات کا جو سلوک اور مظاہرہ تورات پیش کرتی ہے۔ اسے پادری صاحب بھی ظالمانہ سلوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ سے ایسے سلوک کی توقع نہیں کی جا سکتی کیونکہ نبوت ظالمانہ سلوک کو ختم کرنے کے لئے آتی ہے نہ کہ ظالمانہ سلوک کو فروغ دینے کے لئے غور فرمائیے کہ انسانی ہاتھ نے تورات میں ایسے جوہر دکھائے ہیں جن کی زد سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ بھی بچ نہیں سکے۔

پادری صاحب تورات کے تحریف شدہ مقام کی تقلید میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ دونوں نے حضرت ہاجرہ کے ساتھ نہایت ”ظالمانہ سلوک“ کیا جس کا منشاء نعوذ باللہ حضرت سارہ کا حضرت ہاجرہ سے حسد تھا

ادھر اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت ہاجرہ اور ان کے لخت جگر کی ہجرت بحکم خداوندی تھی۔ اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ تھا جسے قرآن کریم نے دعائے ابراہیمی کے ذیل میں بایں الفاظ نقل کیا۔ ربنا انی اسکنت من ذریتی (سورہ ابراہیم) بہر حال حضرت ہاجرہ اور ان کے بچے سمیت ”فاران کے بیابان“ میں بھیج دینے کے بارے میں دو نظریئے ناظرین کے سامنے ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ ”مولوی صاحب حیرت ہے کہ آپ توریت شریف کی سند کے مقابلہ میں سلیمان یا کسی اور یہودی کا قول پیش کرتے ہیں اور خود مطمئن ہو جاتے ہیں۔“ ص ۱۶۷

مجیب: پادری صاحب کا حال نرالا ہے جب آپ نے یہودیوں کے اقوال سے دلیل لانا ہوتی یا یہودیوں کا ذکر اپنے مقصد کی خاطر کرنا ہوتا ہے۔ تو آپ

www.toobaaelibrary.com

ان کا ذکر نہایت عزت و احترام اور عقیدت و محبت سے کرتے ہیں، مثلاً آپ اپنی کتاب "صحت کتب مقدسہ" ۷۶؎ تحریر فرماتے ہیں۔

صفحہ ۱۱۱ پندرہویں سطر "یہودی ربیوں"

صفحہ ۱۱۱ بیسویں سطر "یہودی استاد"

صفحہ ۱۱۸ تیرھویں سطر "یہودی ربّی"

اور جب ہم اہل اسلام آپ کے ان بزرگوں کا کوئی قول پیش کرتے ہیں تو پھر پادری صاحب کے نزدیک یہ لوگ صرف "یہودی" بن جاتے ہیں۔

مولوی صاحب تو سلیمان کی سمند سے لکھ کر مطمئن ہو گئے مگر پادری صاحب آپ تورات پر جھوٹ بول کر اور بے پَر کی اڑا کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

اب ہم آخر میں حضرت ہاجرہ کی بابت سیرت النبی کی مشہور و معروف کتاب "رحمۃ اللعالمین" جلد دوم مصنفہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری سے اس مقام پر کچھ تحریر کرتے ہیں۔ علامہ صاحب نے بڑے پیارے الفاظ اور بہترین انداز سے اس مسئلہ پر کلام کیا ہے۔

"صحیح بخاری کتاب الہبہ میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھاجر ابراھیم بسارۃ فاعطوھا اٰجر فرجعت فقالت اشعرت ان اللہ عزوجل کبت الکافر واخدم ولیدۃ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابراہیمؑ و سارہ ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہاں سارہ کو ہاجرہ ہبہ میں ملی۔ اور سارہ نے حضرت ابراہیمؑ سے آ کر کہا آپؑ کو خبر ہے کہ خدا نے کافر کو ذلیل کیا اور ہم کو ایک لڑکی خدمت

www.toobaaelibrary.com

کے لئے دی۔ وقال ابن سیرین عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخدمھا ھاجر ۔ ابن سیرین نے ابوہریرہؓ سے انہوں نے انہوں نے نبی صلعم سے روایت کیا (شاہ مصر نے) ہاجرہ کو خدمت کے لئے دیا تھا[1]۔ مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھنا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں بالکل ہی بعید ہے۔ اہل کتاب کے مزید اطمینان کے لئے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں۔ یہودیوں کے زبردست مفسر تورات ربی شلومو اسحق نے باب ۱۶ کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہ کی بابت مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کئے ہیں۔

"ابت برعہ ھا یتاکشتہ رانسیم نتعسوا سارہ امھوطابت شتھا بتی تشفحہ ببیت زہ ولو کبیرہ ببیت اخر[3] وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اس نے کرامات کو دیکھا جو بوجہ سارہ واقعہ ہوئی تھی۔ تو کہا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے اس شہادت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ۔ (۱) ہاجرہ شاہ مصر کی دختر تھیں (۲) شاہ مصر پر حضرت سارہ کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی کو بطور خادمہ ان کے ساتھ کر دیا اپنے اور اپنے خاندان کے لئے فخر و عزت سمجھا۔ مبارک ہے سارہ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزت جانا

ا؎ حدیث شریف کا لفظ فاخدمھا عبرانی لفظ شفحہ کا مترادف ہے یہ لفظ ہاجرہ خاتون کے والد نے استعمال کیا تھا۔ شفحہ کا ترجمہ خادمہ ہے۔

۲؎ صحیح بخاری عن ابن عباسؓ کتاب الانبیاءؑ۔ یاد رہے کہ یہ حاشیہ علامہ صاحب کا ہی ہے۔ بشیر احمد حسینی

۳؎ " براہین باھرہ فی حسب بیت ہاجرہ " مولوی غلام رسول چڑیاکوٹی۔

www.toobaaelibrary.com

مبارک ہے ہاجرہ خاتون جس کی ابتدائے عمر ہی خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں ہوئی۔

ربی شلوسلو مفسر تورات کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت نہیں رہتی لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس قدر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لونڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لئے مختلف الفاظ موجود ہیں۔

(۱) وہ لونڈی غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں ان کو "**شیبوت حرب**" بولا جاتا ہے۔

(۲) وہ لونڈی غلام جو روپیہ سے خرید کئے جاتے ہیں ان کو "**مقنت کسف**" بولا جاتا ہے۔

(۳) ایسے بچے جو لونڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوں ان کو "**یلید بایث**" بولا جاتا ہے۔

اب تمام تورات کو دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہ کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔

ہم اقرار کرتے ہیں کہ تورات میں حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ نے (امتی) کہا ہے۔ اور یہ عبرانی لفظ امتہ کا ہم معنی ہے جس کا ترجمہ لونڈی بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل ہی کم فہمی ہوگی کہ ایک سوت نے اپنی سوت کو کچھ رنج اور غصہ میں کہہ دیا ہو اسے حقیقی معنی میں صحیح بھی تصور کر لیا جائے ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ حضرت سارہ کی خدمت کے لئے دیا تھا ممکن ہے کہ ہمارے دوست اسی اقرار کو حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے کی قطعی دلیل بنائیں لہذا مناسب ہے کہ وہ اول کتاب پیدائش کے ۳۰ باب کو پڑھ جائیں۔

www.toobaaelibrary.com

۱:۔ حضرت یعقوبؑ کی بیوی مسماۃ لیاہ کی لونڈی کا نام زلفہ ہے اور مسماۃ زلفہ حضرت یعقوبؑ کے فرزندان مسمی جد و مسمی آشر کی والدہ ہے۔

۲:۔ حضرت یعقوبؑ کی بیوی مسماۃ راحیل کی لونڈی کا نام بلہہ ہے۔ اور مسماۃ بلہہ حضرت یعقوبؑ کے فرزندان مسمی دان و مسمی نفتالی کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزندان یعنی جد و آشر و دان و نفتالی۔ اسرائیل کے اُن بارہ فرزندوں میں سے ہیں۔ جن کو یعقوب و موسےٰ و داوٗد و عیسےٰ علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں۔ اور توراۃ کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کمتر نہیں بنایا گیا۔ یا لونڈی بچہ نہیں کہا گیا۔

زلفہ اور بلہہ کے ذکر کو جانے دو خود لیاہ اور راخل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوبؑ کے ماموں کی لڑکیاں اور بقول توراۃ حضرت یعقوبؑ کی جورویں ہیں۔ یہ دونوں اپنے لونڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں۔

" راخل اور لیاہ نے جواب میں اسے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے کیا ہم اس کے آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں کہ اس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا"۔ پیدائش ۳۱ باب ۱۴-۱۵ درس۔

راخل اور لیاہ وہی خاتونیں ہیں جن کے فرزند موسےٰ و داوٗد و عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور یہ دونوں خود اپنے زرخرید ہونے کا اقرار کرتی ہیں کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہ کی شان میں زبان کھولنے کا رہ جاتا ہے حالانکہ ان کے متعلق ایسا کوئی لفظ توراۃ میں موجود نہیں۔

اہل کتاب یہ بھی غور کریں کہ انہوں نے مصر کی شاہزادی کو تو صرف اس لئے لونڈی بنایا کہ اس کے باپ نے اسے خاندان نبوت کی خدمت کے لئے چھوڑ دیا تھا لیکن یوسفؑ کی بابت کیا کہیں گے جن کو مصر میں مدیانیوں نے فوطیفار کے ہاتھ

www.toobaaelibrary.com

بیچا تھا۔ پیدائش $\frac{۳۷}{۳۶}$ - اس کے بعد ہی کتاب پیدائش کے (۳۹) باب کا (۷) درس پڑھو۔ "اس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جورو کی آنکھ یوسف پر لگی" پھر باب بالا کے $\frac{۱۹}{۲۰}$ درس کو پڑھو "جب اس کے آقا نے ایسی باتیں جو اس کی جورو نے کہیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے یوں کہا سُنیں تو اس کا غضب اس پہ بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اس کو پکڑا "۔

ان ہر سہ حوالہ جات میں فوطیفار کو یوسف ع کا آقا بنایا گیا ہے۔ اور درس ۱۹ میں ہے۔ کہ فوطیفار کی عورت نے یوسف ع کو غلام کہا تھا۔ کیا ان الفاظ کے استعمال سے فی الواقع یوسف علیہ السلام غلام بھی بن گئے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے کہ فوطیفار کے خرید لینے سے حضرت یوسف ع فی الواقع غلام نہیں ٹھہرے تو یہ بھی صحیح ہے۔ کہ سارہ کے ساتھ آنے سے ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں بن گئی تھیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے کہہ دینے سے بھی ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں ٹھہری تھیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

جو لوگ عربی روایات کو پڑھتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ عربی زبان میں۔ ولید۔ جاریہ۔ امت کے الفاظ دختر کے لئے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور لونڈی کے لئے بھی۔ اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اسلام لونڈیوں کو انہیں الفاظ سے مخاطب کرتا ہے جو لڑکیوں اور دختروں کے لئے اصل لغت میں وضع ہوئے ہیں۔ اس لئے کسی ایسے لفظ کو اگر ہاجرہ خاتون کے لئے مستعمل شدہ دیکھیں تو یہ خیال نہیں کر لینا چاہیئے کہ اس سے ہاجرہ کا فی الواقع لونڈی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ان کو صحیح بخاری کے الفاظ جو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک الفاظ ہیں یاد رکھنے چاہیں اور وہ الفاظ فَاَخْدَمَھَا ہیں۔ خدمت کرنے سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہو جاتا حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ، دس سال تک نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت کی تھی لیکن کوئی شخص بھی ان کو غلام نہیں کہتا

www.toobaaelibrary.com

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دادا کا اصلی نام شیبہ تھا لیکن وہ مدت العمر تک اپنے محسن چچا مطّلب کی شکر گذاری میں اپنے آپ کو عبد المطلب کہلاتے رہے حتّیٰ کہ یہی لقب ان کے اصلی نام پر غالب آگیا تھا۔ لیکن کوئی مورخ بھی ان کو مطّلب کا غلام نہیں جانتا۔ یعقوب علیہ السلام نے ننھیال سے واپس آکر جب اپنے بھائی عیسو کے لئے کچھ تحفے بھیجے تھے۔ تو اپنے ملازمین کو سکھا دیا تھا۔ کہ عیسو سے ان الفاظ میں گفتگو کریں تیرے غلام یعقوبؑ نے یہ تحفے بھیجے ہیں۔ تیرا غلام یعقوبؑ خود پیچھے آرہا ہے۔ غور کرو۔ کہ ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوبؑ کو عیسو کا غلام و چاکر نہیں سمجھتا"۔ پیدائش ۳۲ / ۱۸ تا ۲۰

دہلی کے شریف گھرانوں میں بچی کو لونڈیا کہہ کر بلاتے ہیں لیکن اس سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ وہ لڑکی بیٹی نہیں لونڈی ہے۔ ان اشارات کے بعد امید ہے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا"۔ ص ۳۸ تا ۴۱

مندرجہ بالا سطور سے عقل سلیم پر یہ حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ہاجرہ آزاد تھیں۔ اور یہی ہمارا دعوٰی تھا۔

www.toobaaelibrary.com

باب یازدہم

حضرت خلیل اللہؑ اور بیت اللہ

پادری صاحب نے باب ہشتم میں ایک عنوان "حضرت ابراہیم اور خانہ کعبہ" کے الفاظ سے قائم کیا ہے۔ اس کے تحت آپ لکھتے ہیں۔

"قرآن شریف کا بیان:۔ قرآن شریف میں لکھا ہے۔

ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ میرا گھر طواف والوں کے واسطے پاک کر رکھو۔ اور جب ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اٹھانے لگا .... الخ (بقرع ۵) عیسائی ان روایتوں کو حق نہیں جانتے۔ پس وہ ان کو نہیں مانتے"۔ صفحہ ۱۶۸

مجیب :- آخری بات تو ہمیں بھی معلوم ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ بائبل کو بھی نہیں مانتے۔ جیسا کہ پچھلے ابواب میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس باب میں مزید ظاہر ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

پادری صاحب نے جن حضرت اسمٰعیلؑ کا حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند ہونے کا انکار قرآن پاک سے کیا تھا۔ اب آپ نے قرآن پاک کے الفاظ کا ترجمہ لکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کے شرعی فرزند کی حیثیت سے کرتا ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "مولوی صاحب کی دلیلیں، مولوی صاحب کہتے ہیں عیسائی لوگ اکثر اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم نے بنایا نہیں کیا ہمیں کتب مقدسہ میں دیکھنا چاہیئے کہ ابراہیم بیت اللہ بنانے کے عادی تھے

www.toobaaelibrary.com

یا نہیں جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ ان کی عادت بیت اللہ بنانے کی تھی۔ وہ جس جگہ کو اپنی قیام گاہ مقرر فرماتے تھے وہاں ایک قربان گاہ بناتے تھے۔ یہ ان کی عادت ہوگئی تھی۔ اب ناظرین کو یہاں خوب غور کرنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم جبکہ غیر ملکوں میں قربان گاہ بناتے تھے تو جب وہ عرب میں اپنے عزیز بیٹے کے پاس گئے ہوں گے تو قربان گاہ کیوں نہ بنائی ہوگی؟ صد ۲۲-۲۳ ۔ یہ اقتباس ان دلیلوں کا بھی ہے جو سر سید مرحوم نے خطبات احمدیہ میں دی ہیں۔ خطبات، صد ۴۹۹ "

"**تنقیح طلب امور**"؛ ہمارے مخاطب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل سوال یہ ہے کہ آیا خانہ کعبہ کو جو ملک عرب کے ایک خاص شہر یعنی مکہ میں واقع ہے حضرت ابراہیم نے بنایا تھا یا کہ نہیں۔ اس سوال کا جواب نہ تو ابراہیم کی بیت اللہ بنانے کی عادت سے حل سکتا ہے اور نہ کسی فرضی ملاقات سے یہ سوال حل ہو سکتا ہے جو انہوں نے اسمٰعیل سے کی ہو۔

مولوی صاحب کو یہاں تین باتیں ثابت کرنا چاہیئے :۔

اوّل:۔ یہ کہ حضرت اسمٰعیل مکہ میں رہتے تھے۔

دوم:۔ یہ کہ حضرت ابراہیم اسمٰعیل کو ملنے کی خاطر مکہ تشریف لائے تھے۔

سوم:۔ یہ کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو اپنی قیام گاہ مقرر فرمایا تھا کیونکہ آپ خود کہہ چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم جس جگہ کو اپنی قیام گاہ مقرر فرماتے تھے وہاں وہ ایک قربان گاہ بناتے تھے۔

چہارم:۔ یہ کہ حضرت ابراہیم نے خانہ کعبہ کی اپنے ہاتھوں بنا ڈالی کیونکہ اگر اسمٰعیل کی جائے سکونت ملک عرب کا ایک خطہ یعنی ملہ فران یا بھی سکے اور خواہ حضرت ابراہیم اُن سے ملنے بھی آئے ہوں اور ان کے ساتھ سکونت بھی کی ہو۔ اور عرب میں انہوں نے کسی جگہ بیت اللہ بھی بنایا ہو۔ تو بھی کم از کم مکہ کے خانہ کعبہ

www.toobaaelibrary.com

کو حضرت ابراہیم سے بھی کوئی نسبت نہیں ہو سکتی جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ حضرت نے خانہ کعبہ کو اپنے ہاتھوں اٹھایا تھا۔" ص ۱۶۸ و ۱۶۹

مجیب: حقیقت یہ ہے کہ بیت اللہ کو سب سے پہلے بحکم خداوندی حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا تھا۔ طوفان نوحؑ کی بربادی کے بعد پھر دوسری بار حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے بنایا تھا۔ اور بائبل میں اسی بیت اللہ کا ذکر موجود ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس جگہ پادری صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں۔

مولوی صاحب کو یہاں "تین باتیں ثابت" کرنا چاہیئے۔ اس سطر سے لے کر نمبر سوم تک تقریباً چھ سطریں بنتی ہیں۔ اس سطر میں آپ نے "تین باتیں" اور اس کے نیچے "چار باتیں" لکھی ہیں۔ جیسا کہ لفظ "چہارم" سے ظاہر ہے۔ جو شخص تقریباً چھ سطریں لکھ کر اپنی بات کو فراموش کر بیٹھے اس کی قوت حافظہ کا آپ اندازہ فرمالیں؟

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " اسمٰعیل کی جائے سکونت، کتب مقدسہ سے جن پر مولوی صاحب اپنے دعوؤں کا انحصار کرتے ہیں صاف ثابت ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی جائے سکونت نہ تو ملک عرب میں تھی اور نہ مکہ یا مکہ کے قرب وجوار میں تھی بلکہ ان کی جائے سکونت مکہ سے سینکڑوں میل دور واقع تھی۔" ص ۱۶۹-۱۷۰

اس مقام پر حضرت اسمٰعیل نے رہائش اختیار کی اور اس جگہ کو مکہ سے ویسا ہی لگاؤ ہے۔ جیسا سرینگر کشمیر کو بنارس سے بیچارے اسمٰعیل کا گذر مکہ کے قرب وجوار میں عمر بھر کبھی بھی نہیں ہو سکتا تھا۔" ص ۱۷۱

پس معلوم ہوا کہ حضرت اسمٰعیل کی سکونت کو مکہ سے کوئی ممکن الوقوع مناسبت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی جائے سکونت مکہ سے چھ سو میل شمال میں تھی۔" ص ۱۷۱

www.toobaaelibrary.com

مجیب: پادری صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ عرب کے مشہور شہر مکہ معظمہ میں نہیں رہتے تھے حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کی جائے سکونت عرب کے شہر مکہ معظمہ میں ہی تھی۔ مگر پادری صاحب ہماری بات تسلیم نہیں کریں گے۔ ویسے تو آپ بائبل کی بات کو بھی نہیں مانیں گے۔ بہر حال ہم بائبل سے پہلے یہ دکھا دیتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل کی جائے سکونت عرب میں ہی تھی۔ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت

اوّل: "عرب کی بابت بارِ نبوت" اے ددانیوں کے قافلو تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔ وہ پیاسے کے پاس پانی لائے۔ تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی" یسعیاہ ۲۱/۱۳ تا ۱۶

خط کشیدہ اسماء پر غور فرمایئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے پوتے کا نام "ددان" تھا جو یقسان کا بیٹا اور سبا کا بھائی تھا۔" اتواریخ ۱/۳۲

حضرت اسمٰعیلؑ کے دوسرے بیٹے کا نام "قیدار" تھا۔ اور آپ کے نویں لڑکے کا نام "تیما" تھا۔ پیدائش ۲۵/۱۳ تا ۱۵

اب جبکہ یسعیاہ کے اس مقام پر ابتدا میں "عرب کی بابت بارِ نبوت" اور اس کے نیچے حضرت اسمٰعیلؑ کے دو لڑکوں کے نام درج ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ عرب میں آباد تھے۔

www.toobaaelibrary.com

دوم:- " اور ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے اور موجودہ یروشلم اس کا جواب ہے کیونکہ وہ اپنے لڑکوں سمیت غلامی میں ہے"۔ گلتیوں ۴/۲۵

جناب پولوس گو ہمارے مخاطب کی طرح ایم۔اے تو نہ تھے مگر مسیحی کلیسیا کے مایہ ناز رسول ضرور تھے۔ اور آپ کی علمی نظر اور تحقیقی نگاہ بائبل پر پادری صاحب سے کہیں زیادہ تھی۔ جن باتوں کو پادری صاحب نے لکھا ہے۔ وہ تمام پولوس رسول کی نظر میں تھیں۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے جناب پولوس حضرت ہاجرہ کی رہائش ملک عرب میں ثابت۔ ظاہر اور تسلیم کرتے ہیں اور اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ پس جناب پولوس کے الفاظ کے پیش نظر یہ بات خوب روشن ہو گئی کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت عرب میں ہی تھی۔

سوم:- " یہ تو بتا دیا گیا ہے کہ اسمٰعیل عرب کے ریگستانوں میں جا بسا۔
تواریخ بائبل صـ ۸۲

چہارم:- " عیسو کی اولاد اسمٰعیلیوں کی طرح عرب کی وسیع سرزمین میں ہر جگہ آباد نہ ہوئی"۔ تواریخ بائبل صـ ۸۳

پنجم:- پادری غلام مسیح صاحب ایڈیٹر " نور افشاں " لاہور اپنی کتاب " کوائف العرب " میں لکھتے ہیں۔

" غرضیکہ عربی حکومت کے زمانہ میں بائبل کے انبیاء حضرت ابراہیم کی عربی نسل کی ترقی اور اقبال کی گو مختصر کیفیت بیان کرتے ہیں۔ تو بھی یہ کیفیت حضرت اسمٰعیل کی عربی نسل کی دولت و حشمت کی زبردست شاہد ہے۔ اس نے زمانہ مذکور میں عرب حکومت کے درمیان حکمرانوں کی حیثیت ضرور حاصل کر لی تھی۔ بنی اسرائیل و یہودہ کی حکومت تباہی کے بعد بھی عرب کی حکومت برسر اقتدار رہی۔ اور حضرت ابراہیم عربی نسل برابر ترقی کی راہ پر گامزن رہی۔ جب بنی اسرائیل اسیری سے لوٹ کر

www.toobaaelibrary.com

اپنے ملک میں آباد ہوئے تو عرب کے حکمران اس وقت بھی برسر اقتدار تھے" ص ۲۶

اس مقام سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور آپؑ کی اولاد ملک عرب میں ہی آباد تھی۔

ششم: پادری جے علی علی بخش صاحب اپنی کتاب "تفسیر قرآن حصہ اول" میں لکھتے ہیں کہ "اسماعیل اور اس کی اولاد عرب میں آباد ہوئے"۔ ص ۲۴۹

ہفتم: "اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی ایک قوم پیدا کروں گا اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے"۔ پیدائش ۲۱/۱۳۔

پادری صاحب نے یہ تو لکھ دیا کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت مکہ سے چھ سو میل دور تھی۔ مگر آپ اس بات کو بائبل اور تاریخی طور پر ثابت کرنے سے قاصر و عاجز ہیں۔ غور فرمایئے: جبکہ تورات میں یہ بات صاف ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ سے بھی "ایک قوم" پیدا ہوگی۔ اور یہ قوم بنی اسمٰعیل ہی ہے۔ پادری صاحب جس جگہ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت قرار دیتے ہیں۔ اس جگہ کوئی قوم ایسی نہیں۔ جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ بنی اسمٰعیل ہے۔ برعکس اس کے اہل عرب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بنی اسمٰعیل ہیں۔ اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ پس پادری صاحب کی بات بہت ہلکی اور دلائل سے گری ہوئی ہے جس کو عقل سلیم کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔

تورات۔ یسعیاہ۔ پولوس مسیحی علما، اور تاریخ سے یہی حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت عرب ہی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "ہم سمجھتے تھے کہ غالباً وہ کتب مقدسہ کی کوئی آیت اس امر کے ثبوت میں پیش کرنے والے ہیں کہ حضرت ابراہیم عرب میں حضرت اسمٰعیل کے پاس فی الحقیقت گئے تھے"۔ ص ۱۷۱

مجیب: پادری صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی رخصتی

www.toobaaelibrary.com

سے لیکر حضرت ابراہیمؑ اپنی ساری زندگی میں حضرت اسمٰعیلؑ سے بالکل نہیں ملے حالانکہ پادری صاحب کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ اب آپ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ملاقات ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی حضرت اسمٰعیلؑ سے ملاقات

"ابرہام ننانوے برس کا تھا جب اس کا ختنہ ہوا اور جب اس کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرہ برس کا تھا۔ ابرہام اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ایک ہی دن ہوا"
پیدائش ۱۷ / ۲۴ تا ۲۶

پادری صاحب کے صفحات ۱۴۹ و ۱۶۱ و ۱۷۲ کے مطابق حضرت اسمٰعیلؑ رخصتی کے وقت شیر خوار بچہ تھے۔ اب جبکہ تورات حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ختنہ کا ایک ہی دن قرار دیتی ہے۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ اس عمر میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس یقیناً ملک کنعان میں موجود نہ تھے۔ اور ختنہ کے وقت دونوں باپ بیٹا ایک ہی جگہ موجود تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جس جگہ یہ دونوں حضرات اکٹھے موجود تھے۔ وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت تھی۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت ملک عرب کے شہر مکہ معظمہ میں تھی۔ پس صاف ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ملاقات مکہ معظمہ میں ہی ہوئی تھی۔ اور ثبوت کیا چاہیئے جبکہ تورات اس ملاقات کو خود بیان کرتی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "کتاب مقدس مولوی صاحب کے ایک ایک لفظ کی تکذیب کرتی ہے۔ قرینہ اس بات کا مقتضی ہے کہ ابراہیم عرب کو حضرت اسمٰعیل کے پاس ضرور گئے ہونگے۔ کیونکہ جب انہوں نے اسمٰعیل کو گھر سے نکالا تب ان کی عمر ایک سو پانچ برس کی ہو چکی تھی۔ وہ بہت ضعیف تھے۔ اور دور دراز

www.toobaaelibrary.com

سفر کے قابل نہ رہے تھے۔ اگر وہ بی بی ہاجرہ کو گھر سے نکالنے کے بیس برس بعد میں اسمٰعیل سے ملنے گئے ہونگے اور بالفرض محال اسمٰعیل نے مکہ میں رہائش اختیار کی ہو تو کون صحیح العقل شخص یہ کہیگا کہ ایک سو پچیس برس کا ناتوان شخص چھ سو میل کی مسافت طے کر کے اسمٰعیل کو ملنے گیا ہوگا۔" صـ ۱۷۲

مجیب:: اس عبارت کو ہم نے تین نمبروں میں تقسیم کیا ہے اور ترتیب وار ایکیلے ایکیلے نمبر کا جواب تحریر کرتے ہیں۔

۱:۔ کتاب مقدس سے ابھی ابھی گزرا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ملاقات کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۹۹ برس اور حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر ۱۳ برس کی تھی۔ پس کتاب مقدس ہماری تصدیق کرتی اور پادری صاحب کے ایک ایک حرف کی تکذیب کرتی ہے۔

۲:۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی رخصتی کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۰۵ سال یقیناً غلط ہے۔ غور فرمایئے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ سال کی تھی۔ پیدائش ۱۶/۱۶ جب حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے تو آپؑ کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی پیدائش ۲۱/۵ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ سے ۱۴ سال بڑے تھے۔ اب پادری صاحب کے قول کے مطابق حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر رخصتی کے وقت ۱۹ سال کی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۰۵ سال کی تھی اور اس وقت حضرت اسحٰقؑ کی عمر ۵ سال کی تھی۔ اب ذرا تورات کے بیان کی طرف رجوع فرمایئے تاکہ پادری صاحب کی دروغگوئی اور کذب بیانی ظاہر ہو سکے۔

پیدائش ۲۱/۱۵ "لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا"

پیدائش ۲۱/۱۸ "اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال"

www.toobaaelibrary.com

توارت کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ جب گھر سے رخصت کیئے گئے تو آپؑ ابھی شیر خوار بچہ ہی تھے۔ پادری صاحب کے بیان کے مطابق ۱۹ سالہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ہاجرہ نے اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ اور جب پانی ختم ہو گیا تو آپ نے جھاڑی کے نیچے زمین کے اوپر ڈال دیا۔ اور جب آپ کو پانی میسّر آ گیا تو پھر بحکم خداوندی حضرت ہاجرہ نے اپنے اس ۱۹ سالہ نوجوان بچہ کو اپنے ہاتھ سے سنبھال لیا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو پانی پلایا۔ اور پادری صاحب صـ۱۴۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو بھی نہ پہنچے تھے کہ اس سے بہت پہلے گھر سے رخصت کئے گئے" پس صاف ظاہر ہے کہ پادری صاحب کے ۱۰۵ سال والے الفاظ یقیناً صداقت سے خالی ہیں۔

اس کے علاوہ توارت کے بیان کے مطابق حضرت اسحٰقؑ کے دودھ چھڑانے کی ضیافت کے بعد اگلے دن رخصتی عمل میں آئی جیسا کہ پیدائش ۲۱ ۸ تا ۱۴ سے ظاہر ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت اسحٰقؑ کو پانچ سال تک دودھ پلایا گیا تھا حالانکہ یہ بات عقل سلیم اور خانگی مشاہدات کے پیش نظر بالکل غلط ہے پس بات صاف ہے کہ پادری صاحب کو اندھیرے میں کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔ جو منہ میں آتا ہے۔ اسے بلا تحقیق ارشاد فرمائے جاتے ہیں۔ اور کریں بھی کیا آخر جواب تو دینا ہی ہوا۔

۳:- توارت کے نزدیک تو حضرت ابراہیمؑ کی ۹۹ سال کی عمر اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ۱۳ سال کی عمر میں ملاقات ثابت ہے۔ ممبر صاحب اپنی طرف سے بلا دلیل خواہ مخواہ ۱۲۵ سال تحریر فرماتے ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " اس بڑھاپے کی عمر میں حضرت کا اکلوتا بیٹا جس

www.toobaaelibrary.com

کو وہ پیار کرتا تھا۔ (پید ۲۲/۲) اس کے پاس تھا اور اس کے علاوہ دیگر حرموں کے بیٹے بھی ان کی خدمت کو موجود تھے دریں حالات ضعیفی کی عمر میں اپنی آنکھوں کے تارے کو وہ کس طرح اپنی آنکھوں سے اوجھل کر سکتے تھے۔" صـ ۱۷۲

مجیب: خط کشیدہ الفاظ بالکل صداقت سے خالی اور کذب سے بھرپور ہیں۔ اس عمر یعنی ۱۲۵ سال کی عمر مراد ہے۔ آپؑ کی اس عمر میں حضرت سارہ حیات تھیں حضرت سارہ حضرت ابراہیمؑ سے دس سال چھوٹی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت ابراہیمؑ کی عمر جب ۱۲۵ سال کی تھی تو حضرت سارہ کی عمر ۱۱۵ سال کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہ کی وفات کے بعد تیسری بیوی کی تھی۔ حضرت سارہ کی کل عمر ۱۲۷ سال کی ہوئی۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے ۱۲۵ سال کی عمر میں تیسری بیوی کی ہی نہیں تو پھر دیگر حرموں کے بیٹے کہاں سے آ گئے؟ خدا معلوم کہ پادری صاحب نے یہ نیا انکشاف کون سی تورات اور کس مقام سے کیا ہے؟

آخری خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادری صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرات ابراہیمؑ و اسحٰقؑ اکٹھے ایک جگہ سکونت پذیر تھے حالانکہ یہ بات ہر لحاظ سے غلط ہے۔ اس کی تفصیل "باب نہم" میں گذر چکی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے اکلوتے بیٹے کی ماں، اپنی بوڑھی زوجہ کو ناراض کر کے کیونکر اپنی کنیزک ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو دیکھنے کے لیئے جا سکتے تھے۔" صـ ۱۷۲

مجیب: چونکہ حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہ کے پاس رہتے ہی نہ تھے اس لیئے آپ کا یہ اعتراض باطل ہے۔

ایک ملاقات تو تورات سے ثابت کی جا چکی ہے۔ اب رہے آپ کے یہ الفاظ۔ آپ کسی گنوار، سنگدل اور بے دین کی بات کریں تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ اگر آپ حضرت

www.toobaaelibrary.com

ابراہیمؑ کی بابت یہ بات کہیں تو روحانی دنیا اور عقل سلیم اس بات کا رد کرتی ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالےٰ کے پیارے اور لاڈلے نبی تھے۔ ان کا مقام بہت بلند اور اعلیٰ تھا۔ ان سے یہ توقع کرنا کہ اپنے لخت جگر کو زندگی بھر ملے ہی نہیں جن کو آپؑ نے دعا کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے مانگ کر لیا تھا۔ اور اپنی دعا کی مناسبت سے ان کا نام اسمٰعیلؑ رکھا تھا۔ بہرحال عقل سلیم اس بات کو کسی حال میں بھی تسلیم نہیں کرتی۔

اگر ہم پادری صاحب کے الفاظ کو صحیح فرض کریں تو بھی حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالےٰ کے حکم کے پابند تھے۔ آپؑ حضرت سارہ کے حکم کے پابند نہیں تھے۔ غور فرمائیے! جب حضرت سارہ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو گھر سے رخصت کرنے کے لئے کہا تو آپؑ نے اس بات کو نہیں مانا۔ جب اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تو فوراً حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ میں چھوڑ گئے۔ یہ آپؑ کی آزمائش تھی۔ حضرات انبیاءؑ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے پابند ہوتے ہیں وہ عورتوں کے مرید نہیں ہوتے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "اسمٰعیل کی صغر سنی میں بھی اس کی پرواہ نہ کی تھی۔ کہ بھوکا مرتا ہے یا زندہ رہتا ہے تو اب جب وہ جوان ہو کر تیر اندازی میں ماہر ہو کر اپنی پرورش آپ کرنے لگ گیا تھا۔ تو یہ کون سا موقعہ اسمٰعیل کو دیکھنے کے لئے جانے کا تھا۔" ص ۱۷۲، ۱۷۳

مجیب !! آپ کی قوت حافظہ پر افسوس ہے کہ ابھی آپ نے صفحہ ۱۷۲ کی تیسری سطر میں حضرت اسمٰعیلؑ کی رخصتی کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۰۵ سال لکھی ہے آپ کے اس فرمان مبارک کے پیش نظر حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر اس وقت ۱۹ سال بنتی ہے اس عمر میں انسان پورا بالغ اور نوجوان ہوتا ہے۔ داڑھی مونچھ خوب ظاہر ہو جاتی ہے پھر آپ نے "صغر سنی" کے الفاظ بھی لکھے ہیں۔ کیا ۱۹ سالہ پورا بالغ اور باریش نوجوان "صغر سنی" کے الفاظ کا مصداق ہو سکتا ہے؟ آپ اس بات کو مانتے ہیں تو مانیں

www.toobaaelibrary.com

ویسے عقل سلیم اور صحیح الدماغ انسان اس بات کو کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

"اب جوان ہو کر" آپ کے یہ الفاظ حضرت اسمٰعیلؑ کی رخصتی کی عمر ۱۹ سال کی تردید کرتے ہیں۔ ایسی بہکی بہکی باتوں سے عقلمند لوگوں کو آپ ہنسی آتی ہے۔

ے فقط اک آہ کرنے سے ہزاروں انگلیاں اٹھیں
جو دل قابو میں ہو تو کوئی رسوائے جہاں کیوں ہو

"ماہر ہو کر" یہ الفاظ تورات کے سراسر خلاف ہیں۔ کیوں کہ تورات حضرت اسمٰعیلؑ کی بابت صرف "تیر انداز بنا" کے الفاظ بولتی ہے۔ پیدائش ۲۱/۲۰۔ پادری صاحب کی ذاتی بائبل میں یہ الفاظ ہوں تو ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔

"اپنی پرورش آپ کرنے لگ گیا تھا" آپ کے یہ الفاظ بڑے بھدے دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو آپ حضرت اسمٰعیلؑ کی رخصتی کے وقت عمر ۱۹ سال ظاہر کرتے ہیں اور دوسری طرف مندرجہ بالا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کیا رخصتی کے وقت ۱۹ سالہ نوجوان حضرت اسمٰعیلؑ اپنی پرورش آپؑ کرنے کے قابل نہ تھے؟ اگر قابل تھے تو پھر آپ کے الفاظ "صغر سنی" کا کیا مطلب؟ اگر "صغر سنی" تو پھر ۱۹ سال کا کیا مطلب؟ ایسے مقامات سے صرف ہم ہی نہیں بلکہ آپ کے ہم خیال بھائی بھی حقیقت سے دور کی باتوں اور آپ کی کمزوریوں کو ضرور محسوس کریں گے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "کتاب مقدس سے پایا جاتا ہے کہ خود حضرت اسمٰعیل اپنے باپ کو ضعیفی کی حالت میں دیکھنے آئے تھے۔ اس وقت حضرت سارہ وفات پا چکی تھیں اور حضرت ابراہیم کا دم نکلنے والا تھا اور وہ حضرت اضحاق کے ساتھ اپنے باپ کی تدفین میں شریک ہوئے۔ پیدائش ۲۵/۹۔ اور یہ زیادہ مناسب بھی تھا۔ کہ جوان لڑکا اپنے بوڑھے باپ کو دیکھنے کے لئے آتا نہ یہ کہ الٹا بڈھا ابراہیم اسمٰعیل کی ملاقات کے لئے جنگلوں میں چھ سو میل مارا مارا پھرتا" صـ ۱۷۳

www.toobaaelibrary.com

مجیب: پہلے خط کشیدہ الفاظ کو اور پھر مندرجہ ذیل بائبل کے مقام کو بنظر غور ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی رخصتی کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر بفرمان قسیس معظم آرچڈیکن صاحب ۱۰۵ سال اور حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر رخصتی کے وقت ۱۹ سال کی تھی۔

"ابرہام کی کل عمر ایک سو پچھتر برس کی ہوئی"۔ پیدائش ۲۵/۷۔

توراۃ کے اس بیان کے مطابق حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کی رخصتی کے بعد پورے ۷۰ برس جیتے رہے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر رخصتی کے وقت = ۱۹ سال

حضرت ابراہیمؑ کی عمر رخصتی کے بعد = ۷۰ سال

نتیجہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی کل عمر (الوقت رخصتی ۱۹ سال بعد رخصتی ۷۰ سال) ۱۹ + ۷۰ = ۸۹ سال ہوئی۔

اب پادری صاحب کے ارشاد فرمودہ **"جوان لڑکا"** کے الفاظ کے پیش نظر ایک سال کم ۹۰ سالہ **"جوان لڑکا"** حضرت اسمٰعیلؑ اپنے باپ کی تدفین میں شریک ہوئے۔

۵ خواہش کا نام عشق نمائش کا نام حسن
اہل ہوس نے دونوں کی مٹی خراب کی

ہمارے مخاطب نے "بڈھا ابراہیم" کے الفاظ بھی لکھے ہیں۔ حضرات انبیاءؑ کی قوت کو اپنے اوپر خیال اور قیاس کرنا بالکل غلط ہے ان مقدس حضرات میں روحانی اور مادی دونوں طاقتیں بہت ہوتی ہیں۔

سنیئے! حضرت سارہ کی وفات کے وقت عمر ۱۲۷ سال کی تھی پیدائش ۲۳/۱

www.toobaaelibrary.com

حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کے وقت حضرت سارہ کی عمر ۹۰ برس کی تھی پیدائش ۱۷/۱۷۔ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی پیدائش ۲۱/۵۔ نتیجہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہ سے دس سال بڑے تھے۔ حضرت سارہ کی وفات کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۳۷ سال کی تھی۔ آپؑ نے حضرت سارہ کی وفات کے بعد تیسری بیوی سے نکاح کیا۔ اس سے آپؑ کے ہاں چھ لڑکے پیدا ہوئے۔ غور فرمائیے کہ حضرت ابراہیمؑ میں بڑھاپے کی عمر میں کتنی قوت تھی۔ اب حضرت اسمٰعیلؑ کی ملاقات کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو ضعیف کمزور اور بڈھا کہنا زیب نہیں دیتا۔

پادری صاحب لکھتے ھیں کہ "حضرت ابراہیمؑ کے عرب جانے کا اور حضرت اسمٰعیل سے ملنے کا دوسرا ثبوت مولوی صاحب یہ دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کا حضرت اسمٰعیل کے پاس دو دفعہ تشریف لے جانے کا ثبوت کتاب حدیث یہود سے ملتا ہے۔ جس کو طالموت کہتے ہیں اور یہ طالموت وہ معتبر کتاب ہے کہ جس سے چند مقامات انجیل میں نقل کئے گئے ہیں۔" صـ ۲۴۲

حقیقت یہ ہے کہ کتاب تلمود صحیح اور غلط اخبار کا ایک مجموعہ ہے۔ جس طرح کتب احادیث اسلام میں جھوٹی اور سچی سبھی حدیثیں ہیں۔ جس طرح ان میں بعض بے سروپا افسانے مرقوم ہیں اسی طرح یہودی مجموعہ میں بھی بے سروپا افسانے اور قصّے پائے جاتے ہیں۔ اور جس طرح بغیر پرکھے کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح تلمود کے بیانات کو بھی پرکھ کر ہی صحیح مانا جا سکتا ہے۔ جس طرح کسی حدیث کی کتاب میں کسی صحیح اسلامی حدیث کا ہونا اس مجموعہ کو معتبر نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح تلمود میں کسی صحیح خبر کے ہونے سے تمام تلمود معتبر کتاب نہیں بن سکتی۔ پس تلمود جیسی غیر معتبر کتاب میں سے کسی معتبر واقعہ کا اخذ کیا جانا تمام کتاب کو معتبر کتاب نہیں بنا سکتا۔" صـ ۱۷۳ و ۱۷۴

مجیب:- ہمیں بڑی خوشی ہے کہ پادری صاحب دلائل سے مرعوب ہو کر

www.toobaaelibrary.com

اپنی معتبر کتابوں کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔

آپ نے اپنی تحریر میں ایسی بے تکی باتیں لکھی ہیں جو علمی دنیا میں بالکل چل نہیں سکتیں تلمود کو غیر معتبر کہنا دراصل آپ کی کمزوری کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ طالمود کے معرض وجود میں آنے سے لیکر آج تک یہودی اور مسیحی علماء میں اس کتاب کو نہایت مستند اور معتبر مانا جاتا ہے۔ اب ہم طالمود کے معتبر ہونے پر ایک مسیحی عالم کی شہادت پیش کرتے ہیں۔

طلمود کے معتبر ہونے پر شہادت

" میسوریٹس کے نسخوں کی بنیاد طالمود تھی۔ طالمود پرانے عہد نامہ کی تفسیر اور شرح تھی۔ جو ۲۷۰ء سے لیکر ۵۰۰ء عیسوی تک لکھی گئی۔ دراصل وہی عبرانی متن ہے جو دوسری صدی عیسوی میں رائج تھا۔ اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ حقیقت میں یہی متن ہمارے خداوند مسیح کے زمانے میں مستعمل تھا۔ طالمود کی بنیاد تالہ گومز پر تھی جو عبرانی متن کی ارامی زبان میں تشریح ہے۔ وہ تیسری اور چوتھی صدی میں لکھی گئی۔ اس شرح کے لئے جو متن استعمال ہوا وہی تھا جو پہلی صدی قبل از مسیح فلسطین میں مروّجہ تھا۔ اس میں اور میسوریٹس کے متن میں جو موجودہ ترجمے کی بنیاد ہے۔ بہت معمولی فرق ہے"۔ ہماری کتب مقدسہ ص۴۲ بار چہارم از پادری جی ٹی مینلی صاحب ایم۔ اے

طالمود کے معتبر ہونے پر ہمارے مخاطب کی شہادت

پادری صاحب اپنی کتاب "صحت کتب مقدسہ" میں طالمود کی بابت تحریر کرتے ہیں۔ " تالمود کی تالیف " ان مدرسوں میں (جو ۲۰۰ء سے ۵۰۰ء تک جاری رہے) صرف یہودی کتب مقدسہ اور ان کے متعلقہ مضامین پر ہی درس دیئے جاتے

www.toobaaelibrary.com

تھے۔ یہودی استاد خاص طور پر اپنے آباؤ اجداد کی تفاسیر پر (جو پشت در پشت
سینہ بسینہ چلی آتی تھیں) اور ان کی روایات پر بے حد زور دیتے تھے۔ جن کا تعلق
کتب مقدسہ سے تھا۔ ان روایات اور روایتی تفسیروں کو ان یہودی استادوں اور
خصوصاً ربّی یہوداہ نے سنہ ۲۰۰ء کے قریب باقاعدہ طور پر ایک جگہ جمع کیا۔ اور اس کا نام
"مشنہ" (بمعنی دہرانا۔ عربی۔ مثنیٰ) رکھا۔ کیونکہ ان روایات کی تعلیم زبانی دہرا کر دی
جاتی تھی۔ بعد ازاں یہ خیال کہ یہ زبانی روایات یا مشنہ ضائع نہ ہو جائے۔ طبریاس
کے مدرسہ کے ربّی یہوداہ اور دیگر اساتذہ اُن کو احاطہ تحریر میں لے آئے اور ان روایات
کی تفسیرات (جس کا نام جمرا رکھا گیا) بڑھتی گئیں جمرا اس علم کو کہتے ہیں۔ جو سینہ بسینہ
چلا آیا ہو۔ مشنہ اور جمرا دونوں کو یکجا جمع کر دیا گیا اور مجموعہ کا نام تلمود (بمعنی تعلیم)
رکھا گیا یہ مجموعہ سنہ ۵۸۰ قبل مسیح تا سنہ ۴۰۰ء سن عیسوی کے یہودی خیالات۔ روایات
اور تفاسیر کا آئینہ ہے۔ کیونکہ اس کی ابتدا، زمانہ اسیری (سنہ ۵۸۶ قبل مسیح) سے ہے
لیکن یہ سنہ ۲۰۰ء سے سنہ ۴۰۰ء میں مکمل ہوا۔ ان کتب کے مطالعہ پر اتنا زور دیا گیا کہ یہودی
ربّی کہتے تھے کہ وہ شخص جو کتب مقدسہ سے واقف ہے۔ لیکن مشنہ کو نہیں جانتا احمق
ہے۔ مشنہ کو شریعت کی حفاظت کی باڑ سمجھا جاتا تھا۔ یہ مجموعہ یہودی ربیوں کی نظر
میں اس قدر واجب الاحترام تھا کہ وہ مبالغہ سے کام لے کر کہتے تھے کہ "موسیٰ کی شریعت
دن کو دی گئی اور مشنہ رات کو" تورات نمک کی طرح ہے۔ لیکن مشنہ مرچ اور جمرا
خوشبودار مصالحہ کی طرح ہے "مشنہ دوسری صدی مسیحی میں اور جمرا چوتھی صدی مسیحی میں
لکھے گئے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ تلمود، مشنہ اور جمرا میں کتب مقدسہ کے اقتباسات موجود
ہیں۔ کیونکہ تلمود کتب مقدسہ کی تفسیر ہی کا نام ہے"۔ ص ۱۱۴ تا ۱۱۶

ناظرین کرام! یہ بات خوب روشن ہو گئی کہ طالمود اہل کتاب کی نظر میں نہایت
معتبر کتاب ہے۔ ہمارے مخاطب نے اپنی پہلی تحریر کا خود ہی رد کر دیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

طالمود کو اہل اسلام کی عام کتب احادیث پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہودی علماء کی نظر میں طالمود کا اتنا ہی بلند مقام ہے جتنا کہ ہم اہل اسلام کی نظر میں بخاری شریف کا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " اس قدر تو درست ہے کہ تلمود میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم دو مرتبہ اسمٰعیل کے مکان پر فاران کے بیابان میں گئے " صہ ۱۷۴ نیز " علاوہ ازیں اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت کی دونوں مرتبہ اسمٰعیل سے ملاقات نہ ہوئی " صہ ۱۷۴

" بخاری میں یہ روایت تلمود سے بجنسہ منقول ہے مگر اس میں یہ اضافہ کر دیا گیا ہے کہ ابراہیم تیسری بار پھر بہر ملاقات آئے اور زمزم کے قریب اسمٰعیل سے ملے اور کعبہ کی بناء ڈالی " صہ ۱۷۵

عجیب کہ پادری صاحب طلمود کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ دو مرتبہ حضرت اسمٰعیلؑ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ مگر ملاقات نہیں ہوئی۔

شرما گئے لجا گئے دامن چھڑا گئے
اے عشق مرحبا! یہاں تک تو آ گئے

اب اس بات پر غور فرمائیے کہ جب حضرت ابراہیمؑ پہلی بار تشریف لائے تو حضرت اسمٰعیلؑ سے ملاقات نہ ہو سکی پھر آپؑ اپنی لخت جگر اور نور نظر کی ملاقات کے لئے دوبارہ تشریف لائے لیکن ملاقات پھر بھی نہیں ہوئی۔ الحاصل حضرت ابراہیمؑ دوبار حضرت اسمٰعیلؑ کو ملنے کے لئے تشریف لائے لیکن آپؑ کا مقصد پورا نہ ہوا۔ پھر عقل سلیم یہ بات کیونکر تسلیم کرے گی کہ آپؑ تیسری بار ملاقات کے لئے تشریف نہیں لائے ؟

بخاری شریف کی جو روایت نقل کی گئی ہے۔ وہ بالکل بجا اور صحیح ہے۔ اور عقلی طور پر بھی اس روائیت کی تائید ہوتی ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ پھر تشریف لائے اور زمزم کے پاس ملاقات ہوئی۔ یہ زمزم عرب کے مشہور شہر مکہ اور بیت اللہ کے بالکل قریب ہے۔ اسی بار حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اور بائیبل میں آج تک مکہ معظمہ

www.toobaaelibrary.com

میں ایک بیت اللہ اور زمزم کا وجود ملتا ہے۔ یہ وہی بیت اللہ ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے بنایا تھا۔ اور یہ وہی زمزم ہے جس کو حضرت جبرئیلؑ نے اپنی ایڑھی کو زمین پر مار کر ظاہر کیا تھا۔ اور یہ وہی زمزم ہے جس سے حضرت ہاجرہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مشک کو پانی سے بھرا تھا۔

بائبل سے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کا ثبوت:

ہم اس مقام پر بائبل کے مختلف نسخہ جات سے عبارات کو نقل کریں گے۔ جن سے صاف صاف ثابت ہو گا۔ کہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ ہے اور بیت اللہ کے ذکر کو ختم کرنے کے لئے ان مقامات پر انسانی ہاتھوں نے کیسے کیسے کرتب اور جوہر دکھائے ہیں۔ سب سے پہلے عربی بائبل کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"۴۔ طوبیٰ للساکنین فی بیتک ابداً یسبحونک ۔ سلاہ
۵۔ طوبیٰ لاناس عزھم بک طرق بیتک فی قلوبھم
۶۔ عابرین فی وادی البکاء یصیرونہ ینبوعاً ایضا برکات یغطون مورۃ "

زبور کی تیسری کتاب۔ زبور ۸۴۔ نسخہ عربی بائبل ۱۹۵۶ء مطبوعہ برطانیہ

"۴۔ مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں وہ سدا تیری تعریف کریں گے سلاہ
۵۔ مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے۔ جس کے دل میں صیون کی شاہراہیں ہیں۔
۶۔ وہ وادی بُکا سے گزر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں۔ بلکہ پہلی بارش اسے برکتوں سے معمور کر دیتی ہے۔" (اردو بائبل سن ۱۹۵۱ء)

www.toobaaelibrary.com

اب آپ انگریزی بائبل کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

(4) BLESSED ARE THOSE WHO DWELL IN THY HOUSE EVER SINGING THY PRAISE ! SLAH.

(5) BLESSED ARE THE MEN WHOSE STRENGTH IS IN THEE, IN WHOSE HEART ARE THE HIGH WAYS TO ZION.

(6) AS THEY GO THROUGH THE VALEY OF BACA THEY MAKE IT A PLACE OF SPRINGS, THE EARLY RAIN ALSO COVERS IT WITH POOLS.

(PRINTED IN GREAT BRITAIN 1974 A.D.)

۴۔ مبارک وے ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں وے سدا تیری ستائش کریں گے۔ سلاہ

۵۔ مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے۔ ان کے دل میں تیری راہیں ہیں

۶۔ وے بکا کی وادی میں گزر کرتے ہوئے اسے ایک کوا بناتے پہلی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے"

بائبل ۱۸۸۰ء مطبوعہ مشن پریس لدھیانہ

زیر اہتمام۔ پادری ویری صاحب

ان نسخہ جات کے علاوہ اب آپ رومن کیتھولک جو سب سے پرانا اور پہلا فرقہ ہے اس کی کتاب مقدس اردو کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

www.toobaaelibrary.com

" مزمور ۸۳ (۸۴) (یہ دونوں نمبر اسی کتاب کے ہیں)

۵۔ اے خداوند مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں وہ تو ہمیشہ تیری ستائش کرتے ہیں۔ سلاہ

۶۔ مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے جب اس کے دل میں زیارت کا خیال ہے۔

۷۔ وہ خشک وادی میں سے گزرتے ہوئے اسے چشمہ بنا دیتے ہیں اور پہلی بارش کی برکت اسے ملبس کرتی ہے "

مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال روما ۱۹۵۸ء

اب ایک مسیحی مفسر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"(۵) نہ صرف خدا کے گھر میں رہنے والے مبارک ہیں۔ بلکہ جو خدا کی قوت سے ہر مشکل پر غالب آتے ہیں۔ جو صیہون کا حج کرنے کے لئے دل و جان سے تیار ہیں

(۶) "بکا" جس لفظ سے یہ نکلا ہے۔ اس کا ترجمہ عبرانی اور عربی میں ہے۔ "رونا" یہاں غالباً ایک قسم کا بلسان کا درخت تھا۔ (اسموئیل $\frac{17}{2}$) شطم کی وادی کا نام بھی شطم کے درختوں سے مشہور ہوا کہتے ہیں۔ کہ بلسان کے درختوں کے لئے خشک زمین موزوں تھی یہ درخت مکہ کی وادی میں بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ اس خشک بے آب وادی میں سے یروشلیم کے حاجیوں کو گزرنا پڑتا تھا لیکن ایمانداروں کے لئے یہ وادی چشموں کی وادی بن جاتی ہے۔ اور خدا آسمان سے بارش بھیج کر لوگوں کو تر و تازہ کرتا ہے۔" تفسیر زبور ص ۳۵۶ از پادری جے علی بخش صاحب۔

مندرجہ بالا تفسیر قابل غور ہے۔ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب ہے۔ اور دوسری طرف یہ لکھا جاتا ہے کہ لوگ وادی بکہ سے گزر کر یروشلیم (بیت المقدس) کو حج کرنے جاتے تھے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب

www.toobaaelibrary.com

یروشلیم کو حضرت داؤدؑ کی وفات کے بعد آپؑ کے لخت جگر حضرت سلیمانؑ نے بنوایا تھا۔ تو پھر یروشلیم کے یہ حاجی کہاں سے پیدا ہو گئے۔؟ نیز اس وادی کا نام بکاء کیونکر پڑ گیا۔ کیا لوگ اس وادی سے گزرتے ہوئے اس لیئے روتے تھے کہ وہ حج کو جا رہے ہیں؟ حق بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی بات نہیں بنتی۔

ناظرین کرام! اب آپ بائبل کے پانچوں متفرق نسخہ جات اور مسیحی مفسر کے الفاظ پر دوبارہ نظر ڈالیئے تاکہ آپ کو حقیقت نظر آئے۔

۱۔ عربی بائبل " وادی البکاء "۔ ۲۔ اردو بائبل " وادی بُکا "

۳۔ انگریزی بائبل VALEY OF BACA یعنی بکا کی وادی

۴۔ اردو بائبل ۱۸۸۰ء " بکا کی وادی "

۵۔ فرقہ رومن کیتھولک کی کتاب مقدس " خشک وادی "

۶۔ مسیحی مفسر کے الفاظ " خشک بے آب وادی "

غور فرمایئے ۱۸۸۰ء کے اردو نسخہ میں صرف " بکا " ہے۔

۱۹۵۱ء کے اردو نسخہ میں " بُکا " حرف " ب " پر پیش ڈالی گئی ہے

عربی نسخہ میں " البکاء " یعنی " رونے کی وادی "!

انگریزی نسخہ میں VALEY OF Baca یعنی " بکّہ کی وادی "

انگریزی بائبل کے نسخہ سے یہ بات خوب ظاہر ہوتی ہے۔ کہ " بکّہ " کسی خاص جگہ کا نام ہے۔ جیسے اردو میں " اسم معرفہ " اور انگریزی میں " پروپر ناؤن " کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں یہ بات مسلم ہے اور اسے کسی حال میں بھی بدلا نہیں جا سکتا کہ " اسم معرفہ " کا پہلا حرف ہمیشہ بڑا ہوتا ہے۔ اسی لیئے انگریزی بائبل میں " Baca " کے پہلے بڑا حرف " B " بی کو لکھا گیا ہے۔ اگر یہ لفظ " بُکا " ہوتا تو کبھی بھی انگریزی میں اس لفظ کا پہلا حرف بڑا نہ ہوتا۔ جس طرح " رونے کی وادی " کا ترجمہ

www.toobaaelibrary.com

بنتا ہے ۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ۔ اور رونا فعل ہے ۔ انگریزی میں اسے "ورب" کہتے ہیں اور اس کا پہلا حرف بڑا نہیں ہوتا ۔ پس انگریزی بائبل کی ان دونوں باتوں سے خوب ظاہر ہوتا ہے کہ "بکّہ" کسی خاص جگہ کا نام ہے ۔

فرقہ رومن کیتھولک کی بائبل میں "خشک وادی" کے ترجمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خاص جگہ کا نام ہے ۔

مسیحی مفسر نے بھی اپنا تحقیقی نظریہ یہ ظاہر کر دیا ہے کہ "خشک بے آب وادی"

ان باتوں کے بعد اب قرآن مجید کے مبارک الفاظ کی تلاوت کیجئے ۔

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ ۝

سورۃ ابراہیم

ترجمہ :۔ اے ربّ میں نے لیسایا ہے اپنی ایک اولاد کو میدان میں جہاں کھیتی نہیں تیرے محترم گھر کے پاس ۔ اے رب ہمارے تاکہ قائم رکھیں نماز کو سو رکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں اُن کی طرف اور روزی دے ان کو میووں سے شاید وہ شکر کریں ۔ آیت ۳۶

قرآن پاک کے خط کشیدہ الفاظ سے یہ بات خوب روشن ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو مکّہ معظمہ میں بیت اللہ کے پاس ہی آباد کیا تھا ۔ بائبل بھی یہی شہادت دیتی ہے ۔ مگر یار لوگوں نے ۔

جس جذبہ کے تحت " دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا " کو بدل کر " لاکھوں قدسیوں میں سے آیا " لکھ دیا ۔

جس جذبہ کے تحت " شیلوخ " کو بدل کر " شیلوہ " لکھ دیا ۔

www.toobaaelibrary.com

جس جذبہ کے تحت "مروہ" کو بدل کر "موریاہ" لکھدیا
جس جذبہ کے تحت "امین" کو اڑا کر "سچا" لکھدیا اور اسی جذبہ کے تحت "بکہ" کا "بُکا" بنا کر لکھ دیا۔

یاد رہے کہ قرآن مجید میں مکہ بھی آتا ہے۔ سورہ فتح آیت ۲۴۔ اور بکہ بھی آتا ہے۔ سورہ آل عمران آیت ۹۶۔

نسخہ ۱۸۸۰ء اور نسخہ ۱۹۵۱ء کے بعض الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

نسخہ ۱۸۸۰ء میں ہے "اُن کے دل میں تیری راہیں ہیں" یعنی ان کے دل میں اللہ تعالےٰ کی راہیں ہیں۔

نسخہ ۱۹۵۱ء میں ہے: "جس کے دل میں صیحون کی شاہراہیں ہیں" یعنی جس انسان کے دل میں یروشلیم کی راہیں ہیں۔ غور فرمایئے کہ اس نسخہ میں "تیری راہیں" کو بدل کر "صیحون کی شاہراہیں" لکھدیا گیا ہے۔ حالانکہ اس مزمور کی پہلی آیت سے لیکر چوتھی آیت تک "صیحون" کا بالکل ذکر نہیں۔ بلکہ "تیرے گھر" یعنی "بیت اللہ" کا ذکر ہے۔ اور اُس بیت اللہ کا ذکر ہے۔ جو وادی بکہ میں موجود ہے۔ اس لئے "صیحون" کا نام لکھا جانا انسانی ہاتھ کا کرتب ہے نیز صیحون کا لفظ اس لئے بھی چسپاں نہیں ہوتا کیونکہ یروشلیم حضرت داؤد کی وفات کے بعد تعمیر کیا گیا اور زبور کی کتاب کی بابت یہ متفقہ نظریہ ہے۔ کہ زبور حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی تھی پس اس لحاظ سے صیحون کا لفظ یقیناً انسانی ہاتھ کا کرشمہ ہے۔

علاوہ ازیں یہ الفاظ (۴) مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں وہ سدا تیری تعریف کریں گے) یروشلیم پر صادق نہیں آتے کیونکہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے کافی عرصہ بعد بنوکدنضر (بخت نصر) نے یروشلیم کو بالکل نیست و نابود کر دیا تھا چنانچہ ۲ تواریخ میں یہ سوہان روح واقعہ یوں منقول ہے۔

www.toobaaelibrary.com

"چنانچہ وہ کسدیوں کے بادشاہ کو ان پر چڑھا لایا جس نے ان کے مقدس گھر میں ان کے جوانوں کو تلوار سے قتل کیا اور اس نے کیا جوان مرد کیا کنواری کیا بڈھا یا عمر رسیدہ کسی پر ترس نہ کھایا اس نے سب کو اس کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور خدا کے گھر کے سب ظروف کیا بڑے کیا چھوٹے اور خداوند کے گھر کے خزانے اور بادشاہ اور اس کے سرداروں کے خزانے یہ سب وہ بابل کو لے گیا۔ اور انہوں نے خدا کے گھر کو جلا دیا اور یروشلیم کی فصیل ڈھا دی اور اس کے تمام محل آگ سے جلا دیئے اور اس کے سب قیمتی ظروف کو برباد کیا۔ اور جو تلوار سے بچے وہ ان کو بابل کو لے گیا۔ اور وہاں وہ اس کے اور اس کے بیٹوں کے غلام رہے جب تک فارس کی سلطنت شروع نہ ہوئی"

۳۶ / ۱۷ تا ۲۰

اس کے بعد اب آپ پادری ولیم جی۔ بلیکی صاحب ڈی۔ ڈی کے الفاظ اس واقعہ کی بابت ملاحظہ فرمائیے۔

یروشلیم کی بربادی: "ان دونوں بادشاہوں کے عہد میں بنوکدنضر نے یروشلیم پر حملہ کیا۔ یہویاکین کو وہ بابل لے گیا اور اس کے ساتھ شہر کے دس ہزار رئیسوں کو بھی .... ہیکل لوٹی اور جلا کر بھسم کر دی گئی۔ شہر کی دیواریں مسمار کی گئیں۔ محل اور سرکاری عمارتیں کھنڈروں کا ڈھیر بن گئیں۔ باشندے اسیر کئے گئے۔ اور سوائے خیال کے یروشلیم کا وجود اور کہیں باقی نہ رہا" تواریخ بائبل بار سوم صہ ۳۸۱

مسیحی مورخ کے قول کے مطابق جب یروشلیم کا وجود سوائے خیال کے اور کسی جگہ باقی نہ تھا تو پھر زبور ۸۴ کا چوتھا فقرہ کیونکر یروشلیم پر صادق آئے گا؟ پس اصل بات یہ ہے کہ یہ اس گھر کا ذکر ہے۔ جو حوادثات سے محفوظ اور مکہ میں ہے۔ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ ہی ہے۔ پس اس جگہ اسی گھر کا ذکر ہے۔ اسی "بیت اللہ" کی بابت

www.toobaaelibrary.com

حضرت یسعیاہؑ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

"تب تو دیکھے گی اور منور ہوگی ہاں تیرا دل اچھلیگا اور کشادہ ہوگا۔ کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی۔ اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آکر تیرے گرد بے شمار ہوں گی۔ وہ سب سبا سے آئیں گے۔ اور سونا اور لبان لائیں گے اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو جلال بخشونگا" ۶۰/۵تا۷

یسعیاہ کے مندرجہ بالا الفاظ کو ٹھنڈے دل اور غور سے دیکھو کہ ان میں جتنے بھی نام درج ہیں یہ تمام نام حضرت ابراہیمؑ کے لڑکوں اور پوتوں کے ہیں۔ ان میں ایک بھی اسرائیلی نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے لڑکے کا نام مدیان تھا پیدائش ۲/۲۵ اور ان کی رہائش کی جگہ کا نام بھی مدیان تھا۔ مدیان کے لڑکے کا نام عیفہ تھا پیدائش ۴/۲۵۔ قیدار اور نبایوت حضرت ابراہیمؑ کے پوتوں اور حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹوں کے نام ہیں، پیدائش ۱۳/۲۵ ان تمام لوگوں کا عرب میں آباد ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ یہ لوگ نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی۔ ان لوگوں نے کبھی بھی یروشلیم میں جاکر قربانیاں نہیں کیں۔ جس جگہ ان لوگوں نے قربانیاں دی تھیں وہی وادی بکہ میں قربانگاہ اور اسی جگہ کے خدا کے گھر کا ذکر ہے

حضرت یسعیاہؑ کے آخری الفاظ یوں ہیں "اور میں اپنی شوکت کے گھر کو جلال بخشوں گا"۔ بیت الحرام" کا صحیح ترجمہ" شوکت کا گھر" یہی ہے۔ اس کو جلال بخشنے کا یہی مطلب ہے کہ تمام دنیا میں اس گھر کا بول بالا رہے گا۔ اس کی بزرگی کا یہ عالم ہے کہ آج تک فاتح اقوام نے اس کو فتح نہیں کیا۔ اس کی عظمت و بزرگی کا یہ عالم ہے۔ کہ

www.toobaaelibrary.com

تمام دنیا کے کسی عبادت خانہ پر اتنا اجتماع نہیں ہوتا جتنا کہ بیت اللہ میں حج کے ایام میں ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں اس کی بزرگی وعظمت اور شان وشوکت کا برملا اظہار کرتی ہیں۔

یروشلیم یا بیت المقدس پر ہرگز ہرگز یہ الفاظ صادق نہیں آتے کیونکہ حضرت یسعیاہؑ سے لے کر آج تک اسے جلال نہیں بخشا گیا بلکہ یروشلیم بارہا مرتبہ برباد ہوا۔ اسے آگ لگائی گئی۔ اور بنی اسرائیل کو اسیر بنا کر لے جایا گیا۔ پس حقیقت یہی ہے کہ شوکت کا گھر خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ ہی ہے۔ اور یہ گھر مکہ معظمہ میں ہے اور زبور میں اسے ہی خدا کا گھر کہا گیا ہے۔

اس کے بعد اب آپ قرآنی الفاظ کی تلاوت کیجئے۔

عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ یعنی تیرے شوکت والے گھر کے پاس۔ پس قرآن زبور اور یسعیاہ کے نزدیک یہ وہی گھر ہے جو مکہ معظمہ میں "بیت اللہ" کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

جناب یوحنّا عارف کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

"جو غالب آئے میں اسے اپنے خدا کے مقدس میں سے ایک ستون بناؤں گا۔ وہ پھر کبھی باہر نہ نکلے گا۔ اور میں اپنے خدا کا نام اور اپنے خدا کے شہر یعنی اس نئے یروشلیم کا نام جو میرے خدا کے پاس سے آسمان سے اترنے والا ہے۔ اور اپنا نیا نام اس پر لکھونگا۔

جس کے کان ہوں وہ سنے کہ روح کلیساؤں سے کیا فرماتا ہے۔" یوحنّا عارف کا مکاشفہ ۳/۱۲ و ۱۳ جناب یوحنّا عارف کو جو نیا یروشلیم دکھایا گیا تھا وہ مکہ معظمہ کا مقدس ومتبرک، بیت اللہ، بیت الحرام اور خانہ کعبہ ہی ہے۔ جس کے لئے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ سورہ آل عمران

ترجمہ: تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکے میں ہے برکت والا اور راہ جہان کے لوگوں کو۔ آیت ۹۶

یہی وہ گھر ہے جسے حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ نے بنایا تھا۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط سورہ بقرہ

ترجمہ۔ اور جب اٹھانے لگا ابراہیم بنیادیں اس گھر کی اور اسمٰعیل۔ آیت ۱۲۷

اب تاریخی حیثیت سے انصاف و دیانت سے ایک نظر بیت اللہ پر اور ایک نظر یروشلیم پر ڈالیئے تاریخ ان دونوں گھروں کی بابت کیا کہتی ہے؟ کیا گواہی دیتی ہے؟ اور کسی کی عظمت و بزرگی کا اظہار کرتی ہے؟

بیت اللہ کی بابت مسیحی علماء کی تاریخی رائے

پادری سلطان محمد صاحب پال اپنی کتاب "عربستان میں مسیحیت" میں لکھتے ہیں۔

"عربستان اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے ایک ایسی محفوظ جگہ پر واقع ہے جس کے ریگستانی میدانوں اور بے آب و گیاہ صحراؤں کی وجہ سے ہمیشہ فاتح اقوام کے دست و برد سے محفوظ و مامون رہا

یروشلیم کی بابت مسیحی علماء کی تاریخی رائے

پادری ولیم جی۔ بلیکی صاحب ڈی ڈی اپنی کتاب "تواریخ بائبل" میں لکھتے ہیں۔

" اس پر بنوکدنضر یروشلیم پر حملہ آور ہوا اور اس پر قابض آیا۔" صت ۳۸۰

اس کے علاوہ ابھی ابھی تواریخ بائبل صت ۳۸۱ کے الفاظ گذر چکے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

ہے۔" صہ ۵
پادری غلام مسیح صاحب ایڈیٹر نورِ افشاں اپنی کتاب "کوائف العرب" میں لکھتے ہیں۔

"غرضیکہ عربی حکومت کے زمانہ میں بائبل کے انبیا حضرت ابراہیم کی عربی نسل کی ترقی اور اقبال کی گو مختصر کیفیت بیان کرتے ہیں۔ تو بھی یہ کیفیت حضرت اسمٰعیل کی عربی نسل کی دولت و حشمت کی زبردست شاہد ہے اس نے زمانہ مذکور میں عربی حکومت کے درمیان حکمرانوں کی حیثیت ضرور حاصل کر لی تھی بنی اسرائیل و یہوداہ کی حکومت کی تباہی کے بعد بھی عرب کی حکومت برسر اقتدار رہی اور حضرت ابراہیم کی عربی نسل برابر ترقی کی راہ پر گامزن رہی جب بنی اسرائیل اسیری سے لوٹ کر اپنے ملک میں آباد ہوئے تو عرب حکمران اس وقت بھی برسر اقتدار تھے۔" صہ ۲۶

پادری صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں
"حضرت ابراہیم کی عربی [عبرانی] نسل ملک عرب

پادری یوحنا خان صاحب اپنی کتاب "جغرافیہ بائبل" میں لکھتے ہیں کہ "سنہ ۷۰ء میں ایک رومی جنرل نے یروشلیم کا پھر محاصرہ کیا اور جب کہ عید فسح کے موقعہ پر یروشلیم شہر ساری دنیا کے یہودیوں سے اٹا پڑا تھا۔ شہر فتح کر لیا۔ بازاروں میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں گلی کوچے لاشوں سے مسدود ہو گئے شہر جلا دیا گیا۔ اور مسیح ہمارے خداوند مسیح کی پیشن گوئی کے مطابق شہر کی اینٹ پر اینٹ باقی نہ رہی مسیحی روما کے بادشاہوں کے عہد میں یروشلیم پھر تعمیر کیا گیا۔ اور کچھ رونق اس میں ہوئی جو خلیفہ عمر کے عہد تک رہی۔ جب مسلمانوں نے یہ شہر فتح کیا اور ہیکل کی جگہ پر ایک مسجد بنائی جو مسجد عمر کہلاتی ہے اور اب تک ہے اور کئی صدیوں تک سراسین کے ماتحت رہا۔ سنہ ۱۰۹۹ء میں صلیبی جنگوں کے ماتحت بوئیلان کے شاہ گارڈفرے نے اسے فتح کیا۔ اور یروشلیم کو اپنا

www.toobaaelibrary.com

میں ہمیشہ با اقتدار چلی آئی۔ بابل۔ نینوہ سور فینکی۔ کنعان۔ مصر۔ فارس۔ یونان کی زبردست حکومتیں پیدا ہو کر فنا ہ کی گود میں سو گئیں۔ مگر عربوں نے اپنی آزادگی ہاتھ سے نہ کھوئی کیا یہ تاریخی معجزہ نہیں ہے۔" ص ۲۷

پایہ تخت بنایا۔ تقریباً ایک صدی کے بعد ترکوں نے اسے فتح کیا اور ۱۲۱۷ء میں اس پر قبضہ کر لیا اس طرح یہ شہر اپنی پرانی تاریخ میں سات بار برباد ہوا اور سات بار تعمیر ہوا۔" ص ۷۳

نیز پادری صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "تمام دنیا کے ممالک میں صرف ملک عرب ہی ایک ایسا ملک ہے جو ابتدا سے آج تک غیر ممالک کے مقابل اپنی آزادی اور حریت کا علم بلند رکھتا آیا ہے۔ جس کے باشندے آزاد چلے آئے ہیں۔" ص ۱۶

مسیحی علماء کے تاریخی اقوال سے یہ نتیجہ ظاہر ہے کہ بیت اللہ اور بنی اسمٰعیل فاتح اقوام کے دست و برد سے ہمیشہ محفوظ اور مامون رہے۔ مگر یروشلیم اور بنی اسرائیل کو سوہان روح اور دل خراش حوادثات کا بار ہا مرتبہ نشانہ بننا پڑا۔

ے کسی نے دھوپ کے صحرا میں بھی سکوں پایا
کسی کی زلف کے سایہ میں جل گیا کوئی

ناظرین کرام!! ٹھنڈے دل، سنجیدگی اور عقل سلیم سے غور فرمائیے کہ یہ حوادثات یروشلیم اور بنی اسرائیل کے ساتھ کیوں رونما ہوئے؟ بیت اللہ اور بنی اسمٰعیل ایسے حوادثات سے کیوں محفوظ رہے؟

ے کچھ شمع کی لو میں ہی تاثیر کشش ہو گی
ہوتا نہیں پروانہ ہر آگ کا شیدائی

یہ بات بھی پُر لطف ہے کہ قرآن مجید نے "مکہ معظمہ" کو امن والا شہر" قرار

www.toobaaelibrary.com

دیا ہے۔ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ سورہ التّین آیت ۳۔

بیت اللہ کی شان میں قرآن پاک میں یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے گئے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط یعنی اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا۔ سورہ آل عمران آیت ۹۷۔ الحاصل بیت اللہ اور ساکنین بیت اللہ امن میں ہیں۔

اب عربی بائبل کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

۴۔ طوبی للساکنین فی بیتك یعنی مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں اور آیت ۵ یوں ہے۔ "طوبی لاناس عزهم بك" یعنی مبارک ہے واسطے ان لوگوں کے جن کی قوت تجھ سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ہے۔ نسخہ ۱۹۵۱ء میں "جس کے دل میں" یہ الفاظ ہیں۔ ان الفاظ میں جمع کو واحد بنا کر ترجمہ کیا گیا ہے۔

ساکنینِ بیت اللہ کی قوت و طاقت

عربی بائبل کے مقام سے صاف ظاہر ہے کہ بیت اللہ کے ساکنین اس لیے برکت والے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے پاس بستے ہیں اور ان کی قوت ظاہری اسباب اور مادی چیزوں پر نہیں بلکہ ان کی طاقت و قوت اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی لئے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی بیت اللہ کو فتح نہیں کر سکی۔

یہ حقیقت تاریخ میں بھی درج ہے۔ کہ اسلام کا پرچم تو یروشلیم پر لہرایا مگر ہزارہا سال سے بیت اللہ پر اہل کتاب قابض نہیں ہو سکے۔ اس تاریخی حقیقت سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ کہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اسی گھر کا مزمور ۸۴ میں ذکر ہے۔ اور قرآن پاک اسی گھر کی تعمیر کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ پس ہمارا یہ دعویٰ درست ہے۔ کہ

www.toobaaelibrary.com

"بیت اللہ" کو "خلیل اللہ" حضرت ابراہیمؑ اور "ذبیح اللہ" حضرت اسمٰعیلؑ نے بھی تعمیر کیا تھا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "ہمیں افسوس ہے کہ مسلم مناظرین کو ایسی ناامیدی سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کعبہ کی تقدیس کی آرزو نے مولوی صاحب کے منہ سے تالمود کے مجموعہ کو معتبر کتاب کہلوایا پر اگر ہم اس میں سے اسمٰعیل کی نسبت چند روایات کا اقتباس کر دیں تو مولوی صاحب کانوں پر ہاتھ رکھیں۔ اور اس مجموعہ کا نام بھی نہ لیں۔ چہ جائیکہ اس کو ایک معتبر کتاب قرار دیں۔ ص ۱۷۵

مجیب : اگر اس کتاب میں حضرت اسمٰعیلؑ کی شان میں انسانی اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ تو ان سے علماء اہل کتاب کے "حسن اخلاق" کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیز اس طرح کے الفاظ بائبل میں بھی مرقوم ہیں۔ جن کو پڑھنے سے عقل سلیم حیران و سرگردان اور کانوں کو ہاتھ لگاتی ہے اگر شوق ہو تو مندرجہ ذیل مقامات کو دیکھو۔

حضرت لوطؑ کی بابت پیدائش ۱۹/۳۲۔ حضرت یسعیاہؑ تین سال برہنے رہے۔ یسعیاہ ۲۰/۲تا۴ .... حزقی ایل ۲۳/۳۔ اگر ایسی باتوں کی وجہ سے طالمود غیر معتبر ہے تو پھر بائبل کو بھی اسی معیار پر پرکھ لیا جائے تو نتیجہ ظاہر اور مطلع بالکل صاف ہے مولوی صاحب نے جو تلمود کو پیش کیا ہے۔ تو آپ نے اہل کتاب کی نظر میں اس کے معتبر ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ مولوی صاحب کا ایمان تلمود پر نہیں بلکہ اسلام پر ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حق تو یہ ہے کہ کعبہ ایک قدیم مندر تھا جس کے بتوں کے آگے بت پرست اہل عرب سجدہ کیا کرتے تھے۔ ص ۱۷۶

مجیب : "جب منسّی سلطنت کرنے لگا تو بارہ برس کا تھا۔ اس نے

www.toobaaelibrary.com

پچپن برس (۱) یروشلیم میں سلطنت کی۔ اس کی ماں کا نام حفصیباہ تھا۔ اس (۲) نے ان قوموں کے نفرتی کاموں کی طرح جن کو خداوند نے بنی اسرائیل کے آگے سے دفع کیا خداوند کی نظر میں بدی کی۔ کیونکہ اس نے ان اونچے مقاموں کو جن کو اس کے باپ حزقیاہ نے ڈھایا تھا پھر بنایا اور بعل کے لئے مذبحے بنائے۔ اور یسیرت بنائی جیسے شاہ اسرائیل اخی آب نے کیا تھا اور آسمان کی ساری فوج کو سجدہ کرتا اور ان کی پرستش کرتا تھا۔ اور اس نے خداوند کی ہیکل میں جس کی بابت خداوند نے فرمایا تھا کہ میں یروشلیم میں اپنا نام رکھونگا۔ مذبحے بنائے۔ اور اس نے آسمان کی ساری فوج کے لئے خداوند کی ہیکل کے دونوں صحنوں میں مذبحے بنائے اور اس نے اپنے بیٹے کو آگ میں چلایا۔ اور وہ شگون نکالتا اور افسونگری اور جنات کے یاروں اور جادوگروں سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے خداوند کے آگے اس کو غصہ دلانے کے لئے بڑی شرارت کی۔ اور اس نے یسیرت کی کھودی ہوئی مورت کو جسے اس نے بنایا تھا اس گھر میں نصب کیا جس کی بابت خداوند نے داؤد اور اس کے بیٹے سلیمان سے کہا تھا کہ اسی گھر میں اور یروشلیم میں جسے میں نے بنی اسرائیل کے سب قبیلوں سے چن لیا ہے میں اپنا نام ابد تک رکھونگا" ۲ سلاطین ۲۱ / ۱ تا ۷ ۔

اب کوئی بے دین ۔ دہریہ اور عقل و علم سے خالی ہو کر بائبل کے ان الفاظ سے یہ بات کہے کہ "حق بات یہ ہے کہ یروشلیم ایک بہت بڑا مندر تھا جس میں بنی اسرائیل بت پرست بتوں کے آگے سجدے کیا کرتے تھے ۔ اور اہل کتاب نے اس کی تعظیم بڑھانے کے لئے عجیب و غریب روایات ایجاد کر لیں" تو اس بے دین اور دہریہ کو یوں سمجھایا جائے گا۔ کہ حق بات یہ ہے کہ یروشلیم کی بنیاد بت پرستی پر نہ تھی بلکہ بعد میں بنی اسرائیل نے اپنی شریعت سے منہ پھیر کر یروشلیم میں بت رکھے اور ان کی پوجا پاٹ عرصہ دراز تک کرتے رہے ۔ اور یہ بے دین عقل و انصاف سے دور

www.toobaaelibrary.com

ہو کر اپنی جھوٹی بات پر قائم رہے تو اسے ضد سے تعبیر کیا جائے گا۔

بالکل اسی طرح بیت اللہ کا حال ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس گھر کو خالص اللہ تعالےٰ کی عبادت کے واسطے تعمیر کیا تھا عرصہ بعید اور مدت مدید کے بعد آنحضرتؐ کی پیدائش مبارکہ سے تین سو سال قبل ایک شخص عمرو بن لحی نامی ملک شام سے بت لے آیا تھا۔ اس نے بت پرستی کو فروغ دیا۔ اور یہ بت بیت اللہ کے اندر نہیں بلکہ باہر تھے۔ فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ نے اس مقام پر ایک بت بھی رہنے نہیں دیا اور خانہ کعبہ کے ارد گرد سے بتوں کو اٹھوا دیا۔ اور بحکم خداوندی آپؐ نے یہ پیشن گوئی فرما دی۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ترجمہ:۔ اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا o جھوٹ بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔
سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۱

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "یہ عظیم الشان پیشن گوئی مکہ میں کی گئی جہاں بظاہر کوئی سامان غلبۂ حق کا نہ تھا۔ یعنی کہہ دو قرآن کریم مومنین کو بشارتیں سناتا ہوا اور باطل کو کچلتا ہوا آپہنچا۔ بس سمجھ لو اب دین حق غالب ہوا۔ اور کفر بھاگا نہ صرف مکہ سے بلکہ سارے عرب سے حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپؐ ایک چھڑی سے سب پر ضرب لگاتے اور فرماتے تھے: "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ" ہر ایک اوندھے منہ گر جاتا تھا۔ اس طرح قرآن کی ایک پیشنگوئی پوری ہوئی۔ اور دوسری کا اعلان کیا گیا کہ جو کفر کعبہ سے نکل بھاگا ہے آئندہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک"۔

www.toobaaelibrary.com

اس وقت سے لیکر آج تک کئی صدیاں گزر چکی ہیں کہ اس طویل مدت میں ایک بھی بت بیت اللہ کے ارد گرد نظر نہیں آتا۔ جب تک قرآن مجید دنیا میں موجود رہے گا۔ اس وقت تک بیت اللہ کے پاس بت نہیں آسکتے۔

اسلامی تاریخ اور بائبل سے ایک عجیب بات ظاہر ہوئی کہ یروشلیم کے وجود میں آنے سے تھوڑا عرصہ ہی بعد بنی اسرائیل اور شاہان بنی اسرائیل نے دل کھول کر یروشلیم میں بت رکھے۔ شرکیہ افعال کو اپنایا۔ اور یہ تمام لوگ بتوں کی پوجا کرتے رہے مگر بیت اللہ کے ارد گرد سے بت اٹھائے جانے سے لے کر آج تک اس میں بتوں کا نام ونشان نہیں ملتا۔

یہ کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ بیت اللہ واقعی اللہ کا گھر ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ " وہاں مقام ابراہیم پیدا کر لیا گیا۔ حجر اسود کو آسمان سے جبرئیل کے ہاتھ منگوایا گیا" صـ ۱۷۶

مجیب: یہ ایک واضح اور کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ تعمیر کیا تھا۔ اس لئے وہاں پر مقام ابراہیمؑ موجود ہے۔ سورہ آل عمران آیت ۹۷۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ متبرک جگہ بھی محفوظ جیسے مروہ کہتے ہیں۔ اسی مروہ پر حضرت خلیل اللہ نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی دی تھی۔ چونکہ قربانی کا حکم حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش تھی۔ آپؑ اس آزمائش میں کامیاب ہوئے تھے جب اللہ تعالے نے حضرت جبرئیلؑ کے ہاتھوں آسمان سے ایک دُنبہ بھیج دیا تھا تو پھر آسمان سے بدست حضرت جبرئیلؑ سنگِ اسود کا بھیجنا بھی اللہ تعالے کی طرف سے صحیح اور برحق ہے۔ اور عقل سلیم سے بعید نہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ ایک حقیقت ہے جس پر قرآن شریف شاہد ہے کہ حضرت محمد ایک مدت تک اس سے متنفر رہے اور انہوں نے بیت المقدس کو

www.toobaaelibrary.com

اپنا قبلہ بنایا لیکن مصلحتِ وقت اور آرزدئے تالیف قلوب نے تقلیداً کعبہ کو قبلۂ اسلام بنا کر اس کی پرانی مگر بے بنیاد تعظیم کو بحال کر دیا۔" صد ۱۷۶

مجیب: ناظرین کرام! افسوس کہ پادری صاحب نے ان الفاظ میں انسانی دیانت اور صداقت کو پامال کر کے جھوٹ و فریب اور کذب بیانی سے کام لیا ہے۔

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت ؐ ہجرت کے بعد بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اگر آپ ؐ کو مصلحتاً تقلیداً اور تالیف قلوب کی وجہ سے یہ کام کرنا تھا۔ تو پھر آپ ؐ کو مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے ہوئے کرنا چاہیئے تھا کیونکہ بیت اللہ مشرکین مکہ میں بھی عقیدت و محبت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی نگاہ میں بیت المقدس کی کوئی عزت نہ تھی۔ مگر آپ ؐ نے اس جگہ ایسا نہیں کیا۔ آپ ؐ کے قلب مبارک میں محبت اسی گھر سے زیادہ تھی۔ کیونکہ آنحضرت ؐ کے جد امجد حضرت ابراہیم ؑ خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ؑ ذبیح اللہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے بنایا تھا۔ ہجرت کے بعد دوسرے سال اللہ تعالےٰ نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ حالانکہ مدینہ منورہ میں ظاہری حکمت یہی تھی کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے کیونکہ اس جگہ یہود و نصاریٰ آباد تھے۔ اور یہ لوگ بیت المقدس کی عظمت و بزرگی کے قائل تھے۔ اور بیت اللہ کے ساتھ ان کو کوئی عقیدت نہ تھی۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ؐ نے مصلحتاً۔ تقلیداً یا تالیف قلوب کی خاطر یہ کام نہیں کیا۔ بلکہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم رَبّ کائنات کی طرف سے ہی تھا۔

اسی حکم میں خانہ کعبہ سے نفرت نہیں بلکہ محبت کا پہلو چمک اور دمک رہا ہے۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ ترجمہ: ہم دیکھتے ہیں تیرا منہ آسمان

www.toobaaelibrary.com

فِی السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا ص — میں سو البتہ پھیریں گے تجھ کو جس قبلے کی طرف تو راضی ہے۔ سورہ بقرۃ آیت ۱۴۴

پادری صاحب! غور فرمایئے کہ قرآن پاک کے ان مبارک الفاظ سے آنحضرت صلعم کی بیت اللہ سے محبت و عقیدت ثابت اور ظاہر ہوتی ہے یا کچھ اور؟ افسوس ہے اس شخص پر جو اپنی طرف سے جھوٹی بات کو لکھ کر خواہ مخواہ قرآن شریف کی طرف منسوب کرے۔ ہم سمجھتے تھے کہ مرزا قادیانی ہی کذب بیانی اور دروغ گوئی میں مشہور ہے۔ مگر پادری صاحب کی یہ کتاب پڑھنے کے بعد ہمیں ایک اور دروغگو کا اضافہ کرنا پڑا۔ فرق صرف یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعوٰی کیا تھا۔

آخری نبی حضرت محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے حکم مبارک پر عمل پیرا ہو کر خانہ کعبہ کی بابنیاد عظیم تعظیم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بحال کر کے ارشاد خداوندی سنا دیا۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور آپؐ نے بحکم خداوندی ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ج وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ o — اور جو کوئی چاہے سوا اسلام کے اور دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے۔

سورہ آلِ عمران آیت ۸۵

ناظرین کرام! پادری صاحب کا یہ آخری اعتراض تھا۔ آپ نے اپنی کتاب کو فریب سے شروع کیا اور جھوٹ پر ختم کر دیا ہے۔

ع داغؔ صبح حشر تھی صبح شب وصال!
جب یہ کہا کسی نے کہ جاتا ہوں گھر کو میں

www.toobaaelibrary.com

دُعا

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقف اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

محتاج رحمت و طالب شفاعت

احقر بشیر احمد حسینی

تمّت بالخیر

www.toobaaelibrary.com

مکتبہ بنوریہ

بیادگار علامۃ العصر حضرت مولانا

سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ مکتبہ اپنے دو اساتذہ کرام جانشین حضرت بنوریؒ حضرت اقدس مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، اور حضرۃ مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب مدظلہ العالی نائب مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی سرپرستی میں اسی مقصد کے تحت قائم کیا ہے کہ حضرت بنوریؒ کی تمام کتب کو اچھے انداز میں پیش کیا جائے

همارے یہاں اکابر دیوبند و دیگر ہر قسم کی دینی و نادر کتب و قرآن کریم ہر وقت سستے داموں دستیاب ہیں

حسن الرحمان عبداللہ مکتبہ بنوریہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی ۵

www.toobaaelibrary.com

مکتبہ بنوریہ کی عظیم پیشکش

معارف السنن

عربی شرح

سنن الترمذی

تالیف

علامۃ العصر حضرت مولانا

سید

محمد یوسف بنوری رح

ترمذی شریف کی مشہور

ومعروف شرح جس کو

تمام علمائے اسلام نے

حضرت بنوری رحمہ اللہ کے

تبحرِ علمی کا ایک عظیم الشان

کارنامہ قرار دیا ہے

الحمد للہ

مکتبہ بنوریہ اب اس

کتاب کو نئے انداز میں

بہترین جلد وطباعت کیساتھ اپنے کرمفرماؤں کی خدمت میں پیش کرنیکی سعادت حاصل کی ہے۔ آج ہی طلب فرما کر مستفید ہوں۔

حسن الرحمٰن عبداللہ۔ مکتبہ بنوریہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

www.toobaaelibrary.com

www.toobaaelibrary.com